إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي (ترمذی)

مجموعہ کتب

احتسابِ ناصبیت

۱۲

المکتبۃ السراجیۃ لنشر الکتب الاسلامیۃ
حضوری باغ روڈ، ملتان فون: 061-4783486

إِنَّمَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا (الاحزاب)

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ
لَنْ تَضِلُّوا: كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي (ترمذی)

مجموعۂ کُتب

احتسابِ ناصبیّت

۱۲

۵۲ یزید، اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں

۵۳ مروان بن حکم اور اس کے کارنامے

۵۴ مقدمہ امام حسین رضی اللہ عنہ

مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیۃ

حضوری باغ روڈ ملتان

جلد نمبر 12

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب : مجموعہ کتب احتساب ناصبیت (جلد دوازدہم)

مصنفین : حضرت مولانا قاری محمد ضیاء الحق صاحب

حضرت مولانا مجیب الرحمٰن ڈیروی صاحب

جناب علی طحاوی صاحب

صفحات : ۴۶۴

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : مئی ۲۰۲۶ء

ناشر : مکتبہ سراجیہ لنشر الکتب الاسلامیہ

حضوری باغ روڈ ملتان

0303-7396203 0301-7500173

0344-7121967 0301-7904257

اجمالی فہرست.....مجموعہ کتب احتساب ناصبیت جلد ۱۲

۱	یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں	حضرت مولانا قاری محمد ضیاء الحق	۳
۲	مروان بن حکم اور اس کے کارنامے	حضرت مولانا مجیب الرحمٰن ڈیروی	۲۵۹
۳	مقدمہ امام حسین رضی اللہ عنہ	جناب علی طحاوی صاحب	۳۳۷

یزید

اکابر علماء اہل سنت

دیوبند کی نظر میں

حضرت مولانا قاری محمد ضیاء الحق صاحب

یزید

اکابر علماء اہلِ سنّت دیوبند کی نظر میں

مرتبین

قاری محمد ضیاء الحق

میاں رضوان نفیس

شاہ نفیس اکادمی

۲۶/۱۱ سعدی پارک ○ مزنگ ○ لاہور

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں	۱۰
۲	کہنے کی بات	۱۱
۳	حرفے چند	۱۳
۴	حرف رضوان	۱۷
۵	تقاریظ علماء کرام ومشائخ عظام	۲۲
۶	حضرت پیر ناصر الدین خاکوانی صاحب	۲۲
۷	حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب	۲۳
۸	حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ	۲۴
۹	مصلح الملت حضرت مولانا محمد عبدالحلیم صاحب چشتی	۲۵
۱۰	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی	۲۵
۱۱	حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ بھکر	۲۶
۱۲	حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفی رحمہ اللہ	۲۸
۱۳	حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ	۲۹
۱۴	حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ	۳۲
۱۵	حضرت مولانا نعیم الدین صاحب	۳۷
۱۶	حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری صاحب	۳۸
۱۷	حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب علوی	۴۰
۱۸	حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی	۴۱
۱۹	حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد خلیل احمد صاحب	۴۳
۲۰	حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ	۴۵
۲۱	حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر مدنی صاحب	۴۸

۲۲	حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب فیصل آباد	۵۰
۲۳	حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سومرو	۵۱
۲۴	حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن صاحب امروہوی	۵۲
۲۵	حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی	۵۲
۲۶	حضرت مولانا پیر محمد شاہ صاحب قریشی مسکین پور	۵۴
۲۷	حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب درخواستی	۵۵
۲۸	حضرت مولانا مفتی محمود الحسن شاہ صاحب مسعودی	۵۷
۲۹	حضرت مفتی سید عبد القدوس صاحب ترمذی	۵۸
۳۰	حضرت مولانا مفتی سعید حسن صاحب دہلوی	۶۰
۳۱	حضرت مولانا عبد القیوم صاحب حقانی	۶۲
۳۲	حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب	۶۳
۳۳	حسنِ ترتیب	۶۵
۳۴	اسلامی تاریخ پر شب خون	۷۰
۳۵	مقدمہ	۷۳
۳۶	مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی تصریحات	۷۵
۳۷	مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کی تصریحات	۷۷
۳۸	مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تصریحات	۸۲
۳۹	مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی تصریحات	۹۱
۴۰	مولانا السید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کی تصریح	۹۵
۴۱	مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کی تصریحات	۹۶
۴۲	مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا فتوی	۹۹
۴۳	امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کی تصریحات	۱۰۱
۴۴	حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ کی تصریحات	۱۰۳
۴۵	حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ	۱۰۵

۴۶	حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کی تصریحات	۱۰۸
۴۷	حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمہ اللہ	۱۱۲
۴۸	تتمہ	۱۱۴
۴۹	کتابیات	۱۲۰
۵۰	یزید اکابر اہل سنت کی نظر میں (میاں رضوان نفیس)	۱۲۲
۵۱	عبدالحیٔ صاحب لکھنوی، فرنگی محلی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۳
۵۲	مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۵
۵۳	شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۵
۵۴	مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۶
۵۵	علامہ سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۷
۵۶	مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۷
۵۷	مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۸
۵۸	شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۲۹
۵۹	مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری چوکیروی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۰
۶۰	حضرت مولانا محمد انوری صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۱
۶۱	حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۲
۶۲	مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۲
۶۳	مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۴
۶۴	مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۵
۶۵	مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۶
۶۶	حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۳۸
۶۷	حضرت مولانا محمد اُویس نگرامی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۴۱
۶۸	حضرت مولانا محمد احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۴۳
۶۹	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۴۵

۷۰	حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۴۷
۷۱	حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۴۹
۷۲	مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۴۹
۷۳	حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۵۰
۷۴	حضرت مولانا محمد عبد اللہ صاحب رائپوری رحمہ اللہ	۱۵۱
۷۵	مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۵۱
۷۶	حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۵۱
۷۷	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۵۶
۷۸	حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۶۶
۷۹	مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۶۸
۸۰	مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۶۹
۸۱	مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۷۰
۸۲	مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۷۱
۸۳	مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۷۲
۸۴	مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۷۸
۸۵	مولانا فضل محمد صاحب سواتی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۸۰
۸۶	مولانا ضیاء الرحمن صاحب فاروقی شہید رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۸۱
۸۷	مولانا عبد اللطیف صاحب جہلمی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۸۳
۸۸	مولانا محمد عبد الرشید صاحب نعمانی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۸۴
۸۹	مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۹۳
۹۰	مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۹۴
۹۱	مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۱۹۶
۹۲	مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۰۰
۹۳	مفتی سید عبد الشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۰۲

۹۴	مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۰۸
۹۵	مولانا محمد اجمل خان صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۱۰
۹۶	مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۱۴
۹۷	مولانا سید محمد امین شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۱۹
۹۸	حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۲۳
۹۹	مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۳۲
۱۰۰	مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۳۲
۱۰۱	مولانا علامہ علی شیر صاحب حیدری شہید رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۳۴
۱۰۲	مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۳۵
۱۰۳	مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۳۶
۱۰۴	مولانا محمد حنیف صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۳۷
۱۰۵	مولانا علامہ عبدالستار صاحب تونسوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۳۸
۱۰۶	مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۴۰
۱۰۷	مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۴۰
۱۰۸	مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۴۱
۱۰۹	حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۴۲
۱۱۰	علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۴۴
۱۱۱	مولانا مفتی زرولی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف	۲۴۵
۱۱۲	مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی کا مسلک وموقف	۲۴۶
۱۱۳	مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی مدظلہم کا مسلک وموقف	۲۴۸
۱۱۴	حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہم کا مسلک وموقف	۲۵۳
۱۱۵	مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم کا مسلک وموقف	۲۵۵
۱۱۶	مولانا مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا پیغام	۲۵۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں

عنوان بالا پر ابتداء میں مولانا قاری محمد ضیاء الحق صاحب اکابر علماء دیوبند کے حوالہ جات جمع کئے۔ جو کتاب سیدنا علیؓ و سیدنا حسینؓ کے ساتھ حضرت سید نفیس الحسینیؒ نے ضمیمہ کے طور پر شائع کئے۔

اس کے بعد جناب میاں رضوان نفیس صاحب نے اضافہ کر کے شائع کیا۔ اس دوسرے ایڈیشن کو ہم ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت'' میں نمبر باون (۵۲) پر شائع کر رہے ہیں۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہنے کی بات

یزید اکابر علماءِ اہلِ سنت دیوبند کی نظر میں پس منظر اور وضاحت

عشقِ حسین رضی اللہ عنہ کے فروغ اور اہلِ سنت کے موقف کی توضیح کے مبارک جذبے کے تحت محترم حضرت پیر میاں رضوان نفیس صاحب مدظلہم نے اپنے شیخ و مرشد، قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں اس علمی خدمت کا آغاز فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ محبتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کا چراغ مزید روشن ہو اور تاریخ کے ایک اہم باب کو دیانت و تحقیق کے ساتھ پیش کیا جائے۔ حضرت میاں صاحب مدظلہم کے ذہن میں ابتدا ہی سے ایک واضح عنوان موجود تھا کہ اپنے اکابر علماء دیوبند رحمہم اللہ کی وہ تحریرات اور اقتباسات جو اہل بیت رضی اللہ عنہم کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہیں کو جمع کر کے عوام الناس کے سامنے لایا جائے جس سے عام قاری کے دل میں جہاں اہل بیت رضی اللہ عنہم کی محبت اُجاگر ہوگی وہیں اپنے اکابر کی محنت اور ان کی کاوشیں بھی سامنے آئیں گی۔

اس جذبہ کے تحت ''شاہ نفیسؒ اکادمی'' قائم فرمائی اور اپنے اہتمام میں اس اکادمی سے دو درجن کے قریب کتب و رسائل اور مختلف پمفلٹ شائع فرمائے۔

اس کام کو آگے بڑھاتے ہوئے فضائل و مناقب اہل بیت رضی اللہ عنہم پر کئی کتب شائع فرمائیں، ایک دن خیال ہوا کہ اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ ہو اور ناصبیت اور یزیدیت کے بارہ میں اپنے اکابر کا واضح اور روشن موقف سامنے نہ ہو تو اہل بیت رضی اللہ عنہم کا تذکرہ نامکمل سا محسوس ہوتا ہے۔ جس کی بنا پر عوام الناس واقفیت نہ ہونے کی بنا پر افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ارادہ یہ تھا کہ ''یزید اکابر علماء اہلِ سنت دیوبند کی نظر میں'' جیسے حساس اور اہم موضوع کو اکابر اہلِ سنت دیوبند کی مستند عبارات کی روشنی میں مرتب کیا جائے، تاکہ علمی ابہام دور ہو اور ایک متوازن، تحقیقی اور ذمہ دارانہ موقف سامنے آئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے معلوم تھا کہ اس عنوان سے حضرت مولانا قاری محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہم کا ایک رسالہ پہلے سے موجود ہے، تو حضرت پیر میاں رضوان نفیس صاحب

مدظلہم نے وسعتِ قلبی اور اخلاص کا مظاہرہ کرتے ہوئے اَحباب کے مشورہ سے یہ فیصلہ فرمایا کہ الگ سے نئی تصنیف شروع کرنے کے بجائے اسی کام کو آگے بڑھایا جائے، تاکہ قاری صاحب مدظلہم کی ابتدائی محنت بھی محفوظ رہے اور ان کو اس خدمتِ دین کا مسلسل اجر بھی پہنچتا رہے۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب مدظلہم کی اجازت سے آپ کے اس سابق رسالہ کو بنیاد بنا کر اپنی کتاب کے شروع میں بعینہٖ لگایا کہیں کہیں اس پر نظرِ ثانی بھی کی گئی، مزید یہ کہ تحقیقی اضافات شامل کیے گئے، حوالہ جات کی تخریج و تصحیح کی گئی، مواد کو نئی ترتیب دی گئی، اور اکابر اہلِ علم کی تقریظات حاصل کر کے اسے ایک وقیع اور معیاری علمی تصنیف کی صورت دی گئی۔

نئے ایڈیشن کی تیاری، تقریظات کے حصول، اور مجموعی علمی و اشاعتی محنت بنیادی طور پر میاں رضوان نفیس صاحب کی کاوشوں کا نتیجہ ہے، اس مرحلے میں حضرت شاہ صاحبؒ کے محبین، ''حلقہ احبابِ نفیسؒ'' کے مخلص رفقاء اور معاونین نے جس اخلاص اور محبت کے ساتھ تعاون فرمایا، وہ لائقِ صد تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو اس خدمت کی بہترین جزا عطا فرمائے اور اسے ان کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔

اللہ کے فضل و کرم سے اس کا یہ ایڈیشن بہت جلد ختم ہو گیا، پھر مزید اضافات اور تقریظات سے مزین کر کے جلد ہی ایک نیا ایڈیشن شائع کیا گیا۔

اب عرصہ ہوا کہ یہ ایڈیشن بھی ختم ہو کر نایاب ہو گیا تھا، اَحباب کا تقاضا بڑھتا جا رہا تھا کہ اس علمی امانت کو شائع کرتے رہنا چاہیے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر مرحمت فرمائے کہ حضرت میاں صاحب نے اس جدید ایڈیشن میں بھی نئے اضافات فرمائے، سابق ایڈیشن پر موجودہ بزرگوں کی مزید تقریظات بھی شامل کیں فجزاھم اللہ احسن الجزاء

یوں یہ ایڈیشن سابق بنیاد کے احترام کے ساتھ، مگر تازہ تحقیق، اضافات اور محنت کے سبب ایک مستقل اور نمایاں علمی خدمت الحمد للہ چوتھی طباعت بن کر سامنے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

(مولانا) محمد عابد، ناظم صفّہ ٹرسٹ لاہور

۰۵ر شوال المکرم ر ۱۴۴۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفے چند

اللہ پاک کا صد ہا شکر ہے جس کے فضل و کرم سے ہماری اس زیر نظر کتاب کے پہلے دو ایڈیشن کو خوب قبولیت عطا ہوئی اور بہت سے ایسے حضرات جو اپنی لاعلمی اور نفسِ مسئلہ سے عدم واقفیت کی بناء پر دفاعِ یزید اور مدحِ یزید کی گمراہی و ضلالت میں گھرے ہوئے تھے اُنہوں نے اپنے اکابر کے مسلک سے آگاہ ہو کر راہِ ہدایت کو اختیار کیا ہے، جس سے بحمد اللہ ایک بہت بڑی گمراہی کو روک لگی ہے اور اب اس میں کمی واقع ہونا شروع ہو گئی ہے۔

کتاب کے اس ایڈیشن میں خیر القرون سے لے کر آج کے زمانہ تک کے تمام اکابر اور بالخصوص علماءِ دیوبند کے فسق یزید کے متعلق نظریات کو جمع کرنے کی سعی کی گئی ہے اور الحمد للہ ثم الحمد للہ اس میں بہت حد تک کامیابی حاصل ہوئی ہے اور مزید مواد بھی ہم عوام تک پہنچائیں گے انشا اللہ العزیز۔ اب کوئی بد باطن سیدھے سادھے مسلمانوں کو یہ کہہ کر دھوکہ نہیں دے سکتا کہ بزرگوں نے "فسق یزید" کے مسئلہ میں خاموش رہنے کا حکم دیا ہے۔

جس طرح رافضی صحابہ کرامؓ پر تبرا کرتے ہیں اور اُن سے نفرت کی ایک وجہ اُن کا بغض صحابہؓ ہے بالکل اسی طرح ناصبی و یزیدی اہلِ بیتؓ پر تبرا کرتے ہیں اور ان سے نفرت کی وجہ ان کا بغض اہل بیتؓ ہے جبکہ اہلِ بیتؓ کو تو دوہرا شرف حاصل ہے کہ وہ صحابہ بھی ہیں اور اہلِ بیت بھی، ہمارے ایمان کی جان، وجہ کائنات حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و تسلیم کا فرمان عالیشان ہے کہ "میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں" اور ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ "میرے اہل بیت کی مثال کشتی نوح کی سی ہے جو اس میں سوار ہوا نجات پا گیا جو پیچھے رہا ہلاک ہوا" اہل سنت کے جلیل القدر امام، امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ "ہم اہلِ سنت والجماعت الحمد للہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت کی کشتی میں سوار ہوئے اور راہِ ہدایت کے ستاروں یعنی اصحاب محمد ﷺ

کے ذریعہ راہ یاب ہوئے چنانچہ ہم نے قیامت کی ہولناکیوں، تاریکیوں اور دوزخ کی ہلاکت خیزیوں سے نجات حاصل کی، درجات کی بلندیوں اور وہاں کی ابدی نعمتوں تک پہنچنے کا راستہ پانے کی امید رکھتے ہیں"۔

اللہ کرے کہ یہ سیدھی سی بات ہمارے لوگوں کی سمجھ میں آجائے، ہمارے پیرومرشد حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے صحابہؓ واہلِ بیتؓ کی محبت و عظمت میں جو اقوال ہیں اُن میں سے چند ایک نظر قارئین ہیں:

- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم دونوں کی محبت جزوِ ایمان ہے، جو شخص اِس عقیدہ سے متصف نہ ہو وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔
- جس جہنم میں صحابہؓ کا گستاخ جائے گا اُسی میں اہل بیتؓ کا گستاخ بھی جائے گا اور اہل بیتؓ کو تو دوہرا اشرف حاصل ہے کہ وہ صحابہؓ بھی ہیں اور اہلؓ بیت بھی۔
- جو صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے وہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے اور جو اہل بیت رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا دشمن ہے کیونکہ صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم "یک جان دو قالب" ہیں۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم دونوں ایک دوسرے کے شرف کو پہچانتے ایک دوسرے کی عظمت کے قائل اور رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تھے۔

یزیدی اور ناصبی ہر جگہ بیٹھتے اُٹھتے یزیدیت کا ناسور اور اکابر پر عدم اعتماد کی ضلالت پھیلاتے پھیلاتے یہاں تک جری ہو جاتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ اور وہ تمام اکابر جنہوں نے یزید کی مذمت اور حضرت حسینؓ کی مدحت بیان کی ہے اُن سب کے متعلق اپنی بے لگام زبانوں کو دراز کرنے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے اور ایسی توہین آمیز گفتگو کرتے ہیں کہ الحفیظ الامان حالانکہ ان ہی کے نام کا کھاتے ہیں اور ان کے نام کا بظاہر دم بھرتے ہیں۔

ہماری اپنے تمام کرم فرما حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اپنے اکابر پر اعتماد اور صحیح مسلک اہل السنت والجماعت کی ترجمانی کو بھی ضرور اختیار فرمائیں اور

جہاں جہاں ناصبیت اور یزیدیت کا فتنہ پھلایا جارہا ہے وہاں پر اس کی تردید میں تمام جزوی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اکابر کے نظریہ کو ضرور بیان کیا جانا چاہیے ، کیونکہ ہمارے بزرگوں نے اگر اس فتنہ کے متعلق اپنے مؤقف کو مبہم رکھا ہوتا تو آج ہم بھی نام نہاد مصنفین اور محققین (جو رافضیت کے خلاف لوگوں کے جذبات کو اہل بیت اور اَکابر صحابہ کرامؓ کی توہین وتحقیق میں بدل رہے ہیں ان جیسے محروم القسمت اور کریہہ الفطرت لوگوں) کی پیروی کرتے کرتے اپنے ایمان کے دشمن بن جاتے ، اللہ پاک ہمارے بزرگوں پر کروڑوں رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے جو الحاد و زندیقی کے آگے بند باندھ کر آنے والی نسلوں پر عظیم احسان کر گئے ہیں اس لیے یہ اب ہمارے ذمہ ہے کہ ہم اپنے بعد آنے والوں لیے صاف ستھرا اور صحیح مسلک اَکابر محفوظ کر جائیں اس سے انشاء اللہ عقیدہ اور عقیدت دونوں میں برکت وترقی ہوگی اور مسلکِ حق دیوبند کی حقانیت بھی دوسرے سب لوگوں پر ظاہر وباہر ہوجائے گی ، اور ہمارے اَکابر کے متعلق عوام میں جو غلط تاثر پیدا کیا جارہا ہے اس کا بھی ازالہ ہوگا۔

اس کتاب کے نئے ایڈیشن کو مزید مؤثر بنانے کی غرض سے ہم نے موجودہ زمانہ کے بزرگوں کی مزید تائیدات کو اس میں شامل کیا ہے، مزید برآں پہلے سے موجود تصریحات میں اَکابر کی دیگر کئی تحریرات بھی حاصل ہوئیں جن کا اس ایڈیشن میں اضافہ کردیا گیا ہے، اور جہاں کہیں صفحات کے اَخیر میں جگہ خالی تھی اُس جگہ پر چوکھٹے کے اندر اہل سنت والجماعت کے برگزیدہ اَکابر کے اقوال نقل کردیے ہیں جس سے یہ بات واضح ہوگی کہ چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ حضرت حسینؓ کے حق اور یزید کے باطل ہونے پر متفق ہے، اور یہ بھی واضح ہوگا کہ ہر ہر صدی کے اکثر اَکابر تو اس پر لعنت کو جائز بلکہ ضروری قرار دیتے ہیں اور بہت سے اس کے کفر کے قائل ہیں، لیکن یہ علماءِ دیوبند کا ہی اعزاز اور طرہ امتیاز ہے کہ جیسے وہ ہر معاملہ میں دامن اعتدال کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اسی طرح وہ ''مسئلہ فسق یزید'' میں بھی اسی نظریہ پر

عامل ہیں کہ اس کو صرف فاسق و فاجر کہتے ہیں اور اس کے کفر میں توقف کرتے ہیں اور لعنت بھیجنے میں احتیاط برتتے ہیں (اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ قابل لعنت نہیں)۔

جو لوگ تو اکابر کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں اُن کے لیے یہ تحریرات دلیل روشن ہیں اور جن حضرات کا اکابر سے دِلی طور پر دور کا بھی واسطہ نہیں وہ جانیں اور ان کا کام، ہم تو اُن کے واسطے دعائے خیر ہی کرتے ہیں مگر بقول حافظ:

گر جان بد بد سنگ سیہ لعل نہ کرد د
با طینت اصلی چہ کند بد گہر اُفتاد

(جان جو کھوں میں ڈال کر بھی سیاہ پتھر لعل نہیں بنایا جا سکتا۔ جس چیز کی فطرت خراب ہو، اس کی اصلاح کی ہر کوشش بے فائدہ ہوتی ہے۔)

ہماری ان اصلاح پسندانہ کوششوں کی سرپرستی ہمارے تمام بزرگ فرما رہے ہیں اور الحمد للہ ثم الحمد للہ اُن کی مشاورت اور رہنمائی ہمارے سر کا تاج ہے، اور ہماری عاجزانہ درخواست پر ہمارے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے محبین و مخلصین اکابر علماء کرام و مشائخ عظام نے اس کتاب پر تقاریظ رقم فرما کر ہماری بہت بڑی حوصلہ افزائی فرمائی ہے جس پر ہم اپنے بزرگوں کے دل و جاں سے مشکور و ممنوں ہیں اللہ پاک ہمارے تمام سر پرستوں کو دنیا و آخرت کی عزتوں، عظمتوں اور رفعتوں سے مالا مال فرمائے۔ آمین

از صد سخن پیرم یک حرف مرا یاد ست
عالم نہ شود ویران، تا میکدہ آباد ست

(مجھے اپنے مرشد کی سینکڑوں نصیحتوں میں سے صرف یہی ایک بات یاد ہے یہ دنیا اس وقت تک برباد نہیں ہوگی جب تک مے خانے کی رونقیں قائم ہیں)

احقر رضوان نفیس

حرفِ رضوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

ہمارے حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''یہ فتنوں کا دور ہے دن رات ایک سے بڑھ کر ایک فتنہ اٹھ رہا ہے۔''

اِس بات کو حافظ شیرازی اس انداز سے کہتے ہیں:

فریب جہاں قصہ روشن است
ببیں تاچہ زاید شب آبستن است

(دنیا کی فریب کاریاں بالکل ظاہر ہیں۔ رات حاملہ ہے دیکھیے صبح ہوتے ہوتے کس فتنے کو جنم دیتی ہے۔)

حضرت رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: ''اِن میں سے ایک بڑا فتنہ اپنے اَکابر پر اور اُن کی تحقیق پر عدم اعتماد اور خود کو بڑا ذہین، عقلمند اور میدان علم و تحقیق کا شہسوار ثابت کرنے کی کوشش ہے جس کی وجہ سے بعض اَوقات بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ او رہمارے ہاں تو بعض مسائل ایسی شکل اختیار کر چکے ہیں کہ جن کی وجہ سے پورے مسلک کی بنیادیں ہل کر رہ گئی ہیں جن میں سے ایک یزیدیت اور دوسرا مماتیت بھی ہے۔''

اَکابر علماءِ اہل سنت والجماعت دیوبند جو رسوخ فی العلم، اخلاص وللّٰہیت، بے نفسی، دنیا سے بے رغبتی میں اپنی مثال آپ ہیں اور شریعت وسنت کو ہر حال میں مقدم رکھنا جن کا طرۂ امتیاز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ان بزرگوں نے زندگی کے کسی شعبہ میں تحقیق کے کسی بھی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑا۔ یہ اَکابر بعد میں آنے والوں کے لیے روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں، ہم اپنا تعلق چونکہ انہی بزرگوں سے جوڑتے ہیں اس لیے ہماری سعادت مندی اِسی میں ہے کہ اس مینارۂ نور سے روشنی حاصل کر کے اپنے راستے کا تعین کر لیں تاکہ خیر وعافیت کے ساتھ اپنی منزل مراد کو جا پہنچیں۔

یزید کا معاملہ بھی اِسی نوعیت کا ہے اس بات کو شیخ المشائخ، استاذ الاساتذہ، محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اس درد سے لکھتے ہیں:

کتنے تاریخی بدیہیات کو کج فہمی نے مسخ کر کے رکھ دیا، یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ ہر دور میں کج فہم اور کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں۔ زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی قدرت میں ہے، ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہو سکی کیا اس دور میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو افسانہ نہیں بنایا گیا۔ اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں، اور کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، واجب القتل اور یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا۔ (تسکین الصدور)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے اپنے بہت ہی خوبصورت اور ناصحانہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں، بقول حافظ شیرازی:

تلقین درس اہل نظر یک اشارت ست

(عقلمند لوگوں کو کوئی بات بتانے کے لیے ایک اشارہ ہی کافی ہے)

حضرت شہیدؒ لکھتے ہیں: ''ماضی قریب میں اس جہالت مآب خودرائی کی ایک مثال محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' اور ''تحقیق مزید بر خلافت یزید'' تھی، جو مودودی صاحب کی تشیع آمیز کتاب ''خلافت وملوکیت'' کے ردِ عمل کے طور پر لکھی گئی، اور جس میں اَسلاف کی تحقیقات کو غلط قرار دیتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے، اور یزید کی بمقابلہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے برتری ثابت کرنے کی ناروا کوشش کی گئی۔ یہ تشیع کے مقابلہ میں عباسی کی ناصبی تحریک تھی جس نے بعد میں بہت سے داعی پیدا کر لیے، ان میں سے اکثر ملحد، بے دین اور منکر حدیث ہیں، جن کا اصل حدف اَکابر اُمت کا استہزاء اور اَحادیث نبویہ کی تضحیک ہے، امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سبطین شہیدین رضی اللہ عنہما اور اَکابر واَعاظم اَہل بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حق میں سوقیانہ دل آزاری ان کا محبوب مشغلہ ہے، جو مسخ قلوب اور سلب ایمان کی علامت ہے۔ (گمراہ کن عقائد ونظریات اور صراط مستقیم ص: ۲۶۷۔۲۶۸)

آخر ایسی کون سی قیامت آگئی ہے کہ ہم اپنے مقبولانِ بارگاہ الٰہی اور

برگزیدہ اکابر کو چھوڑ کر بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ ہم سوچتے کیوں نہیں کہ ہم کس راستے پر چل نکلے ہیں؟ ہماری عقلوں کو کون سی دیمک کھا گئی ہے؟ آقا مدنی کریم ﷺ سے ہماری محبت کہاں کھو گئی ہے کہ جس شخص نے ہمارے آقا ﷺ کے سارے خاندان کو نیست و نابود کرنے کی ناپاک کوشش کی (اس جگہ بعض لوگ یہ مغالطہ پیدا کرتے ہیں کہ یزید تو اس موقع پر موجود نہیں تھا تو پھر وہ ذمہ دار کس طرح ہوا، اس کا جواب ہمارے حضرت رحمہ اللہ کئی طرح کی مثالوں سے دیا کرتے تھے ان میں سے ایک مثال ماضی قریب میں جامعہ حفصہ سے متعلق رونما ہونے والے واقعہ کی دیا کرتے تھے کہ وہاں جو ظلم ہوا ہر بندہ اس کا ذمہ دار صدر مشرف کو سمجھتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے مگر مشرف وہاں خود تو موجود نہ تھا نہ تو اس نے کوئی گولی چلائی نہ ہی کوئی بم، بلکہ وہ تو بڑے کروفر کے ساتھ اپنے قصرِ صدارت میں موجود تھا اسی بات پر تو غازی عبدالرشید شہید رحمہ اللہ نے جو آخری بیان دیا اس میں کہا تھا کہ "ہمارا قافلہ حسینی قافلہ ہے اور ہم کربلا میں ہیں" ٹھیک یہی معاملہ یزید کا بھی ہے کہ بادشاہت اس کی، ابن زیاد گورنر اس کا جسے اپنے ایک عیسائی مشیر سرجون کے مشورہ سے ایک صحابی رسول ﷺ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو زبردستی معزول کر کے مقرر کیا تھا، فوجیں اس کی اور سب سے بڑھ کر حکم بھی اسی کا، اور وہ اس سارے ظلم سے راضی تھا تو اسی لیے اس نے اس معاملہ کی تحقیق کی نہ ہی کسی کا مواخذہ کیا اور نہ ہی کسی کو کوئی سزا دی) ہم اسی شخص کے وکیل صفائی بن کے کھڑے ہو گئے ہیں اور اپنے آقائے پاک ﷺ کے محبوب نظر، اور وہ مبارک و معزز ہستیاں کہ جن کے فضائل و مناقب سے ذخیرہ احادیث و کتب تاریخ بھری پڑی ہیں، ہم ان ہی کو غلط اور خطا کار ثابت کرنے میں مشغول ہو گئے ہیں۔ خدا کے قہر و غضب سے ڈرنا چاہیے :

نہ جا اس کے تحمل پر کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ سخت ہے انتقام اس کا

جیسا کہ مولانا یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ مشغلہ مسخ قلوب اور سلبِ ایمان کی علامت ہے۔

زیر نظر رسالہ ہمارے اکابر علماء دیوبند کی بڑی ہی معتدلانہ، انصاف اور حقیقت پر مبنی آراء پر مشتمل ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوگا کہ ان حضرات نے اِفراط وتفریط کے فتنہ سے دوررہ کر کس طرح اَحق الحقائق کو روزِ روشن کی طرح واضح اور آشکارا کیا ہے۔

اس رسالہ کی ترتیب جناب قاری ضیاء الحق مدظلہ اور اشاعت مظفر لطیفؒ صاحب نے فرمائی تھی۔ آج کل کے حالات میں اس کی اشاعت کی اشد ضرورت محسوس کی جارہی تھی کیونکہ یزیدی فتنہ جو ہمارے اکابر کی محنت وبرکت سے دب گیا اَب پھر سر اُٹھا رہا ہے اور ہمارے سادہ لوح مسلمانوں کو تحقیق کے عنوان پر پھر سے گمراہ کررہا ہے جس سے اصل حقیقت اور تاریخ سے نا آشنا حضرات کے پھسل جانے اور گمراہ ہونے کا خطرہ وخدشہ ہے (جس کا تلخ تجربہ ماضی میں محمود احمد عباسی ناصبی یزیدی کی گمراہ کن کتاب سے ہو چکا ہے) اس لیے ہم نے اس رسالہ کے نئے ایڈیشن کو اپنے بہت سے اَکابر جو کہ اَسلاف ہی کے سلسلۃ الذہب کی کڑیاں ہیں، کی آراء سے نوز علی نور کیا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ ہمارے سب اَکابر مسلک اعتدال پر ایک ہی رائے رکھتے ہیں ان میں کوئی دوئی نہ تھی اور نہ ہے جو ہمارے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔ ہمارے حضرت شاہ صاحبؒ بھی یہی فرمایا کرتے تھے:

''میں تو لکیر کا فقیر ہوں''

یعنی میں تو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پہ چلنے والا ہوں، حضرتؒ ساری زندگی خود بھی اس بات پر کاربند رہے اور ہم خدام کی بھی یہی تربیت فرمائی اللہ پاک ہمیں تادم آخر اس پر قائم ودائم رکھے اور حضرتؒ کو اپنے شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

بگداختہ آبگینہ دل آئینہ دہم بدست محفل

(اپنے آبگینہ دل کو پگھلا کر یہ آئینہ تیار کیا جواب اہل محفل کے ہاتھوں میں ہے)

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم نے اس رسالہ پر اپنے بھرپور اعتماد کا اظہار کرکے ہماری بڑی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ پاک اُن کو اپنے

شایانِ شان اَجرِ عظیم سے مالا مال فرمائے۔ ان کی عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور اُن کا عافیت والا سایہ ہم عاجزوں پر تادیر قائم ودائم رکھے۔[1] (آمین)

اس رسالہ کی اشاعت کے سلسلہ میں حضرت مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم اور مولانا محمد عابد و مفتی سید رضا علی جعفری زید مجدہم نے بڑی رہنمائی فرمائی اور نظر ثانی و پروف ریڈنگ حضرت مولانا عبدالحفیظ ظفر صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی جس کے لیے ہم تہہ دل سے ان کے مشکور ہیں۔

حضرت مولانا عزیز الرحمن ثانی، صاحبزادہ سید زید الحسینی شاہ، محمد عرفان شجاع، مفتی شعیب احمد، مفتی عبدالرحمن نذر، خواجہ محسن، منصور الحق یلدرم، میاں سعید، میاں نعیم صاحبان کی ہمدردیوں اور تعاون پر اللہ پاک ان حضرات کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آمین اور ''حلقۂ اَحبابِ نفیسؒ'' کے تمام کرم فرماؤں کا بے حد شکریہ ادا کرتے ہیں کہ جن کی سرپرستی سے یہ کتاب زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر منصۂ شہود پر آرہی ہے۔

''اللہ پاک سے دست بستہ دُعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک ہماری اس عاجزانہ کوشش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور آخرت میں ہمیں ہمارے بزرگوں کا ساتھ، صحابہ کرام و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے قدموں میں جگہ اور حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے بہرہ مند فرمائے۔'' (آمین ثم آمین یارب العالمین)

خاکپائے شاہ نفیس الحسینی رحمۃ اللہ

احقر رضوان نفیس

یکم رشوال المکرم ۱۴۳۱ھ

۳۱/اگست ۲۰۱۰ء

(۱) افسوس کہ ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ/یکم فروری ۲۰۱۵ء بروز اتوار آپ کا انتقال ہو گیا۔ (رضوان نفیس)

تقاریظ علماء کرام ومشائخ عظام

پیر طریقت رہبر شریعت، مخدوم العلماء

حضرت پیر ناصر الدین خاکوانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ وجانشین حضرت پیر سید علاء الدین شاہ صاحب رحمۃ اللہ

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی

سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

عزیزم بھائی رضوان نفیس صاحب زید مجدہ جو کہ قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ کے مجاز ہیں نے ایک کتاب بنام ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' پر کچھ لکھنے کے لیے اس فقیر کو حکم فرمایا ہے یہ فقیر اس میدان کا نہیں ہے۔ یہ علماء کا کام ہے لیکن ان کے حسن ظن اور حسب الحکم یہ فقیر یزید کے متعلق اپنے عقیدہ کو بیان کرتا ہے کہ ''یہ فقیر تمام عقائد میں عقائد اہل سنت والجماعت کو واحد ذریعہ نجات جانتا اور مانتا ہے چنانچہ یزید کے متعلق جو عقیدہ میرے اکابر کا ہے وہی میرا عقیدہ ہے جو عقیدہ میرے آقا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا ہے اور جو عقیدہ اس کتاب میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی وحضرت مولانا رشید احمد گنگوہی وحضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا درج ہے اس فقیر کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ''یزید کا فسق تو مسلم ہے لیکن اس پر لعنت کرنے میں سکوت اختیار کیا جائے''۔

اپنے عقائد کو اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیھم کی بے خطا آراء کے موافق درست کریں، احکام شرعیہ فقیہہ کے موافق عمل کریں اور صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک (طے) کریں:

ومن وفق لهذا فقد فاز فوزا عظيما ومن تخلف عن هذا فقد خسر خسرانا مبينا۔

جن کو ان سب کی توفیق حاصل ہوگی وہ دونوں جہان میں بڑا کامیاب ہوگیا اور جو ان سے محروم رہا اُس کو بڑا خسارہ حاصل ہوا۔

دعا گو، دعا جو

بندہ محمد ناصر الدین عفی عنہ

۱۲ر جنوری ۲۰۱۴ء

شاہین ختم نبوت، مجاہد ملت، خطیبِ بے بدل

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب دامت برکاتہم

مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

جگر گوشہ بتولؓ، اولادِ علیؓ، نواسہ نبیؐ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی مسلمانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ وہ بہت بلند وبالا نسبتوں کے امین تھے، جو شخص ان نسبتوں کا لحاظ رکھے گا قیامت کے دن اس کے اجر سے مالا مال ہوگا۔

کیا کیا جائے اس ظلم وزیادتی کا کہ بعض محروم القسمت، بد باطن وبد نصیب افراد یا گروہ سیدنا امیر معاویہؓ کی آڑ میں یزید کی وکالت ودفاع اور سیدنا حسینؓ کی ذاتِ گرامی پر تنقید وتنقیص کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں اور ''چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد'' اور وہ اپنے آپ کو دیوبندی کہلا کر حق وانصاف کا خون کرتے ہیں۔ جیسے ان کے قلوب اس جرم کے باعث سیاہ ہو چکے ہیں وہ تاریخ کو بھی

سیاہ کرنا چاہتے ہیں۔

ہمارے حضرت قاری ضیاء الحق صاحب نے ''یزید اکابر دیوبند کی نظر میں'' ایک رسالہ شائع کر کے بہت بڑی گمراہی کو روکا۔ اس رسالے کو ہمارے مخدوم قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خادمِ خاص، خلیفہ ومجاز محترم رضوان نفیس اب دوبارہ اضافوں کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ جو ملعون یزیدی گروہ کی دسیسہ کاریوں کے خلاف انشاء اللہ العزیز سدِ سکندری ثابت ہوگا۔

آمین بحرمت النبی الکریم ﷺ

محتاج دعا

فقیر اللہ وسایا

خادم ختم نبوت، ملتان

۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

شیخ المشائخ، حکیم العصر حضرت مولانا عبد المجید صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

خلیفہ اجل قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

سابق امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

راقم الحروف نے اس رسالہ کا مسودہ حرف بحرف پڑھ لیا ہے۔ میں اس سے پوری طرح متفق ہوں اور اسے میری پوری تائید وحمایت حاصل ہے

اس رسالہ میں درج اکابر علماء دیوبند کی تحریرات بالکل صاف اور واضح ہیں، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائیں اور ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

عبد المجید غفرلہ

۲۸ رشوال المکرم ۱۴۳۲ھ

حرفِ سپاس

بخدمت حلیم الامت، مصلح الملت حضرت مولانا محمد عبدالحلیم صاحب چشتیؒ

فاضل دارالعلوم دیوبند، شاگردِ رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

خلیفہ اجل قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ

سابق رئیس تخصص فی علوم الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

واُستاذ الحدیث جامعۃ الرشید کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم حضرت مولانا محمد عبدالحلیم چشتی دامت برکاتہم العالیہ (۱) کے تہہ دل سے مشکور ہیں کہ جن کی خصوصی شفقت اور توجہ ادارہ کی دیگر مطبوعات کی طرح اس رسالہ کی تیاری میں بھی ہماری معاون و مددگار رہی ہے، حضرت دامت برکاتہم اپنی قیمتی نصائح اور مشاورت سے مستفید فرماتے رہے ہیں، اللہ پاک حضرت کی زندگی اور صحت میں برکت عطا فرمائے، حضرت ایسے بزرگوں کا وجودِ مسعود ہم عاجزوں کے لیے اللہ پاک کا بہت بڑا احسان ہے۔ (رضوان نفیس)

دعائیہ کلمات

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم

صدر دارالعلوم کراچی وصدر وفاق المدارس العربیۃ پاکستان

سابق جسٹس شریعت اپیلٹ بینچ پاکستان،

نائب صدر بین الاقوامی اسلامی فقہ اکادمی (جدہ)

---

(۱) افسوس کہ ۲۴ صفر ۱۴۴۲ھ/ ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۰ء بروز پیر آپ کا انتقال ہوگیا۔ (رضوان نفیس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا خط اور ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' نامی کتاب موصول ہوئی۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو مقبول اور مفید بنائیں۔ آمین

جہاں تک کچھ لکھنے کا تعلق ہے، بندہ کی معذوری یہ ہے کہ تقریباً روزانہ اس قسم کی فرمائش کہیں نہ کہیں سے موصول ہوتی ہے، اپنے مشاغل میں اتنا پڑھنے کا بھی موقع نہیں ملتا کہ جس کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کی جاسکے اور بغیر پڑھے لکھنا دیانت کے خلاف ہے، اس لیے معذرت چاہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں، البتہ دعائے خیر کرتا ہوں۔ امید ہے کہ بندہ کی معذوری کو محسوس فرمائیں گے۔ والسلام

بندہ، محمد تقی۔۔ ۱۴/جولائی ۲۰۱۲

بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، استاذ الاساتذہ

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ

خلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

سابق سرپرست جمعیت علماء اسلام پاکستان، بانی جامعہ قادریہ بھکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں بزرگان دیوبند سے وابستہ کیا اور ان کی پیروی کو ہمارے لیے ہر فتنہ سے بچنے کا ذریعہ بنایا، ہمارے دور کا ایک فتنہ یزید کے مداحوں کا ہے جو تحقیق اور حق گوئی کے نام پر یزید کی حمایت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت کر کے لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کے قلم کا سارا زور یزید کی عظمت اور برتری ثابت کرنے پر صرف ہو رہا ہے اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب ومراتب کے بارے میں مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکی جارہی ہے۔

ہمارے اکابر بانیانِ دارلعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور ان کے علوم و معارف کے امین اور جامع کمالات جانشین حضرات نے اپنی تصانیف میں اس مسئلہ پر روشنی ڈالی اور پوری احتیاط اور اعتدال سے اپنا مسلک واضح فرمادیا انہی کتابوں سے اقتباسات لے کر مولانا قاری ضیاء الحق صاحب ایک رسالہ ترتیب دیا جس کا نام ہے ''یزید اکابر علماء اہل السنت دیوبند کی نظر میں'' جس کے پڑھنے والوں کو صحیح راہنمائی حاصل ہوئی اور وہ اس فتنے سے محفوظ ہو گئے۔

سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پر یزید کو وہی لوگ فوقیت دے سکتے ہیں جو صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کے مقام سے نا آشنا ہوں یا اللہ تعالیٰ نے ان کو ان حضرات کی محبت وعقیدت سے محروم کردیا ہو سیدنا امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو اپنے سینہ اطہر پر بٹھایا کندھوں پر اُٹھایا، یہاں تک کہ آپ سجدہ میں ہوتے اور یہ دونوں بھائی کمر مبارک پر چڑھ بیٹھتے تو آپ سجدہ سے سر مبارک نہ اُٹھاتے جب تک وہ کمر سے اُتر نہ جاتے، آپ نے دونوں بھائیوں کو دنیا میں اپنے پھول اور خوشبو فرمایا ہے اور فرمایا کہ یہ دونوں جوانانِ جنت سردار ہیں: الحسن و الحسین سیدا شباب اھل الجنۃ۔

اس شفقت ومحبت کے اثرات وفیضان کو سمجھنے کے لیے امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں:

''قرب ابدان را در قرب قلوب تاثیر عظیم است لہذا ہیچ ولی مرتبہ صحابی نرسد اویس قرنی باآں رفعت شان کہ بشرف صحبت خیر البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات نرسیدہ بمرتبہ ادنی صحابی نرسد شخصے از عبد اللہ بن مبارک پرسید ''ایھما افضل معاویہ رضی اللہ عنہ ام عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ'' در جواب فرمود ''الغبار الذی دخل الف فرس معاویہ رضی اللہ عنہ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر من عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کذا مرۃ''

ہاں بدنوں کے قُرب کو دلوں کے قُرب میں عظیم تاثیر حاصل ہے یہی وجہ ہے

کہ کوئی ولی صحابہ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا، حضرت اویس قرنی اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے باوجود چونکہ حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کا شرف حاصل نہ کر سکے اس لیے کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے، کسی شخص نے عبداللہ ابن مبارک سے دریافت کیا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے ہوئے حضرت امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہوا تھا وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجہ بہتر ہے۔

مولانا محمد ضیاء الحق صاحب کا رسالہ نایاب ہوگیا تھا ایک عرصہ بعد جناب میاں رضوان نفیس صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ جو کہ حضرت سید نفس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص وخلیفہ مجاز ہیں انہوں نے ماضی قریب اور حال کی مبارک اور معتمد شخصیات کے جواہر قلم حاصل کیے اور رسالہ میں شامل کر کے اس کی افادیت میں اضافہ کر دیا، اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کی محنت قبول فرمائے اور ہر مسلمان کو استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

احقر ناکارہ

محمد عبداللہ کان اللہ لہ

مہتمم دارالہدیٰ وجامعہ قادریہ بھکر

۱۵ رشعبان ۱۴۳۴ھ ۔۔ ۲۶ رجون ۲۰۱۳ء

مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب اشرفی رحمہ اللہ

سابق مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

خلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ اما بعد!

اللہ رب العزت نے حضرات علماء دیوبند کو اصابت رائے، طبع سلیم اور

اعتدال واعتداء سے نوازا ہے، ہر مسئلہ میں ان کا مؤقف اور ان کی رائے اقرب الی الصواب ہوتی ہے، اور موجودہ زمانہ میں یہ جماعت اس طائفہ حق کا مصداق ہے جس کی ذمہ داری یہ ذکر کی گئی ہے کہ وہ باطل پرستوں کی بے جا تاویلات سے حق کو صاف رکھیں اور اُس کا اُجلا اور کھلا ہوا چہرہ اس امت کے سامنے واضح کرتے رہیں گے۔ نواسۂ رسول ﷺ اور جگر گوشۂ بتول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت اور ان کی عظمت اور جلالت شان کسی تعارف کی محتاج نہیں، ان کے مقابلہ میں یزید کی کیا حیثیت؟ بعض لوگ جو اُمت کے معتدل مؤقف سے ہٹ کر یزید کی مدح سرائی میں غلو کرتے ہیں یا حضرت حسینؓ کی تعظیم وتوقیر میں کوتاہی کے مرتکب ہوتے ہیں ان کے لیے زیرِ نظر کتاب ''یزید اکابر علماءِ دیوبند کی نظر میں'' میں ذکر کردہ اکابرین دیوبند کے اقوال سر مۂ چشم ہیں اور اس مسئلہ میں حق کو سمجھنے کے لیے راہِ اعتدال کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت مولانا ڈاکٹر قاری ضیاء الحق مدظلہ اور حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خادم خاص اور خلیفہ مجاز جناب رضوان نفیس صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے اس رسالہ کے ذریعے اکابرین دیوبند کے معتدل مسلک و مشرب کی ترجمانی فرمائی اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس کتاب کو ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین۔ طالب دعا

حافظ فضل الرحیم اشرفی جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۳ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

استاذ الاساتذہ، امام المجاہدین

حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

خلیفہ ومجاز امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی

اما بعد! محترم مولانا ڈاکٹر قاری ضیاء الحق صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ و رعاہ کی وقیع گرانقدر تالیف ''یزید اکابر علمائے دیوبند کی نظر میں'' سے دل و دماغ منو ر، معطر ہوئے۔ ماشا اللہ محترم ڈاکٹر صاحب اور عزیزم رضوان نفیس سلمہٗ نے اس اہم مسئلہ کو ائمہ مجتہدین، سلف صالحین، اکابرین دیوبند کے زرین اقوال کی روشنی میں روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا ہے جن کے دیکھنے سے منصف مزاج، حق پرست مخالفین بھی اَلْحَقُّ أَحَقُّ أَنْ یُتَّبَعَ پر عمل پیرا ہو جائیں گے۔

میرے والد بزرگوار مولانا سید قدرت اللہ شاہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ علاقۂ سوات میں اس مسئلہ پر مناظرہ منعقد ہوا کہ ''یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہ'' حضرت مولانا اخوند درویزہ رحمہ اللہ بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں وہ فرماتے تھے:

لَعْنَتْ مَکْرُہ پَہ یزید چہ لَہ رِفْضَہ شے بَعِیْدْ

یزید پر لعنت نہ کریں تا کہ آپ روافض سے جدا ہو جائیں (اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ قابل لعنت نہیں)

ہمارے اکوڑہ خٹک کے رئیس خوشحال خان خٹک رحمہ اللہ جو پشتو کے بڑے شاعر گذرے ہیں وہ بھی اپنے علماء کرام کی جماعت کے ساتھ اسی مناظرہ کے لیے سوات گئے۔ مناظرہ کا آغاز تلاوتِ کلام پاک سے ہوا، اس کے فوراً بعد خوشحال خان کھڑے ہوئے اور با آواز بلند فرمانے لگے کہ: ریحانۃ الرسول ﷺ کی صفائی کا میں وکیل ہوں، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید کی صفائی کا وکیل کون ہے، تا کہ اس کے بعد مدلل طریقہ سے مناظرہ شروع کریں، چاروں طرف خاموشی ہی خاموشی تھی کسی کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ ''مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیاً فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحرب'' کے پیش نظر ریحانۃ الرسول ﷺ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کی وکالت سے اللہ تعالیٰ کی لڑائی کا چیلنج قبول کر سکے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں، تمام صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم اولیاء اللہ ہیں "اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِی اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا فَمَنْ أَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ أَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ" کیسے ایک سلیم الفطرت مسلمان جگر گوشہ رحمۃ للعالمین ﷺ سید شباب اہل الجنۃ کے مقابلہ میں یزید کی وکالت کرے گا جبکہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے مندرجہ ذیل صریح ارشادات موجود ہیں:

- ھُمَا رَیْحَانَتَایَ فِی الدُّنْیَا۔
- اَلحسن و الحسین سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔
- ھٰذَانِ ابْنَایَ وَابْنَا بِنْتِیْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ أُحِبُّھُمَا فَاَحِبَّھُمَا وَأَحِبَّ مَنْ یُحِبُّھُمَا۔
- سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ أَیُّ أَھْلِ بَیْتِکَ أَحَبُّ اِلَیْکَ قَالَ اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ۔
- وَیَقُوْلُ لِفَاطِمَۃَ أَدْعِیْ اِبْنَیَّ فَیَشُمُّھُمَا وَیَضُمُّھُمَا۔

ہمارے مرشد و شیخ حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس اللہ سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے "رب رُسے تے مت کھُسے" یعنی، اللہ جس سے ناراض ہو جاتا ہے تو اس سے عقل چھین لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم ڈاکٹر قاری ضیاء الحق صاحب اور حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خادمِ خاص اور خلیفہ و مجاز میاں رضوان نفیس صاحب کو اس عظیم الشان موضوع کے کماحقہٗ حق ادا کرنے کا ثواب دنیا و آخرت میں نصیب فرماوے اور اس گرانقدر تالیف سے عوام و خواص کو استفادہ کی توفیق عطا فرماوے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔

کتبہ خادم اھل العلم شیر علی شاہ

۲۰ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

پیر طریقت رہبر شریعت، شیخ المشائخ

حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ

قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ
وخلیفہ ومجاز شیخ المشائخ حضرت مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ
بانی، سابق مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ عبیدیہ، فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' نامی کتاب سامنے ہے۔ اللہ پاک جزاء خیر دے محترم حضرت مولانا ڈاکٹر قاری ضیاء الحق صاحب اور محترم برادر جناب رضوان نفیس صاحب کو کہ بکھرے موتی، شہ پارے اور تحقیق واعتدال کی کسوٹی پر پرکھے ہوئے اقوالِ زرّیں ہمارے اکابر علماء دیوبند کے (جو یزید کے متعلق تھے) ان کو ایک جگہ جمع فرمادیا ہے۔ فجزاھما اللہ خیر الجزاء۔

حق تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ اُنکی رشد وہدایت کے لیے ہر دور میں ضرور ایک جماعت پیدا فرماتے ہیں جو حق پر قائم ہوتی ہے افراط وتفریط سے بچ کر تجدید واحیاء دین کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ بھولے بھٹکے گم کردہ راہ لوگوں کے لیے ہدایت کا روشن مینار ثابت ہوتی ہے۔ سیّد الکونین ﷺ فرماتے ہیں!

لا تزال طائفة من امتی ظاھرین علی الحق۔ لا یضرھم من خذلھم حتی یاتی امر اللہ (مسلم شریف) ترجمہ: میری امت میں ایک جماعت ہمیشہ رہے گی جو حق پر قائم ہوگی ان کو چھوڑنے والا انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

ایسی ہی ایک مبارک جماعت سے دنیا قائم ہے۔ سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے! لا تقوم الساعة حتی یقال اللہ اللہ انہیں حضرات کو دوسری حدیث میں جماعتِ ناجیہ قرار دیا گیا اور انکے مشرب ومسلک کی نشاندہی ما انا علیہ واصحابی (الحدیث) کے زرّیں کلمات سے کی گئی ہے۔

اس جماعتِ حقہ نے ہر مسئلہ میں اِفراط وتفریط سے بچ کر اعتدال کی راہ اختیار کی ہے مثلاً خیر القرون کے آخری دور میں قدریہ کا فتنہ رونما ہوا۔ ان لوگوں نے قضاء وقدر کا انکار کیا اور انسان کو اپنے افعال کا خالق کہہ دیا مقابلہ میں فرقہ جبریہ نے انسان کو کاسبِ اعمال ماننے سے بھی انکار کر دیا اور کہنے لگے ''انسان مجبور محض'' ہے لیکن جماعتِ حقہ نے مسلکِ اعتدال اختیار کرتے ہوئے لوگوں کو سمجھایا کہ انسان نہ ''خالقِ افعال'' ہے۔ (لقولہ تعالی واللہ خلقکم وما تعلمون) ''نہ مجبور محض'' بلکہ وہ ''کاسبِ افعال'' ہے اسی وجہ سے اس کے اعمال پر ثواب وعقاب کا ترتب ہوتا ہے۔

اسی طرح بعض گمراہ لوگوں نے اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی تکفیر، تفسیق اور تنقیص کی ملعون راہ اختیار کی تو بعض سر پھروں نے حضرات صحابہ کرامؓ کی طرفداری کا اظہار کرتے ہوئے اہلِ بیت اطہارؓ پر تنقید و بے حرمتی کی زبان کھولی لیکن اسی جماعتِ حقہ نے اس مسئلہ میں بین بین مسلکِ اعتدال اختیار کیا کہ اہلِ بیت اطہارؓ کی محبت جزوِ ایمان ہے اور صحابہ کرامؓ نجومِ ہدایت، حق تعالیٰ شانہٗ نے اہلِ بیت یعنی ازواجِ مطہراتؓ کو اُمت کی مائیں قرار دیا ''وازواجہ امھاتھم'' (القران) اور سرورِ کائنات ﷺ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضراتِ حسنینؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا! ''انا حرب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتم'' کہ میری اس سے جنگ ہے جس سے تمہاری جنگ ہے اور میری اس سے صلح ہے جس سے تمہاری صلح ہے۔

اسی طرح صحابہ کرامؓ کو اللہ پاک نے فرمایا! ''اگر وہ لوگ تمہاری طرح ایمان لے آئیں پھر وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ ''فان امنوا بمثل ما امنتم فقد اھتدوا'' اور قرآن ہی میں دوسرے مقام میں فرمایا ''امنوا کما امن الناس'' کہ ایمان لاؤ جیسے یہ حضرات (صحابہؓ) ایمان لائے۔'' اس طرح حق تعالیٰ شانہٗ نے صحابہ کرامؓ کے ایمان کو معیار قرار دیا۔ اور نبی اقدس ﷺ نے ان سے محبت کو اپنی محبت کی علامت اور ان سے بغض کو اپنی ذاتِ اقدس سے بغض کی نشانی بتلایا۔ فرمایا!

فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فبغضی ابغضھم (الحدیث)۔

بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہر دور میں میانہ روی اور اعتدال سے ہٹ کر

افراط وتفریط کے گڑھے میں گرنے والے اپنے خود ساختہ عقائد ورجحانات کیلئے بطور دلیل وبرھان کے تاریخی روایات کو پیش کرتے ہیں اور نصوص قطعیہ اور احادیثِ مشہورہ (جن سے صحابہؓ اور اہلِ بیتؓ کی عظمت، عنداللہ مقبولیت ومحبوبیت، انکی بزرگی رفعت وبلندی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے) کو قابلِ توجہ نہیں سمجھتے۔ پھر یہیں سے گمراہی کا وہ راستہ پھوٹتا ہے جس کا منتہیٰ قعرِ ضلالت کے سوا کچھ نہیں حالانکہ امت کا اجماعی مسئلہ ہے کہ نصوص قرآن وحدیث حجج شرعیہ ہیں۔ ان کے مقابلہ میں تاریخ کی کوئی حیثیت نہیں۔ اصولاً ہر وہ تاریخی روایت جو قرآن وحدیث سے معارض ہو مردود و نا مقبول ہے۔ علمی دنیا میں تاریخ کی حیثیت ''پائے چوبیں'' سے زیادہ نہیں اور ''پائے چوبیں سخت بے تمکیں'' مشہور ہے اسی وجہ سے اہلِ بصیرت تاریخ پر (خصوصاً ایسے مسائل میں) اعتماد نہیں کرتے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں! وانما ھو من جنس نقلة التواریخ التی لا یعتمد علیھا اولو الابصار۔ (منہاج السنہ: ص، ۲۴۲، ج، ۳)

اور یہ تاریخی منقولات کی قسم جن پر اہلِ بصیرت کبھی اعتماد نہیں کرتے۔

اور ایک مقام پہ رقم طراز ہیں! الموزخون الذین یکثر الکذب فیما یرودنہ وقل ان یسلم نقلھم من الزیادہ والنقصان۔ کہ موزخین کی روایات میں اکثر جھوٹ ہے اور ان کی نقل کی بیشی سے کم ہی محفوظ ہے۔ (منہاج السنہ: ص، ۱۹۶، ج، ۳)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ کی وصیت لوحِ قلب پر آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، فرماتے ہیں! فاقبلوا الوصیة ولا تلتفتوا الا الی ماصح من الاخبار و اجتنبوا اھل التاریخ ومن نظر الی افعال الصحابہ ﷺ تبین منھا بطلان ھذہ التی یختلقھا اھلی التواریخ قیدسون فی قلوب الضعفاء (العواصم: ۲۴۴)

پس میری وصیت یاد رکھو اور سوائے احادیث کے کسی بات کی طرف التفات نہ کرو اور (خاص کر) مورخین سے بچو۔ اور جس نے بھی صحابہ کرامؓ کے احوال وکردار پر نگاہ کی اس پر توہین آمیز الزامات کا بطلان واضح ہوگیا جنہیں اہل تاریخ گھڑ کر ضعیف لوگوں کے دلوں میں گھسیڑتے ہیں۔

الغرض صراط مستقیم اور مسلک اعتدال یہی ہے کہ ''اہل بیت اطہارؓ سے محبت

و احترام کا معاملہ کیا جائے اور اصحاب رسول ﷺ کو ہدایت کا معیار تسلیم کیا جائے'' یہی موقف ہمیشہ سے محققین علماء اہل سنت اور سلف صالحین کا رہا ہے جن کے صحیح ترجمان موجودہ صدی میں ہمارے اکابر علماء دیوبند کثر اللہ اتباعھم ہیں بحمدہ تعالیٰ ان کا موقف ومسلک ہر موقع ومسئلہ میں اعتدال ومیانہ روی سے جڑا ہوا ہے ان کی کسی بات میں افراط کی آمیزش ہے نہ تفریط کا شائبہ۔

موجودہ دور نئے نئے فتنوں کا ہے اللہ پاک سب کی حفاظت فرمائے انہی فتنوں میں ایک فتنہ ناصبیت کا ہے یعنی خانوادہ خلیفہ رابع سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت جو پہلے صرف کتابوں میں خال خال نظر آتا تھا جسے محمود عباسی بزم خویش مورخ ومحقق صاحب نے تحقیق وجدت کا دیدہ زیب لباس پہنا کر ''خلافت ومعاویہؓ ویزید'' نامی کتاب کی شکل میں اُمت کے سامنے پیش کر دیا، پھر کیا تھا ''کل جدید لذیذ'' کا نعرہ مار کر فکر عقل کے ٹھیکیدار میدان میں کود پڑے تحسین وتصویب کا نعرہ بلند ہوا پھر ایسی ہوا چلی کہ کچھ اپنے بھی دیوانوں کی صف میں نظر آنے لگے جنہیں دیکھ کر بہت سے سادہ لوح مسلمان اور اکابر دیوبند کے نام لیوا سمجھنے لگے کہ شاید ہمارا مسلک ومشرب بھی یہی ہے نیز اہل بدعت کو حضرات علماء دیوبند پر مزید حملے کرنے کا موقع ملا جس کا ظہور ان کی تحریرات وتقاریر کی شکل میں سامنے آیا۔ تو اکابر دیوبند نے ''محمود عباسی'' جیسے لوگوں کی بھرپور تردید فرمائی خلافت ومعاویہؓ یزید'' کی تردید میں سب سے پہلے ہمارے اُستاذ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ (یہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کراچی نہیں ہیں اسی نام سے موسوم ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک جید عالم دین حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد اور حضرت قطب الاقطاب شاہ عبدالقادر رائپوریؒ سے بیعت تھے) نے ایک کتاب ''حسینؓ اور یزید'' کتاب تصنیف کی جسے اہل دارالعلوم دیوبند کے شعبہ افتاء کے رئیس حضرت مولانا مفتی مہدی حسنؒ کا ایک خط بھی مندرج ہے اُس میں اس مسئلہ میں اہل حق کی صحیح ترجمانی فرمائی ہے اسی طرح حضرت مولانا سید عبدالشکور ترمذیؒ نے ''محمود احمد عباسی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ'' نامی بہترین کتاب تصنیف کی ہے اور بھی حضرات نے

تقریر وتحریر کے ذریعہ اس فتنہ کا رد کیا ہے، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کی تصنیف ''شہید کربلا اور یزید'' بھی ''خلافت ومعاویہؓ ویزید'' کے مغالطات سمجھنے اور ان سے بچنے کے لیے ایک بہترین اور مفید تالیف ہے۔

ہمارے ان اکابر نے واضح کر دیا ہے کہ حضرت حسینؓ دیگر اہل بیت اطہارؓ ہمارے دلوں کی دھڑکن، ہماری عقیدت ومحبت کا مرکز ہیں، اپنے ہر عمل، فیصلہ واقدام میں حق پر تھے اور یزید بلاشبہ بے دین، فاسق وفاجر شخص تھا لیکن ہمارے بڑوں کے یہ ارشادات مختلف مواعظ، فتاویٰ رسالوں کی شکل میں الگ الگ بکھرے ہوئے تھے ضرورت اس بات کی تھی کہ ان اکابر کی آراواقوال کو یکجا مربوط کتابی شکل میں جمع کر دیا جائے، حق تعالیٰ شانہٗ نے سعادت مولانا قاری ضیاء الحق اور برادر محترم جناب رضوان نفیس صاحبان کے حصہ میں لکھی تھی ماشاء اللہ انہوں نے ہمت فرمائی اور اپنے اکابر علمائے دیوبند کے فتاویٰ، مقالات اور تحقیقات کو ایک جگہ خوبصورت انداز میں جمع فرما کر شائع کر دیا اصحاب علم وفضل کے فیصلہ جات باحوالہ اس کتاب میں موجود ہیں، بندہ نے بعض مقامات کو دیکھا ہے اُمید واثق ہے کہ اس کتاب سے بعض لوگوں کی تلبیسات کا پردہ چاک ہوجائے گا اور سادہ لوح لوگوں کے اس فتنہ سے محفوظ ہونے کا ذریعہ بنے گی، دل سے دعا ہے کہ اللہ پاک ان لوگوں کو بھی ہدایت نصیب فرمائے جو اپنی سادگی سے اس گمراہی کے داعی بنے۔ آمین یا الہ العلمین۔

اللھم اَرِنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

جاوید حسین عفا اللہ عنہ

جامعہ عبیدیہ فیصل آباد، ۸ محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

نمونۂ اَسلاف، اُستاذ الاساتذہ

حضرت مولانا نعیم الدین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا قاری شریف احمد رحمہ اللہ

اُستاذ الحدیث جامعہ مدنیہ، کریم پارک و جامعہ دار التقوی

ومدیر صفّہ ٹرسٹ، موہنی روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ نے اِس دور میں اَکابر دیوبند رحمہم اللہ کو معرفتِ حق کا معیار بنایا ہے اور اُنہیں اُن تمام صفات سے متصف فرمایا ہے جو معرفتِ حق کا ذریعہ بنتی ہیں، یہی وجہ کہ دین وشریعت کی کوئی بھی لائن ہو الحمدللہ ہمارے اَکابر اُس لائن میں راہِ حق وصواب پر نظر آتے ہیں، اَب اَصاغر کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ ہر معاملہ میں اپنے اَکابر پر اعتماد واعتبار کریں کہ اِسی میں اُن کی سلامتی اور اِسی میں اُن کی نجات ہے۔

آج کل حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کا معاملہ عجیب سی صورت اختیار کر گیا ہے، عوام تو عوام خواص بھی اِس نازک معاملہ میں اِفراط وتفریط کا شکار ہو رہے ہیں، ہمارے اَکابر نے ہمیں اس معاملہ میں صحیح راہ دِکھلائی ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اِدھر اُدھر دیکھنے کی بجائے اَکابر پر اعتماد کرتے ہوئے اَکابر کی متعین کردہ صحیح راہ کو اپنائیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ڈاکٹر قاری ضیاء الحق صاحب مدظلہ العالی کو جزائے خیر مرحمت فرمائیں کہ اُنہوں نے اَکابر کی تحریرات کو جمع کر کے رسالہ کی شکل میں شائع کیا جس سے اَکابر دیوبند کا مسلک بھی سامنے آ گیا اور اُن کا موقف سمجھنے میں بھی آسانی ہو گئی، آج کل یہ رسالہ نایاب تھا، جناب رضوان نفیس صاحب زید مجدہم کی خواہش ہوئی کہ اس رسالہ کو دوبارہ شائع کیا جائے تاکہ اِس سے اِستفادہ آسان ہو جائے، چنانچہ اُنہوں نے اِس کی نئی کمپوزنگ کروا کر اِن تحریرات کے ساتھ مزید کچھ

اکابر علماء کی تحریرات بھی شامل کردیں جس سے یہ رسالہ مفید سے مفید تر ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ وہ موصوف کی اِس کاوِش کو قبول و منظور فرما کر مزید کی توفیق عطا فرمائیں۔

نعیم الدین

۲۶ رذوالقعدہ ۱۴۳۲ھ

استاذ العلماء۔ محبوب المشائخ والصلحاء

نبیرہ خیر الامت حضرت مولانا خیر محمد جالندھری صاحب قدس سرہ

حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب جالندھری دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

مہتمم و شیخ الحدیث جامعہ خیر المدارس ملتان،

ناظمِ اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلاۃ والسلام

علی نبی الانبیاء وعلی آلہ وصحبہ الاتقیاء امابعد!

اس دورِ پُرفتن میں مسلک اہلِ سنت یعنی مسلکِ اعتدال پر رہنا بہت مشکل ہے۔ بالخصوص اُن حضرات کے لیے جو فنِ مناظرہ میں کسی گروہ کی تردید کرتے ہیں اُن کا حد سے بڑھ جانا اکثر مشاہدہ میں آرہا ہے۔ حضرت مولانا منظور احمد نعمانی نور اللہ مرقدہٗ امامِ اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کے ''غیر معمولی اعتدال'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں: ''مناظرہ کے میدان میں رہنے کے بعد اعتدال پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے، اللہ ہی اگر توفیق دے اور دستگیری فرمائے تو آدمی اعتدال پر قائم رہ سکتا ہے ورنہ اس میدان میں قدم رکھنے والے کا افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جانا ایک عام بات اور اکثری تجربہ ہے ناچیز نے اس پہلو سے حضرت مولانا عبدالشکورؒ کو بہت ہی باتوفیق پایا ہے۔ صرف ایک مقولہ نقل کرتا ہوں جو مولانا سے میں نے خود اپنے کانوں

سے سنا ہے ایک موقع پر حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے درجات کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین کی پہلی صف کے بھی اکابر میں ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے سر کا تاج ہیں لیکن حضرت علی المرتضیٰ سے اُن کو کیا نسبت؟ اُن کی مجلس میں اگر صفِ نعال میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جگہ مل جائے تو اُن کے لیے سعادت اور باعثِ فخر ہے۔'' (تحدیث نعمت: ص ۳۴۶، ۳۴۷) مقصد یہ ہے کہ روافض جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو حد سے بڑھا دیتے ہیں اسی طرح اُن کی تردید کرنے والے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے بڑھانے یا کم از کم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے برابر قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر مولانا لکھنویؒ باوجود روافض کی تردید کے اس افراط وتفریط سے بچتے تھے۔ اسی افراط وتفریط کی ایک صورت یہ چل رہی ہے کہ بعض اعدائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حبِ حسین رضی اللہ عنہ میں یزید کو بُرا کہتے ہیں، اور یزید کو برا کہتے کہتے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے یزید کی ولی عہدی کا مشورہ دیا کو لعن طعن کرتے ہیں۔ جبکہ اہلِ سنت کا اعتدال والا مسلک یہ ہے کہ یزید کی تردید کرتے ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کی بنا پر فرقِ مراتب کے ساتھ ساتھ صفائی دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اسی طرح بعض حضرات نے یزید کو کافر قرار دیکر اس پر لعنتِ شخصی کو جائز قرار دیا اور بعض نے اس کے مقابلے میں اس کو امیر المؤمنین سیدنا خلیفہ راشد بنانے کی کوشش شروع کردی جبکہ اکابرین علمائے دیوبند کا اس بارہ میں مسلکِ اعتدال ہے کہ یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ پر ظلم کیا، مدینہ پر چڑھائی کرائی اور کعبہ پر سنگ باری کرائی اس لیے یہ سنگین گناہ ہیں مگر کفر اور لعنت میں سکوت کو راجح قرار دیا۔

اس وقت ملک میں یہ افراط وتفریط والا سلسلہ عروج پر ہے اس لیے مسلکِ اعتدال کو عام کرنے کی ضرورت تھی۔ حضرت مولانا قاری محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہٗ نے اکابرین کے مشورہ سے اس ضرورت کو پورا کرتے ہوئے رسالہ ''یزید، اکابر علمائے اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' شائع کیا۔ اس پر مزید اضافہ کرکے حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خادم خاص وخلیفہ مجاز میاں رضوان نفیس

صاحب مدظلہٗ نے اس رسالہ کو دوبارہ شائع کیا ہے اور مزید حوالہ جات کا اضافہ بھی کیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کو مسلکِ حقہ پر قائم رہنے کا اور مخالفین کے شبہات کے ازالے کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

حنیف جالندھری

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ - ۲۲ فروری ۲۰۱۳ء

استاذ العلماء والصلحا، نمونۂ اسلاف

حضرت مولانا مفتی شیر محمد صاحب علوی دامت برکاتہم العالیہ

رئیس دار الافتاء جمیلی لاہور: سابق مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور

خلیفہ ومجاز حضرت اقدس حافظ محمد طیب صاحب رحمہ اللہ، دیوبند (خلیفہ ومجاز حضرت مدنی)

وخلیفہ ومجاز قطب العصر حضرت مولانا سید محمد امین شاہ صاحب رحمہ اللہ

مبسملا ومحمدلا ومصلیا ومسلما۔ امابعد!

بندہ نے کتاب مستطاب ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' مؤلفہ مولانا قاری ضیاء الحق صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بغور ملاحظہ کی اللہ تعالیٰ موصوف کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے یزید کے بارہ میں علماء حق کا صحیح مسلک اور نقول صحیحہ یکجا کر کے اہل علم پر احسانِ عظیم فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء!

اکابر علماء دیوبند کثر اللہ سوادھم نے ہمیشہ مسلک اعتدال کو اختیار فرمایا ہے یزید کے بارہ میں بھی ان اکابر کا مسلک ہی عین حق اور اعتدال ہے کہ نام لے کر تکفیر کرنا یا لعن کرنا تو مناسب نہیں سمجھتے البتہ فاسق سبھی کہتے ہیں جیسا کہ قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی، حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس اللہ اسرارھم کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔

گو بعض اکابر نے نام لے کر تکفیر اور لعنت بھی کی ہے جیسا کہ رئیس المفسرین علامہ آلوسی، بیہقی، حضرت مولانا قاضی ثنا اللہ پانی پتی، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی، علامہ ابن جوزی، امام المتکلمین علامہ تفتازانی رحمہم اللہ جمیعا وغیرہم نے کی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں حق جل شانہ حق سمجھنے کی اور اس پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اکابرین دیوبند کے ساتھ محشور فرمائے۔

نیز مؤلف سلمہٗ اور بالخصوص کتاب کے ناشر عزیز القدر میاں رضوان نفیس سلمہ اللہ خادم خاص مخدوم العلماء رئیس الخطاطین حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہٗ کی اس سعی و کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماتے ہوئے اُمت کو یزیدیت کے فتنہ سے محفوظ فرمائے۔ ایں دعا از من و جملہ جہاں آمین باد

لان ھذا ھو الحق و الحق احق ان یتبع فما ذا بعد الحق الا الضلال واللہ الموفق و ھو یھدی السبیل۔ اور اس کتاب کو قبولیت عامہ و تامہ عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد ﷺ

فقط۔ کتبہ مفتی شیر محمد علوی

مدیر مدرسہ خدام اہل سنت تعلیم القرآن

کرم آباد وحدت روڈ، لاہور ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ یوم الثلثاء

فقیہ العصر، ترجمان اہل سنت

حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ و مجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

و رئیس شعبہ الدعوۃ والارشاد، جامعہ خیر المدارس ملتان

امیر اتحاد اہل سنت والجماعت پاکستان

برادر خورد متکلم اسلام حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں خالق کائنات کے لیے ہیں اور درود و سلام حضرت محمد رسول

اللہ ﷺ کے لیے ہے جنہوں نے ہمیں وہ دین اسلام عنایت فرمایا جو افراط وتفریط سے خالی ہے اور اہل سنت والجماعت کے نسب سے وابستہ رہنے کا حکم دیا جو تمام مذاہب سے معتدل ہے، جس طرح حب صحابہ کرام ؓ کو وہ جزو ایمان سمجھتے ہیں اسی طرح حب اہل بیت ؓ کو بھی جزو ایمان سمجھتے ہیں، اہل تشیع کی تردید کرتے کرتے خارجیوں کی طرح حضرت علی ؓ اور اہل بیت ؓ کی توہین نہیں کرتے نہ خارجیوں کی تردید کرتے ہوئے وہ حضرت امیر معاویہ ؓ کی توہین کرتے ہیں اور نہ یزید کو حد سے بڑھاتے ہیں مگر پاکستان بننے کے بعد رافضیت کی تردید کے نام سے محمود احمد عباسی نے ایک ایسی تحریک چلائی کہ رافضیت کے ساتھ ساتھ اہل سنت کی بھی تردید ہو جائے، اہل سنت والجماعت حضرت امیر معاویہ ؓ اور دوسرے صحابہ کرام ؓ جن کا حضرت علی کرم اللہ جہٗ سے اختلاف ہوا حضرت علی ؓ کو خلیفہ راشد ہونے کی وجہ سے حق پر اور دوسرے صحابہ کرام ؓ سے خطائے اجتہادی کے صدور کے قائل ہیں جس پر ایک اجر ملتا ہے مگر حضرت امیر معاویہ ؓ کی صفائی کے ساتھ یزید کی صفائی کے اہل سنت قائل نہیں ہیں مگر محمود عباسی اور اس کی پارٹی نے یزید کو امیر المومنین بلکہ خلیفہ راشد بنانے کی کوششیں شروع کیں تو اہل سنت نے اس فتنہ کی سرکوبی کی لیے مختلف طریقوں سے کام شروع کیا، حضرت مولانا قاری ضیاء الحق صاحب زیدہ مجدہٗ نے ایک رسالہ ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' تحریر فرمایا اور بتایا کہ اکابر اہل سنت ہمیشہ یزید کو فاسق کہتے رہے ہیں، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب ؒ کے خادم خاص، خلیفہ ومجاز میاں رضوان نفیس صاحب نے اس پر مزید اضافہ کے ساتھ اس کو شائع کیا ہے اللہ تعالیٰ اس کو یزیدیت سے عوام کی حفاظت کا ذریعہ بنائیں۔ (آمین)

کتبہ: محمد انور اوکاڑوی غفرلہ

۵/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۵ھ

ولی ابن ولی، خواجہ خواجگان

حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
جانشین خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ ابوالخلیل خان محمد صاحب رحمۃ اللہ
مسند نشین خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں شریف، میانوالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بَعْدَ الْحَمْدِ وَ الصَّلٰوۃِ وَ ازْسَالِ التَّسْلِیْمَاتِ وَ التَّحِیَّاتِ

فقیر اَبو السَّعْد خَلِیل اَحمد عفی عنہ کی طرف سے علماء اور عوام الناس مطالعہ فرمائیں

مرکز رشد و ہدایت خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طرہ امتیاز، مسلک اہل سنت والجماعت پر سختی سے کاربند ہونا اور اعتدال سے سرمو انحراف نہ کرنا ہے والحمد للہ علی ذٰلک، مسئلہ یزید سے متعلق اَکابرِ خانقاہ سراجیہ کا وہی موقف ہے جو اہل سنت والجماعت کا ہے کہ یزید کا فاسق وشقی ہونا مسلّم ہے البتہ اس کو لعنتی کہنے میں احتیاط برتی جائے اور توقف کیا جائے۔ لیکن یہ توقف اس لیے نہیں کہ یزید کے قول وفعل سے راضی ہیں بلکہ اس لیے ہے کہ ممکن ہے اس نے توبہ کر لی ہو۔

ملاحظہ ہو از مکتوب شریف قاطع شرک و بدعت، حامی توحید وسنت امام التصوف مجدد الف ثانی حضرت مولانا شیخ احمد سرہندی نور اللہ مرقدہ:

یزید بے دولت از اصحاب نیست در بدبختی او کرا سخن است کارے کہ آں بدبخت کرد ھیچ کافر فرنگ نکند بعضے از علماء اھلسنت کہ در لعن او توقف کردہ اند نہ آں کہ از وی راضی اند بلکہ رعایت احتمال رجوع و توبہ کردہ اند۔

(مکتوب ۴۵ ر اح دفتر اول مکتوب اول ۱۸۲ امام ربانی)

یزید بے دولت صحابہ کرام سے نہیں، اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے جو کام اس بدبخت نے کیا کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کر سکتا۔ اہل سنت والجماعت میں سے بعض علماء نے اس پر لعنت کرنے میں توقف کیا ہے تو اس لحاظ سے نہیں کیا کہ وہ اس سے

راضی ہیں بلکہ اس کے رجوع اور توبہ کے احتمال پر کیا ہے۔

قطب الارشاد! ابوحنیفہ وقت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی ''تصریحات برائے یزید'' سے یزید کے بارہ میں درج ذیل امور خمسہ واضح ہوتے ہیں:

(۱) یزید فاسق تھا۔ (۲) اس کے افعال موجب لعن تھے۔
(۳) تغلب یزید پلید مثل آفتاب روشن ہے۔
(۴) یزید پہلے مومن تھا بسبب قتل حسینؓ کے فاسق ہوا کفر کا حال دریافت نہیں۔
(۵) اس پر جواز لعن کی معقول وجہ ہوسکتی ہے۔ ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے، کیونکہ لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

(یزید اکابر علماء اہل سنت کی نظر میں ۹۰)

واضح رہے کہ ہم اہل سنت والجماعت، کاتب الوحی امام السیاست والتدبر، خال المسلمین، سیدنا امیر معاویہؓ کو یزید کی تمام تر قابل نفرت کارروائیوں سے بری سمجھتے ہیں۔ ان کا دامن ان آلودگیوں سے پاک صاف ہے ایسے ہی نواسہ رسول، جگر گوشہ بتول سیدا شباب اہل الجنۃ حضرات حسنین کریمین، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ وصحابۃ الرسول علیہم الرضوان کو برحق مانتے ہیں۔

لہٰذا نہ تو فسق یزید کی آڑ میں جناب امیر معاویہؓ پر طعن وتشنیع کا موقع دیں گے اور نہ ہی محمود احمد عباسی جیسے ناعاقبت اندیش کو مدح یزید کی آڑ میں حضرت حسینؓ پر لب کشائی کی جسارت کرنے دیں گے۔ یزید کے بارے میں اہل سنت کے مسلک اعتدال کو خواص وعوام تک پہنچانے کے لیے ہمارے محترم حضرت مولانا قاری محمد ضیاء الحق صاحب نے ایک رسالہ ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' مرتب فرمایا۔ جس میں ماضی وحال کے اکابر علماء دیوبند کی آراء دربارہ یزید جمع فرمائیں۔ کچھ عرصہ سے یہ رسالہ نایاب رہا اب اس کو جدید اضافوں کے ساتھ حضرت میاں رضوان نفیس صاحب

شائع کررہے ہیں، ان شاء اللہ گروہ یزیدی کے مکروہ عزائم کو بھسم کرنے کے لیے شہاب ثاقب اور آگے نہ بڑھنے کے لیے سد سکندری ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ

دعا ہے اللہ تعالیٰ رسالہ کے مرتبین ومکرمین کو جزاء خیر عطا فرمائے اور اس کے نفع کو عام و تام فرمائے۔ آمین بحرمة سید المرسلین e وعلی آله الطیبین الطاهرین وعلی اصحابه اجمعین۔

والسلام

فقیر ابوالسعد خلیل احمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ ۱۱ر صفر ۱۴۳۶ھ

استاذ العلماء، محبوب المشائخ والصلحاء

نواسہ وخلیفہ ومجاز برکۃ العصر شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

حضرت مولانا سید محمد شاہد الحسنی صاحب سہارنپوری رحمہ اللہ

صادق امین عام جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرم ومحترم جناب میاں رضوان نفیس صاحب (زید عنایتہٗ)

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر وعافیت ہوں گے۔ یہ احقر بھی بعافیت ہے۔

جناب والا نے سال گزشتہ" یزید بن سیدنا معاویہ (رضی اللہ عنہ) کے متعلق اکابر علماء دیوبند کے مسلک پر شائع شدہ کتاب دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی (رحمہ اللہ) کا نظریہ اور اس موضوع سے متعلق حضرت (رحمہ اللہ) کے خیالات اور افکار دریافت کیے تھے۔ اس وقت تک چونکہ کوئی واضح بات میرے علم میں نہیں تھی، اس

لیے بندہ نے معذرت کرتے ہوئے آئندہ پر اپنے جواب کو محول کر دیا تھا۔ اب مجھے حضرت شیخ (رحمہ اللہ) کے ذخیرہ مکاتیب میں سے ایک خط اسی موضوع پر دستیاب ہوا ہے، جو ۳/ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ میں حضرت (رحمہ اللہ) نے مولانا عبدالجلیل مرحوم ڈھڈھیاں والوں کو تحریر فرمایا تھا۔

پس منظر اس مکتوب کا یہ ہے کہ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ کے اوائل میں حضرت شیخ (رحمہ اللہ) کو سہارنپور میں یہ اطلاع ملی کہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی لاہور میں منعقد ہونے والی عمومی مجالس میں محمود عباسی صاحب کی کتاب ''خلافتِ معاویہ و یزید'' سنائی جارہی ہے۔ اس اطلاع پر حضرت (رحمہ اللہ) کو قلق اور افسوس کے ساتھ ساتھ بے حد ناگواری ہوئی اور آپ نے جلالی انداز میں ایک مکتوب مولانا عبدالجلیل مرحوم کو لکھ کر تحریر فرمایا کہ ان کو حکم دیا کہ اس کتاب کی سماعت فوراً بند کر دی جائے۔

اس مکتوب کا مکمل متن یہ ہے:

'' مکرم ومحترم مولوی عبدالجلیل صاحب (مدفیوضکم)

بعد سلام مسنون! اسی وقت جمعہ کے دن ۱۱:۳۰ بجے میر (آلِ علی) صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی کہ ہجوم تھا، رسالہ پہنچ گیا، مگر دستی پرچہ باوجود میرے سوال کے بھی کوئی نہیں دیا۔ اس کے بعد ڈاک آئی اور اس میں تمہارا کارڈ پرسوں بدھ کا لکھا ہوا ملا۔ اگرچہ اس وقت جمعہ اور ہجوم کی وجہ سے وقت تنگ ہے، مگر چونکہ اس میں ایک لفظ، نظام الاوقات میں یہ دیکھا کہ ایک کتاب ''خلافتِ یزید'' کے متعلق سنائی جارہی ہے، اگر یہ وہی عباسی والی ہے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ مجمع میں سنائی جائے۔ جو حدیث شریف سے واقف نہیں، تاریخ پر عبور نہیں، ان کو اس کا دیکھنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ سخت گمراہی کا اندیشہ ہے۔

اس بدنصیب نے دیدہ و دانستہ عبارتیں مسخ کی ہیں۔ مثال کے طور پر لکھتا ہوں کہ حافظ ابن حجر کی ''تہذیب التہذیب'' سے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ حافظ نے ان سے یزید کی توثیق نقل کی۔ اب ذرا کوئی شخص اصل کتاب کو نکال کر دیکھے تو معلوم ہو کہ حافظ نے اس میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ جو ایک ثقہ آدمی ہیں، انہوں نے فلاں سے جو ثقہ ہے، یہ نقل کیا کہ میرے سامنے، حضرت عمر بن عبدالعزیز (رحمہ اللہ) کے سامنے کسی نے یزید

کو امیر المومنین کہہ دیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اس کے کوڑے لگوائے کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے۔ اسی سے اندازہ کرلو کہ اس جاہل نے اس کو یہ لکھا کہ حافظ نے یحییٰ سے یزید کی توثیق نقل کی۔

تعجب ہے کہ مولانا محمد کے! وہاں ہوتے ہوئے بھی یہ کتاب حضرت کی مجلس میں پڑھی جاسکتی ہے؟

نہایت عجلت میں یہ سطور اس لیے لکھ دیں کہ پیر جی آج جارہے ہیں، ڈاک کا خط نہ معلوم کب تک پہنچے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں سلام کے بعد دعا کی درخواست۔ تم نے ویزا کی توسیع کو ایسا اُڑایا کہ کسی خط میں بھی ذکر تذکرہ نہیں ہے۔ تمہاری غیر جانبداری ہماری سیکولر (حکومت) کے برابر ہے۔ فقط ''

حضرت (رحمہ اللہ) نے اپنے اس خط پر اکتفانہ کرتے ہوئے، اسی وقت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو بھی تحریری طور پر مطلع کیا کہ آپ بھی فوراً سختی کے ساتھ کتاب کی ممانعت پر خط لکھیں۔ کیونکہ ہوسکتا ہے میرا منع کرنا تقشف (دقیانوسیت) سمجھا جائے۔ اس لیے آپ کا لکھنا مفید رہے گا۔

اسی کے ساتھ ساتھ حضرت (رحمہ اللہ) نے مدرسہ جامع العلوم کانپور میں مقیم اپنے تلمیذ و مسترشد خاص مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی (رحمہ اللہ) سے بھی اس نازک اور اہم موضوع پر بذریعہ مکاتبت تبادلہ خیال فرمایا اور موصوف سے سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے خروج سے متعلق اکابر اور مشائخ کی تحقیقات و تصریحات دریافت کیں۔ جس کے جواب میں مفتی صاحب مرحوم نے امداد الفتاویٰ (جلد ۳ صفحہ ۱۴۶)؛ فتاویٰ عزیزی (جلد ۱ صفحہ ۲۲) اور اسی موضوع پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے ایک مطبوعہ مکتوب کی عبارات نقل کرکے بھیجیں۔

حضرت شیخ (رحمہ اللہ) کی اس ممانعت اور بروقت گرفت کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کتاب کا سنا ناروک دیا گیا اور حضرت اقدس رائے پوری نے حضرت شیخ کو تحریر فرمایا کہ ''آپ کے فرمانے سے اس کی حقیقت بھی معلوم ہوگئی ہے۔''

امید ہے کہ جناب والا کو ان مذکورہ معلومات اور خط کے مطالعہ کے بعد

حضرت شیخ (رحمہ اللہ) کا اس حساس اور نازک مسئلہ پر ذہن وفکر بلکہ عقیدہ کا علم بخوبی ہو گیا ہوگا۔ اور آج بھی جامعہ مظاہر علوم اور اس کے علماء اسی مسلک ونظریہ پر قائم ہیں۔

جناب والا نے جو کتاب عنایت فرمائی تھی، مطالعہ کی، الحمدللہ اپنے اکابر کی تحریرات جمع کی گئی ہیں، بندہ ان سے مکمل اتفاق کرتا ہے، آج بھی یہ بندہ اور جامعہ مظاہر علوم اور اس کے علماء سب اسی مسلک ونظریہ پر قائم ہیں۔ دُعا ہے کہ اپنے اکابر کی ہمراہی میں حسینی قافلہ کے راہرو بنیں اور اسی پر خاتمہ وحشر ہو، آمین۔

والسلام

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

استاذ العلماء، محبوب الصلحاء

فرزندِ ارجمند حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی صاحب (رحمہ اللہ)

حضرت مولانا مفتی عبدالرحمٰن کوثر مدنی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا حکیم مکرم علی صاحب سہارنپوری (رحمہ اللہ)

و حضرت مولانا شاہ محمد حکیم اختر صاحب (رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء

والمرسلین خاتم النبیین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی ازواجہ

امہات المومنین وعلی صحابتہ المرم المرمین امابعد

یہ بات ان سب لوگوں پر عیاں ہے جنہوں نے تاریخ کا مطالعہ کیا ہے کہ یزید کے دور میں اہل بیت رضی اللہ عنہم پر بہت ظلم کیا گیا، ان کو میدان کربلا میں شہید کیا گیا اور اس پر جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ یزید اس میں مجرم ہے کیونکہ ابن زیاد نے جب اہل

بیت رضی اللہ عنہم پر ظلم ڈھایا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کیا اور جب یزید کو پتہ چلا تو اس نے ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں سے انتقام نہیں لیا، قصاص نہیں لیا لہٰذا اگر بالفرض یہ حقیقت بھی مان لی جائے کہ اس نے قتل کا حکم نہیں دیا تھا تو اس ظالم نے ان مجرمین سے قصاص کیوں نہیں لیا؟ لہٰذا وہ جرم میں برابر کا شریک ٹھہرا۔

ہمارے اکابر کا موقف یزید کے سلسلے میں بالکل واضح ہے، اس سلسلہ میں حضرت مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کی کتاب ''فسقِ یزید'' اور دیگر اکابر کے مضامین بھی موجود ہیں جو جناب قاری محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہم اور جناب پیر میاں رضوان نفیس صاحب مدظلہم نے اپنی اس کتاب میں جمع کیے ہیں بعض لوگ جو یزیدیت کی طرف مائل ہیں اور ناصبی ہیں، وہ یزید کے دفاع میں لگے رہتے ہیں ظالم کی طرف مائل ہونا بھی بہت بڑا گناہ ہے، وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود: ۱۱۳) قرآن میں فرمایا گیا کہ اور ان لوگوں کی طرف مت جھکو جنہوں نے ظلم کیا ایسا کرو گے تو تمہیں آگ پکڑ لے گی۔

ایک مرتبہ میرے پاس زبان کی حفاظت کے حوالہ سے والد صاحب رحمہ اللہ کا لکھا ہوا ایک مضمون آیا کہ یزید پہ لعنت کرنا جائز نہیں ہے۔ تو بعض لوگوں نے غلط فائدہ اُٹھاتے ہوئے اس مضمون کو شائع کرنا شروع کیا، حالانکہ والد صاحب رحمہ اللہ نے لعنت کرنے میں محض احتیاط کا فرمایا تھا لیکن اس کو بری قرار نہیں دیا، اپنے کسی بھی مضمون یا کتاب میں یزید کو بری قرار نہیں دیا میرے پاس جب وہ مضمون بعض حضرات نے بھیجا تو میں نے اس کی وضاحت کر دی تھی کہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے یزید کو بری قرار نہیں دیا بلکہ وہ مجرمین میں سے ہے، کیونکہ اسی کے دور میں اہل بیت رضی اللہ عنہم پر ظلم ڈھایا گیا اور اس ظالم نے ان مجرمین سے انتقام نہیں لیا، ان سے قصاص نہیں لیا، لہٰذا یزید مجرم ٹھہرا۔ یہ چند سطریں بندہ نے حضرت پیر میاں رضوان نفیس صاحب مدظلہم کی طلب پر تحریر کر دی ہیں باقی تو اس کتاب میں جو مضامین اکابر کے ہیں، آپ حضرات ان کو پڑھ کر اکابر کے موقف کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے، وما علینا الا البلاغ المبین

وصلی اللہ علی النبی وعلی آلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

استاذ العلماء، شیخ الحدیث
فرزندِ ارجمند شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ
حضرت مولانا مفتی محمد زاہد صاحب دامت برکاتہم العالیہ
نائب رئیس جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرات اہل بیت رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اہل سنت والجماعت کے نزدیک اُمت کی انتہائی برگزیدہ شخصیات میں سے ہیں ان سے محبت ومودت ہمارے ایمان کا حصہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی نشانی ہے۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے علمائے دیوبند کی طرف منسوب بعض لوگوں کی طرف سے ایسے افراد کی بے جا وکالت سامنے آرہی ہے جو یا تو اس عظیم خانوادے کے لیے ایذاء کا باعث ہے جس سے تأثر پیدا ہونے کا خطرہ رہتا ہے کہ شاید علمائے اہل سنت والجماعت بالخصوص علمائے دیوبند کی سوچ کا رُخ بھی یہی ہے۔ اس غلط تأثر کے ازالے کے لیے حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خادمِ خاص جناب رضوان نفیس صاحب نے قاری ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب کی کتاب ''یزید اکابر دیوبند کی نظر میں'' اور ابن جوزیؒ کی ایک عربی کتاب کا ترجمہ اور اس طرح کی دیگر کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، جو کہ انتہائی مستحسن قدم ہے۔ ان کتابوں کو عام کرنا امید ہے کہ فکری اعتدال کی ترویج کا ذریعہ بنے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کوششوں کو مزید نافعیت اور مقبولیت سے نوازیں۔ آمین

محمد زاہد۔ ۱۶/ربیع الاول ۱۴۳۴ھ

خادم طلبہ، جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

پیر طریقت، رہبر شریعت

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب سومرو دامت برکاتہم العالیہ

خلیفۂ اجل قائدِ اہل سنت حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

شیخ الحدیث جامعہ مدینۃ العلم، جنہان سومرو، حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً، اما بعد!

مخدوم ومکرم قاری محمد ضیاء الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا رسالہ ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' احقر کی نظر سے گذرا مسلکی کام پر قاری صاحب کی خدمات قابلِ تحسین اور ان کا جذبہ قابلِ دید ہے۔ اکابر کی آراء کو اس طرح جمع کیا کہ کوئی گوشہ تشنہ نہیں، اکابر کے افکار کو جس نے بھی چھوڑا اس سے اس باب میں ادب کا دامن چھوٹ جاتا ہے جو حبط اعمال کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں عقائد و اعمال میں اپنے اکابر سے وابستہ رکھے، آمین

محترم برادرم میاں محمد رضوان نفیس صاحب حضرت سید نفیس شاہ رحمہ اللہ کے افکار کے امین ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

خادم اہل سنت حبیب الرحمن، واردلاہور

۲۶ ربیع الاوّل ۱۴۳۴ھ۔ ۸ فروری ۲۰۱۳ء

فقیہ جلیل، محدث نبیل

حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن صاحب امروہوی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن، کراچی

خلیفہ ومجاز محقق العصر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ہمارے اکابر علماء دیوبند نوراللہ مرقدہم نے دین کے ہر شعبہ خصوصاً عقائد میں جس میانہ روی کو اختیار فرمایا ہے، اصاغر کی نجات وکامیابی بھی انہیں اکابر کی اتباع میں ہے۔ زیر نظر کتاب میں فاضل مصنف زید مجدہٗ نے حجۃ الاسلام بانی دارالعلوم دیوبند حضرت قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ سے لے کر حضرت اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ تک تمام اکابر کی آراء کو دربارۂ یزید تفصیل وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جس کے بعد اس مسئلہ میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں راہِ اعتدال نصیب فرمائے اور تمام فتن سے محفوظ ومامون فرمائے۔ آمین!

فقط

سید نجم الحسن امروہی عفی اللہ عنہ

خادم۔ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن کراچی

۱۱ر محرم الحرام ۱۴۳۵ھ

استاذ العلماء، ابن مفسر قرآن

حضرت مولانا محمد فیاض خان صاحب سواتی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

خلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' بترتیب وحواشی حضرت مولانا

ڈاکٹر قاری ضیاء الحق مد ظلہ العالی مع اضافات جدیدہ وبسعی واہتمام جناب برادرِ عزیز میاں رضوان نفیس حفظہ اللہ تعالی کا مطالعہ نصیب ہوا اور اسے عین اکابر علماءِ اہل سنت دیوبند کے فکر کے مطابق پایا، اللہ تعالیٰ مرتب کو اور برادرم رضوان صاحب کو اس کارہائے مفیدہ پر اجر جزیل عنایت فرمائے۔

یزید صحابی رسول خلیفۃ المسلمین کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ کا فرزند تھا ،اس لیے اس کے حامی فرقہ کے لوگ اسے محض اسی لیے بہرصورت اچھا کہنے اور لکھنے میں سرگرداں وکوشاں ہیں حالانکہ اسلام میں کسی بڑے آدمی کا فرزند ہونا اس کے اپنے اچھا ہونے کا معیار نہیں بلکہ یہ زمانہ جاہلیت کا معیار ہے، دوسری طرف یزید کے مخالفین اس کی بداعمالیوں، بدکرداریوں اور ظلم وجور کی بناء پر ان کے والد حضرت امیر معاویہؓ کی شانِ اقدس میں بھی گستاخیاں روا رکھتے ہیں حالانکہ اسلام میں محض کسی کا باپ ہونا اس کی برائی کا معیار نہیں بلکہ یہ بھی زمانہ جاہلیت کا معیار ہے، اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں بالکل واضح فرمادیا ہے: ان اکرمکم عنداللہ اتقکم اور لاتزر وازرۃ وزر اخری اور جناب مخبر صادق ﷺ نے تو اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں اس نظریہ کی مکمل تردید فرمائی ہے فرمایا: الا لا یجنی جان الا علی نفسہ ولا یجنی والد علی ولدہ ولا ولد علی والدہ: اسی لیے اکابر علماء دیوبند جو حقیقت میں اہل السنۃ والجماعت کے صحیح افکار کا تسلسل ہیں انہوں نے اس بابت افراط وتفریط سے ہٹ کر راہ اعتدال کو اختیار کیا ایک طرف حضرت امیر معاویہؓ کے مقام ومرتبہ کا مکمل لحاظ رکھتے ہوئے ان کی خدمات کا اعتراف کیا ہے تو دوسری طرف یزید کے فسق وفجور کا بھی برملا اظہار کیا ہے۔

زیر نظر کتاب میں اکابر علماء دیوبند کی تحریرات کے آئینہ میں یزید کی شخصیت کی شرعی حیثیت کو بڑے دلنشین، احسن اور شستہ انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ احقر اس کتاب کے مندرجات کی تائید وتصویب کرتا ہے کیونکہ اس نظریہ کے اظہار میں میرے مرشد ومولیٰ حضرت سید نفیس الحسینی برد اللہ مضجعہ نے اس آخری دور میں اپنی متعدد تحریرات اور منظوم کلام میں اہل حق کو راہ مستقیم دیکھاتے ہوئے تمام اہل اسلام کو اس پر کاربند رہنے کی تلقین فرمائی ہے اللہ رب العزت اس کتاب کو نافع بنائے اور جمیع امت

کو اس سے استفادہ کی توفیق رحمت فرماتے ہوئے اکابر علماء دیوبند کے دامن سے وابستہ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

خاکپائے حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم
احقر محمد فیاض خان سواتی
مہتمم جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ
۱۷/۳/۲۰۱۳ء

رائے گرامی بر کتاب
''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں''
پیر طریقت رہبر شریعت
حضرت مولانا پیر محمد شاہ صاحب قریشی ہاشمی دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین خانقاہ نقشبندیہ مجددیہ فضلیہ، مسکین پور شریف

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم۔۔۔ امابعد!

امام عالی مقام حضرت امام حسینؓ اور ان کے جملہ رفقاء (علیہم الرضوان) کا یزید کے مظالم کے خلاف علم جہاد اُٹھانا ترین انصاف تھا اور تعلیمات محمدی کے عین مطابق تھا۔

ہمارے اسلاف نے ہمیشہ اپنے آپ کو نواسۂ رسول کے ساتھ نسبت جوڑے رکھنے کو سعادت دارین سمجھا اور کسی طرح بھی تحریر و تقریر کے ذریعہ یزید کو قابل تعریف نہ سمجھا۔

لہذا مجھے بھی حسینی ہونے پر فخر ہے، اور اسی کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔

وماتوفیقی الا باللہ

العبد الفقیر محمد شاہ غفرلہٗ
خادم سلسلہ و خانقاہ نقشبندیہ فضلیہ
مسکین پور شریف تحصیل جتوئی، ضلع مظفر گڑھ

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمن صاحب درخواستی دامت برکاتہم العالیہ

مہتمم جامعہ عبداللہ بن مسعود، خان پور۔ امیر جمعیت علماء اسلام پنجاب
امیر مجلس علماء اہل السنت والجماعت، پاکستان
خلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت اقدس سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہمارے محترم محبوب العلماء والصلحاء حضرت میاں رضوان نفیس صاحب مدظلہ خلیفہ ومجاز حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا قاری ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب مدظلہ کی قابل ستائش کاوش ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' نامی کتاب کو اضافات مفیدہ کے ساتھ شائع کر کے اکابر علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کا نقطہ نظر مسلمانان عالم کے سامنے پیش کرنے کی سعی جمیل فرمائی ہے اور فقیر کو بھی اس بارے میں اپنا نظریہ بیان کرنے حکم فرمایا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کو امارت کے لیے مقرر فرمایا تو اس میں جو نقائص تھے وہ مخفی تھے ظاہر نہ تھے اقتدار ملنے کے بعد اُس کے نقائص بالکل عیاں اور کھل کر سامنے آئے ذاتی وانفرادی بھی مزید پیدا ہو گئے تھے اور اجتماعی نظام حکومت کے حوالے سے بھی بہت سی غلطیاں ہوئیں مثلاً خانودۂ نبوت کا قتل عام اس کے دور حکومت میں ہونا، امر بالقتل یا اسباب قتل یعنی اہل بیت رسول اللہ ﷺ پر لشکر کشی، معتدل حاکم کو ہٹا کر سخت گیر حاکم کو مقرر کرنا اور لشکر اس کے حوالے کرنا جو اہل بیتؓ کا سخت مخالف تھا (جیسے آج کل اہل سنت مسلمانوں پر مظالم ڈھانے کے لیے شیعہ فوجی یا پولیس کو تعینات کیا جاتا ہے) یہ سب جو کچھ ہوا شرعاً، قانوناً، عرفاً یزید ہی اس کا ذمہ دار ہے اور یہ کام اکبر الکبائر میں سے ہے۔

پھر واقعہ حرّہ وہ بھی یزید کا حکم، شامی فوجیوں کا لشکر مدینۃ الرسول پر چڑھانا، مسجد نبوی اور ریاض الجنۃ کی توہین، سو سے زیادہ اصحاب رسولؐ اور ان کی اولادوں

کا ناحق قتل عام، اہلیان مدینۃ الرسول کی جان و مال اور عزتوں کو لوٹنا۔ مؤرخین نے اتنا تو لکھ دیا ہے شامی افواج کو تین دن رات کھلا چھوڑ دیا گیا اور بے دریغ مدینہ شریف کے باسیوں کی عزتوں کو تاراج کیا گیا اس کی تفصیل تحریر کرنے سے قلم ساتھ چھوڑ جاتا ہے، اگر یزید کی فوج اس کے کنٹرول سے نکل گئی تھی تو پھر یا تو اس فوج کو معزول کرتا یا خود مستعفی ہو جاتا خود بھی اقتدار پر براجمان رہا اور پیاری فوج بھی۔

پھر آخری عمر میں مکۃ المکرمہ والوں پر چڑھائی، کعبۃ اللہ پر منجنیق نصب کرنا جس سے کعبۃ اللہ کو آگ لگ گئی۔ حضرت ابن زبیرؓ کا محاصرہ ہوا، حرم بیت اللہ کا تقدس پامال ہوا اس کے علاوہ بھی بہت سے نقائص ہوئے جس کے پیش نظر علماء امت نے یزید کے فاسق و فاجر ہونے پر اتفاق کیا ہے۔ سب نے یہ نقائص ظاہر ہونے کے بعد یزید کو فاسق کہا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے تو یزید پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اور اس پر لعنت کو جائز کہا ہے۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے بھی اس کو فاسق کہا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس کے کفر اور اس پر لعنت کرنے میں توقف کا احتیاطی پہلو اپنایا ہے کہ اس کے خاتمہ کا یقینی علم نہیں ہے اور یہ ضابطہ بھی فاسق کے لیے ہے۔

کسی صحابی یا کسی تابعی نے یزید کو ان واقعات کے بعد عادل یا رجل صالح نہیں کہا۔ ہم بھی وہی کہتے ہیں جو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اپنی ایک نظم میں فرمایا:

ہر کہ بد گفت خواجۂ ما را ہست او بے گمان یزید پلید

اس نے قتل مسلم، قتل صحابہ و اہل بیتؓ کو جائز سمجھ کر یہ سب کچھ کیا تھا یا گناہ سمجھ کر یا حرام سمجھ کر، اس کا خاتمہ کیسا ہوا، کس طرح ہوا یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، البتہ یزید کے فاسق و فاجر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور نہ ہی اس کو حضرت حسینؓ سے شرف و عظمت میں کوئی نسبت ہے۔

بہر حال حضرت حسین رضی اللہ عنہ نفوس قدسیہ کے سرخیل، جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں اور یزید فاسق و فاجر مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حرمین شریفین میں فساد پھیلانے اور اہل بیت رسولؐ اور صحابہؓ کے قتل عام کا سبب، ظاہر ہے اُن کی شان اپنی اور اِس کا کردار اپنا

، دونوں کو ایک ترازو میں رکھنا ایک نظر سے دیکھنا بہت بڑا ظلم ہے حضرت حسین کو رضی اللہ عنہ کہنا ضروری ہے اور یزید کے کفر اور اس پر لعنت کرنے میں بحث ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں افراط وتفریط سے محفوظ فرمائے اور جمہور اہل السنت والجماعت کے مسلک پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین

حبیب الرحمان
۱۹/اپریل ۲۰۱۳ء

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن شاہ صاحب مسعودی دامت برکاتہم العالیہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ
(خلیفہ ومجاز امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ)
جامعہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، مظفر آباد، آزاد کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ
اللھم صل علی محمد وآلہ بقدر حسنہ وکمالہ۔ اما بعد!

اس سفر ملتان ولاہور میں عزیزم مفتی رضا علی جعفری صاحب سلمہٗ وکرمی ومخدومی جناب میاں رضوان نفیس صاحب زید مجدہم سے ملاقات پر حضرت مولانا ڈاکٹر قاری محمد ضیاء الحق صاحب مدظلہٗ کی کتاب ''یزید اکابر علماءِ اہلِ سنت دیوبند کی نظر میں'' کا تذکرہ ہوا جسے رضوان نفیس صاحب اب موجودہ اکابر کی مبارک آراء کے ساتھ شائع کر رہے ہیں ہے۔ بلاشبہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ ناصبی اور یزیدی حضرات کے پھیلائے ہوئے مسموم شبہات کا تریاق ثابت ہوگی۔ دو (۲) رکعت نماز ادا کر کے دعا بھی کی ہے حضرت حق جل شانہٗ حضرت مرتب مدظلہٗ وحضرت ساعی زید مجدہٗ کو اجر جزیل عطا فرمائے اس پرفتن دور میں مسلک اہل السنت

والجماعت پر قائم رہنا دشوار معلوم ہوتا ہے اس کی ایک بڑی وجہ خودرائی کا مرض پیدا ہونا اور اکابر پر اعتماد کا نہ ہونا ہے۔ ایک مجلس میں دوران گفتگو جب یہ بات کہی گئی کہ اب بڑے نہیں رہے تو بندۂ عاجز نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ کے فضل وکرم سے بڑے اب بھی موجود ہیں اور رہیں گے لیکن مسئلہ پریشانی کا یہ ہے کہ اب چھوٹے نہیں رہے بلکہ ہر ایک بڑا بن گیا ہے۔

اس رسالہ نافعہ مفیدہ میں اکابر کثر اللہ سوادہم کی آراء مبارکہ کو اس انداز سے ترتیب دیا گیا ہے کہ تشنگی باقی نہ رہی ہے اللہ جل جلالہٗ اپنے بڑوں کے ساتھ جڑ کر عقائد واعمال میں ان کے ساتھ وابستگی نصیب فرماویں اور اس سعی مبارک کو نہایت مقبول ونافع بناویں۔ یہ چند سطور اپنی نجات کی امید پر تحریر کیں ہیں۔

بندہ محمود الحسن مسعودی عفی عنہ

۱۷ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۴ھ

ولی ابن ولی، شیخ الحدیث

حضرت مفتی سید عبد القدوس صاحب ترمذی دامت برکاتہم العالیہ

فرزند دلبند وجانشین فقیہ العصر حضرت مفتی سید عبد الشکور ترمذی رحمہ اللہ

مہتمم جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

خلیفہ ومجاز

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ

بانی ومہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بعد الحمد والصلوٰۃ: رسالہ ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' مرتبہ جناب قاری محمد ضیاء الحق صاحب مع ضمیمہ از جناب محترم میاں رضوان نفیس صاحب زید مجدہم دیکھا اس بات سے خوشی ہوئی کہ اصلی رسالہ اور ضمیمہ میں فسق

یزید کے مسئلہ پر حضرات اکابر علماء دیوبند کثر اللہ فینا امثالھم کے ارشادات عالیہ اور عبارات کو باحوالہ جمع کر دیا گیا ہے، جس سے واضح ہے کہ یزید کے فسق پر اکابر واصاغر میں اتفاق ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کا حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور قطب الارشاد ابوحنیفۂ وقت حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ سے لے کر موجودہ اکابر واصاغر تک سب ہی امام عالی مقام سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو حق پر مانتے ہیں اور یزید کے فاسق ہونے میں ان کے ہاں کوئی کلام نہیں، اختلاف اگر ہے تو وہ لعنت میں ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس پر لعنت کرنا بھی جائز ہے جبکہ محققین اس کے حق میں نہیں، اسلم واحوط مسلک اس بارہ میں سکوت کا ہے لیکن لعنت میں سکوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسے فاسق بھی نہ کہا جائے۔

دور حاضر میں جہاں اور بہت سے فتنے ہیں ایک فتنہ سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع کی آڑ میں یزید کی بے جا حمایت کا فتنہ بھی تیزی سے پھیل رہا ہے، جو سراسر اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی مخالفت اور مسلک اہل سنت سے بغاوت ہے اس لیے اس فتنہ کی سرکوبی بھی انتہائی ضروری ہے۔

حق تعالیٰ ہمارے مخدوم ومکرم جناب میاں رضوان نفیس صاحب زید مجدہم کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں کہ وہ اپنے شیخ مکرم حضرت سید نفیس الحسینی رحمہ اللہ کے طرز پر اہل سنت والجماعۃ کے مسلک ''محبت اہل بیت عظام'' کے فروغ اور فتنہ خارجیت کی سرکوبی میں خوب سرگرم ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول اور امت کے لیے نافع فرمائیں، آمین۔

خارجیت اور یزید کی حمایت کے فتنہ کی ہمہ گیری اور خفیہ اثر انگیزی کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ احقر کے والد گرامی حضرت اقدس مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب قدس سرہ کا رسالہ ''فسق یزید اور اکابر علماء امت'' شاہ نفیس اکیڈمی کا جب پہلا ایڈیشن شائع ہوا، اس کے بعد احقر ناکارہ کو حرمین شریفین حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اس رسالہ کے کچھ نسخے ہمراہ تھے، مدینہ منورہ میں ایک دعوت

کے موقع پر سہارنپور کے ایک عالم فاضل بلکہ مفتی صاحب کو ایک نسخہ اس رسالہ کا پیش کیا گیا تو وہ اسے دیکھتے ہی فرمانے لگے کہ یزید کے فسق کا مؤقف غلط ہے اور پھر انہوں نے یزید کی بے جا حمایت کی اور اپنے اس غلط مؤقف پر وہ آخر تک قائم رہے، ہمارے کہنے سننے کے بعد وہ بمشکل اس بات پر آمادہ ہوئے کہ وہ اس مسئلہ پر دوبارہ مطالعہ کریں گے اور اپنے مؤقف پر نظر ثانی بھی، احقر کو ان کے مؤقف سے سخت افسوس ہوا، شاید کسی نے ایسے ہی موقع کے لیے کہا ہے ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ما ند مسلمانی

اس لیے احقر ضروری سمجھتا ہے کہ اس مسئلہ پر بھی اہل علم و اہل حق کو اپنے اکابر کے مسلک کے مطابق جہاں خود مضبوطی سے قائم رہنے کی ضرورت ہے وہیں اس کی بھی ضرورت ہے کہ وہ اس حق مسلک کو اپنے طلبہ اور متعلقین و احباب میں بھی پہنچائیں تاکہ ہمارے دینی مدارس کے طلبا و علما اس فتنہ سے محفوظ رہیں، وفقنا اللہ تعالی لما یحب ویرضی، آمین۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

احقر عبد القدوس ترمذی غفر لہ
جامعہ حقانیہ ساہی وال سرگودھا۔ ۵ رمحرم الحرام ۱۴۳۵ھ

پیر طریقت، رہبر شریعت، ولی ابن ولی

حضرت مولانا مفتی سعید حسن صاحب دہلوی دامت برکاتہم العالیہ
فرزند ارجمند و جانشیں شیخ المشائخ حضرت مولانا جمیل احمد دہلوی رحمہ اللہ
خانقاہ جمیلیہ رائے ونڈ
وخلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے خلیفہ ومجاز عزیزم رضوان نفیس سلمہٗ نے محترم قاری ضیاء الحق صاحب زید مجدہ کے رسالہ ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' کو مفید اضافات کر کے کتابی شکل میں تبدیل کیا ہے اور افادہ عام کے لیے شائع کر کے ایک قابل تحسین کاوش فرمائی ہے جسے اللہ پاک اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے۔

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ جو بانی دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پوتے ہونے کے شرف سے مشرف ہیں اور چالیس سال دارالعلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور اکابر کے مزاج شناس اور اُن کے مسلک کے ترجمان ہیں آپ یزید کے بارہ میں اکابر واسلاف کا نظریہ بہت واضح طور پر تحریر فرماتے ہیں:

''بہر حال یزید کے فسق وفجور پر جب کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب ہی متفق ہیں خواہ مانعین ہوں یا مخالفین، پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، محدثین، فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ ہیثمی، علامہ ابن جوزی، علامہ سعد الدین تفتازانی، محقق ابن ہمام، حافظ ابن کثیر، علامہ الکیا الہراسی جیسے محققین یزید کے فسق پر علماء سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں پھر بعض ان میں سے اس فسق کے قدر مشترک کو متواتر المعنی بھی کہہ رہے ہیں جس سے اس کا قطعی ہونا بھی واضح ہے۔ پھر اوپر سے ائمہ اجتہاد میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مسلک الکیا الہراسی نقل کر رہے ہیں اور وہ خود شافعی ہیں اور فتویٰ دے رہے ہیں تو انکی نقل ہی سے یہ مسلک امام شافعیؒ اور فقہ شافعی کا بھی ثابت ہوتا ہے تو اس سے زیادہ یزید کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس سے یہ بھی واضح رہے کہ یہ تاریخی نظریہ نہیں جسے مؤرخین نے بطور تاریخی ریسرچ کے پیش کر دیا ہو، بلکہ ایک فقہی اور کلامی مسئلہ ہے جو عقیدہ اور مسئلہ کی لائن سے ان اربابِ حدیث وفقہ نے اپنی کتب عقائد ومسائل میں اس کا ذکر کیا ہے الخ'' (شہید کربلا اور یزید: ص، ۱۵۲)

اللہ پاک ہم سب کو ہمارے اکابر کے نقش قدم چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

سعید حسن

۸ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ

محقق العصر، صاحب تصانیف کثیرہ

حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی دامت برکاتہم العالیہ

بانی و مہتمم جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ

خلیفہ و مجاز حضرت مولانا قمر الزمان الہ آبادی، دہلی

وصوفی محمد مالک صاحب دامت برکاتہم مدینہ منورہ

الحمد لحضرۃ الجلالۃ والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الرسالۃ

تاریخ اسلام میں واقعہ کربلا ایک اصول حیات ایک زاویہ فکر اور پیغام حرم کا نام ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کے سیاسی نظام میں یزید کی حکومت سے جو رخنہ پڑ گیا تھا اُسے بند کرنے کوشش کی تھی انہوں نے جبر و ظلم کی آندھی میں ایک چراغ روشن کیا تھا یہ چراغ جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے لہو کا تیل فراہم کر کے روشن کیا انشاء اللہ صبح ابد تک روشن رہے گا ہمارے اکابر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت سے محبت کو محبت رسول کا لازم سمجھتے ہیں یہی سلف صالحین کا مسلک بھی ہے اور مشرب بھی۔

رب ذوالجلال نے یہ عظیم سعادت قاری محمد ضیاء الحق اور میاں رضوان نفیس کے لیے مقدر فرمائی جو ہمارے علم کی حد تک محبت اہل بیت کی صفت سے متصف ہیں اور یہی صفت پیش نظر کتاب کی تالیف و ترتیب کی بنیادی شرط اور باعث بھی بنی ہے۔ کتاب میں فکر سلیم کی روشنی بھی ہے اور علم و تحقیق کی سنجیدگی بھی، جب قلم ہوش مند کے ساتھ فکر ارجمند کی آمیزش ہو جاتی ہے تو ایسی علمی تحقیقی کتاب منصۂ شہود پر آجاتی ہے اور جب اس میں مرتبین کتاب (قاری ضیاء الحق صاحب اور میاں رضوان نفیس صاحب) کا دل درد

منہ بھی شامل ہو جائے تو تحریر کی تاثیر میں شائبہ لگ جاتا ہے یقین نہ آئے تو کتاب کے ورق اُلٹیے مطالعہ کیجیے آپ کو میرے مؤقف سے اتفاق کرنا پڑے گا۔

کتاب میں اضافات کا کام شیخ المشائخ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحبؒ کے خلیفہ ومجاز میاں رضوان نفیس صاحب نے بڑی محنت اور عرق ریزی سے کیا ہے جس سے کتاب کی علمی وقعت میں اضافہ ہو گیا ہے، ان حضرات نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے حوالے سے جمہور اکابر دیوبند کی سنت کے مطابق پورے اعتدال، حزم واحتیاط کے ساتھ روشنی ڈالی ہے جس سے قلب کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اس پر ہم ان حضرات کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

عبدالقیوم حقانی

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

۱۹ فروری ۲۰۱۴ء

محبوب العلماء والصلحاء، شیخ المشائخ، نمونہ اسلاف

حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ جدید وجامعہ محمدیہ، امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، لاہور

خلیفہ ومجاز قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ

وخلیفہ ومجاز شیخ المشائخ حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یزید کے بارے میں اعتدال والا عقیدہ یہ ہے کہ یزید فاسق وفاجر تھا کیونکہ واقعہ کربلا، واقعہ حرّہ، مدینہ منورہ ومسجد نبویؐ اور خانہ کعبہ کی بے حرمتی جیسے دلخراش واقعات اس کے دور حکومت میں پیش آئے اور اسی طرح جو لوگ حضرت امام حسینؓ اور اہل بیتؓ کے شہید کرنے میں شریک ہوئے ان سے کوئی انتقام بھی نہیں لیا تو معلوم ہوا کہ جو کچھ ہوا اس کے اشارے پر ہوا، اور یہ فاسق فاجر والا عقیدہ یہ بھی یزید کے بارے میں اعتدال والا عقیدہ ہے ورنہ بعض اکابر اُمت تو اُس کے کفر کے قائل اور اس پر لعنت کو جائز سمجھتے ہیں۔

لہذا جب یزید فاسق فاجر تھا تو حضرت امام حسینؓ کا اس کے خلاف خروج برحق تھا، باقی یزید کے فسق و فجور کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ یہ کی شان میں ایک ذرے کا فرق لازم نہیں آتا وہ صحابی رسول ﷺ ہیں، کاتب وحی ہیں، ہدایت کے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے ہیں اور یزید تو تابعی بھی نہیں کیونکہ تابعی کی تعریف یہ ہے کہ ''من تبعھم باحسان'' جو اخلاص کے ساتھ صحابہؓ کی پیروی کرے'' اور حضرت امیر معاویہؓ نے جب اس کو خلیفہ مقرر کیا تھا اس وقت ان کے سامنے یزید کے فسق و فجور کے وہ حالات نہیں تھے جو بعد میں ظاہر ہوئے اور عالم الغیب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

الغرض ہم حسینی ہیں یزیدی نہیں ہیں۔ حضرت امام حسینؓ شیعوں کے نہیں وہ سنیوں کے امام ہیں کیونکہ حسینی وہ ہے جو حضرت امام حسینؓ کی راہ پر چلے اور ان کی راہ پر چلنے والے سنی ہیں نہ کہ کوئی اور حضرت امام حسینؓ نواسہ رسول ﷺ ہیں اللہ پاک کے پیارے حبیب ﷺ کو حضرات حسنین کریمینؓ اپنے پیارے نواسوں سے بڑی محبت تھی، تمام صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کی محبت ہمارے ایمان کا مرکز ہے اور اس نیک محبت کا حُسنِ خاتمہ میں بہت دخل ہے۔

زیر نظر کتاب ''یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں'' جس کو حضرت ڈاکٹر قاری ضیاء الحق صاحب مدظلہٗ نے ترتیب دیا ہے اور ہمارے مخدوم ومکرم قطب الاقطاب حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب قدس سرہٗ کے خادم خاص، خلیفہ ومجاز محترم بھائی رضوان نفیس صاحب سلمہٗ نے اس میں اضافات کر کے اس کو مزید پر اثر بنایا اور شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ بندہ اس کتاب میں مندرج موقف سے متفق ہے اور اس کی پوری طرح تائید وحمایت کرتا ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے عقائد کی درستگی اور اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ آمین

محتاج دعا

محمد حسن عفی عنہ ۸ رجب المرجب ۱۴۳۴ھ

حسنِ ترتیب

مولانا محمد عابد، ناظم عمومی صفہ ٹرسٹ لاہور
ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ، کریم پارک، لاہور

اَکابر علماءِ دیو بند کثر اللہ سوادہم کا مسلک کوئی نیا مسلک نہیں ہے اور ''دارالعلوم دیو بند'' کی تحریک کوئی نئی تحریک نہیں ہے بلکہ یہ تحریک ''قرونِ ثلثہ مشہود لہا بالخیر'' کی مقدس وراثت کی امین ہے اور ''مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ'' کی کامل اتباع اور اسی عقیدہ ونظریہ کی تعلیم واشاعت اکابر دیو بند کا مابہ الامتیاز فخر ہے۔

یہ تمام حضرات عقائد میں اہل سنت والجماعت اور فروعات میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مسلک پر مضبوطی سے عامل ہیں اور اسی کو ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اسی کے ساتھ ساتھ ہر ہر مسئلہ میں اعتدال اور میانہ روی کی ایسی راہ اختیار کرتے ہیں جو غلو و انتہا پسندی سے ہٹ کر ہے۔

ڈیڑھ صدی پہلے کے حالات پر نظر ڈالیں تو یہ بات واضح ہوگی کہ اَکابر علماء دیو بند نے عوام وخواص کے عقائد واَعمال بچانے کے لیے جو خدمات انجام دیں اُن کی بدولت آج حضور خاتم النبیین ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام لیوا حضرات اِفراط وتفریط کی راہ سے بچ کر صحیح اور صاف سچے عقائد واعمال اپنائے ہوئے ہیں۔

افسوس صد افسوس! اُن چند اَفراد پر جو اِنہی اَصحابِ رسول اور اَکابر علماء سے محبت کا دم بھرتے ہیں لیکن خود ساختہ نظریات کی آڑ میں زیغ وضلال کے جال میں خود بھی پھنس چکے ہیں اور سادہ لوح عوام کو بھی پھنسا رہے ہیں حیرت تو یہ ہے کہ بہت سے اَئمہ وخطباء بھی اِن اَفراد کے نظریات کو اپنانے لگے ہیں چنانچہ آج کل ضرورت اس کی متقاضی ہے کہ اَکابر علماءِ دیو بند کے عقائد ونظریات کو صاف اور کھل کر بیان کیا جائے تا کہ عوام وخواص اور علماء وخطباء ہر ایک راہِ حق اور مسلکِ اعتدال کو اپنا کر نور

ایمان بچالیں کیونکہ اگر یہ نور باقی رہا تو کل قیامت کے دن ''نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ'' کا مصداق ہوگا ورنہ ناکامی وخسران ہوگا۔

اِن عقائد ونظریات میں سے ایک عقیدہ ''یزید'' کے بارہ میں ہے۔ یزید کی شخصیت کے بارہ میں ہمارے اَکابر علماء ہمیشہ سے ہی مسلکِ اعتدال پر ہیں، قاری ضیاء الحق صاحب مدظلہم نے آج سے بائیس برس قبل ایک رسالہ ترتیب دیا تھا جس میں اَکابر علماءِ دیوبند کی تحریرات سے اُن کا مسلک دربارۂ یزید واضح کیا تھا۔ عرصہ ہوا یہ رسالہ حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (م:۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) کے برادرِ خورد مظفر لطیف صاحب مرحوم نے چھپوایا تھا جس کا حصول اب مشکل ہو چکا ہے۔ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ (م:۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء) کے خادم خاص ومعتمد اور خلیفہ ومجاز حضرت پیر میاں رضوان نفیس صاحب مدظلہم کو اللہ تعالیٰ اپنے شایانِ شان جزا عطا فرمائے کہ آپ نے اِس کی جدید اشاعت کا ارادہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ خواہش بھی ظاہر فرمائی کہ اگر مزید چند اَکابر کی تحریرات جمع کر دی جائیں تو حامیانِ یزید کے لیے حجت بن سکیں گی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل پینسٹھ علماءِ کرام ومشائخ عظام کی تحریرات کو آپ نے نہایت جانفشانی اور محنت سے جمع کیا جو حضرت مولانا قاری ضیاء الحق صاحب مدظلہم کے مضمون کے بعد مستقلاً اس ترتیب سے درج کی گئی ہیں:

۱۔ حضرت مولانا علامہ عبدالحی لکھنویؒ (م:۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء)
۲۔ حضرت مولانا عبدالحقؒ مصنف تفسیر حقانی (م:۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء)
۳۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ (م:۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء)
۴۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ (م:۱۳۴۶ھ/۱۹۲۷ء)
۵۔ حضرت مولانا علامہ سید سلیمان ندویؒ (م:۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء)
۶۔ حضرت مولانا محمد عبدالشکور لکھنویؒ (م:۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء)
۷۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ (م:۱۳۸۱ھ/۱۹۶۲ء)
۸۔ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ (م:۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء)
۹۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ بخاری چوکیرویؒ (م:۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء)

۱۰۔ حضرت مولانا محمد انوریؒ (م:۱۳۸۹ھ/۱۹۷۰ء)
۱۱۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ (م:۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)
۱۲۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ (م:۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء)
۱۳۔ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ (م:۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء)
۱۴۔ حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ (م:۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء)
۱۵۔ حضرت مولانا سید محمد میاںؒ (م:۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء)
۱۶۔ حضرت مولانا مفتی سید محمد مہدی حسنؒ (م:۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)
۱۷۔ حضرت مولانا محمد اُویس نگرامیؒ (م:۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)
۱۸۔ حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ (م:۱۳۹۷ھ/۱۹۷۶ء)
۱۹۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ (م:۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء)
۲۰۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ (م:۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء)
۲۱۔ حضرت مولانا سید شمس الحق افغانیؒ (م:۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء)
۲۲۔ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ (م:۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء)
۲۳۔ حضرت مولانا عبد العزیزؒ (م:۱۴۰۵ھ/۱۹۸۴ء)
۲۴۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہؒ (م:۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء)
۲۵۔ حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ رشیدیؒ (م:۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء)
۲۶۔ حضرت مولانا سید حامد میاںؒ (م:۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)
۲۷۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، ٹوبہ ٹیک سنگھ (۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء)
۲۸۔ حضرت مولانا عبد الحق حقانیؒ (م:۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء)
۲۹۔ حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ (م:۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء)
۳۰۔ حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ (م:۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء)
۳۱۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ (م:۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)
۳۲۔ حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ (م:۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء)
۳۳۔ حضرت مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ (م:۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)

۳۴۔ حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ (م:۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء)
۳۵۔ حضرت مولانا فضل محمد سواتیؒ (م:۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶)
۳۶۔ حضرت مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہیدؒ (ش:۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء)
۳۷۔ حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ (م:۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء)
۳۸۔ حضرت مولانا محمد عبدالرشید نعمانیؒ (م:۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)
۳۹۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ (م:۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء)
۴۰۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ (ش:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)
۴۱۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ (م:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)
۴۲۔ حضرت مولانا ضیاء القاسمیؒ (م:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)
۴۳۔ حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ (م:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء)
۴۴۔ حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ (م:۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)
۴۵۔ حضرت مولانا محمد اجمل خانؒ (م:۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء)
۴۶۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ (م:۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء)
۴۷۔ حضرت مولانا سید محمد امین شاہؒ (م:۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء)
۴۸۔ حضرت سید نفیس الحسینی شاہؒ (م:۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء)
۴۹۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ (م:۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء)
۵۰۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ (م:۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹ء)
۵۱۔ حضرت مولانا علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ (ش:۱۴۳۰/۲۰۰۹ء)
۵۲۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ (م:۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء)
۵۳۔ حضرت مفتی محمد فریدؒ (م:۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء)
۵۴۔ حضرت مولانا محمد حنیفؒ (م:۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء)
۵۵۔ حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ (م:۱۴۳۴ھ/۲۰۱۲ء)
۵۶۔ حضرت مولانا محمد نافعؒ (م:۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء)
۵۷۔ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ (م:۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء)

۵۸۔ حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جانؒ (م:۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء)
۵۹۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ (م:۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء)
۶۰۔ حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ (م:۱۴۴۱ھ/۲۰۲۰ء)
۶۱۔ حضرت مولانا مفتی زرولیؒ (م:۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء)
۶۲۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہم (پ:۱۹۴۳ء)
۶۳۔ حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی صاحب مدظلہم (پ:۱۹۵۰ء)
۶۴۔ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہم (پ:۱۹۵۳ء)
۶۵۔ حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب مدظلہم (پ:نومبر ۱۹۵۶ء)

اِن پینسٹھ علماءِ کرام اور مشائخ عظام کی تحریرات کو سنینِ وفات کی ترتیب پر رکھا گیا ہے جس سے یہ بات سامنے آئے گی کہ یہ علماء اپنے اَکابر و اَسلاف کی لڑی میں مسلسل جڑے ہوئے ہیں۔

بانی دارالعلوم حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے لے کر موجودہ بزرگوں تک تقریباً تمام علماء ومشائخ نیز فقہاء ومحدثین کی روشن تحریرات اور واضح تشریحات کے ہوتے ہوئے یزید کے بارہ میں اپنے تئیں اچھا عقیدہ رکھنے والے گمراہ حضرات کے اس بدعی عقیدہ کی حیثیت تارِ عنکبوت سے زیادہ نہیں ہے۔

جو حضرات موجودہ زمانہ میں تردیدِ رفض کی راہ میں یزیدیت کے کانٹوں میں اُلجھ کر بوئے حسینی سے دور ہو رہے ہیں اُن کے لیے یہ روشن تحریرات گلدستۂ ایمان ثابت ہوں گی۔

اللہ پاک ہم سب کو حفظ ایمان کی دولت سے نوازیں اور دنیا و آخرت میں اَکابر علماءِ دیوبند کے دامن سے وابستہ رکھ کر حضور خاتم النبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع فرمائیں۔ آمین بحرمۃ خاتم النبیین ﷺ

محمد عابد ۱۶/۱۰/۱۴۳۲ھ

اسلامی تاریخ پر شب خون

ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی صاحب کی چشم کشا تحریر جس کا اُسلوب بہت ہی سادہ، عمدہ اور دلنشیں ہے۔ اس سے ایک اقتباس پیش قارئین ہے۔

یزید بن معاویہ ایسا باطل نہ تھا جس کے خلاف مقاومت ضروری تھی یہ سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش جو پاکستان میں محمود عباسی صاحب کی کتاب سے شروع ہوئی تھی، اب ہندوستان میں ایک مخصوص حلقے میں کی جارہی ہے۔ چنانچہ لکھنؤ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو غلط ثابت کیا گیا ہے اور یزید کی طرف سے بیانِ صفائی دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ایک خطرناک اقدام ہے کیونکہ اگر اس کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو رسول اللہ ﷺ سے ہمارا تعلق اور محبت کا رشتہ یقینی طور پر کمزور ہوتا ہے۔ مزید برآں فاسق اور برسر باطل اقتدار کے خلاف مزاحمت اور مقاومت کی تمام کوششوں پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ کیونکہ صدر اوّل میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی کوششیں بعد کی صدیوں کے لیے نمونہ اور معیار کا کام کرتی رہی ہیں اور آئندہ بھی کام کرتی رہیں گی۔

واقعۂ کربلا کی اہمیت کو کم کرنے اور اس کی واقعی اہمیت کو گھٹا کر دکھانے اور یزید کے کردار کو بلند و بالا ثابت کرنے کا واضح مطلب یہ ہے کہ نعوذ باللہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنے اَفرادِ خاندان کی کامیاب تربیت نہیں کی ورنہ وہ اپنے ذاتی اقتدار کے حریص بن کر اقتدارِ وقت سے ٹکرانے کی کوشش نہ کرتے پیغمبرِ برحق جن کو اللہ نے مامور فرمایا تھا کہ بنی نوعِ انسان کے لیے ہدایت کا سامان بہم پہنچائیں اور دعوت کا سلسلہ خود اپنے قریب کے اعزاء واقرباء سے شروع کریں۔ ''وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ'' (اور ڈرایئے اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو) انھوں نے خود اپنے گھرانے کو فراموش کردیا۔ اور ان کی دعوت اور ان کی تربیت کا اور رات دن کی صحبت

کا ان کے گھر والوں پر کوئی اثر نہ پڑا اور وہ سب حب جاہ کا شکار ہو گئے۔

ایک سچے اور اچھے مسلمان خاندان کی یہ خصوصیت ہر جگہ دیکھی جاسکتی ہے کہ اس کے تمام افراد عقیدہ و عمل کے لحاظ سے ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ آدمی جس ماحول میں آنکھیں کھولتا ہے اور جو باتیں بچپن میں اس کے کانوں میں پڑتی ہیں جو نمو نے اپنے خاندان میں دیکھتا ہے اُسی کی مطابق وہ قدرتی طور پر ڈھل جاتا ہے۔ عصبیت میں بھی اور محبت میں بھی اس کے دل و دماغ پر اسی نمونے کی چھاپ ہوتی ہے۔ بہت ہی شاذ و نادر لاکھوں کروڑوں میں دو چار ایسے ہوتے ہیں جو اس اصول سے مستثنیٰ ہوں۔ حضور اکرم ﷺ کو جو تعلق اپنے نواسوں یعنی حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے تھا اور جس طرح کی شفقت کے واقعات صحیح احادیث میں موجود ہیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے والدین حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ سے آنحضرت ﷺ کو جو گہرا تعلق تھا اس کے مطابق اور قرین عقل و قیاس اور موافق کتب تاریخ و احادیث و رجال یہ بات ہوگی کہ اہل بیت لوگوں کے لیے ایک نمونہ اور چراغ راہ کی حیثیت رکھتے ہوں۔ اب ان احادیث کا انکار جن سے ان اہل بیت سے آپ کی گہری محبت کا اظہار ہوتا ہو در حقیقت نادانی اور صحاح و سنن کے تمام مجموعہ کو مشکوک اور نا قابل اعتبار ٹھہرانا ہے۔ ان عظیم حضرات کے مقابلے میں ایک ایسے شخص کو میدان میں لانا اور اسے ہیرو بنانا جس کے سیاہ کارناموں پر اُمت کے تمام اکابر متفق ہوں بڑی جسارت کی بات ہے۔

یزید کی کردار سازی اور اسے حاکم برحق قرار دینا در حقیقت ملت اسلامیہ کے دلوں سے اسلام کی اور اہل بیت کی محبت و عظمت کو نکالنے کی کوشش کرنا ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ یزید کی ولی عہدی کے وقت سے اسلام کی تاریخ میں غیر شرعی موروثی نظام حکومت کا سلسلہ شروع ہوا اور اتنا دراز ہوا کہ ترکی کی خلافت کے خاتمہ کے وقت ہی وہ ختم ہوسکا۔ یہ کون نہیں جانتا کہ واقعہ حرہ میں مدینہ میں انصار و مہاجرین پر جو قیامت ٹوٹی اس کا ذمہ دار بھی یزید تھا۔ جس نے تین روز تک شام کے لشکریوں کو یہ آزادی دے دی کہ جس کو چاہیں قتل کریں اور جس گھر کو چاہیں لوٹ لیں اور جس کی ناموس و عزت چاہیں تاراج کریں۔ کون نہیں جانتا کہ یزید ہی کے حکم سے

مسجدِ نبوی کی حرمت پامال کی گئی۔ وہ بقعۂ پاک جہاں جبرائیل امین اُترتے تھے اور جس کے ایک حصے کو جنت کی کیاریاں یعنی ''ریاض الجنۃ'' کہا گیا ہے وہاں گھوڑے باندھے گئے۔ اب جو شخص بھی ان اعمال سے راضی ہو، اس کی تاویل کرے اور ان اعمال کا ذمہ دار یزید کا وکیل بن کر کھڑا ہو، اس کے دل میں آنحضرت ﷺ اور آپ کے اہل بیت کی کیا عزت و وقعت باقی رہ سکتی ہے۔

جو لوگ یزید کے اعمال کی تاویل کرتے ہیں اور اس کی طرف سے دفاع کرتے ہیں اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ ان صحابہ کرام کے قتل سے بھی راضی ہیں جو کعبۃ اللہ میں پناہ لیے ہوئے تھے اور یزید کی حکومت کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جلیل القدر صحابی ہیں اور مدینہ منورہ میں پیدا ہونے والے پہلے صحابی ہیں اور جن کو سب سے پہلی غذا رسول اللہ ﷺ کے اپنے دستِ مبارک سے ملی۔ حضور ﷺ نے اپنے دندان مبارک سے کھجور چبا کر ان کے منہ میں رکھا تھا گویا اس عالمِ وجود میں آنے کے بعد حضور ﷺ کا لعابِ دہن تھا جو آپ کی غذا بنا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد وہ یزید کی مخالفت میں صف آراء ہوئے اب کوئی شخص ان کے عمل کو غلط کہے اور ان کو غلط کار ثابت کرنے کی کوشش کرے اور جابر حکومت کے فوجیوں کو برسرِ حق سمجھے اور یزید کی کردار سازی کرے تو یہ تاریخ اسلام پر شب خون مارنا ہے۔ کوئلہ کو کافور اور کافور کو کوئلہ ثابت کرنے کی کوشش مسلمانوں کے شجرۂ نسب و محبت کو رسول اللہ ﷺ سے کاٹ دے گی اور اس سے یہ بات ثابت ہوگی کہ حضور ﷺ کی نہ تو نگاہ میں کوئی تاثیر تھی نہ آپ ﷺ کے اُسوہ میں نہ عمل میں نہ تربیت میں۔ وہ اپنے افرادِ خاندان اور قریب ترین صحابہ کی تربیت نہ کر سکے۔

مدینے کے لوگ جو یزید کی مخالفت پر کمر بستہ ہوئے تھے یہ وہ انصار مدینہ تھے جنھوں نے بدر کے موقع پر کہا تھا ہم آپ ﷺ کے دائیں سے لڑیں گے اور آپ ﷺ کے بائیں سے لڑیں گے آپ کے لیے سمندر میں کود جائیں گے۔ کیا وہ اس لائق تھے کہ ان کے گھروں میں گھس کر ان کو قتل کر دیا جائے کیا اس واقعہ کے بعد بھی یزید کی کردار سازی کی کوئی گنجائش باقی رہ سکتی ہے۔

مقدّمہ

اَلحمدُ للہ الذی لآ الٰہ ھو رب العرش رب العالمین والصلوٰۃ والسلا م علی سید الانبیاء والمرسلین محمدٍ والہٖ وصَحبہٖ وعلی عبادِاللہ المصطفین الصالحین اجمعین اِلی یوم الدین۔

امابعد! اس دور میں جس طرح رِفض کا فتنہ چل رہا ہے اسی طرح اس کے بالمقابل ناصبیت بھی فروغ پا رہی ہے اور افسوس یہ ہے کہ رفض کے مقابلہ میں بجائے اس کے کہ اُن اُصولی مباحث میں گفتگو کی جاتی کہ جن میں اہل سنت اور شیعوں کا بنیادی اختلاف ہے، جیسے ایمان بالقرآن کا مسئلہ، عصمتِ ائمہ کی بحث، اثبات تقدیر اور رؤیتِ باری کے مسائل اور حضرات خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر مطاعن کے رد کے بجائے اب جب سے محمود احمد عباسی کی کتاب ''خلافتِ معاویہ ویزید'' چھپ کر آئی ہے بحث اس پر ہوتی ہے کہ یزید جنتی تھا یا نہیں؟ مروان صحابی تھا یا نہیں؟ حضرت معاویہؓ، حضرت علیؓ کے مقابلہ میں حق پر تھے یا نہیں؟ حالانکہ یہ مسائل اہل سنّت اور شیعوں کے درمیان اہم نزاعی مسائل ہیں۔

اہل سنت یزید کو کبھی اچھا نہیں کہتے، علماء حق کی تصریح کے مطابق وہ فاسق تھا، اس کی حیثیت اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ علمائے اسلام میں اس کے بارہ میں یہ اختلاف ہے کہ آیا یزید اپنے برے کرتوتوں کی وجہ سے اسلام پر مرا یا کفر پر؟ اور اس پر لعنت کرنا روا ہے یا نہیں؟

اکابر علمائے دیوبند کا جو معتدل اور محتاط فیصلہ یزید کے بارہ میں ہے، ہم ناظرین کی معلومات کے لیے اس کو منظر عام پر لانا مناسب خیال کرتے ہیں تاکہ لوگ اس کے بارہ میں افراط اور تفریط سے بچیں اور ان نواصب پر اتمام حجت ہو جائے جو حضرت اکابر علماءِ دیوبند کا نام لے کر نہ صرف یزید کی براءت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ اس کے خود ساختہ فضائل اور مناقب پر بھی اپنا زورِ قلم خرچ کرتے ہیں۔ اس رسالہ میں

ہم نے ایسے تمام نام نہاد معتقدین اکابر علماء دیوبند کی تلبیس کا پردہ چاک کیا ہے جو اپنی عقیدت کا اظہار کر کے اکابر و اسلاف پر کھلم کھلا الزام تراشیاں کر رہے ہیں۔

معزز ناظرین کو اس رسالہ کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ اکابر دیوبند کے فتاوٰی اور اُن کی تحریریں کس حد تک یزید کے ساتھ ہیں۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

محمد ضیاء الحق

۲۵/رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

۳/مارچ ۱۹۸۹ء یوم الجمعہ

حجۃ الاسلام، قاسم العلوم والخیرات

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ کی تصریحات

اقتباسات از مکتوبات قاسمی رحمۃ اللہ

(۱) پس ممکن کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید را لائق خلافت خود، چنانکہ مذکور خواہد شد، دیدند و برخبث افعال او مطلع نشدہ باشند و دیگران او را قابلِ خلافت ندیدند یا دیدند و باز حال او متبدل شد۔ ازین وجہ از بیعتش انکار کردند۔ (ص:۳۵و۳۶)

پس ممکن ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ یزید کو اپنی جگہ خلافت کے لائق دیکھا جیسا کہ ذکر آئے گا اور یزید کے برے افعال کی انہیں کچھ خبر نہ ہو، اور دوسروں نے اس کو خلافت کے قابل نہ پایا اور بعد ازاں اس کی حالت بدل گئی ہو اس وجہ سے انہوں نے اس کی بیعت سے انکار کر دیا ہو۔

(۲) غایتِ مافی الباب بسبب خرابیہائی پنہانی کہ داشت ہمچو منافقان کہ در بیعت الرضوان شریک بودند و بوجہ نفاق رضوان اللہ نصیب او شان نشد یزید ہم از فضائل این بشارت محروم شد۔ (ص:۳۸)

زیادہ سے زیادہ اس کے بارے میں ہے کہ ان پوشیدہ خرابیوں کے باعث کہ یزید رکھتا تھا۔ منافقوں کی طرح جو بیعت رضوان میں شریک تھے اور نفاق کی وجہ سے ان کو اللہ کی رضا نصیب نہ ہوئی اسی طرح یزید بھی اس بشارت کی فضیلتوں سے محروم رہا۔

(۳) ہاں پس از انتقال او شان یزید پای خود از شکم برآورد و دل بکام و دست بجام سپرد اعلان فسق نمود و ترک صلوۃ داد بحکم بعض مقدمات سابقہ قابل عزل گردید و این قسم تحول احوال گفتہ آمدہ امر کہ ممکن است۔ محال نیست۔ (ص:۳۹و۴۰)

ہاں! ان کے انتقال کے بعد یزید نے پر پرزے نکالنے شروع کیے اور دل

کو خواہش نفس اور ہاتھ کو جام شراب پر لے گیا کھلم کھلا فسق کرنے لگا اور نماز چھوڑ دی بعض سابقہ تمہیدوں کی بنا پر معزول کرنے کے لائق ہو گیا اور یزید کے اس قسم کے حالات کی تبدیلی بیان کرتا آیا ہوں کیونکہ ممکن ہے محال نہیں۔

(۴) تاہم ہیچ صعوبتی بر اصول اہل سنت نیست۔ چہ یزید اندرین صورت یا فاسق معلن بود، تارک صلوۃ وغیرہ یا مبتدع بود چہ از مرؤسای نواصب است باین ہمہ عموم خلافتش غیر مسلم۔ (ص:۵۲)

تاہم اہل سنت کے اصول پر کوئی دشواری باقی نہیں رہی ہے کیونکہ یزید اس صورت میں یا کھلم کھلا فاسق تھا، نماز کا ترک کرنے والا وغیرہ یا بدعت کا مرتکب تھا کیونکہ وہ نواصب کے سرداروں میں سے تھا، ان سب پہلوؤں کے پیش نظر اس کی عام خلافت کا منعقد ہونا مسلم نہیں۔

''ہدیۃ الشیعہ'' سے اقتباسات

چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سید الشہداء کی جان نازنین پر جو کچھ گذرا وہ سب جانتے ہیں، باعث اس کا فقط حق گوئی تھا ورنہ یزید کا کلمہ کہہ دیتے تو جان کی جان بچتی اور الٹی مال و دولت اور اعزاز و اکرام ہوتا۔ (ص:۱۷۳)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یزید پلید سے خلافتِ مغصوبہ کے طالب ہوئے یہاں تک کہ نوبت شہادت کو پہنچی۔ (ص:۲۸۱)

''اجوبۂ اربعین'' سے اقتباس

اوروں کی بیعت سے یزید کی بیعت ان کے ذمہ لازم نہ ہوئی تھی جو کوئی عقل کا پورا جس کو دھتورے کے پینے کی حاجت نہیں بوجہ بیعت اہل شام جو یزید پلید کے ہاتھ پر کر چکے تھے، حضرت امام ہمام پر اعتراض کرے، یا مذہب اہل سنت پر آوازہ پھینکے۔

(ج:۱، ص:۷۳)

یزید کے بارہ میں استاذ الاساتذہ، منبع العلوم والحکم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کی ان تصریحات سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوئے۔

۱۔ یزید فاسق معلن یعنی کھلا فاسق تھا اور مبتدع۔

۲۔ اس لیے اس کی خلافت نا قابلِ تسلیم تھی، اور اس کو معزول ہو جانا چاہئے تھا۔

۳۔ یزید کو پلید کہنے میں کوئی قباحت نہیں۔

۴۔ وہ مے نوش بھی تھا اور تارک صلوٰۃ بھی۔

۵۔ یزید کے برے کرتوتوں کی اس کے والد کو اطلاع نہ ہو سکی۔

قطب العالم، فقیہ النفس

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ کی تصریحات

فتاوٰی رشیدیہ سے اقتباسات

یزید کو کافر کہنا

سوال: یزید کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا ہے وہ یزید آپ کی رائے شریف میں کافر ہے یا فاسق؟

جواب: کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مؤمن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا، کفر کا حال دریافت نہیں کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدۂ قلب پر موقوف ہے۔

(کتاب ایمان اور کفر کے مسائل، ص: ۳۲۲)

یزید پر لعنت کرنا:

سوال: یزید کہ جس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا وہ قابلِ لعن ہے یا نہیں گو کہ لعن کرنے میں احتیاط کرے، بہت سے اکابر دین در باب لعن یزید تحریر فرما چکے ہیں چنانچہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شب شہادت کو میں نے ایک آواز غیب سے سنی کہ کوئی کہتا تھا۔ شعر

ایھا القاتلون جھلا حسینا
بشر و ابالعذاب والتذلیل
قدلعنتم علی لسان ابن داوٗد
و موسی و حامل الانجیل

(کذافی تحریر الشہادتین وصواعق محرقہ)

(ترجمہ: اے وہ لوگوں جنہوں نے حسین کو جہالت سے قتل کیا، عذاب اور ذلت کی خوشخبری حاصل کرو، تم ابن داؤد کی زبان پر لعنت کیے گئے ہو اور موسیٰ اور صاحب انجیل کی زبان پر۔ (تحریر الشہادتین میں اسی طرح لکھا ہے)

اور امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تاریخ الخلفاء میں تحریر فرماتے ہیں: قال صلی اللہ علیہ وسلم من اخاف اھل المدینۃ اخافہ اللہ وعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین (رواہ مسلم) وکان سبب خلع اھل المدینۃ ان یزید اسرف فی المعاصی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی (اس کو مسلم نے روایت کیا ہے) اور اہل مدینہ نے بیعت کو اس لیے توڑ دیا کہ یزید نے گناہوں میں بے حد زیادتی کر دی تھی۔

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں: وقتل وجیء براسہ فی طست حتی وضع بین یدی ابن زیاد لعن اللہ قاتلہ وابن زیاد معہ ویزید ایضا۔ پس حسین قتل کیے گئے اور ان کا سر طشت میں لایا گیا حتی کہ ابن زیاد کے سامنے رکھا گیا اللہ تعالیٰ اس پر اور قاتل حسینؓ اور اس کے ساتھ یزید پر لعنت کرے۔

اور بعض محققین مثل امام جوزی اور ملا سعد الدین تفتازانی وغیرہ بھی لعن کے قائل ہیں چنانچہ مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ اپنے مکتوبات میں فرماتے ہیں: وجہ قول جواز لعن آنست کہ ابن جوزی روایت کردہ کہ قاضی ابویعلی درکتاب خود "معتمد الاصول" بسند خود از صالح بن احمد بن حنبل روایت کردہ کہ گفتم پدر خود را کہ اے پدر مردم گمان می برند کہ

مامردم یزید رادوست می داریم احمد گفت که اے پسر کسے که ایمان بخداورسول داشته باشداورا دوستی یزید چگونه رواباشدوچرالعنت نه کرده شود برکسیکه خدابروے درکتاب خودلعنت کرده ،گفتم درقرآن کجابریزیدلعنت کرده است، احمدگفت فهل عسیتم ان تولیتم الخ

(سورہ محمد پارہ:۲۶)

''لعنت کے جواز کا قول اس بنا پر ہے کہ ابن جوزی نے روایت کی ہے کہ قاضی ابویعلیٰ اپنی کتاب ''معتمد الاصول'' میں اپنی سند کے ساتھ صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے کہا کہ اے ابا جان لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم یزید کے لوگوں کو دوست رکھتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ اے بیٹے جو شخص کہ خدا اور رسول پر ایمان رکھتا ہو اس کی دوستی یزید کے ساتھ کس طرح جائز ہوسکتی ہے۔ اور کیوں نہ لعنت کی جائے اس شخص پر جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت فرمائی ہو، میں نے کہا قرآن میں یزید پر لعنت کہاں ہے تو امام احمدؒ نے فرمایا فهل عسیتم ان تولیتم الخ میں (ترجمہ) سو اگر تم کنارہ کش ہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کردو۔''

اور نیز مکتوبات ۲۰۳ میں ہے: غرضیکه کفر بریزیداز روایت معتبره ثابت می شود پس اومستحق لعن است اگرچه درلعن گفتن فائده نیست لیکن الحب فی الله والبغض فی الله مقتضی آنست۔ والله اعلم

''غرضکہ یزید پر کفر معتبر روایات سے ثابت ہوتا ہے پس وہ مستحق لعنت ہے اگرچہ لعنت کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے لیکن اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے دشمنی کا مقتضی یہی ہے، واللہ اعلم۔

ان عبارات مذکورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض حضرات کفر کے بھی قائل تھے اور بعض حضرات اکابر دین لعن کو جائز نہیں فرماتے ہیں۔ اس واسطے کہ یزید کے کفر کا حال متحقق نہیں پس وہ قابل لعن نہیں لہذا یزید کو کافر کہنا اور لعن کرنا جائز ہے یا نہیں مدلل ارقام فرمائیں۔

جواب: حدیث صحیح ہے کہ جب کوئی شخص کسی پر لعنت کرتا ہے، اگر وہ شخص قابل لعن کا ہے تو لعن اس پر پڑتی ہے ورنہ لعنت کرنے والے پر رجوع کرتی ہے پس جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہو جائے اس پر لعنت کرنا نہیں چاہئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے لہذا یزید کے وہ افعال ناشائستہ ہر چند موجب لعن کے ہیں مگر جس کو محقق اخبار اور قرائن سے معلوم ہو گیا کہ وہ ان مفاسد سے راضی وخوش تھا اور ان کو مستحسن اور جائز جانتا تھا اور بدون توبہ کے مر گیا تو وہ لعن کے جواز کے قائل ہیں اور مسئلہ یوں ہی ہے اور جو علماء اس میں تردد رکھتے ہیں کہ اول میں وہ مؤمن تھا اس کے بعد ان افعال کا وہ مستحق تھا یا نہ تھا اور ثابت ہوا یا نہ ہوا تحقیق نہیں ہوا، پس بدون تحقیق اس امر کے لعن جائز نہیں، لہذا وہ فریق علماء کا بوجہ حدیث منع لعن مسلم کے لعن سے منع کرتے ہیں اور یہ مسئلہ بھی حق ہے پس جواز لعن اور عدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اور ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے کیونکہ اگر لعن جائز ہے تو لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں لعن نہ فرض ہے نہ واجب نہ سنت نہ مستحب محض مباح ہے اور جو وہ محل نہیں تو خود مبتلا ہونا معصیت کا اچھا نہیں فقط، واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ کتاب ایمان اور کفر کے مسائل، ص: ۳۴۸ تا ۳۵۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یزید کو خلیفہ بنانا:

سوال: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے روبرو یزید پلید کو ولی عہد کیا ہے یا نہیں؟

جواب: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو خلیفہ کیا تھا اس وقت یزید اچھی صلاحیت میں تھا۔ فقط واللہ اعلم

حضرت معاویہؓ کا وعدہ حضرت حسینؓ سے

سوال: جبکہ حضرت معاویہؓ نے حضرت امام حسینؓ سے اقرار نامہ لکھا تھا کہ تا زندگی یزید پلید کو ولی عہد نہ کروں گا پھر حضرت معاویہؓ اپنے قول سے کیوں پھر گئے اور یزید پلید کو کیوں ولی عہد کیا صحابی سے اقرار توڑنا بعید معلوم ہوتا ہے۔ قمار باز اور

شراب خور یزید پہلے ہی سے تھا یا ولی عہدی کے وقت نہ تھا مفصل صحیح کس طور پر ہے؟

جواب: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کوئی وعدہ عہد یزید کے خلیفہ کرنے کا نہیں کیا یہ واہیات وقائع ہیں۔ فقط یزید اول صالح تھا بعد خلافت کے خراب ہوا تھا۔

کیا شمر حافظ قرآن تھا؟

سوال: وعظ میں سنا ہے کہ شمر قاتل امام حسین علیہ السلام بڑا حافظ قرآن تھا بروقت قتل کرنے امام ہمام کے نو سپارہ ذرا دیر میں پڑھ لیے تھے یہ سچ ہے یا غلط؟

جواب: یہ قصہ ڈھکوسلا جہال واعظین کا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ مسائل منثورہ ص: ۵۵۲)

ہدایۃ الشیعہ سے اقتباس

یزید کی امامت اجماعی نہ تھی، خواص نے رد کیا عوام کا اعتبار نہیں۔ مگر جیسا اجماع پانچ پہلوں (یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہم) پر ہوا تھا یزید پر کون سا اجماع اہل حق ہوا تھا وہ تو متغلب بزور ہو گیا تھا، اور اجماع عوام کچھ معتبر نہیں، اس کو اس پر قیاس کرنا کمال بلاوت ہے۔ اس اجماع (اہل حق) کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ (امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے جائز رکھا اس کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے رد کیا" کجا زمین کجا آسمان" ہوش درکار ہے۔

(ہدایۃ الشیعہ، ص: ۹۵)

اب حقیقت خلفاء خمسہ (حضرات ابوبکر و عمر و عثمان و علی و حسن رضی اللہ عنہم) کی اور تغلب یزید پلید مثل آفتاب روشن ہو گیا اگر کور باطن نہ سمجھے تو کسی کا کیا قصور؟

گرنہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راچہ گناہ

(ہدایۃ الشیعہ، ص: ۹۵)

یزید کو کافر کہنے میں احتیاط ہے:

السلام علیکم۔ آپ کا یہ پرچہ آیا بعض ائمہ نے جو یزید کی نسبت کفر سے کف

لسان کیا ہے وہ احتیاط ہے کیونکہ قتل حسین رضی اللہ عنہ کو حلال جاننا کفر ہے، مگر یہ امر کہ یزید قتل کو حلال جانتا تھا محقق نہیں ہے لہذا کافر کہنے سے احتیاط رکھے مگر فاسق بے شک تھا علی ہذا دیگر قتلہ حسین رضی اللہ عنہ کا حال ہے۔

اور جس شخص کو تحقیق ہو گیا ہے کہ اس نے اس فعل کو برا جان کر کیا اور توبہ نہیں کی وہ کافر نہیں کہتے احتیاطاً مگر فاسق پر لعن کرنے کو جائز کہتے ہیں سو یہ مسئلہ تاریخ دانی سے تعلق رکھتا ہے مسئلہ میں سب کو اتفاق ہے۔ فقط والسلام رشید احمد عفی عنہ

(۲۲ محرم بروز جمعہ بنام رفیع اللہ صاحب شاہجہانپوری (فتاوی رشیدیہ ص:۴۹)

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تصریحات سے حسب ذیل امور واضح ہوئے:

(۱) یزید فاسق تھا۔

(۲) اس کے افعال موجب لعن تھے۔

(۳) تغلب یزید پلید مثل آفتاب روشن ہے۔

(۴) یزید پہلے مؤمن تھا بسبب قتل حسین رضی اللہ عنہ کے فاسق ہوا کفر کا حال دریافت نہیں۔

(۵) اس پر جواز لعن کی معقول وجہ ہو سکتی ہے مگر ہم مقلدین کو احتیاط سکوت میں ہے کیونکہ لعن نہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم

حکیم الامت مجدد الملۃ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تصریحات

رفع شبہ در شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ

امداد الفتاویٰ سے اقتباسات

سوال: امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت محض تقلیداً للشیعہ حضرات اہل سنت والجماعت مانتے ہیں یا اس پر کوئی دلیل شرعی بھی ہے، میرے خیال ناقص میں تو اس پر کوئی دلیل شرعی نہیں اور محض شیعوں کی تقلید سے یہ بات مانی جاتی ہے کیونکہ صرف جان دینا

شہادت نہیں بلکہ جان دینا واسطے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے شہادت ہے کما قال علیہ الصلوۃ والسلام من قاتل فی سبیل اللہ لتکون کلمتہ اللہ ھی العلیا۔ اور کربلا کے معرکے میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے وہاں تو صرف یہ بات تھی کہ یزید کے لشکر نے بحکم یزید یہ چاہا کہ آپ یزید کی سلطنت میں داخل ہوجائیں اور یزید کو بادشاہ وقت تسلیم کرلیں مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کو بادشاہ وقتی تسلیم نہیں کیا اور صاف انکار کرکے یہ فرمایا کہ "ماعندی لھذا جواب" پس ایسی صورت میں یزید کے لشکر اگر سیاست سے کام نہیں لیتے تو کیا کرتے کیونکہ اسلام میں بھی تو سیاسی احکام موجود ہیں اور سیاست کا اقتداء تو یہی ہے کہ جو کوئی بادشاہ وقتی کی سلطنت سے انکار کرے اور بادشاہ کا مدمقابل بننا چاہے تو اس کو مار ڈالو چنانچہ صحاح ستہ میں تقریباً انہی الفاظ کی حدیث موجود ہے یعنی جبکہ امر سلطنت کسی ایک پر مجتمع ہو اور سلطنت کی باگ ڈور کسی ایک کے قبضہ میں آوے اور اس کے بعد کوئی دوسرا شخص مدمقابل بننا چاہے تو اس کی گردن مار دو اور اس میں شک نہیں کہ احکام شریعت عام ہیں اہل بیت وغیرہ سب اس میں یکساں شامل ہیں پس اگر یزید کے لشکر نے اس حدیث پر عمل کیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ جو ان کے مدمقابل بننا چاہتے تھے تو انہوں نے جو کیا بے جا کیا؟ کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ سے اسی خیال پر گئے تھے کہ تخت نصیب ہوگا، باوجودیکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ تجربہ کار اصحاب ان کو منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ آپ اہل کوفہ وغیرہ کے خطوط پر اعتماد نہ کیجیے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہیں مانا اور اہل کوفہ نے جو متعدد خطوط انہیں لکھے تھے کہ آپ آیئے جب آپ تشریف لائیں گے تو ہم سب تمہارے ساتھ ہوجائیں گے اور یزیدیوں کو نکال کر آپ کو تخت سلطنت پر بٹھائیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان کے خطوط پر بھروسہ کیا اور گئے، مگر اہل کوفہ نے وفا نہیں کی اور کسی نے ساتھ نہیں دیا اور اس لیے کَوْفِیْ لَایُوْفِیْ مشہور ہے چونکہ یزیدیوں کو خبر لگی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ ہمارے مدمقابل بننے کے لیے آئے ہیں اس لیے انہوں نے یہ چالاکی کی کہ آپ کو کوفہ میں آنے ہی نہ دیا بلکہ راہ میں رُودِفرات کے اُس پار آپ کو روک رکھا طرح طرح کی کوشش کی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کو بادشاہ وقت تسلیم کرلیں اور قتال کی نوبت نہ آئے چنانچہ پانی بند کیا اور قسم قسم کی تکالیف دیں تاکہ امام صاحب کسی طرح مان جائیں

اور قتال کا موقعہ درمیان میں نہ آئے جب یزیدی مجبور ہوئے تو انہوں نے عملاً بالحدیث المذکور سیاست سے کام لیا، پس شہادت کیوں ہوئی؟ اور یہ بھی نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یزید کو بادشاہ وقت تسلیم کرنا ناجائز تھا اس لیے امام حسین رضی اللہ عنہ نے تسلیم نہیں کیا اور جان دے دی کیونکہ یزید کو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بادشاہ وقت مان لیا تھا اور ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جو مرتبے میں بحکم قرآن امام حسین رضی اللہ عنہ سے بڑے تھے۔

قال اللہ تعالیٰ لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل۔ یعنی فتح مکہ سے قبل جنہوں نے جہاد مالی و نفسی کیا ہے ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے ان لوگوں سے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد جہاد مالی و نفسی کیے ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ امام حسن و امام حسین w نے جہاد مالی و نفسی قبل فتح مکہ نہیں کیے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو قبل فتح مکہ کے کم سن بچے تھے پس وہ اصحاب کرامؓ جنہوں نے قبل فتح مکہ کے جہاد مالی و نفسی کیے ہیں بحکم قرآن مرتبے میں بڑھے ہوئے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حضرات صحابہ میں سے بہت سے یزید کی سلطنت میں شامل تھے اور اس کو بادشاہ وقت تسلیم کرلیا تھا اس لیے یہ کہنا بھی غیر ممکن ہے کہ یزید کو بادشاہ وقت ماننا گناہ کبیرہ تھا اور اس حدیث پر "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" امام حسین t نے عمل کیا اور جان دے دی کیونکہ ایسا جانا جائے گا تو ان صحابہؓ پر فسق کا الزام عائد ہوگا جس کو کوئی سنی کہہ نہیں سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ یزید کو بادشاہ وقت تسلیم نہ کرنا گناہ نہ تھا کیونکہ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو فاسق مسلمان مانا جائے گا یا کافر مانا جائے گا اگر کافر مانا جائے گا تو کافر کی اطاعت بھی فی غیر معصیۃ اللہ در وقت مجبوری جائز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاءَ من دون المؤمنین و من یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منھم تقۃ۔ (ترجمہ) نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اس کو اللہ سے کوئی تعلق، مگر اس حالت میں کہ کرنا چاہو تم ان سے بچاؤ۔ (آل عمران آیت: ۲۸)

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ واقعہ کربلا میں یزید کے غلبہ کو دیکھ کر ضرور یہ کہنا صحیح ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس آیت پر عمل کرنا جائز تھا مگر انہوں نے کیوں عمل نہ کیا یہ دوسری بات ہے کہ ان کی شان میں وارد ہے "سیدا شباب اھل الجنة" کیونکہ اس سے اور شہادت سے کوئی تعلق نہیں اور یہ حدیث بھی برتقدیر صحت کے بطور عموم کے قابل نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت سے شاب ہوں گے جو "من انفق من قبل الفتح" میں داخل ہیں پس ان کا مرتبہ یقیناً امام حسین رضی اللہ عنہ سے بڑا ہے اور یہ بھی نہیں کہ شہادت پر اجماع ہے کیونکہ اجماع کے لیے سند درکار ہے (وَاَیْنَ ھُوَ؟) یہ البتہ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے اس لیے انہوں نے جان دے دی مگر اس میں میرا کلام نہیں، میرا کلام تو اس میں ہے کہ ہم لوگ کس دلیل کی بنا پر ان کو شہید سمجھیں گے؟ کیونکہ مجتہد کی غلطی صرف اس کے حق میں کام آنے والی ہے کہ کم از کم ایک اجر ان کو ملا، غیروں کے لیے حجت نہیں جناب کی عادت شریفہ یہ ہے کہ ضرور جواب دیتے ہیں، مگر نہ معلوم کس وجہ سے آپ مجھے جواب نہیں دیتے بہرحال ملتمس ہوں کہ جواب سے ارشاد فرمایئے (بیرنگ ارسال فرمادیجیے) جواب تفصیلی ہوتا کہ دوبارہ تکلیف دینے کی ضرورت نہ پڑے۔

جواب: میں بعض مصلحتوں سے بیرنگ خط بھیجتا نہیں جب آپ کو جواب منگانا ہو ٹکٹ بھیج دیا کیجیے۔

یزید فاسق تھا اور فاسق کی ولایت مختلف فیہ ہے دوسرے صحابہ نے جائز سمجھا حضرت امام نے ناجائز سمجھا اور گو اِکراہ میں اِنقیاد جائز تھا مگر واجب نہ تھا اور متمسک بالحق ہونے کے سبب یہ مظلوم تھے اور مقتول مظلوم شہید ہوتا ہے شہادت غزوہ کے ساتھ مخصوص نہیں بس ہم اسی بنائے مظلومیت کی بنا پر ان کو شہید مانیں گے، باقی یزید کو اس قتال میں اس لیے مظلوم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مجتہد سے اپنی تقلید کیوں کراتا تھا۔ خصوص جبکہ حضرت امام آخر میں فرمانے بھی لگے تھے کہ میں کچھ نہیں کہتا: اس کو تو

عداوت ہی تھی چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے قتل کی بنا یہی تھی۔ (۱) (مسائل شتی)

اور مسلط کی اطاعت کا جواز الگ بات ہے مگر مسلط ہونا کب جائز ہے، خصوص نااہل کو اس پر خود واجب تھا کہ معزول ہو جاتا پھر اہل حل وعقد کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔ (۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ تتمہ خامسہ ص: ۵۱) (از امداد الفتاوی جلد چہارم ص: ۴۶۳ تا ص ۴۶۵)

سوال: یزید کو لعنت بھیجنا چاہیے یا نہیں، اگر بھیجنا چاہیے تو کس وجہ سے اور اگر نہ بھیجنا چاہیے تو کس وجہ سے؟ بینوا توجروا

جواب: یزید کے بارہ میں علماء قدیما وحدیثاً مختلف رہے ہیں بعض نے تو اس کو مغفور کہا ہے بدلیل حدیث صحیح بخاری: ثم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم مختصرا من حدیث الطویل بروایته ام حرام۔ قال القسطلانی کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویه ومعه جماعة من سادات الصحابة کابن عمر وابن عباس وابن الزبیر وابی ایوب الانصاری وتوفی بها ابو ایوب سنة اثنتین وخمسین من الهجرة کذا قاله فی خیر الجاری وفی الفتح قال المهلب فی هذا الحدیث منقبة لمعاویة لانه اول من غزا البحر ومنقبة لولده لانه اول من غزا مدینة قیصر۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں پہلا وہ لشکر جو مدینہ قیصر

---

(۱) جیسا کہ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز نے خود بہشتی زیور حصہ آٹھ، صفحہ ۴۷ پر (ملاحظہ فرمائیں اصلی مدلل ومکمل بہشتی زیور مع بہشتی گوہر طبع کتب خانہ اصلی بہشتی زیور ناظم آباد کراچی ۱۳۸۳ھ) بری عورتوں کے تذکرے میں جعدہ بنت اشعث کے تذکرے کے ذیل میں لکھا ہے: یہ حضرت امام حسنؓ کی بیوی ہے۔ یہ ایسی ڈوبی کہ یزید جو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا دشمن تھا اس کے بہکانے سے اپنے ایسے پیارے مقبول خاوند کو زہر دیا۔ یزید کم بخت نے اس بدبخت کو یہ پیغام دیا تھا کہ تجھ سے نکاح کرلوں گا اور ایک لاکھ درہم دوں گا۔ جب زہر دیا گیا اس کی تیزی سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی آنتیں اور کلیجہ کٹ کٹ کر دستوں کی راہ نکل گیا اور چالیس روز یہی تکلیف اُٹھا کر انتقال فرمایا۔ اس وقت اس عورت نے یزید کو کہلا بھیجا کہ اب وعدہ پورا کرو اس نے صاف جواب دیا کہ میں تجھ کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا۔ غرض بدنصیب کو گناہ کا گناہ ہوا اور دنیا کی مراد بھی پوری نہ ہوئی۔ (ض۔ح)

(روم) پر لشکر کشی کرے گا بخشا ہوا ہوگا۔ (یہ حضرت اُم حرام کی روایت کردہ طویل حدیث کا اختصار ہے) چنانچہ قسطلانی (شارح بخاری) فرماتے ہیں کہ مدینہ قیصر پر پہلا لشکر کشی کرنے والا یزید بن معاویہ ہے اور اس کے ساتھ کبار صحابہ کی جماعت تھی جیسے ابن عمر، ابن عباس ابن زبیر اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا تو اسی مقام پر ۵۲ھ میں وصال ہوا۔ اسی طرح خیر جاری میں ہے اور فتح الباری میں ہے مہلب کہتے ہیں کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کیونکہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے بحری جنگ کی اور ان کے بیٹے کی بھی منقبت ہے اس لیے کہ وہی ہے جس نے پہلے پہل مدینہ قیصر پر لشکر کشی کی۔

اور بعضوں نے اس کو ملعون لکھا ہے (لقولہ تعالیٰ) کیونکہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو افی الارض وتقطعوا ارحامکم اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم۔ پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطعی کرو اپنی قرابتیں یہ ایسے لوگ ہیں جن پر لعنت کی اللہ نے پھر کر دیا ان کو بہرا اور اندھی کر دیں ان کی آنکھیں۔ (پارہ ۲۶ سورہ محمد آیت ۲۳)

فی التفسیر المظھری قال ابن الجوزی انہ روی القاضی ابویعلی فی کتابہ (معتمد الاصول) بسندہ عن صالح بن احمد بن حنبل انہ قال قلت لابی یاابت یزعم بعض الناس انا نحب یزید بن معاویۃ فقال احمدیابنی ھل یسوغ لمن یؤمن باللہ ان یحب یزید ولم لایلعن رجل لعنہ اللہ فی کتابہ قلت یاابت این لعن اللہ یزید فی کتابہ قال حیث قال فھل عسیتم..... الایۃ

چنانچہ تفسیر مظہری میں ہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قاضی ابویعلیٰ نے اپنی کتاب معتمد الاصول میں اپنی سند کے ساتھ جو صالح بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے ہے، روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے عرض کیا کہ ابا جان بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم یزید بن معاویہ سے محبت کرتے ہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بیٹے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اس کو یہ بات زیب دیتی ہے کہ یزید بن معاویہ سے دوستی رکھے؟ اور ایسے شخص پر کیونکر لعنت نہ کی جائے جس پر خود حق تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت

فرمائی ہے میں نے کہا ابا جان! اللہ نے اپنی کتاب میں یزید پر کہاں لعنت کی ہے؟ فرمایا اس موقع پر جہاں یہ ارشاد ہے فھل عسیتم۔

مگر تحقیق یہ ہے کہ چونکہ معنی لعنت کے ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا اور یہ ایک امر غیبی ہے جب کہ شارع بیان نہ فرمائے کہ فلاں قسم کے لوگ یا فلاں شخص خدا کی رحمت سے دور ہے کیونکر معلوم ہوسکتا ہے اور تتبع کلام شارع سے معلوم ہوا کہ نوع ظالمین وقاتلین پر تو لعنت وارد ہوئی ہے کما قال تعالیٰ :الا لعنة الله على الظٰلمين۔

''سن لو پھٹکار ہے اللہ کی ناانصاف لوگوں پر'' (ہود: پ:۱۲)

ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزآؤ ہ جهنم خالدافيهاو غضب الله عليه ولعنه واعدله عذابا عظيما۔ (اور فرمایا) جو کوئی قتل کرے کسی مسلمان کو جان کر اس کی سزا دوزخ ہے، پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔ (النساء: پ:۵)

پس اس کی تو ہم کو بھی اجازت ہے، اور یہ علم اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کون اس نوع میں داخل ہے اور کون خارج ؟ اور خاص یزید کے باب میں کوئی اجازت منصوصہ ہی نہیں پس بلا دلیل اگر دعوی کریں کہ وہ خدا کی رحمت سے دور ہے اس میں خطر عظیم ہے البتہ اگر نص ہوتی تو مثل فرعون، ہامان وقارون وغیرہم کے لعنت جائز ہوتی، واذلیس فلیس (جب نص نہیں تو لعنت نہیں) اگر کوئی کہے کہ جیسے کسی شخص معین کا ملعون ہونا معلوم نہیں تو کسی خاص شخص کا مرحوم ہونا بھی تو معلوم نہیں، پس صلحاء، مظلومین کے واسطے رحمۃ اللہ علیہ کہنا کیسے جائز ہوگا کہ یہ بھی اخبار عن الغیب بلا دلیل ہے؟

جواب یہ ہے کہ رحمۃ اللہ علیہ سے اخبار مقصود نہیں بلکہ دعا مقصود ہے اور دعا کا مسلمانوں کے لیے حکم ہے۔ اور لعن اللہ میں یہ نہیں کہہ سکتے اس واسطے کہ وہ بددعا ہے اور اس کی اجازت نہیں۔ فافھم

اور آیت مذکورہ میں نوع مفسدین وقاطعین پر لعنت آئی ہے اس سے لعن یزید پر کیسے استدلال ہوسکتا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جو استدلال فرمایا ہے اس میں تاویل کی جائے گی یعنی ان کان منهم (اگر یزید ان میں سے ہو) یا مثل اس

کے لحسن الظن بالمجتهد البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قاتل وآمر وراضی بقتل حسین رضی اللہ عنہ پر وہ لعنت بھی مطلق نہیں بلکہ ایک قید کے ساتھ یعنی اگر بلاتوبہ مرا ہو، اس لیے کہ ممکن ہے ان سب لوگوں کا قصور قیامت میں معاف ہوجائے کیونکہ ان لوگوں نے کچھ حقوق اللہ تعالیٰ کے ضائع کیے اور کچھ ان بندگان مقبول کے۔ اللہ تعالیٰ تو تواب اور رحیم ہے ہی یہ لوگ بھی بڑے اہل ہمت اور اولوالعزم تھے۔ کیا عجب کہ بالکل معاف کردیں بقول مشہور ع

صد شکرکه هستیم میان دوکریم

پس جب یہ احتمال قائم ہے تو ایک خطر عظیم میں پڑنا کیا ضرور۔

یزید کو بلانص صریح مغفور کہنا بھی سخت نادانی ہے:

رہا استدلال حدیث مذکور سے تو وہ بالکل ضعیف ہے کیونکہ وہ مشروط ہے بشرط وفات علی الایمان کے ساتھ اور وہ امر مجہول ہے۔ چنانچہ قسطلانی میں بعد نقل قول مہلب کے لکھا ہے: وتعقبه ابن التين وابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله فى ذلك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله عليه السلام مغفور لهم مشروط بان يكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزا بعد ذلك لم يدخل فى ذلك العموم اتفاقا فدل على ان المراد مغفور لهم لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم۔ (حاشیہ بخاری: ج،۱،ص،۴۱۰، مطبوعہ احمدی)

''اور ابن التین اور ابن المنیر نے مہلب کے بیان پر اعتراض کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کے عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی خاص دلیل کی بنا پر وہ اس عموم سے خارج نہ ہو۔ اب اہل علم کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ حدیث پاک میں جو مغفرت کا وعدہ ہے وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ لوگ مغفرت کے اہل بھی ہوں چنانچہ ظاہر ہے کہ اس غزوہ میں شریک ہونے والا اگر کوئی شخص اس کے بعد مرتد ہوگیا تو وہ بالاتفاق اس مغفرت کے عموم میں داخل نہ ہوگا جس سے معلوم ہوا کہ مغفرت کی شرط موجود ہو (اور جس میں یہ شرط مفقود ہو وہ اس

مغفرت میں داخل نہ ہوگا)۔"

پس توسط اس میں یہ ہے کہ اس کے حال کو مفوض بعلم الٰہی کرے اور خود اپنی زبان سے کچھ نہ کہے لان فیہ خطرا (کیونکہ اس میں خطرہ ہے) اور کوئی اس کی نسبت کچھ کہے تو اس سے کچھ تعرض نہ کرے لان فیہ نصرا (کیونکہ اس میں یزید کی حمایت ہے) اس واسطے خلاصہ میں لکھا ہے:

انہ لاینبغی اللعن علیہ ولا علی الحجاج لان النبی علیہ السلام نھی عن لعن المصلین ومن کان من اھل القبلۃ ومانقل من النبی علیہ السلام من اللعن لبعض من اھل القبلۃ فلما انہ یعلم من احوال الناس مالا یعلمہ غیرہ۔

"یزید اور حجاج پر لعنت مناسب نہیں کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نمازیوں اور اہل قبلہ پر لعن کرنے سے روکا ہے اور جو نبی علیہ السلام سے بعض اہل قبلہ پر لعن منقول ہے وہ تو محض اس وجہ سے ہے کہ آپ لوگوں کے حالات کے ایسے جاننے والے تھے جو دوسرے نہیں جانتے۔"

اور احیاء العلوم ج ثالث باب آفۃ اللسان ثامنہ میں لعنت کی خوب تحقیق لکھی ہے خوف تطویل سے عبارت نقل نہیں کی گئی۔ من شاء فلیراجع الیہ۔

اللّٰھم ارحمنا ومن مات ومن یموت علی الایمان واحفظنا من آفات القلب واللسان یارحیم یارحمن۔ (امداد الفتاوی جلد خامس ص: ۴۲۵ تا ۴۲۷)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ:

(۱) یزید فاسق تھا۔

(۲) اس کو اہل بیت سے عداوت تھی چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دے کر قتل کرنے کی بنا بھی یہی تھی۔

(۳) یزید پر واجب تھا کہ خود معزول ہو جاتا تاکہ اہل حل وعقد اس کی جگہ کسی اہل کو خلیفہ بناتے۔

(۴) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید مظلوم تھے۔

(۵) اس کو مغفور کہنا سخت زیادتی ہے کیونکہ اس میں کوئی تصریح نہیں۔

(۶) توسط اس میں یہ ہے کہ اس کے حال کو مفوض بعلم الٰہی کرے اور خود اپنی زبان سے کچھ نہ کہے کیونکہ اس میں خطرہ ہے اور کوئی اس کی نسبت کچھ کہے تو اس سے تعرض نہ کرے کیونکہ اس میں یزید کی حمایت ہے۔

۞۞۞

مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی تصریحات

کفایت المفتی سے اقتباسات

سوال: کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعد میرے بارہ خلیفہ ہوں گے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ان کے نام تحریر فرما دیں۔ دوسرے یہ کہ یزید بن معاویہ کو کافر یا ملعون کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ (المستفتی ۲۴۰۷ عبدالغفار مالیر کوٹلہ) (۵ رجب ۱۳۵۷ھ یکم ستمبر ۱۹۳۸ء)

جواب: بارہ خلیفوں والی روایات صحیح ہیں مگر ان کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ نے بارہ خلیفوں تک اسلام کی قوت وشوکت قائم رہنے کی خبر دی ہے۔ مطلب یہ نہیں کہ بارہ خلیفہ خلفائے راشدین ہوں گے، خلافت راشدہ یا خلافت نبوت کی مدت تو تیس سال تک بیان فرمائی ہے۔

یزید بن معاویہ کو کافر وملعون کہنے والے خاطی ہیں اس کو کافر کہنا بھی نہیں چاہیے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی) (کفایت المفتی کتاب العقائد ج:۱، ص:۱۳۲)

سوال: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت غصب خلافت کا الزام نیز یزید کو آپ کا ولی عہد سلطنت باوجود اس کے فسق وفجور کے بنانا جس کو بعض سنی بھی کہتے ہیں۔ کس حد تک صحیح ودرست ہے؟ (المستفتی سید خلیل حیدر۔ کانپور) (۵ صفر ۱۳۵۶ھ)

جواب: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور اس کے بعد وہ جائز طور پر خلافت کے حامل تھے۔ انہوں نے یزید کے لیے بیعت لینے

میں غلطی کی کیونکہ یزید سے بہتر اور اولیٰ وافضل افراد موجود تھے لیکن اس غلطی کے باوجود یزید کے اعمال وافعال کی ذمہ داری ان پر عائد نہ ہوگی کیونکہ اسلام اور قرآن پاک کا اصول ہے لاتزروازرۃ وزراخری اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی اور درشتی نہیں کرنا چاہیے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی)

(کفایت المفتی ص:۲۲۸، ج:۱)

سوال: جنگ کربلا جہاد تھا یا کوئی سیاسی جنگ تھی؟

جواب: جنگ کربلا یزید کی طرف سے محض سیاسی تھی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی سیاست حقہ کا پہلو غالب تھا مسلمانوں اور کافروں کی جنگ نہ تھی مسلمانوں مسلمانوں ہی کی باہمی لڑائی تھی۔ ایک فریق باطل پر تھا اور اس کی طرف سے انتہائی ظلم وفساد اور خونخواری کا مظاہرہ ہوا اور امام مظلوم کی طرف سے حقانیت، مظلومیت اور صبر ورضا کا انتہائی درجہ ظہور میں آیا۔ (محمد کفایت کان اللہ لہ۔ دہلی)

(کفایت المفتی ج:۱، ص:۲۸۷)

سوال: قاتلان حسین رضی اللہ عنہ اور یزید پلید کو گالیاں دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: قاتلان حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق اتنا کہنا تو جائز ہے کہ انہوں نے بہت بڑا گناہ اور ظلم کیا مگر گالیاں دینا درست نہیں اور لعنت کرنا جائز نہیں۔ المؤمن لایکون لعانا۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی) (کفایت المفتی ص:۲۸۸، ج:۱)

سوال: ایک روز چند اشخاص اہل السنت والجماعت کے ایک جگہ بیٹھے تھے اس میں تذکرہ مذہب کا تھا تفضیل الشیخین پر فریقین متفق ہیں۔

(۱) احمد کا دعوٰی ہے کہ اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اعلیٰ ہے محمود کا دعوٰی ہے کہ صحابہؓ کی شان آل بیت اطہارؓ سے بڑھی ہوئی ہے اور یہ کہ صحابہؓ کی شان میں حدیث آئی ہے کہ جو کوئی ان کی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا اس کے علاوہ قرآن کی آیت سے بھی ان کے شان ومرتبہ کا پتہ چلتا ہے احمد نے کہا کہ اہل بیت کی شان میں بھی حدیثیں آئی ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں دو چیزیں اپنے بعد موجب نجات اپنی امت میں چھوڑے جاتا ہوں، ان میں سے ایک قرآن پاک اور دوسری

اہل بیت ہے جو ان دونوں کو اختیار کرے گا نجات پائے گا محمود نے کہا کہ وہ حدیث جو صحابہؓ کی شان میں ہے اس کے مقابل میں اہل بیتؓ کی شان کی حدیث نہیں ہے۔

(۲) اسی مجلس میں ذکر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا آیا، اس پر محمود نے کہا کہ وہ عشرہ مبشرہ میں ہیں۔ احمد نے کہا کہ مجھے عشرہ مبشرہ کی تو تحقیق نہیں لیکن آپ صحابی ضرور ہیں مگر آپ سے کچھ غلطی ہوئی چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے تحفہ اثنا عشریہ میں لکھا ہے کہ ان سے خطا ضرور ہوئی۔ محمود نے کہا کچھ بھی ہو لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا درجہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسین علیہ السلام یعنی اہل بیت سے بڑھا ہوا ہے براہ کرم اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

(۳) بعدہٗ ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسا اعتراض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایمان پر بھی ہے کیونکہ وہ نابالغی کی حالت میں ایمان لائے تھے نابالغی کے ایمان اور فعل کا اعتبار نہیں ہے۔

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ پر کن کن صحابہؓ کو فضیلت ہے؟

(۵) ایک بار تذکرہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا آیا تو کسی نے کہا کہ ان کی شہادت تو مروان کے فعل سے ہوئی جیسا کہ مشہور ہے کہ فاقبلو الکی جگہ فاقتلو الکھ دیا جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو خبر ملی کہ دشمنوں نے حضرت خلیفہ سوم کے مکان کو گھیر لیا ہے اور حملہ آور ہیں تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو مسلح کر کے بھیجا اور سمجھا دیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے آزار سے بچانا اس پر محمود نے کہا کہ یہ کام حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا صرف دکھانے کا تھا حقیقۃً ان کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حفاظت منظور نہ تھی۔

حضرات علماء کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ کیا واقعی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ظاہر کچھ تھا اور باطن کچھ؟ (المستفتی شیخ شفیق احمد ضلع مونگر)

(۷ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ/۹ جولائی ۱۹۳۵ء)

جواب: صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان بھی رفیع اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کی شان بھی بہت بلند ہے اہل بیت میں داخل ہونے کا شرف جدا ہے اور فضیلت صحبت جدا ہے۔ دونوں کے متعلق صحیح حدیثیں موجود ہیں جن لوگوں کو دونوں شرف حاصل ہوئے یعنی وہ اہل

بیت میں بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں جیسے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما، ان کی فضیلت دونوں جہت سے ثابت ہے اور جو اہل بیت میں شامل ہیں مگر صحابی نہیں ہیں ان کو ایک شرف حاصل ہے دوسرا نہیں جو صحابی ہیں مگر اہل بیت میں شامل نہیں ان کو بھی ایک شرف حاصل ہے دوسرا نہیں، اس کے بعد علم وتقوی اور دیگر صفات کی وجہ سے فضیلت کے مراتب کم وبیش ہوتے ہیں اس لیے اس بارہ میں اسی قدر اعتقاد پر اکتفا کرنا اسلم ہے، شیخین کی فضیلت کلیہ باوجود اہل بیت میں داخل نہ ہونے کے صرف صحابی ہونے کی بنا پر نہیں بلکہ ان کے اوصاف کاملہ علم وتقوی اور خدمات دینیہ کی بنا پر ہے جن میں وہ خاص امتیازی شان رکھتے ہیں۔

(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہیں عشرہ مبشرہ میں داخل نہیں ہیں اور یہ کہنا بھی درست نہیں کہ وہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں ان کے لیے وہ مناقب جو احادیث میں آئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی تھے اور حضور نے ان کو اپنا کرتہ مرحمت فرمایا تھا اور دعا دی تھی، اور ان کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (آگے کچھ عبارت رجسٹر میں منقول نہیں)

(۳) یہ اعتراض مہمل اور لغو ہے یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فطری اور طبعی صلاحیت کی دلیل ہے کہ بچپنے میں ہی ان کو معرفت حق اور قبول صداقت کی توفیق مبداء فیاض سے عطا ہوئی تھی۔

(۴) ترتیب فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہم، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، ان تینوں کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی صحابہ سے افضل ہیں۔

(۵) یہ خیال کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صرف دکھاوے کے لیے حضرت حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کو بھیجا تھا حفاظت منظور نہ تھی بدگمانی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے ایسی بدگمانی کرنا مناسب نہیں۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ دہلی)

(کفایت المفتی ج ۲ ص ۱۳۰ تا ۱۳۲)

حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کی تصریحات سے حسب ذیل امور واضح ہوئے۔

(۱) یزید خلیفہ راشد نہ تھا مگر اس کو کافر نہیں کہنا چاہیے اور نہ ملعون۔

(۲) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے لیے بیعت لینے میں (اجتہادی) غلطی کی کیونکہ یزید سے بہتر واولیٰ وافضل افراد موجود تھے۔ بایں ہمہ ان کی شان میں گستاخی سے پرہیز لازم ہے۔

(۳) جنگ کربلا یزید کی طرف سے محض سیاسی تھی۔

(۴) قاتلان حسین رضی اللہ عنہ نے بہت بڑا گناہ اور ظلم کیا۔

(۵) حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما اہل بیت ہونے کے ساتھ ساتھ صحابی رسول بھی ہیں۔

(۶) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

واللہ سبحانہ اعلم۔

امام العصر خاتم، المحدثین والمفسرین، زبدۃ الفقہاء والمتکلمین مولانا السید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کی تصریح

قولہ عمرو بن سعید الخ لایتمسک بقولہ ھذا فانہ عامل یزید ویزید فاسق بلاریب وفی شرح الفقہ الاکبر لملا علی القاری روی عن احمد بن حنبل ان یزید کافر وکان عمر وبن سعید جمع العساکر لیکز علی ابن الزبیر معاونا لیزید علی عبداللہ بن الزبیر۔

(عرف الشذی علی جامع الترمذی) (باب ماجاء فی حرمۃ مکۃ: ص، ۳۳۲، مطبع قاسمیہ دیوبند)

عمرو بن سعید الخ اس کے قول سے احتجاج درست نہیں کیونکہ یہ شخص یزید کا عامل تھا اور یزید بلاشبہ فاسق تھا اور شرح فقہ اکبر مصنفہ ملا علی قاری رحمہ اللہ میں ہے کہ امام

احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ یزید کافر ہے اور عمرو بن سعید نے تمام لشکروں کو جمع کیا تاکہ یزید کی طرفداری میں عبداللہ بن زبیر پر لشکر کشی کرے۔

حضرت شاہ کشمیری قدس اللہ سرہ و برد مضجعہ کی تصریح سے معلوم ہوا کہ عمرو بن سعید کے اس قول سے محض اس لیے احتجاج درست نہیں کہ وہ یزید جیسے شخص کا مقرر کردہ عامل تھا جس کے فسق میں ذرا بھی شک نہیں۔

گویا حضرت شیخ اجل کے نزدیک بھی فسقِ یزید نا قابلِ تردید ہے۔

۞۞۞

شیخ العرب والعجم

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کی تصریحات

مکتوبات شیخ الاسلامؒ سے اقتباسات:

۱۔ اس کے فسق و فجور کا اعلانیہ ظہور ان (حضرت امیر معاویہ ؓ) کے سامنے نہ ہوا تھا اور خفیہ جو بداعمالیاں وہ کرتا تھا اس کی اطلاع ان کو نہ تھی۔

(ص:۲۵۰، ج:۱ مکتبہ دینیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

۲۔ پھر یزید کا بعد از ظہور فسق و فجور وہ حال ہی نہیں رہا تھا جو ابتداء میں تھا یعنی اس کے اعمال شنیعہ درجۂ کفر کو اگر پہنچ گئے تھے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ اور ایک جماعت کی رائے ہے تب تو وہ یقیناً معزول عن الخلافۃ ہو ہی گیا تھا۔ اب امام حسین رضی اللہ عنہ کا ارادہ جنگ خروج ہی نہیں شمار ہو سکتا اور اس کی حرکات ناشائستہ درجہ کفر کو پہنچی تھیں (جیسا کہ جمہور کا قول ہے) تو اول یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے ممکن ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی رائے یہی ہو جو کہ حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے موافقین کی ہے علاوہ ازیں فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول ہو جاتا ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ اُس وقت تک مجمع علیہ نہیں ہوا تھا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین کی رائے یہ تھی کہ وہ معزول

ہوگیا اور اس بنا پر اصلاح امت کی غرض سے انہوں نے جہاد کا ارادہ فرمایا۔ پھر باوجود اس کے خلع کا مسئلہ تو آج بھی متفق علیہ ہے یعنی اگر خلیفہ نے ارتکاب فسق کیا تو اصحاب قدرت پر اس کو عزل کر دینا اور کسی عادل متقی کو خلیفہ کرنا لازم ہو جاتا ہے بشرطیکہ اس کے عزل اور خلع سے مفاسد مصالح سے زائد نہ ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور ان کے اتباع کی رائے میں مفاسد زیادہ نظر آئے، وہ اپنی بیعت پر قائم رہے اور اہل مدینہ نے عموماً بعد از بیعت اور واپسی وفد از شام ایسا محسوس نہیں کیا اور سبھوں نے خلع کیا جس کی بنا پر وہ قیامت خیز واقعہ حرہ نمودار ہوا جس سے مدینہ منورہ اور مسجد نبوی اور حرم محترم کی انتہائی بے حرمتی اور تذلیل ہوئی۔ کیا مقتولین حرہ کو شہید نہیں کہا جائے گا۔

پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اہل کوفہ کے مواعید پر مطمئن ہوئے بالخصوص حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے خطوط کے بعد جن میں پورا اطمینان اہل کوفہ کی طرف سے دلایا گیا تھا اس لیے ان کا ارادہ جہاد یقیناً صحیح تھا اور خلع کرنے اور خروج کرنے میں کسی طرح باغی قرار نہیں دیے جاسکتے ان کو صاف نظر آرہا تھا کہ اس حالت میں مفاسد کا قلع قمع ہو جائے گا اور خلل بہت کم ہوگا۔ اپنی ظفر مندی کے لیے متیقن تھے۔ پھر آپ اس کو بھی نظر انداز نہ فرمائیں کہ اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ میدان کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوگیا کہ اہل کوفہ نے غدر کیا ہے اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور یزید کی فوج یہاں آپہنچی ہے تو یہ کہلا بھیجا کہ میں کوفہ نہیں جاتا اور نہ تم سے لڑنا چاہتا ہوں مجھ کو مکہ معظمہ واپس جانے دو، دشمن اس پر راضی نہ ہوا اور اصرار کیا کہ اس کے ہاتھ پر یزید کے لیے بیعت کریں آپ نے فرمایا کہ اگر مکہ معظمہ واپس نہیں جانے دیتے تو مجھ کو چھوڑ دو کسی دوسری طرف چلا جاؤں گا وہ اس پر راضی نہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھے یزید کے پاس لے چلو میں خود اس سے گفتگو کرلوں گا وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور جنگ یا بیعت پر مصر رہا، یہ تاریخی واقعہ بتلاتا ہے کہ حضرت امام رضی اللہ عنہ ہر طرح مجبور و مظلوم قتل کیے گئے ہیں اگر اس کے بعد بھی شہادت میں کلام کیا جائے تو تعجب خیز نہیں تو کیا ہے۔ (ص:۲۶۸و۲۶۹)

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی تصریحات سے مندرجہ ذیل اُمور واضح ہوئے۔

(۱) یزید کا فسق ظاہر ہونے کے بعد پہلے جیسا حال نہ رہا۔

(۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہید مظلوم ہیں۔

(۳) حضرت شیخ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے موقف کی وضاحت انتہائی جامعیت اور اختصار سے فرمادی ہے کہ کوئی منصف مزاج جو ذرا بھی بصیرت رکھتا ہو مزید اس پر اعتراض نہیں کرسکتا جس کا حاصل یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ اکابر کے قول کے مطابق اگر یزید کا فسق و فجور درجہ کفر تک پہنچ گیا تھا تو پھر وہ معزول ہوگیا جس کی بنا پر اس کے خلاف قتال کرنا جائز تھا بصورت دیگر اگر اس کے کرتوت درجہ کفر تک نہیں پہنچے تھے تو اس صورت میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے یہ تھی کہ وہ اس صورت میں بھی قابل عزل ہے جس کے بعد قتال جائز ہے۔

ایک تیسری صورت بھی ہوسکتی ہے کہ بوجہ فسق کے اس کو معزول کرنا اور خلع بیعت ضروری تھا لیکن یہ مشروط ہے فتنہ و فساد نہ ہونے کے ساتھ ایسی صورت میں جبکہ اتنی پیچیدگیاں موجود تھیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتہاد میں اختلاف ہونا ناگزیر تھا حضرت امام مظلوم رضی اللہ عنہ اپنے خاص موقف کی بنا پر شہید ہوئے تھے۔

علماء اہل سنت کے اُقوال میں جو اختلاف نظر آتا ہے وہ درحقیقت مبنی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین اجتہادی اختلاف پر، لیکن یہاں یہ بات واضح طور پر ذہن میں رہنی چاہیے کہ صحابہ کا اختلاف اس بنا پر نہیں ہوا تھا کہ ان میں سے بعض یزید کو صالح اور عادل سمجھتے تھے اور بعض فاسق و فاجر، وجہ یہ ہے کہ جن صحابہؓ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے خلاف جنگ سے روکا تھا انہوں نے یہ کہہ کر نہیں روکا تھا کہ چونکہ یزید ایک صالح اور عادل شخص ہے لہٰذا آپ اس کی مخالفت ترک کردیں بلکہ انہوں نے تفریق بین المسلمین کے اندیشہ سے منع کیا، یا اہل کوفہ پر بوجہ کوفی لایوفی کے عدم اعتماد کا اظہار کیا تھا اس لیے ان کو روکنا چاہتے تھے تاکہ نقصان نہ اٹھائیں۔ واللہ اعلم!

سند العلماء مفتی اعظم ہند وصدر مفتی دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

حکم لعنت یزید

سوال :گروھے می گوید که یزید حاکم ووالی مسلمیٰ به بیعت اکثر اهل اسلام مقرر شده بودواگر چه فسق وفجور وی معروف است لیکن والی ازفسق معزول نمی شود وگروھے دیگر می گویدکه اگر دراول امر ولایت وامارت وے تسلیم هم کرده شودتاهم چون عامه مسلمین ازطاعت وے برآمد ندوخلع بیعت اوکردندا ووالی ایشان نماندوبوجه آن افعال شنیعه که ازو صادر شده اندلعنت بروے جائز است پس فیصلهء شمادرین باب چیست؟

یزید پر لعنت کا حکم :

سوال : ایک گروہ کہتا ہے کہ یزید حاکم اور والی مسلمانان اکثر اہل اسلام کی بیعت سے مقرر ہوا تھا، اگر چہ اس کا فسق وفجور معروف ہے لیکن حاکم فسق سے معزول نہیں ہوتا۔ اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اگر چہ شروع شروع میں اس کی ولایت وامارت تسلیم کرلی گئی تھی تاہم چونکہ عام مسلمانوں نے اس کی اطاعت سے عدول کیا تھا اور خلع بیعت کردی تو وہ ان کا والی نہ رہا اور اس وجہ سے کہ برے اَفعال اس سے صادر ہوئے اس پر لعنت کرنا جائز ہے لہٰذا آپ لوگوں کا فیصلہ اس بارہ میں کیا ہے؟

جواب: راجح عنداهل السنة والجماعة عدم تكفير وعدم لعن يزيداست اگرچه درظلم وجوروتعدی وفسق اوکلام نیست لیکن این امور موجب کفروارتداداونمی تواندشدواگرباشدتاوقتیکه یقین اوحاصل نه شود تکفیر نبایدکرد" والحق ماقاله ابن الحاج ونقل عنه فی شرح الفقه

الاکبر وحقیقة الامر التوقف فیه ومرجع امره الی الله سبحانه" واین توقف هم حکم عدم تکفیر وعدم لعن می کند وقصه خلافت دیگر است خلیفه از فسق معزول نمی شود۔ پس درین چنین مسائل مختلف فیها نزاع وجدال مناسب شان علماء نیست وسکوت بهتر است۔

جواب :اہل السنۃ والجماعت کے نزدیک راجح عدم تکفیر اور عدم لعن ہے اگرچہ اس کے ظلم وجور اور تعدی وفسق میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن یہ امور موجب کفر وارتداد نہیں ہوسکتے اگر یہ امور موجب کفر وارتداد بھی ہوجائیں تو جب تک اس کا یقین نہ ہوجائے تکفیر نہیں کرنی چاہیے اور جو کچھ ابن امیر الحاج نے کہا بالکل حق ہے اور شرح فقہ اکبر میں نقل کیا کہ حق بات تو یہ ہے کہ اس بارہ میں توقف کیا جائے اور اس کا معاملہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سپرد ہے اور یہ توقف بھی عدم تکفیر اور عدم لعن کا حکم کرتا ہے اور خلافت کا قصہ دوسرا ہے کہ خلیفہ فسق سے معزول نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک معزول ہوجاتا ہے لہٰذا ان جیسے مختلف فیہ مسائل میں جنگ وجدال علماء کی شان کے مناسب نہیں بلکہ سکوت بہتر ہے۔

فقط بندہ عزیز الرحمن مفتی دارلعلوم دیوبند

(فتاویٰ دارلعلوم دیوبند ۸۔۷ ج:۱، طبع کتب خانہ عزازیہ دیوبند)

مفتی عزیز الرحمنؒ کے فتویٰ سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوئے:

(۱) یزید کے ظلم جور وتعدی وفسق میں کوئی کلام نہیں بایں ہمہ لعنت توقف بہتر ہے۔

(۲) اس قسم کے مختلف فیہ مسائل میں جنگ وجدال علماء کی شان کے مناسب نہیں۔

احتیاط (لعنت پر) سکوت میں ہے۔ نہ یزید کی حمایت میں سرگرم ہونا چاہیے اور نہ ہی اس پر لعنت اور طعن وتشنیع کو اپنا شعار بنانا چاہیے، لیکن اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ قابل لعنت نہیں۔ (ضیاء)

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کی تصریحات

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ نے ۲۸/ جون ۱۹۳۹ء کو لالہ موسیٰ میں ایک تقریر کی تھی جس پر آپ کے خلاف گورنمنٹ برطانیہ کی بغاوت کا جھوٹا مقدمہ قائم کیا گیا تھا۔ اس میں سرکاری رپورٹر لدھا رام اپنی شہادت سے منحرف ہو گیا تھا، جس سے جھوٹی رپورٹ لکھوائی گئی اس لیے ہائی کورٹ نے آپ کو بتاریخ ۵/ اپریل ۱۹۴۰ء بری کر دیا۔ لاہور ہائی کورٹ میں چیف جسٹس کے ایک سوال پر آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ:

''آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو یزید اور انگریزوں کو حسین کہا۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا نہ ہی میں برداشت کر سکتا ہوں کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید کہے۔''

(مقدمات امیر شریعت ص: ۲۵۷، مرتبہ ابن امیر شریعت سید عطاء المنعم بخاری صاحب)

امیر شریعت اپنی ایک فارسی نظم میں لکھتے ہیں:

هر که بد گفت خواجهٔ مارا
هست او بے گمان یزید پلید

(شاہ جی کے علمی و تقریری جواہر پارے ص: ۱۴۸ در مدح خواجہ غلام فرید)

ماخوذ از ''خارجی فتنہ'' مصنفہ قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ ص: ۶۰۲ حصۂ دوم (بحث فسق یزید)

فاسق اور پلید کے الفاظ:

یزید کا فاسق ہونا اہل السنت والجماعت کے مسلک میں متفق علیہ ہے۔

اکابر اسلام مثلاً حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ بانی دار العلوم دیوبند، حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ اور فخر المتکلمین حضرت مولانا حیدر علی صاحب فیض آبادیؒ (مصنف منتہی الکلام وازالۃ الغین وغیرہ) نے یزید کو بعض جگہ فاسق اور

بعض جگہ پلید لکھا ہے۔لفظ پلید پر حامیان یزید زیادہ برافروختہ ہوجاتے ہیں۔حالانکہ فاسق اور پلید کا ایک ہی مطلب ہے چنانچہ فسق اور فسوق کے لغوی معنٰی یہ ہیں: نافرمانی ،بدکاری کی زندگی، اللہ کی نافرمانی، سرکشی اور بدی، نیک بختی کے راستے سے دوری اور فاسق کے معنٰی بدکار، نافرمان، گنہگار، پاپی، سرکش، زناکار۔ (المعجم الاعظم جلد:۴)

فسق کے درجات ہیں اور عموماً فسق بمعنٰی نافرمانی اور گناہ استعمال ہوتا ہے۔

یزید پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اصحاب مدینہ نے شراب پینے اور نماز ترک کرنے کا کھلم کھلا الزام لگایا تھا جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ جلد :۸،ص:۲۳۲ میں لکھا ہے۔تو جب اصحاب مدینہ نے یزید کو پلید کہہ دیا تو اگر حضرت نانوتویؒ وغیرہ اکابر امت یزید کو پلید کہہ دیں تو اس میں کیا حرج ہے۔افسوس ہے کہ جو لوگ اکابر دیوبند کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے وہ دیوبندی کہلوا کر بھی ان حضرات پر جرح کرتے ہیں۔ (ماخوذ از ''خارجی فتنہ'' بضمیر یسیر ص:۶۰۳۔۶۰۵)

تحریکِ ختمِ نبوت کے چلانے سے ایک مہینہ اور کچھ دن پہلے کراچی کے دفتر تحفظ ختمِ نبوت میں شاہ صاحب (امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ) تشریف فرما تھے۔مولانا ابوالحسنات مرحوم، ماسٹر تاج الدین صاحب انصاری، مولانا لال حسین اختر کچھ احباب اور راقم الحروف ان کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔تحریک کے مختلف پہلوؤں پر بات چل رہی تھی کہ اتنے میں جناب کفایت حسین صاحب تشریف لے آئے۔علیک سلیک مصافحہ و معانقہ کے بعد شاہ صاحب نے حافظ کفایت حسین کو اپنی جگہ بٹھانا چاہا۔حافظ احتراماً وہاں نہ بیٹھے۔بالآخر جب شاہ صاحب کا اصرار حد سے بڑھا تو حافظ صاحب یہ کہتے ہوئے ''حضرت واللہ میں تو آپ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں''۔بچوں کی طرح سمٹ سمٹا کر ادب سے بیٹھ گئے۔خیر کچھ دیر باتیں ہوئیں۔پھر حافظ صاحب اجازت لے کر واپس چلے گئے۔بعد میں سے حاضرین میں سے کسی نے مزاحاً کہا شاہ صاحب آپ نے حافظ صاحب کی بڑی آؤ بھگت کی، شاہ جی مجھے تو اس میں ایک اور پہلو بھی نظر آتا ہے فرمایا کیا؟ کہا سید کوئی بھی ہو اندر سے آدھا شیعہ ہوتا ہے۔شاہ جی نے قہقہہ لگایا پھر فرمایا ''مگر تمہیں یہ معلوم نہیں

کہ جو سُنّی ہوتے ہوئے اندر سے سادات کا دشمن ہو وہ پورا یزید ہوتا ہے"۔

(بخاریؒ کی باتیں: ص، ۶۸: تالیف: سید امین گیلانیؒ)

۞۞۞

مفتی اعظم پاکستان

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ کی تصریحات

حضرت مفتی صاحبؒ اپنی تصنیف لطیف "شہید کربلا" میں تحریر فرماتے ہیں:

تنبیہ: یزید کی یہ زود پشیمانی اور بقیہ اہل بیت کے ساتھ بظاہر اکرام کا معاملہ محض اپنی بدنامی کا داغ مٹانے کے لیے تھا یا حقیقت میں کچھ خدا کا خوف اور آخرت کا خیال آ گیا، یہ تو علیم وخبیر ہی جانتا ہے مگر یزید کے اعمال اور کارنامے اس کے بعد بھی سیاہ کاریوں ہی سے لبریز ہیں، مرتے مرتے بھی مکہ مکرمہ پر چڑھائی کے لیے لشکر بھیجے ہیں۔ اسی حال میں مرا ہے۔ عاملہ اللہ بما ھو اھلہ (مؤلف)

(ص: ۹۴۔۹۵ طبع، دارالاشاعت، کراچی)

ہلاکتِ یزید:

شہادت حسین رضی اللہ عنہ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا تمام اسلامی ممالک میں خون شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہو گئیں، اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔ (ص: ۱۰۳)

قاتلان حسینؓ کا یہ عبرت ناک انجام معلوم کر کے بے ساختہ یہ آیت زبان پر آتی ہے۔ کذلک العذاب ولعذاب الاخرۃ اکبر لو کانو یعلمون۔ عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے کاش وہ سمجھ لیتے۔ (سورۃ القلم) (ص: ۱۰۵)

آگے فرماتے ہیں: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو شاید اس فتنہ کا علم ہو گیا تھا وہ آخر عمر میں یہ دعا فرماتے تھے کہ یا اللہ میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں ساٹھویں سال اور

نوعمروں کی امارت سے، ہجرت کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نوعمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! (ص:۱۰۶)

حضرت مفتی صاحبؒ کی عبارات سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ یزید اپنے افعال ناشائستہ کی بنا پر اس لائق نہیں کہ اس کی تعریف وتوصیف کی جائے جیسا کہ نواصب اپنے جلسوں اور تقاریر میں امیر المؤمنین یزید رحمۃ اللہ علیہ زندہ باد کے نعرے لگواتے ہیں اور اس طرح حضور انور ﷺ کی روح مبارک کو مزید اذیت پہنچانے کا سامان کرتے ہیں ایسے لوگ بنص قرآنی اپنے کو لعنت خداوندی کا مستوجب بنارہے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے: ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاخرۃ و اعدلھم عذابا مھینا۔ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں ان پر خدا کی پھٹکار ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لیے رُسوا کن عذاب تیار کیا ہوا ہے۔ (الاحزاب پارہ ۲۲)

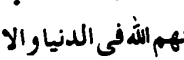

ائمہ کرامؒ اور لعن بر یزید

یزید پر لعن کے سلسلہ میں امام احمدؒ کی جو رائے ہے وہی حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ سے ''مطالب المومنین'' میں منقول ہے۔ [ملاحظہ ہو زجر الشیان والغیہ عن ارتکاب الغیبہ'' ص ۲۰] اکابر حنفیہ میں امام ابو بکر احمد بن علی جصاص رازیؒ المتوفی ۳۷۰ ہجری نے ''احکام القرآن میں یزید کو ''لعین'' ہی لکھا ہے۔

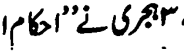

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ

نبیرہ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی تصریحات

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت تعارف کی محتاج نہیں، ہم نے رسالہ کے آغاز میں جس کتاب کا ذکر کیا تھا وہ خلافت معاویہ ویزید نامی کتاب ہے جس کے مصنف محمود احمد عباسی صاحب ہیں۔اس کتاب میں عباسی صاحب نے حتی الامکان اپنا زورِ قلم یزید کے مناقب وفضائل کے بیان پر صرف کر دیا ہے بقول ان کے یہ ان کی ایک تاریخی ریسرچ ہے کہ یزید کو نہ صرف خلیفہ برحق بلکہ عمر ثانی بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے یزید کا ذاتی وسیاسی کردار بے عیب ظاہر کیا جائے جس کا لازمی اثر یہ ظاہر ہوا کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کا ذاتی کردار مشکوک ہو گیا۔ چنانچہ موجودہ دور کے نواصب کے سرخیل عباسی صاحب نے اہل بیتِ رسول کی توہین، ان کی تحمیق وتجہیل میں کوئی دقیقہ نہیں اُٹھا رکھا یہاں تک کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت سے بھی انکار کر بیٹھے اور یزید کو حضرت امام کے مقابلے پر لا کھڑا کیا۔عباسی صاحب کے خیال میں انہوں نے دین کی ایک بہت بڑی خدمت انجام دی کہ تحقیق انیق کا ایک نیا باب امت کے سامنے آیا، اب جبکہ اہل علم وفضل حضرات میں ایسے لوگ کم ہیں جو اسلامی تاریخ پر وسیع نظر رکھتے ہوں تو عوام میں پڑھا لکھا طبقہ اسلامی تاریخ سے کب واقف ہو سکتا ہے؟ خصوصا بعض پروفیسرز اور لیکچرار حضرات اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور اب ایک ذہنی انتشار کی نئی صورت پیدا ہو گئی ایک پڑھا لکھا شخص جب حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کا نام امیر المؤمنین کہہ کر لے تو یہ حضرات بہت خوش ہوتے ہیں کہ دیکھیے صاحب! ہم نے دین کی کتنی بڑی خدمت کی برسہا برس سے امت میں یہ غلط فہمی چلی آرہی تھی جس میں بڑے بڑے محدثین، مفسرین، متکلمین حتی کہ بعض مؤرخین بھی مبتلا رہے آج ہم نے اپنی اس تاریخی ریسرچ کے ذریعہ حقائق سے پردہ اٹھا دیا یہ ہماری کتنی بڑی دین کی خدمت ہے، حالانکہ تعلیم یافتہ طبقہ چونکہ تاریخ پر سطحی نظر رکھتا ہے اس لیے وہ بہت جلد

ان کی تاریخی ریسرچ بلکہ نظریاتی ریسرچ کا شکار ہو جاتا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ یہ معلوم کرے کہ حق کیا ہے۔ ہمارے اسلاف امت کبھی ہم سے غلط بیانی نہیں کر سکتے اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ قرناً بعد قرنٍ اور نسلاً بعد نسلٍ سب اسی غلطی میں مبتلا ہوتے چلے آئے تا آنکہ عباسی صاحب کا دور نامحمود آیا اور انہوں نے یزید کی طرف سے وکالت کا صحیح حق ادا کیا ان ھذا لشیٔ عجاب اس لیے جب ابتداء میں مذکورہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی تو علماء اور جدید تعلیم یافتہ طبقے میں ایک عجیب ہلچل سی مچ گئی، کالج اور یونیورسٹی سے منسلک وہ پروفیسرز اور لیکچرار حضرات جو یا تو عربی سے کم واقفیت رکھتے ہیں یا بالکل ہی ناواقف ہیں اور شعبہ تاریخ سے تعلق رکھتے ہیں انہوں نے بزبان اردو اس انوکھے انداز بیان سے بڑی حد تک تاثر قبول کیا اور اپنے زیر اثر طلبہ حضرات کو عباسی صاحب کی جدید اور مسلمات کے خلاف تحقیقات سے روشناس کرایا جس کے فوری اور لازمی نتیجے کے طور پر نوجوان جوشیلے طلبہ میں جو فکری انقلاب پیدا ہونا شروع ہوا وہ حضرات اہل بیت رسول ﷺ سے عموماً اور شہید مظلوم سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے خصوصاً ایک بُعد اور نفرت کی صورت میں ظاہر ہوا اس کے برعکس یزید سے عقیدت واحترام اور معاذ اللہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر یزید کے فضائل ومناقب کے بیان پر منتج ہوا۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی۔

یہ وہ اندھی عقیدت تھی جس کی عباسی صاحب نے آبیاری کی اس کے برگ وبار سے ان تمام حضرات نے فائدہ حاصل کیا جو اصل مآخذ ومراجع سے ناآشنا ہونے کے سبب ان کی طرف رجوع نہیں کر سکتے یا اگر کر سکتے ہیں تو اتنی زحمت گوارا نہیں کرتے اس لیے جب پکا پکایا مل جائے تو سر دھننے کی کیا ضرورت۔

آنکس که نداندوبداند که بداند
درجهل مرکب ابدالدهر بماند (ضیاء الحق)

حضرت قاری صاحبؒ نے محمود عباسی (ناصبی ویزید) کی کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' (جو حضرت علیؓ وحضرت حسینؓ کی گستاخی پر مشتمل ہے) کے رَد میں ایک کتاب بنام ''شہید کربلا'' تالیف فرمائی ہے جس کے چند اہم اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں۔

(۱) امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک قتل حسین رضی اللہ عنہ میں یزید کا ہاتھ بلاشبہ کارفرما تھا

کیونکہ امام احمدؒ اسے فساد عظیم فرما کر یزید کو اس پر مستحق لعنت فرما رہے ہیں جس کے معنی یزید کے قاتل حسینؓ ہونے کے صاف نکلتے ہیں خواہ امر قتل سے وہ قاتل ہے یا رضا بالقتل سے قاتل ٹھہرے اسے بھی حکما قاتل ہی کہا جائے گا۔ (ص:۱۴۴)

(۲) امام احمد حنبلؒ نے قرآن کریم کی ایک پوری آیت ہی اس پر منطبق کر کے اس کے عموم سے بدلالت قرآنی یزید کو مورد لعنت قرار دیا۔ (ص:۱۴۵)

(۳) ان کا منشا صرف یزید کو ان غیر معمولی ناشائستگیوں کی وجہ سے مستحق لعنت قرار دینا یا زیادہ سے زیادہ لعنت کا جواز ثابت کرنا ہے لعنت کو واجب بتلانا نہیں۔

(۴) خلاصہ یہ کہ جنہوں نے لعنت کا جواز ثابت کیا ہے وہ یزید پر لعنت کرنے کو ضروری نہیں قرار دیتے اور جنہوں نے لعنت سے روکا ہے وہ ان کے اثبات جواز کے منکر نہیں یعنی ایک فریق یزید کو مستحق لعنت بتلاتا ہے اور دوسرا شغل لعنت کو پسند نہیں کرتا اس لیے یزید پر لعنت سے بچنے والا کسی بھی فریق کا مخالف نہیں کہلایا جاسکتا یہی راستہ ہم اختیار کیے ہوئے ہیں پھر بھی مثبتین لعنت کے اقوال کی یہ پیشکش لوگوں کو یزید کی لعنت پر اکسانے کے لیے نہیں بلکہ صرف یہ بتلانے کے لیے ہے کہ ائمہ ہدایت کے ہاں کسی کے بارہ میں لعنت کا جواز بلکہ لعنت کا سوال اٹھ جانا اس کے اچھے کردار کی دلیل نہیں ہوسکتا بلکہ بدکرداری اور فسق ہی کی دلیل ہوسکتا ہے۔ اس لیے یہ لعنت کے اقوال ان ائمہ کی طرف سے بلاشبہ یزید کے فسق کی ایک مستقل دلیل اور وزنی شہادت ہے۔ (ص:۱۴۶)

(۵) پس جیسے کفر سرزد ہوجانے پر کوئی نیکی کارآمد نہیں رہتی اور نہ زبانوں پر آتی ہے ایسے ہی فسق کی بعض حرکتیں یا بے ادبی اور گستاخی کی بعض نوعیں سرزد ہوجانے پر نہ کوئی نیکی بارآور رہتی ہے نہ زبانیں اس کا تکلم گوارہ کرتی ہیں اور نہ ہی مقبولیت عنداللہ باقی رہتی ہے۔

پس تجربہ کردیم درین دیر مکافات
با دردکشان ھرکہ درافتاد برافتاد

غرض یہ اصول ہے عقلی بھی، شرعی بھی اور طبعی بھی، کوئی جذباتی بات نہیں اسی میں یزید گرفتار ہوا۔ اس کے ایک ہی فسق (قتل حسینؓ) نے اس کی ساری خوبیوں کو خاک میں ملا دیا۔ اور کوئی بھی اس جرم کے بعد اس کی کسی بھلی بات سننے کا بھی

روادار نہ رہا۔ (ص:۱۴۸)

(۶) بہر حال یزید کے فسق وفجور پر جب کہ صحابہ کرامؓ سب کے سب ہی متفق ہیں خواہ مبائعین ہوں یا مخالفین، پھر ائمہ مجتہدین بھی متفق ہیں اور ان کے بعد علمائے راسخین، محدثین، فقہاء مثل علامہ قسطلانی، علامہ بدرالدین عینیؒ، علامہ ہیثمیؒ، علامہ ابن جوزیؒ، علامہ سعدالدین تفتازانیؒ، محقق ابن ہمامؒ، حافظ ابن کثیرؒ، علامہ الکیا الہراسیؒ جیسے محققین یزید کے فسق پر علما سلف کا اتفاق نقل کر رہے ہیں اور خود بھی اسی کے قائل ہیں پھر بعض ان میں سے اس فسق کے قدر مشترک کو متواتر المعنیٰ بھی کہہ رہے ہیں جس سے اس کا قطعی ہونا بھی واضح ہے پھر اوپر سے ائمہ اجتہاد میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ کا یہی مسلک الکیا الہراسیؒ نقل کر رہے ہیں اور وہ خود شافعی ہیں اور فتوی دے رہے ہیں تو ان کی نقل ہی سے یہ مسلک امام شافعیؒ اور فقہ شافعی کا بھی ثابت ہوتا ہے تو اس سے زیادہ کے فسق کے متفق علیہ ہونے کی شہادت اور کیا ہو سکتی ہے؟ (ص:۱۵۳)

محدث العصر، شیخ المشائخ

حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ کی تصریحات

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کتنے تاریخی بدیہیات کو کج فہمی نے مسخ کر کے رکھ دیا، یہ دنیا ہے اور دنیا کے مزاج میں داخل ہے کہ ہر دور میں کج فہم اور کج رو اور کج بحث موجود ہوتے ہیں۔ زبان بند کرنا تو اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت میں ہے، ملاحدہ اور زنادقہ کی زبان کب بند ہو سکی کیا اس دور میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کو افسانہ نہیں بنایا گیا۔ اور کہا گیا کہ واقعہ ہے ہی نہیں، اور کیا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی، واجب القتل اور یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ برحق نہیں ثابت کیا گیا۔

(تسکین الصدور)

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''معارف السنن شرح ترمذی'' میں رقمطراز ہیں: عمرو بن سعید کان والیا علی المدینة من جهة یزید بن معاویة و کان یجهز لقتال عبدالله بن الزبیر معاونة لیزید و عمرو بن سعید هذا هو ابن العاصی بن امیة القرشی الاموی یعرف بالاشدق و ملقب بلطیم الشیطان یکنی اباامیه قتله عبدالملک بن مروان بعد ان امنه سنة سبعین کماهو مذکور تفصیله فی البدایة و النهایة لابن الکثیر فی الجزء الثامن و قصة قتاله عبدالله بن الزبیر معروفة و ملخصها ان معاویة لماعهد بالخلافة بعده لابنه یزید فبایعه الناس الا اربعة منهم الحسین بن علی و ابن الزبیر رضی الله عنهما ثم الامام الحسین رضی الله عنه سار الی الکوفة باصرار اهلها فوقع ماوقع و اما ابن الزبیر فاعتصم بحرم مکة ویسمی عائذ البیت و غلبه علی امر مکة فکان یزید یامر و لاته علی المدینة ان یجهز و ا لقتاله الجیش الی ان ادی ذلک و امثاله لخلع اهل المدینة ببیعة یزید فانتج ذلک وقعة الحرة بالمدینة فقتل فیها مؤن من الصحابة و ابنائهم و افتض فیها الف عذراء علی ما یقال ،ووقع شر عظیم و فساد کبیر علی مایحدثناه التاریخ فانا لله و انا الیه راجعون۔

و ذلک سنة ثلاث و ستین من الهجرة النبویة علی صاحبها الصلوات و التحیة ویزید لاریب فی کونه فاسقا و العلماء السلف فی یزید و قتله الامام حسین خلاف فی اللعن و التوقف قال ابن صلاح فی یزید ثلاث فرق فرقة تحبه و فرقة تسبه و تلعنه و فرقة متوسطة لا تتوالاه و لاتلعنه قال وهٰذه الفرقة هی المصیبة ویقول ابن العماد فی الشذرات بعد نقله و لا اظن الفرقة الاولی توجه الیوم و علی الجملة فما نقل عن قتله الحسین و المتحاملین علیه یدل علی الزندقة و تهاونهم بمنصب النبوة و ما اعظم ذلک ثم کلمه التفتازانی فی شرح النسفیة من نقل الاتفاق علی جواز اللعن و ان رضا یزید بقتله و استشاره بذلک و اهانته اهل بیت رسول الله صلی الله علیه وسلم مما تواتر معناه و ان کان تفصیله احادا ثم نقل عن الحافظ ابن عساکر انه نسب الی یزید قصیدة منها:

لیت اشیاخی ببدر شهدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل
لعبت هاشم بالملک فلا
ملک جاء ہ ولاوحی نزل

قال فان صحت عنه فهو کافر بلاریب وبعد تفصیل قال :قال الیافعی :واماحکم من قتل الحسین او امر بقتله عمن استحل ذلک فهو کافر وان لم یستحل ففاسق فاجر ★ واللہ اعلم ★

''عمرو بن سعید مدینہ پر یزید بن معاویہ کی طرف سے والی بنایا گیا تھا، اس نے یزید بن معاویہ کے حکم سے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھ قتال کی تیاری کی یہ عمرو بن سعید بن العاصی ابن امیہ قرشی اموی ہے اور اس کو اشدق کے نام سے جانا گیا ہے اس کا لقب لطیم الشیطان ہے اور ابوامیہ اس کی کنیت ہے عبدالملک بن مروان نے ۷۰ھ میں اس کو امان دینے کے بعد قتل کر دیا تھا جیسا کہ اس کی تفصیل البدایہ والنہایہ کی جلد ثامن میں موجود ہے، اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے اس کا قتال معروف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا تو لوگوں نے ان سے بیعت کر لی سوائے ان میں سے چار کے جن میں حسین بن علی اور ابن الزبیر رضی اللہ عنہم شامل ہیں، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں کے اصرار پر کوفہ چلے گئے چنانچہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے حرم مکہ میں پناہ حاصل کی اور اسی لیے ان کو بیت اللہ کے پناہ گزیں کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور مکہ کے امور پر ان کو غلبہ حاصل ہو گیا تھا لہٰذا یزید نے اپنے مدینہ کے ڈلاۃ کو حکم دیا کہ وہ ان سے قتال کرنے کے لیے لشکروں کو تیار کریں (اور قتال پیش آیا) یہاں تک کہ ان کاروائیوں کا نتیجہ نکلا کہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت کو توڑ ڈالا جس کے صلے میں حرہ کا واقعہ پیش آیا اور اس میں کئی سو صحابہ مع اپنی اولاد کے شہید ہو گئے (اسی میں شرکائے حدیبیہ سب ختم ہوئے) اور ایک ہزار دوشیزہ لڑکیوں کی عصمت دری کی گئی جیسا کہ کہا گیا ہے اور بہت بڑا فساد وفتنہ واقع ہوا جیسا کہ تاریخ کے بیان سے ظاہر ہے انا للہ وانا

الیہ راجعون اور یہ واقعہ ۶۳ھ میں پیش آیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید فاسق تھا اور علماء سلف میں بوجہ قتل حسینؓ یزید پر لعنت کرنے کے بارہ میں اختلاف ہے کہ لعنت کی جائے یا توقف اختیار کیا جائے، چنانچہ ابن صلاح فرماتے ہیں کہ یزید کے بارہ میں تین گروہ ہیں ایک وہ جو اس سے خاص لگاؤ رکھتے ہیں دوسرے وہ جو اس کو گالیاں دیتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں تیسرے وہ جو اس بارے میں متوسط ہیں نہ اُس سے دوستی رکھتے ہیں اور نہ ہی اس پر لعنت کرتے ہیں، ابن صلاح فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ اعتدال پر ہے۔ اور ابن العماد شذرات میں اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ میں نہیں سمجھتا کہ اول قسم کے لوگ (یزید کو چاہنے والے) آج بھی ہوں گے۔ مجموعی طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل اور ان کے قتال پر ابھارنے والوں سے متعلق جو کچھ کتب تاریخ سے معلوم ہوتا ہے اس کا حاصل یہی ہے کہ یہ زندقہ ہے اور دراصل اس سے مذہب نبوت کی توہین معلوم ہوتی ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ پھر تفتازانی کی بات جو انہوں نے شرح نسفیہ میں نقل کی ہے کہ جواز لعنت یزید پر اتفاق ہے (جس سے لعنت کے جواز پر صاف دلیل معلوم ہوتی ہے) اور یزید کی حضرت امام رضی اللہ عنہ کے قتل پر رضامندی اور اس پر اظہار مسرت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کی توہین کی خبر اگرچہ معناً متواتر ہے مگر واقع کی تفصیلات خبر آحاد کے درجہ میں ہیں پھر ابن عساکر سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے ایک قصیدہ یزید کی طرف منسوب کیا ہے جس کے چند اشعار یہ ہیں:

ترجمہ: کاش کہ میرے بزرگ بدر کے معرکہ میں نیزوں کی مار پڑنے سے خزرج کی چیخ و پکار کو دیکھتے، ہاشم نے ملک کو برباد کر دیا نہ اُن کے پاس کوئی فرشتہ آیا اور نہ ہی کوئی وحی نازل ہوئی۔

حافظ ابن عساکر فرماتے ہیں کہ اگر ان اشعار کی نسبت یزید کی طرف درست ہے تو وہ بلاشبہ کافر ہے اور اسی موقعہ پر کچھ تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یافعی کا قول ہے انہوں نے فرمایا کہ جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا یا اس نے قتل کیا اور اس کو جائز اور حلال جانا تو وہ کافر ہے اور اگر حلال اور جائز نہ جان کر ایسا کیا تو وہ فاسق و فاجر ہے، واللہ اعلم۔ ۞۞۞

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی رحمہ اللہ کی تصریحات

حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمیؒ اپنے ایک مضمون ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں سوء ادبی اور اس کا جواب'' میں خواجہ حسن نظامی کے اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلوایا تھا لکھتے ہیں کہ:

''اصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے خون سے جس ناپاک اور خبیث وجود کا ہاتھ رنگین ہے اسی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بھی زہر دلوایا تھا۔

چنانچہ مسلم الثبوت اور مستند مؤرخ ومحدث علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس درد ناک داستان غم کو لکھتے ہوئے اس کی صاف تصریح کی ہے کہ جس ننگ انسانیت نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ ستم روا رکھا تھا وہ یزید علیہ مایستحقہ ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص: ۱۳۰) (النجم لکھنؤ جمادی الاولیٰ وجمادی الاخریٰ ۱۳۴۹ھ۔ ص: ۳۹)

حضرت مولانا اعظمیؒ نے یزید کو ننگ انسانیت، ناپاک اور خبیث اور قاتل حسین رضی اللہ عنہ قرار دیا۔

یزید کو صالح اور عادل اور امیر المؤمنین لکھنے کی جسارت کرنے والے ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں اور غور کریں کہ کل روز محشر میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا منہ لے کر جائیں گے؟

حضرت مولانا اعظمیؒ نے اپنے اسی مضمون میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے یہ بھی تحریر فرمایا ہے: ''پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی نسبت یہ مذکور ہے کہ اُنہوں نے ایک آدمی کو جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی تھی تین کوڑے لگوائے حالانکہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں کسی کو کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیتے تھے'' (تاریخ الخلفاء ص: ۱۶۱، صواعق محرقہ ص: ۱۳۲)

آگے چل کر حضرت مولانا تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ

نے ایک دوسرے شخص کو جس نے یزید کو امیر المؤمنین کے لقب سے یاد کیا تھا بیس کوڑے لگانے کا حکم دیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء صواعق محرقہ ص: ۱۳۲۔ ۱۳۴) (ماخوذ از النجم ۳۵)

حضرت مولانا کی تحریر سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے متفقہ فیصلے کے مطابق یزید فاسق تھا۔

۞۞۞

یزید کی شراب نوشی اور زنا کے متعلق صحابی رسول ﷺ کی گواہی

مستدرک: ج، ۳، ص، ۵۲۲، میں روایت آتی ہے کہ حضرت معقلؓ بن سنانؓ اور حضرت مسلمؓ بن عقبہؓ کی آپس میں ایک مرتبہ ملاقات ہوئی، حضرت معقلؓ نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: انی خرجت کرھا لبیعة ھذا الرجل۔ میں اُس شخص کی بیعت کرنے کے لیے مجبوراً نکلا ہوں۔ حالانکہ وہ شراب بھی پیتا اور حرم میں زنا بھی کرتا ہے۔

(آنکھوں کی ٹھنڈک: تالیف: امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ: ص، ۱۴۶)

۞۞۞

ناصبیوں اور یزیدیوں کے لیے عبرت انگیز تحریر

حضرت فاطمہؓ اور ان کی اولاد کی ایذاء واہانت اور ان سے بغض و عداوت

خود رسول ﷺ کی ایذاء واہانت اور آپؐ سے بغض کا موجب ہے۔

[تکمیل الایمان: ص: ۷۱]

۞۞۞

تتمہ

ناظرین کو ذہنی انتشار پراگندگی اور نواصب کی تلبیسات سے بچانے کے لیے اکابر اہل سنت علماء دیوبند رحمہم اللہ کے فتاویٰ وتحقیقات ان کے افکار ونظریات مدلل طریقے سے پیش کردیے گئے ہیں اگرچہ اس موضوع پر متعدد رسائل اور چھوٹی بڑی کتابیں یزید کی حمایت یا مخالفت میں شائع ہوچکی ہیں اور جب تک اس قسم کے فتنے دنیا میں باقی ہیں اس وقت تک یہ بحثیں چلتی رہیں گی۔ ہم نے تو اس رسالہ کو محض اس غرض سے مرتب کیا ہے تاکہ جس شخص کو پہلے ہی سے اکابر دیوبند سے عقیدت واحترام کا تعلق ہے وہ ان بزرگوں کی تحریروں کو پڑھے اور پھر خالی الذہن ہوکر اللہ تعالیٰ سے ہدایت کا طالب ہو تو ان شاء اللہ اس مسئلہ سے متعلق جو کچھ اقرب الی الحق ہے اللہ جل ذکرہ اس کے قلب پر وارد فرمادیں گے۔ رسالہ مذکورہ میں جن علمائے ربانیین کے رشحات قلم اس مسئلے سے متعلق آپ نے ملاحظہ کیے ہیں ان کی تحریر وتقریر میں جہاں ٹھوس علمی مواد موجود ہوتا ہے وہاں ایک خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اگر متلاشی حق ایک مرتبہ ان کی بات پر سنجیدگی سے غور کرلے تو بفضلِ خداوندی اس کی دست گیری غیب سے ہوجاتی ہے۔ آپ کو بے شمار واقعات اس قسم کے مل جائیں گے بلکہ ایسے حضرات بھی اس وقت موجود ہیں کہ جن کو جو کچھ حاصل ہوا وہ انہی ہستیوں کا فیضان اور انہی کا مرہون منت ہے۔ پھر دل کی گہرائیوں سے ان بزرگوں کے لیے دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کروڑوں بلکہ بے شمار رحمتیں ان کی قبروں پر نازل فرمائے اور نور سے منور فرمائے کہ ان کی بدولت ہم کو حقائق کا ادارک ہوا۔ ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ ابھی ابھی آپ نے جو تحریریں پڑھی ہیں ان کو بار بار پڑھیں اور غور کریں تو آپ پر اس مسئلہ میں اعتدال کی راہ واضح ہوجائے گی۔ ایسا نہ ہو کہ کل بر سر محشر خدانخواستہ ہمیں سرکار دو عالم ﷺ کی موجودگی میں صرف اس لیے رسوائی کا سامنا کرنا پڑے کہ ہم نے دفاع صحابہؓ حب صحابہؓ اور مدح صحابہؓ کو سپر بنا کر اہل بیت اطہار ؓ اور بالخصوص حضرات حسنینؓ کی تنقیص اور تحمیق کی اور ان کے ساتھ زیادتیاں کرنے والوں بالخصوص یزید علیہ مایستحقہ کو مرتبے کے اعتبار سے ان سے بالاتر کردیا۔

کیا ایسا ستم ڈھانے والے یہ خیال نہیں کرتے کہ تاجدار مدینہ آقائے نامدار سرکار دو عالم ﷺ کو ان کے اس طرز عمل سے کتنی اذیت پہنچتی ہوگی۔ غور فرمایئے کہ اگر روافض حضرات شیخینؓ و دیگر اصحابؓ رسول اور ازواج طیباتؓ و طاہراتؓ بالخصوص عفیفہ کائنات ام المؤمنین والمومنات حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی جناب میں لب کشائی کی جسارت کریں تو ہر باغیرت سنی مسلمان کے نزدیک ان کا یہ تبرا اتنا عظیم جرم ہے کہ وہ قابل گردن زدنی ہیں، کوئی سنی مسلمان خواہ وہ کیسا ہی فاسق اور بے عمل کیوں نہ ہو ان کی اس حرکت کو برداشت نہیں کر سکتا فی الواقع ہے بھی یہی بات کیونکہ جب ہم اپنے والدین اور خاندان کے بزرگوں کے بارے کوئی لفظ توہین آمیز سننا گوارہ نہیں کرتے تو ازواج مطہرات ﷺ سے بڑھ کر کون سی مائیں اور صحابہؓ سے بڑھ کر اور کون سے بزرگ ہو سکتے ہیں کہ جن کا حد درجہ احترام اور عظمت ہمارے دلوں میں ہونی چاہیے۔ معلوم ہوا کہ درحقیقت بغض صحابہؓ اور عداوت صحابہؓ ہی کا دوسرا نام بغض رسول اور عداوت رسول ہے۔ صحابیؓ سے کینہ رکھنے والا محب رسول ہو ہی نہیں سکتا اور یہ مسئلہ کوئی پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے معمولی سمجھ رکھنے والا بھی تھوڑی سی غور و فکر کے بعد اس کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب یہ معلوم کرنا بھی چنداں دشوار نہ ہوگا کہ روافض کے تمام تر افکار و نظریات بلکہ پورے مذہب شیعہ کا رکن اعظم یہی ناپاک سوچ ہے جس پر رفض اور شیعیت کی عمارت قائم ہوتی ہے بالفاظ دیگر اگر شیعہ کی اصول اربعہ (وہ چار کتابیں جو روافض کے ہاں سب سے زیادہ معتبر اور مستند خیال کی جاتی ہیں جیسے اہل سنت کے ہاں صحاح ستہ کا درجہ ہے) سے یہ مسئلہ خارج ہو جائے تو چشم زدن میں یہ عمارت زمیں بوس ہو جائے گی۔ آپ غور فرمائیں تو اس کا حاصل یہ ہے کہ دین اسلام کے عینی گواہ جو صحابہؓ ہی ہو سکتے ہیں ان کی عدالت و ثقاہت کو امت کی نظر میں مشکوک بنا دیا جائے ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کسی شخص کی نظر میں قابل جرح ہو گئے ان کا کردار و دیانت و امانت حتی کہ ان کا ایمان بھی معاذ اللہ مشکوک ہو گیا تو ساری شریعت اور دین پر سے اعتماد اٹھ ہو گیا۔ وھو المقصود (اور یہی ان کا مقصد بھی ہے)

غرض یہ کہ روافض نے صحابہؓ کی (معاذ اللہ) تکفیر کا راستہ اختیار کیا مگر اہل

بیتؓ کی محبت کا سہارا لیا جس سے وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ خاکم بدہن صحابہ نقل مذہب میں عادل نہ تھے اور جو کوئی دین وشریعت کو حاصل کرنا چاہے تو اہل بیتؓ سے حاصل کرے۔ درحقیقت اس فرقہ ضالہ نے امت مسلمہ کی بنیاد پر کاری ضرب لگائی۔

رفض اور شیعیت سے ملتا جلتا دوسرا فتنہ ناصبیت کا ہے کہ جس نے روافض کی طرح صحابہ کرامؓ کی محبت کا سہارا لیا اور رافضیت کے تدارک کے لیے علاج بالضد کی صورت میں سامنے آیا جس طرح روافض کبار صحابہؓ پر (معاذاللہ) کیچڑ اُچھال کر اہل بیت اطہارؓ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اسی طرح نواصب اہل بیتؓ کی شان میں ناشائستہ زبان استعمال کر کے صحابہؓ سے اپنی بے پناہ عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہیں اس فرقہ ضالہ سے بھی مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

مذکورہ بالا دونوں قسم کے فتنوں کے ردعمل کے طور پر ایک تیسرے فتنے نے جنم لیا یہ خارجیت کا ناسور ہے جس نے صحابہؓ واہل بیتؓ ہر دو کی حرمت کو پامال کیا جس سے امت کو بے حد نقصان ہوا اور ہو رہا ہے۔

آپ نے ابھی جس رسالے کا مطالعہ کیا ہے اس میں مقتدر اور جید علماء دیوبند رحمہم اللہ کے ارشادات جو یزید کی شخصیت سے متعلق ہیں آپ نے بغور پڑھ لیے ہوں گے جس سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ حامیان یزید جس جوش وخروش سے یزید کی حمایت کا علم اٹھائے پھرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے تئیں اکابر دیوبند کی روحانی اولاد ہونے کا دعوی بھی رکھتے ہیں تو وہ یزید کی پرزور حمایت کے ساتھ اپنے ان بلند بانگ دعوؤں میں کس حد تک سچے ہیں۔ یقولون بافواھم مالیس فی قلوبھم۔ یہ لوگ اپنے منہ سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔

سردست ہم نے ناصبیوں کے تاریخ داں بلکہ (بقول ان کے) مجدد دین تاریخ اسلام ریسرچ اسکالروں کی قلعی کھولنے کے لیے علماء راسخین کی گرانقدر وزنی شہادتوں کو آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے جن کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک صاحب بصیرت انسان کے لیے یہ فیصلہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آیا یزید امیر المؤمنین صالح، متقی اور جنتی تھا یا کچھ اور؟ فیصلہ آپ خود کیجیے۔

یزید علیہ مایستحقہ کا ذاتی کردار کچھ بھی رہا ہو ہمیں اس سے کچھ بحث نہیں بحث تو اس میں ہے کہ کیا یزید اس پوزیشن میں ہے کہ اس کو نہ صرف اہل بیت اطہارؓ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے مقابلے پر لایا جائے بلکہ اس کا مقام ان سے بھی بالاتر کر دیا جائے۔

ببیں تفاوت رہ ازکجا است تابہ کجا

اگر حب صحابہؓ کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا تو حب اہل بیتؓ کے بغیر بھی ایمان کامل نہیں ہوتا خاص کر وہ اہل بیتؓ جن کو اہل بیتؓ ہونے کے ساتھ ساتھ شرف صحابیت بھی حاصل ہے اس اعتبار سے ان کو دوہری فضیلت حاصل ہے پھر حب صحابہؓ کی آڑ لے کر اہل بیتؓ سے عداوت رکھنا اور یزید سے محبت کرنا بلکہ اس کا دفاع کرنا کس ایمان کے مکملات میں سے ہے؟

مزید برآں محبان یزید یہ بھی نہ بھولیں کہ احادیث مبارکہ کی کتب معتبرہ میں کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں کہ جس میں کسی ایک صحابیؓ نے بھی یزید کو صالح اور عادل قرار دیا ہو کیا چودھویں صدی کے نواصب صحابہ کرامؓ سے زیادہ یزید کو قریب سے دیکھ رہے ہیں؟ اور کیا یزید سے ان کی شناسائی اصحاب رسول ﷺ سے بھی زیادہ ہے؟

ہوسکتا ہے کوئی کور باطن یہاں بھی ضد اور ہٹ دھرمی سے یہی کہے کہ اگر (نعوذ باللہ) صحابہ کرامؓ یزید پر ایسی تاریخی ریسرچ کرتے جیسی میں نے کی ہے تو وہ بھی یزید کی مدح وثنا میں رطب اللسان ہو جاتے، تو یقیناً ایسے بدنصیب شخص کو آپ مسلوب العقل (عقل سے کورا۔ دیوانہ) ہی کہیں گے۔

این خیال است ومحال است وجنوں

اللہ رب العزت ہم سب مسلمانوں کو اس قسم کی ناپاک سوچ سے محفوظ فرمائے۔ آمین

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ اہل سنت کے نزدیک حب صحابہؓ کی طرح حب اہل بیتؓ بھی ایمان کا جز ہے۔ نیز اہل بیتؓ کی محبت کو حسن خاتمہ میں بہت بڑا دخل ہے

جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے بارہا اپنے والد ماجد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل بیت کرامؓ کی محبت کو ایمان کی حفاظت اور حسن خاتمہ میں بڑا دخل ہے۔''

چنانچہ فرماتے ہیں: ''جب والد صاحب رحمہ اللہ کو سکرات شروع ہوئے تو میں نے یہ بات آپ کو یاد دلائی فرمایا الحمدللہ والمنتہ کہ میں اس محبت میں سرشار اور اس دریائے احسان میں غرق ہوں۔''

الٰہی بحق بنی فاطمہ کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ

(بحوالہ زبدۃ المقامات ص ۱۲۳)

حضرت مجدد رحمہ اللہ کے والد بزرگوار سکرات کے عالم میں بھی فرمارہے ہیں کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے سے محبت وتعلق کی برکات دم واپسیں کے وقت بھی محسوس کررہا ہوں، بطور مفہوم مخالف کے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل بیتؓ کی عظمت ومحبت دل میں نہیں رکھتے انہیں حسن خاتمہ کی دولت نصیب ہونا مشکل ہے جس کی بنیادی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ ایسے لوگوں کا ایمان ہر وقت خطرات کی زد میں ہوتا ہے بہ الفاظ دیگر ان کا ایمان غیر محفوظ ہے عین ممکن ہے کہ ایسے محروم القسمت لوگ عالم سکرات میں بھی امیر المومنین یزید زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے رخصت ہوں (اعاذنا اللہ منہا) اللہ تعالیٰ ہم سب کو سوء خاتمہ سے اپنی پناہ میں رکھے آمین۔

آخر میں تمام ناظرین کرام کی خدمت میں بصد ادب واحترام عرض ہے کہ اس رسالہ کا مطالعہ کرتے وقت آپ اس حقیقت کو فراموش نہ کریں کہ جن بزرگ ہستیوں کے فتاوی وتحقیقات آج ہماری نظروں کے سامنے ہیں یہ وہ فرشتہ صفت لوگ ہیں جن کے علم وتقوی، اخلاص وللّٰہیت میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ دور جدید کے روشن خیال محققین سے یہ حضرات ان تمام تر خوبیوں میں بدرجہا فائق اور ممتاز تھے جب ہمیں علمائے دین میں سے کسی نہ کسی کی بات کو تسلیم کرنا ہی ہے تو ان حضرات اکابر دیوبند کی تحقیقات اور فیصلوں کو کیوں نہ مانا جائے جو موجودہ دور کے ناصبی محققین سے ہر اعتبار سے بہتر تھے جبکہ یہ امر بھی مسلم ہے کہ ان ہستیوں نے یقینا اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ جو کچھ بھی فرمایا دلائل واضحہ وبراہین قاطعہ کی روشنی میں

فرمایا جس میں پوری پوری احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ (جیسا کہ رسالہ مذکورہ کے گذشتہ اوراق سے ظاہر ہے۔ عیاں راچہ بیاں)

اب اگر کوئی شخص جس نے بہتان بازی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا ہو یہی رٹ لگائے جائے کہ ان بزرگوں نے تحقیق نہیں کی یا یہ حضرات تاریخ سے ناآشنا تھے تو اس سے بڑھ کر عاقبت نااندیش اور کون ہوسکتا ہے؟ درحقیقت اَسلافِ اُمت پر سے اعتماد اٹھانے کی یہ گھناؤنی سازشیں ہر دور میں ہوتی آئی ہیں بہت سی ایسی تحریکیں جو بڑے پرکشش ناموں اور انتہائی جذباتی نعروں کے ساتھ اٹھیں مگر چونکہ اَکابر اہل حق کی سرپرستی اور دعائیں ان کے ساتھ نہیں تھیں اس لیے ان کے ذریعے کوئی خیر کا سلسلہ جاری نہ ہوسکا نہ ہی اصلاح کا پہلو ان میں غالب رہا بلکہ یوں ہی اِفراط وتفریط کا شکار ہوکر ملیامیٹ ہوگئیں۔ نہ صرف یہ کہ اس قسم کے لوگ خود ڈوبے بلکہ اچھے اچھوں کو اپنے ساتھ لے ڈوبے ''مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ'' اس کے برعکس جس اللہ کے بندے نے اَسلاف واَکابر کے دامن سے خلوص نیت کے ساتھ وابستگی اختیار کی وہ نہ صرف خود بامراد ہوا بلکہ بہت سوں کی ہدایت کا ذریعہ بھی بنا اور وہ ڈوبنے سے بچ گئے۔

ذی اجتہادِ عا لمانِ کم نظر
اقتدا بر رفتگان محفوظ تر

ہم بارگاہ رب العزت میں بصد عجز ونیاز دست بہ دعا ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اہل حق علمائے دیوبند کے نقش قدم پر صحیح طور سے چلنے کی توفیق عطا فرمائے، ان کے دامن سے حقیقی وابستگی ہم کو نصیب فرمائے، ہماری اس حقیری کوشش کو قبولیت کا شرف عطا فرمائے، دُعاۃ ضلال اور فتن وملاحم سے ہماری حفاظت فرما کر ہم کو حسن خاتمہ کی دولت نصیب فرمائے۔ این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

کثیر الذنوب والآثام
محمد ضیاء الحق غفرلہ ولوالدیہ
۲۵ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ
۱۶ جولائی ۱۹۹۳ء شب جمعہ

کتابیات

اَجوبہ اربعین	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
امداد الفتاوٰی	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
بہشتی زیور	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ
تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطیؒ
تاریخ دعوت وعزیمت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
خارجی فتنہ	حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ
رسالہ النجم لکھنؤ	مولانا عبدالشکور لکھنویؒ
زُبدۃ المقامات	حضرت مجدد الف ثانیؒ

شاہ جی کے علمی وتقریری جواہر پارے

شہیدِ کربلا	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ
شہیدِ کربلا اور یزید	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ
صواعقِ محرقہ	علامہ ابن حجر ہیثمیؒ
عرف الشذی علی جامع الترمذی	حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہؒ
فتاوٰی دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ
فتاوٰی رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
کشف خارجیت	حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ

کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ
معارف السنن	حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ	حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
مکتوبات قاسمی	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
ہدایات الشیعہ	حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
ہدیۃ الشیعہ	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

یزید

اکابرِ عُلماءِ اہلِ سُنّت دیوبند کی نظر میں

ترتیب

میاں رضوان نفیس

شاہ نفیس اکادمی

۱۱۔۲۷ سعدی پارک، مزنگ، لاہور

زبدۃ المحققین، عمدۃ المتاخرین حضرت مولانا
عبدالحیٔ صاحب لکھنوی، فرنگی محلی رحمۃ اللہ کا مسلک وموقف

سوال: یزید کے حق میں کیا عقیدہ رکھنا چاہیے، بینوا توجروا؟

جواب: بعض لوگوں نے افراط سے کام لیا اور کہا کہ ''جب یزید باتفاقِ تمام مسلمانان امیر بن گیا تو اس کی اطاعت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر واجب تھی''، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ مسلمانوں کا اتفاق اس کی امارت پر کب ہوا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اولادِ صحابہ کی ایک جماعت اس کی اطاعت سے خارج تھی، اور جنھوں نے اس کی اطاعت قبول کی تھی جب ان کو یزید کی شراب خوری اور ترکِ صلوٰۃ اور زنا اور محارم کے ساتھ حرام کاری کی حالت معلوم ہوئی تو مدینہ منورہ میں واپس آ کر انہوں نے بیعت کو فسخ کر دیا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ یزید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا، اور نہ اس امر پر راضی تھا اور نہ قتلِ امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے بعد خوش ہوا، حالانکہ یہ قول باطل ہے۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں لکھتے ہیں:

''والحق ان رضی یزید بقتل الحسین و استبشارہ بذالک و اھانتہ اھل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مما تواتر معناہ وان کان تفاصیلہ احادا انتھی''۔ حق بات یہ ہے کہ یزید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت پر راضی تھا اور اس امر پر اس کا مسرور ہونا اور اہل بیت کی توہین کرنا معناً متواتر ہے اگرچہ اس کی تفصیلات درجہ احاد میں ہیں۔

اور بعض کہتے ہیں کہ قتلِ امام حسین رضی اللہ عنہ گناہ کبیرہ ہے نہ کفر، اور لعنت کفار کے ساتھ مخصوص ہے۔ قربان جاؤں ان کی ذہانت پر اُن کو یہ معلوم نہیں کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانے کا کیا ثمر ہوتا ہے: ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا و الاٰخرہ و اعدلھم عذابا مھینا۔ بے شک جو لوگ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کو اذیت پہنچاتے ہیں دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ یزید کے خاتمہ کا حال معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس کفر و معصیت کے ارتکاب کے بعد اس نے توبہ کر لی ہو اور اسی توبہ پر اس کا انتقال ہوا ہو، امام غزالی رحمہ اللہ کا رجحان احیاء العلوم میں اسی قول کی طرف ہے اس میں نہیں کہ معاصی سے تائب ہونے کا محض احتمال ہے ورنہ اس بدنصیب نے جو کارنامے کیے اس امت میں سے کسی نے نہیں کیے، قتل حسین رضی اللہ عنہ اور اہانت اہل بیت کے بعد مدینہ منورہ کی تخریب اور اس کے باشندوں کو قتل کرنے کے لئے لشکر بھیجا اور واقعہ حرّہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تین روز تک نماز و اذان نہیں ہوئی اور اس کے بعد حرم اور مکہ معظمہ کی طرف لشکر روانہ کیا اور..... ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت اس معرکہ میں عین حرم میں ہوئی اور ایسے بہت سے مشاغل رکھتا تھا، یزید مر گیا اور جہان کو پاک کر گیا، اس کے بعد اس کا بیٹا معاویہ برسرِ منبر اپنے باپ (یزید) کی مذمت بیان کرتا تھا، واللہ اعلم بما فی الضمائر اور بعض لوگ نہایت بے باکی سے یزید پر لعنت کو جائز سمجھتے تھے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور بعض دیگر اسلاف نے یزید پر لعنت بھیجی ہے اور ابن جوزی رحمہ اللہ جو کہ سنت و شریعت کی حفاظت میں متعصب سمجھے جاتے ہیں، اپنی کتاب میں اسلاف سے یزید پر لعن کا قول نقل کیا ہے، اور تفتازانی نہایت جوش و خروش سے یزید اور اس کے انصار پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس میں توقف و سکونت اختیار کرتے ہیں۔

صحیح مسلک یہ ہے کہ اس شقی کو مغفرت اور رحمت سے تو ہرگز یاد نہیں کرنا چاہیے اور لعنت جو کہ عرف میں کفار کے ساتھ مخصوص ہے اس سے زبان کو آلودہ نہیں کرنا چاہیے، ابلیس لعین جس کے کفر میں کوئی شک نہیں اس پر لعنت کرنے سے زبان کو روکنے میں کوئی ممانعت نہیں، چہ جائیکہ یزید پلید پر لعنت کی جائے۔

(فتاویٰ حضرت مولانا عبدالحی رحمہ اللہ، اردو: ص، ۷۲)

فاضل جلیل، مصنف تفسیر حقانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''پھر یزید پلید ان کی جگہ نہ انتخاب سے بلکہ اپنے باپ کی شوکت کے زور سے خلیفہ کیا گیا۔''
(تفسیر حقانی: جلد ہفتم، ص، ۱۷)

''ان (حضرت معاویہؓ) کے بعد ان کا بیٹا یزید بد بخت ان کے جائے حاکم ہوا اس نالائق دنیادار نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔''

مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اس کم بخت کے بے دین ہونے میں کیا شک ہے''
(ملاحظہ ہو ''عقائد الاسلام، از: مولانا عبدالحق صاحب حقانیؒ'' مطبوعہ کراچی۔ اس کتاب پر مندرجہ ذیل اکابر کی تقریظات ہیں: حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، امام محدثین حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ)

۞۞۞

زبدۃ العارفین، سراج السالکین رأس المفسرین، خاتم المحدثین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی رحمہ اللہ کی خصوصیت تھی کہ دوران سبق اپنے تلامذہ کی ذہن سازی کرتے، ان کے نظریات کی آبیاری کرتے،

ذرا ایک حوالہ دیکھیں اور حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی فراست کی داد دیں، ترمذی شریف پڑھاتے ہوئے یزید کے بارہ میں دوٹوک موقف اپناتے ہیں اور آپ تلامذہ کے مجمع میں فرماتے ہیں:

''ان کے دابہ پر سے گرنے کا واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت میں ہوا ہے کیونکہ غزوۃ البحر اول انہیں کے وقت میں ہوا تھا، البتہ دوسرا واقعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوا تھا پس اول واقعہ میں فی زمن معاویہ سے مراد ان کی سرداری کا زمانہ ہے جب وہ فوج کے سردار تھے، البتہ دوسرے واقعہ میں وہ خود خلیفہ تھے اور سردار فوج یزید پلید تھا۔'' (الورد الشذی علی جامع الترمذی ص: ۲۵۴، طبع: معہد الخلیل الاسلامی، کراچی)

امام المحدثین، حامی سنت، ماحی بدعت حضرت
مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری ثم المدنی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

جناب امام (حسین رضی اللہ عنہ) یزید کو بوجہ اس کے فسق یا کفر کے علیٰ اختلاف القولین لائق امامت ہی نہیں سمجھتے تھے۔

(مطرقۃ الکرامہ علی مرأۃ الامامۃ: ص: ۲۸۵)

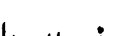

امام حافظ محمد شہاب المعروف بابن البزاز کردری حنفی
(المتوفی ۸۲۷ ہجری)

''فتاویٰ بزازیہ'' میں رقمطراز ہیں: یزید اور اسی طرح حجاج پر لعنت کرنا جائز ہے مگر نہ کرنا چاہیے اور امام قوام الدین صفاری سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ یزید پر لعنت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں'' کردری کہتے ہیں اور یہ حق ہے کہ یزید پر اس کے کفر کی شہرت نیز اس کی گھناؤنی شرارت کی متواتر خبروں کی بنا پر جس کی تفصیلات معلوم ہیں لعنت ہی کی جائے گی۔

[ج ۶، ص، ۳۴۴، طبع میریہ بولاق مصر ۱۳۱۰ ہجری، برحاشیہ فتاویٰ ہندیہ]

''خلاصۃ الفتاویٰ اور فتاویٰ بزازیہ کا شمار فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں ہے۔''

مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''یزید کی تخت نشینی کی بلاء اسلام پر'' پھر اس کے تحت لکھتے ہیں: ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کے بجائے یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار ونکبت کی اولین شب ہے'' الخ (سیرت النبی ج:۳،ص:۷۰۹)

امام اہل سنت حضرت
مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ جو اپنے وقت کے بہت بڑے محقق تھے اور ان کی تحقیقات خصوصاً سنی، شیعہ، نزاعی مسائل میں ان پر اکابر دیوبند نے اعتماد فرمایا آپ نے رفض کو وہ ناکوں چنے چبوائے کہ روز قیامت تک روافض ان کے جواب سے عاجز ہیں اور امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ نے تو ان کو امام وقت قرار دیا ہے۔ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی فرماتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا واقعہ کربلا سبق لینے کے لیے کافی ہے کہ ایک فاسق کے ہاتھ پر بیعت نہ کی اور اپنی آنکھوں کے سامنے تمام خاندان کٹوا دیا اور خود بھی جان دے دی۔ (تجلیات صفدر ج:۱،ص:۵۳۶)

(ابوالائمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مقدس تعلیمات۔ص:۳۳)

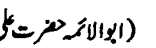

امام الاولیا، شیخ التفسیر حضرت

مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

حضرت لاہوریؒ اپنے خطبات میں یزید کے فاسق وفاجر ظالم اور شرابی ہونے کے متعلق فرماتے ہیں: یزید نے تمام ملکوں میں اپنے حکام کی طرف فرمان بھیجا کہ میرے حق میں لوگوں سے بیعت کی جائے۔ اسی ضمن میں اس نے مدینہ منورہ کے حاکم ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ سے یزید کے حق میں بیعت لی جائے امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی کیونکہ یزید فاسق، شرابی اور ظالم تھا۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے اہل خانہ اور ساتھیوں کی المناک شہادت کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ہر کلمہ گو اس وحشت ناک اور دردانگیز واقعہ سے بے انتہا رنج والم میں ہے۔ کوئی نہیں جو امام حسین رضی اللہ عنہ کی مظلومیت سے مغموم نہ ہو اور اس کا دل ان مظالم کو سن کر مضطرب اور پریشان نہ ہو تقریباً تیرہ سو سال گزرنے کے باوجود اس اندوہناک، دردانگیز، مصیبت خیز، پریشان کن اور دل ہلا دینے والے واقعہ کو بھول نہیں پائے۔

پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے حق پر اور یزید کے باطل ہونے کے متعلق فرماتے ہیں: اہل سنت والجماعت ان دردناک واقعات کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھنے کے باوجود ایک بہادر ذی وقار صاحب عزم انسان کی طرح متانت اور سنجیدگی کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا اور یزید جیسی طاغوتی قوتوں کے مقابلے میں امام حسین رضی اللہ عنہ کی قوت، ہمت اور ہدایت کی آواز اٹھا کر سنت حسین رضی اللہ عنہ کی یاد تازہ رکھتے ہیں۔ تاکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے متبعین اور نام لینے والوں میں روح حسینی کے نظارے ہمیشہ طاغوتی طاقتوں کے سامنے نظر آتے رہیں۔ (خطباتِ حضرت لاہوریؒ، ج:۱، ص، ۲۳۷، ۲۴۵)

شیخ المشائخ، قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

(حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کی شائع کردہ کتاب

''سیدنا علی و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما'' سے اقتباس)

جب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کو اپنے تلمیذ ارشد حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب (جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہ کے خلیفہ مجاز اور بھتیجے ہیں) کے خطوط سے معلوم ہوا کہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں محمود احمد عباسی (ناصبی و یزیدی) کی کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' (جو حضرت علیؓ و حسینؓ کی گستاخی پر مشتمل ہے) پڑھی جارہی ہے تو فوراً حضرت نے خطوط کے ذریعہ اس کا مجلس میں پڑھا جانا موقوف کرادیا۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے۔ سیدنا علی و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ص: ۳۱۴)

حضرت سید انور حسین نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' کے مندرجات سے حضرت اقدس رائپوریؒ کو جو محبت صحابہ و اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم سے ڈوبے ہوئے تھے۔ کیسے اتفاق ہوسکتا تھا؟ یہ خواندگی تو محض معلومات کے لیے تھی۔ حضرت اقدس نے اپنے مخصوص انداز میں ایک مختصر اور بلیغ جملے سے اس کتاب کی تردید فرمادی۔ فرمایا: ''ہمیں تو اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم سے بھی محبت ہے''

انہی دنوں یہ بھی فرمایا کہ: ''میں تو ان سیدوں کا غلام ہوں، لیکن شیعوں کا نہیں''

کتاب ''خلافت معاویہؓ و یزید'' دوبارہ کبھی حضرت والا کی مجلس میں دیکھی اور سنی نہ گئی۔ حالانکہ پسندیدہ کتابیں مجلس مبارک میں بار بار پڑھی جاتی تھیں۔ علماء اہل سنت دیوبند نے برملا اس کتاب کی تردید کی اور اس کے مصنف کی فتنہ انگیزی سے عامۃ المسلمین کو آگاہ کیا۔ (سیدنا علی و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما ص۔ ۳۱۶)

حضرت رائپوری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ: ''دو فتنوں نے دیوبندیت کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے ایک یزیدیت اور دوسرا مماتیت۔'' (بیاض نفیس)

رأس المحققین، علامہ دوراں، امام پاکستان حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب بخاری چوکیروی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

(حضرت بخاری شاہ صاحبؒ قطب زماں حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے اجل خلفاء میں سے تھے اور سنی وشیعہ نزاعی مسائل میں اللہ تعالیٰ نے خاص مہارت بخشی تھی۔ (مفتی) شیر محمد علوی غفرلہٗ)

یزید اور واقعہ کربلا کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سوال: واقعہ کربلا میں کس حد تک یزید کا ہاتھ ہے؟ اور وہ اس وقت کربلا سے کتنا دور تھا کیا وہ قابل دشنام ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ کہ وہ فاسق وفاجر تھا؟

جواب: واقعہ کربلا کی تمام تر ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے۔ وہ اگرچہ اس واقعہ کے وقت ظاہر میں کربلا سے بہت دور تھا۔ مگر حقیقت میں وہ اسی قدر نزدیک تھا۔ کیونکہ کوئی کام اس کی رائے کے بغیر نہیں ہو رہا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جیسی عظیم شخصیت پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر یا کسی صوبہ کے گورنر کا ذاتی فعل نہیں ہوسکتا۔ ہم اس موقعہ پر اہل سنت کی مشہور ومعروف درسی کتاب شرح عقائد نسفیہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو سوال مذکور کے ہر ایک جز کا شافی جواب ہوگی۔ (دیکھو کتاب مذکور مطبوعہ دیوبند۔ ص: ۱۱۳)

والحق ان رضا یزید بقتل الحسین و استبشارہ بذالک واھانۃ اھل بیت النبی علیہ السلام مما تواتر معناہ وان کانت تفاصیلہ احاداً فنحن لا نتوقف فی شانہ بل فی ایمانہ لعنۃ اللہ علیہ و علیٰ انصارہ واعوانہ۔ (ترجمہ) اور حق بات یہ ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر یزید کا راضی ہونا اور پھر اس پر خوشی کا ظاہر کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کو رسوا کرنا اگرچہ لفظوں کے اعتبار سے اخبار احاد ہیں مگر معنی کے رو سے متواتر ہیں پس ہمیں اس کے بے ایمان ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اس لیے ہم کہتے ہیں کہ خدا کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے امداد کرنے والوں پر (چاہے امداد مشورہ سے کریں اور چاہے اسلحہ سے)۔

(نوٹ) شرح عقائد کی مذکورہ بالا عبارت میں غور کرو۔ اس میں صیغہ متکلم مع الغیر اپنی ذات کی نہیں بلکہ تمام اہل سنت کی ترجمانی کر رہا ہے۔ اور علم عقائد کی کتابوں میں صرف اسی شرح عقائد کو نصاب تعلیم کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل ہے اور آج تک کسی عالم نے اس کتاب کو نصاب تعلیم سے خارج کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔

(پندرہ روزہ "الفاروق" چوکیرہ۔ ص: ۲۲۔ ۱۵ مئی ۱۹۵۷ء ج نمبر ا شمارہ نمبر ۱۴۔ تقریباً اسی قسم کی تفصیل علامہ تفتازانی نے اپنی مشہور کتاب عقائد شرح مقاصد میں تحریر فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو ج: ۳، ص: ۳۰۷ مطبوعہ جدید لاہور)

قطب الاقطاب، عالم ربانی حضرت

مولانا محمد انوری صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

تلمیذ ومجاز حضرت علامہ محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ

خلیفہ ومجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہو یا مسئلہ فسق یزید حضرت مولانا محمد انوری رحمہ اللہ اپنے اساتذہ کرام اور اکابر کے نقش قدم پر تھے، جمہور علمائے اہل سنت دیوبند کے عقائد کے مطابق حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو حق پر اور یزید کو فاسق سمجھتے تھے، حضرت انوری رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند اور تلمیذ حضرت مولانا ایوب الرحمن انوری رحمہ اللہ ایک مرتبہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

"والد صاحب حضرت انوری رحمہ اللہ نے شرح عقائد کے درس کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں دل پر ہاتھ رکھ کر فرمایا! "یا اللہ! آپ گواہ رہنا ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں اور ان کو حق پر سمجھتے ہیں۔"

(النبراس شرح شرح العقائد للامام النسفی ص: ۴۹۳)

(بروایت: محمد راشد انوری سلمہ ابن مولانا محمد ایوب انوری رحمہ اللہ)

بانی جامعہ خیر المدارس خیر الامت، شیخ المشائخ

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

یزید اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلمان تھا عاری نظر (۱) میں گناہ گار آخرت کا معاملہ خدا کو معلوم بس یہ اعتقاد کافی ہے۔ والسلام خیر محمد

(خلافت رشیدا بن رشید: ص ۳۷۱)

محدث جلیل، فقیہ نبیل، شیخ الاسلام حضرت

مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اعلاء سنن میں اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ خلیفہ فسق کی وجہ سے معزول ہو جاتا ہے یا نہیں اسی بحث میں آپ نے یہ عنوان قائم کیا ہے: تحقیق خروج الامام حسین بن علی رضی اللہ عنہ و امثالہ علی ائمۃ الجور۔ اس بات کی تحقیق کہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے جور (ظالم خلفاء) کے خلاف خروج کیا ہے۔

اسی سلسلے میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر کے خروج کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قلت۔ ویمکن ان یقال۔ ان الولاۃ الذین خرجو علیھم کانو فسقۃ من اول الامر وقد عرفت ان الولایۃ لاتنعقد لفاسق ابتدائً عند الجمھور فلم یکن خروجھم علی الامام وھو المنھی عنہ بل علی غیر امام۔۔۔۔۔ الخ

---

(۱) (عاری نظر میں یعنی ظاہری نظر میں گناہ گار یعنی فاسق، اور فاسق بہر حال مسلمان ہوتا ہے نہ کہ کافر)

میں کہتا ہوں کہ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جن والیانِ ملک کے خلاف ان اکابر نے خروج کیا تھا وہ ابتداء سے ہی فاسق تھے۔ اور آپ کو یہ معلوم ہے کہ جمہور کے نزدیک فاسق کی ولایت (حکومت) ابتداء سے ہی منعقد نہیں ہوتی۔ تو ان حضرات کا خروج کسی امام کے خلاف نہ تھا (کیونکہ شرعاً وہ امام اور خلیفہ ہی نہ تھے اور خروج ممنوع ہے وہ امام کے خلاف ہے) ان کا خروج اس کے خلاف تھا جو (حقیقتاً) امام (خلیفہ) ہی نہ تھا۔

اسی سلسلہ میں لکھتے ہیں: فاولٰیک الائمة الذین خرجو علی یزید والحجاج لعلهم ظنو من انفسهم القدرة علیٰ خلعها لکثرة بایعهم علی ذلک فقد بایع علیٰ ید مسلم بن عقیل للامام حسین بن علی عدد کثیر من اهل الکوفة تزید عدتهم علی اربعین الفا ــــ الخ (اعلاء السنن: ج ۱۲، ص ۲۱۸)

پس ان ائمہ (یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ) نے جو یزید اور حجاج کے خلاف جو خروج کیا ہے یعنی ان کے مقابلے میں نکلے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خیال میں وہ ان دونوں (یعنی یزید وحجاج) کو معزول کرنے کی قدرت رکھتے تھے بوجہ ان لوگوں کی کثرت کے جنہوں نے ان کی بیعت کی تھی چنانچہ امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر کوفیوں کی ایک کثیر تعداد نے بیعت کی تھی جن کی تعداد چالیس ہزار سے زائد تھی۔

ایک جگہ حضرت لکھتے ہیں: ایک سوال کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کے خلاف خروج کیوں کیا؟

اس کا جواب ہے کہ حضرت امام کو روایتیں ایسی پہنچی تھیں جن سے یزید کا فاسق ہونا لازم آتا تھا اور فاسق ہونے کے بعد خلیفہ معزول ہو جاتا ہے پس امام کا یزید کے خلاف خروج کرنا بالکل صحیح تھا۔ (کشف خارجیت: ص، ۳۸۷، ۳۸۸۔۳۸۹)

رئیس المتکلمین، عمدۃ المحدثین حضرت

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

امام حسین رضی اللہ عنہ کا یزید پلید سے مقابلہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج خلافت راشدہ کے دعویٰ کی بنا پر نہ تھا اس لیے کہ خلافت راشدہ کی مدت تیس سال گزر چکی تھی بلکہ مسلمانوں کو ظالموں کی حکومت سے چھڑانا تھا کہ مسلمانوں پر ظالم اور فاسق وفاجر کی حکومت قائم نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ یزید کی حکومت ابھی پوری طرح قائم نہ ہوئی تھی۔ اہل مکہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ نے ابھی تک یزید کے ہاتھ پر بیعت نہ کی تھی اور حضرت امام حسین اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے بھی بیعت نہ کی۔ اور احادیث میں جو یہ آیا ہے کہ بادشاہ وقت سے بغاوت اور اس کی اطاعت سے خروج جائز نہیں اگرچہ وہ بادشاہ ظالم ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس بادشاہ کا بلانزاع اور بلا مزاحمت کامل تسلط ہو جائے وہ اگرچہ ظالم ہو اس کی اطاعت سے خروج اور بغاوت جائز نہیں اور جس کا ابھی تک تسلط ہی نہ ہوا ہو اور ہنوز اس کی حکومت ہی قائم نہ ہوئی ہو تو اس کا مقابلہ خروج اور بغاوت نہ کہلائے گا۔ دفع تسلط اور رفع تسلط میں بڑا فرق ہے قائم شدہ تسلط کا رفع یعنی اس کا ازالہ خروج اور بغاوت ہے اور کسی ظالم کے تسلط کو قائم نہ ہونے دینا اس کا نام منع تسلط ہے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خروج یزید پلید کے دفع اور منع تسلط کے لیے تھا نہ کہ رفع تسلط کے لیے۔ (ماخوذ از فتاویٰ عزیزی، ص: ۲۲۔ ج نمبر ۱)

(خلافت راشدہ طبع اول ص: ۲۰۸، ۲۰۹ مصنفہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی)

صاحب سیف وقلم حضرت

مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک وموقف

خلیفہ مجاز امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

وشاگرد امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ نے حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کے فضائل ومناقب پر ایک کتاب ''سیرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما'' تحریر فرمائی اور اس کتاب پر امام التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور عالم ربانی حضرت مولانا سید حامد میاںؒ نے تقاریظ رقم فرمائی ہیں۔اس کتاب سے یزید کے ظلم وزیادتی کے متعلق چند اقتباسات پیش قارئین ہیں۔

ابن زیاد کا تقرر:

پھر اسی شخص اور دوسرے لوگوں نے بھی دمشق میں یزید کو لکھا کہ یہاں مسلم بن عقیلؓ لوگوں سے بیعت لے رہے ہیں اگر کوفہ میں اپنی حکومت چاہتے ہو تو کسی سخت مزاج آدمی کو یہاں بھیجو نعمان (بن بشیر صحابی رسولؐ) جیسے آدمی سے یہ فتنہ نہ دبے گا۔

(جلاء العیون:۲/۵۲۱)

خط ملنے پر یزید نے سرجون (اپنے عیسائی مشیر) کے مشورہ سے عبیداللہ ابن زیاد کو لکھا کہ تمہیں بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی حاکم بنایا جاتا ہے لہذا بصرہ کا انتظام کسی اور کے سپرد کر کے فوراً کوفہ پہنچو۔ (سیرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، ص،۱۴۹)

حادثہ کربلا:

محرم ۶۱ ہجری میں کربلا کا حادثہ فاجعہ رونما ہوا۔

واقعۂ حرہ:

۲۸ ذوالحجہ ۶۳ھ اہل مدینہ نے یزید کی خلافت سے بغاوت کی قریش نے عبداللہ بن مطیع اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا امیر مقرر کرلیا۔ جس کے خلاف یزید نے مدینہ پر لشکر کشی کی عام خونریزی ہوئی، صحابہ وکبار تابعین شہید ہوئے۔

مکہ پر فوج کشی:

۲۷ محرم ۶۴ھ کو مکہ مکرمہ پر فوج کشی کی گئی بیت اللہ کا تقدس پامال ہوا۔

وفات:

مکہ کرمہ پر حملہ کے دوران ہی ۱۴ ربیع الاول ۶۴ ہجری ۱۰ نومبر ۶۸۳ عیسوی کو یزید اڑتیس برس کی عمر میں اول وآخر ظلم وستم سے معمور فتنوں سے بھرپور تین سال آٹھ ماہ چودہ دن کی حکومت کرکے چل بسا۔ (سیرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما، ص، ۲۰۴، ۲۰۵)

مؤرخ ملت حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

سابق مفتی مدرسہ شاہی مراد آباد وشیخ الحدیث مدرسہ امینیہ، دہلی

''محمود احمد عباسی صاحب نے ایک کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' مرتب کی، پاکستان سے شائع کی گئی، حکومت پاکستان نے اس پر پابندی لگادی، اس پابندی نے اس کی شہرت کی رفتار اور تیز کردی یا ''بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا'' یہ شہرت پاکستان سے گزر کر ہندیونین تک پہنچی، کچھ نفع اندوز کتب فروشوں نے محسوس کیا کہ سودا سودمند ہے لہٰذا اس کو طبع کرا کر فروخت کرنا شروع کردیا۔

اس تمام سلسلہ سے نہ جمعیۃ علماء ہند کو کوئی تعلق ہے نہ دارالعلوم دیوبند کو، یہ سب حضرات اس کی تصنیف، اشاعت، طباعت وغیرہ جملہ ذمہ داریوں سے پاک دامن اور سرتاسر بے تعلق ہیں، ان کے متعلق اس کتاب کا کسی قسم کا بھی انتساب سراسر بہتان اور ظلم ہے، ان بزرگوں کا اگر قصور ہے تو صرف یہ کہ وہ بے قصور ہیں۔

مگر افسوس کہ وہ بدنام کنندگان نکوں ناماں جن کے دامن کردار میں دشنام طرازی کے سوا کچھ بھی نہیں کہ جو خادمان ملت، ارباب علم، اصحاب تقویٰ کی پگڑیاں اُچھال کر اور ان کی توہین و تذلیل کر کے سستی شہرت اور جھوٹا وقار حاصل کرنے کے عادی ہیں وہ اس موقع پر بھی نہیں چوکے اور انھوں نے اس کتاب کو جمعیۃ علماء ہند اور علماء دیوبند اور دارالعلوم دیوبند کی طرف منسوب کر کے ایک طوفان برپا کر دیا اگر ایک شخص معاذ اللہ ایک رکیک اور قابل نفرت تصنیف کے ذریعہ سیدنا الامام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزت وحرمت کے ساتھ کھیل کرتا ہے اس لیے قابل نفرت وملامت ہے کہ وہ شخص اور وہ جماعت جو اس کتاب کو بہانہ بناتی ہے اور علماء دیوبند یا جمعیۃ علماء ہند کے اکابر پر لعن وطعن کی بوچھاڑ کرنے کے لیے سیدنا الامام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزت وحرمت کو اپنی رکیک تصنیف کا تختہ مشق بنایا ہے تو کیا وہ شخص، وہ اخبار یا وہ جماعت مستحق ملامت نہ ہوگی جو محض اپنی شہرت اور وقار اور ناکردہ گناہوں کو بدنام کرنے کے لیے جگر گوشہ رسول ﷺ قرۃ عین فاطمہ رضی اللہ عنہا، نور چشم علی رضی اللہ عنہ کی عزت وعظمت کو تختہ مشق بنا رہی ہے اور وہ ذات جس کو احادیث مقدسہ نے نوجوانان جنت کا سردار قرار دیا ہے اس کی دستار عظمت سے گستاخیاں کر رہی ہو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ بایں ہمہ ہمارا مسلک یہی ہے۔

دشنام خلق را ندہم جز دعا جواب
ابرم کہ تلخ گیرم و شیریں عوض دہم

کچھ آگے چل کر حضرت سید صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''تکلیف دہ پہلو یہ ہے کہ سیدنا امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا جو کردار اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے وہ محض بحیثیت ایک مدعی سلطنت اور خواہش مند امارت وسیادت کے پیش کیا گیا ہے باقی یہ بات کہ احیائے خلافت راشدہ کا ایک مقدس اور پاکیزہ نقطۂ نظر جو نور دیدہ چشم رسالت کا نصب العین بنا رہا جس کے لیے حضرت موصوف نے اپنا سب کچھ قربانی کے لیے پیش کر دیا جس کی بنا پر آپ کے اس ایثار کو وہ مرتبہ دیا گیا کہ پوری امت نے آپ کی موت کو شہادت عظمیٰ قرار دیا محمود عباسی صاحب کی اس کتاب میں یہ نظریہ قطعاً سامنے نہیں آیا۔''

اسی مضمون میں ایک جگہ حضرت سید صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''محمود عباسی نے جو کتابوں کے حوالے دیے اور پھر ان سے غلط مطلب نکالا جیسے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مسلک کی حمایت و تائید میں جو باتیں کہی گئیں ہیں ان سے مسلکِ یزید کی تائید کی جائے اور یزید کے مقابلے میں معاذ اللہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مطعون اور مجروح کیا جائے یا جو دلائل کم بخت یزید کے خلاف پیش کیے گئے ہیں ان سے یزید کا تقدس ثابت کیا جائے تو اس کو تحقیق و ریسرچ نہیں کہا جائے گا، یہ سراسر خیانت ہے اور سرتاسر ظلم ہے، علم پر تاریخ پر علمی دیانت پر ہمیں افسوس ہے کہ عباسی صاحب نے ان کثیر تعداد مآخذوں سے عموماً یہی کام لیا ہے اور ان کے بے محل استعمال کر کے تحقیق و ریسرچ کے نام پر ظلم کیا معاذ اللہ اللّٰھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ۔ (الجمعیۃ، دہلی، یکم نومبر ۱۹۵۹ء)

فقیہ العصر، امام المحدثین

حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحبؒ رئیس دارالافتاء دارلعلوم دیوبند اپنے رسالہ ''حقیقتِ یزید'' میں ''حدیث قسطنطنیہ'' کی مفصل تشریح کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: حاضر العالم الاسلامی کی عبارت کے جو اجزاء نقل کیے گئے ہیں اُن سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

(۱) اول بلادِ روم اور قسطنطنیہ کے بارہ میں ایک ہی غزوہ نہیں ہے بلکہ فتح ہونے سے پہلے چند مرتبہ جہاد اور لشکر کشی کی نوبت آئی ہے۔ اور تقریباً سات سال تک جہادِ بلادِ روم ہوتا رہا ہے۔

(۲) دوسرے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات میں اختلاف ہے کہ کس سنہ ہجری میں واقع ہوئی ۵۰ھ سے ۵۲ھ تک کے قول ہیں گو راجح ۵۲ھ ہے بلکہ ۵۵ھ میں وفات کا بھی ایک قول ہے۔

(۳) تیسرے ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ یزید کے لشکر میں نہیں تھے بلکہ پہلے سے جہادِ قسطنطنیہ میں معروف تھے یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہی پہلے سے ابوایوب رضی اللہ عنہ جہاد قسطنطنیہ کے لیے چلے گئے تھے یزید کے لشکر کے ساتھ نہیں گئے اگرچہ وفات یزید کے آنے کے بعد ۵۲ھ میں ہوئی۔

(۴) چوتھے جہاد قسطنطنیہ صرف یزید ہی کی اَمارت میں نہیں ہوا بلکہ اس سے قبل بھی جہاد ہوتا رہا۔

(۵) پانچویں پہلا بحری بیڑا جہاد قسطنطنیہ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو روانہ کیا ہے وہ بسر بن ابی اَرطاۃ کی امارت وسرکردی میں تھا جو بقول طبری قسطنطنیہ تک پہنچ گیا تھا، اَوّلیت اُسی کو حاصل ہے، اس نے دریائی محاصرہ کردیا تھا۔ یزید کا لشکر بعد میں ۵۲ھ میں خشکی کے راستہ سے پہنچا ہے جو فضلہ بن عبیدہ کے لشکر سے جاملا ہے پھر دونوں ساتھ روانہ ہوئے ہیں اور بسر بن ابی ارطاۃ کے محاصرہ میں شریک ہوئے۔

(۶) چھٹے حدیث کے لفظ ''اول جیش من امتی غزا مدینۃ قیصر مغفور لھم'' یہ بسر بن ابی ارطاۃ کی قیادت میں جو لشکر گیا ہے اس پر صادق آتا ہے مغفور لھم اسی کے لیے بشارت ہے۔ یزید کی قیادت والا لشکر بری ہے بحری نہیں۔ ثانوی ہے اول نہیں ہے۔ یہ جدا امر ہے کہ بعد میں یزید بھی شریک ہوگیا دونوں نے مل کر مدینہ قیصر فتح کیا ہے۔

(۷) ساتویں حدیث میں ''اول جیش'' کے غزوہ کرنے کا ذکر ہے کہ میری امت کا جو پہلا لشکر مدینہ قیصر پر جہاد کرے گا مغفور لھم ہے۔ اس میں فتح کرنے کا ذکر نہیں ہے کہ فتح کر لینے کے بعد مغفور ہوگا، فتح کرے یا نہ کرے وہ مغفور ہے۔

بعد کو دونوں لشکروں کے محاصرہ کرنے سے فتح بھی ہوگیا اولیت غزوہ کو مضر نہیں ہے پس عباسی صاحب (محمود احمد عباسی) کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المؤمنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی پہلا اسلامی جیش تھا جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔ اسی اسلامی فوج کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت مغفرت دی تھی۔ انتہی (ص:۴۲ کتاب خلافت معاویہ ویزید)

پہلا لشکر بسر بن ابی ارطاۃ کا ہے جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا ہے؟ یا پہلا لشکر سفیان بن عوف کا ہے؟ یا دونوں کا پہلا لشکر ہے؟ یا عبداللہ بن مسعدہ فزاری کا پہلا لشکر ہے؟ جس کو حافظ عینیؒ نے ذکر کیا ہے جو پہلے نقل ہو چکا ہے۔ انہیں میں صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ یزید کے لشکر میں نہ تھے۔ بلکہ پہلے سے وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ سات سال تک مسلسل جہاد ہوتا رہا۔ یزید کے لشکر کو بعدیت حاصل ہے اولیت نہیں، لشکر اسلامی کے سردار بسر بن ابی ارطاۃ ہیں سفیان بن عوف ہیں عبداللہ بن مسعدہ ہیں۔ یزید بھی بری دستہ فوج کا امیر تھا۔ جو بعد میں پہنچا ہے۔

ان جملہ اُمور پر نظر ڈالنے سے حدیث بخاری ''مغفور لھم'' کا مصداق متعین ہوتا ہے۔ اور حدیث کی شرح صحیح ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کی مغفرت عام ہے کوئی اس میں دخیل نہیں ہوسکتا، رحمت عامہ تمام مسلمانوں پر حاوی ہے۔ جب یزید مسلمان ہے اور ایمان پر موت واقع ہوئی ہے۔ اس کو بھی مغفرت و رحمت خداوندی شامل ہو جائے تو اس میں کسی کا اجارہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں بخش دیں جس کی چاہیں مغفرت کر دیں، کلام صرف حدیث کے معنیٰ اور اس کے مصداق میں ہو رہا ہے۔ کہ تاریخی حیثیت سے اس کا مصداق کیا ہے؟ اور اولیت کس امیر و قائد کی فوج کو حاصل ہے؟ حصار مدینہ قیصر میں اول و ثانی دونوں فوجیں شریک ہیں اور دونوں نے مل کر فتح کیا ہے۔ حدیث میں فتح کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ صرف فوج کشی اور جہاد کا ذکر ہے۔ جو سات سال تک ہوتا رہا اور مسلمان اسے فتح کر کے ہی واپس ہوئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سب غزووں میں شریک رہے۔ یہ کہنا کہ یزید کے لشکر میں ہی صحابہ کی جماعت روانہ ہوئی تھی واقعات اس کی شہادت نہیں دیتے بلکہ خلاف کے شاہد ہیں۔

(حقیقت یزید: ص: ۶۰، طبع دہلی)

حضرت مفتی مہدی حسن صاحبؒ نے یزید کے بارہ میں ''حقیقت یزید'' نامی ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے (اس رسالہ کا نیا ایڈیشن جلد چھپ کر منظر عام آنے والا ہے)۔ اس رسالہ سے مفتی صاحبؒ کا یہ موقف سامنے آتا ہے کہ:

☆ وہ یزید کو فاسق و فاجر سمجھتے ہیں

☆ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں برابر کا شریک سمجھتے ہیں۔

☆ ان کے نزدیک یزید حدیث پاک "اول جیش من امتی" کا ہرگز مصداق نہیں ہے۔

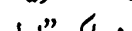

حضرت مولانا محمد اُویس نگرامی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

استاذ التفسیر والحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ مدیر دار المصنفین، اعظم گڑھ

حضرت مولانا محمد اُویس صاحب نگرامی صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: "صفحہ ۴۰ پر یزید کی بیعت کے سلسلہ میں مصنف (کتاب خلافت معاویہ و یزید) نے ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ج:۸، ص:۸۰ کی حسب ذیل عبارت نقل کی ہے: فاتسقت البیعۃ لیزید فی سائر البلاد و وفدت الوفود من سائر الاقالیم الی یزید۔

ترجمہ: تمام شہروں میں یزید کی بیعت ہوگئی؟ اور یزید کے پاس ہر سمت سے وفود آئے۔

اسی سلسلہ میں عباسی صاحب نے کہا ہے کہ ہر علاقہ کے لوگوں نے بطیب خاطر یزید پر بیعت کی، ہر عربی داں سمجھ سکتا ہے کہ فاتسقت سے پہلے کوئی فقرہ ضرور موجود ہے جس کا تعلق فاتسقت کے فقرہ سے ہے، اب ملاحظہ فرمائیے کہ وہ فقرہ کیا ہے؟ ابن کثیر کی پوری عبارت یہ ہے: ثم خطب معاویہ و ھؤلاء حضور تحت منبرہ بایع الناس لیزید وھم قعود ولم یوافقوا ولم یظھروا خلافا لما تھددھم وتوعدھم فاتسقت البیعۃ لیزید۔

ترجمہ: پھر امیر معاویہؓ نے خطبہ دیا اور یہ لوگ موجود تھے لوگوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ لوگ بیٹھے تھے نہ موافقت کی اور نہ اختلاف ظاہر کیا اس لیے کہ ان کو دھمکی دی تھی پس یزید کی بیعت ہوگئی۔

عباسی صاحب کی دیدہ دلیری کی انتہا ہو کہ فاتسقت والا فقرہ تو ناظرین کے

سامنے پیش کرتے ہیں اور اسی سے متعلق پہلے کا فقرہ جو ان کے مقصود کے خلاف پڑتا ہے اس کو صاف حذف کر جاتے ہیں۔

بعینہٖ یہی صورت ص: ۴۹ پر بھی اختیار کی ہے یزید کے متعلق ابن کثیر کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: وقد کان یزید فیہ خصال محمودۃ من الکرام والحلم والفصاحۃ والشعر والشجاعۃ وحسن الرای فی الملک وکان ذا جمال حسن المعاشرہ۔

ترجمہ: یزید میں حلم، فصاحت، شعر و بہادری، امور مملکت کے سلسلے میں اچھی رائے وغیرہ کے خصال موجود تھے۔

یہاں پہنچ کر عباسی صاحب نے قلم روک لیا حالانکہ انہی ابن کثیر نے اسی عبارت کے متصلا بعد یہ عبارت بھی لکھی ہے: وکان فیہ ایضا اقبال علی الشھوات ترک بعض الصلوۃ فی بعض الاوقات وامانتھا فی غالب الاوقات۔ اور اسی طرح اس کی شہوات کا خاصا میلان موجود تھا وہ نماز بھی بعض اوقات چھوڑ دیا کرتا تھا۔

میں نے صرف چار مثالیں پیش کی ہیں اور اب تو یہ بدگمانی ہوتی ہے کہ اگر دوسرے حوالوں کو بھی اصل سے ملایا جائے تو شاید مزید دردناک انکشافات ہوں بہرحال جب مصنف کی دیانت کا یہ حال ہے تو جب تک ہر حوالہ کو اصل ماخذ سے نہ ملایا جائے کتاب پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا اور اس صورت میں خالص علمی حیثیت سے کتاب کا جو مرتبہ رہ جاتا ہے ظاہر ہے۔" (اخبار صدق جدید، لکھنؤ، ۲ رنومبر ۱۹۵۹ء)

۞۞۞

یزید ہی قتل حسینؓ کا ذمہ دار

یزید نے حضرت حسینؓ کے مقابلے کے لیے بطور خاص عبداللہ ابن زیاد کو فورا بصرہ سے ہٹا کر کوفہ کا گورنر بنا دیا تا کہ ابن زیاد ذاتی دلچسپی سے حسینؓ کو قتل کر دے، یہ بد بخت کوفہ آ گیا پہلے اس نے مسلم بن عقیل کو شہید کیا اور قصر امارت پر قبضہ کیا اور اس کے بعد فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر حضرت حسینؓ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا۔

استاذ العلماء والصلحاء

حضرت مولانا محمد احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

فاضل جامعہ مظاہر علوم سہارنپور وبانی مدرسہ اشرفیہ سکھر

حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ نے محمود احمد عباسی (خارجی، ناصبی، یزیدی) کی ایک گمراہ کن کتاب کا بہت ہی مدلل اور مسکت جواب ''محمود احمد عباسی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ'' کے نام سے لکھا اس کتاب میں یزید کے کردار کی خرابیاں اس کا ظلم اور فسق وفجور بیان کیا ہے اس کتاب پر مقدمہ حضرت مولانا محمد احمد تھانویؒ نے لکھا اور اس کی مکمل تائید فرمائی ہے۔ جس سے اُن کے یزید کے متعلق نظریہ کی عکاسی ہوتی ہے، وہ مقدمہ پیش قارئین ہے۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

میرے قدیمی محسن وکرم فرما مولانا سید عبدالشکور صاحب کو اللہ تعالیٰ نے علم کے ساتھ ساتھ پرہیزگاری اور تقویٰ کی دولت سے بھی سرفراز فرمایا ہے اور ''تجدد پسند'' اور محرفین کے کید ومکر کی گرفت کرنے کی صلاحیت سے بھی حصہ وافر عطا ہوا ہے، مولانا موصوف نے ''خلافت معاویہ ویزید'' کے مصنف کے مغالطات کو واضح کرنے کی ابتدائی سعی فرمائی ہے۔

یہ مقالہ مختصر ہونے کے باوجود اصولاً جامع ہے، جس سے ''تحقیق وریسرچ'' کے نام پر کام کرنے والے مجددین کی تلبیسات کا پردہ چاک ہوجاتا ہے۔

ہمارے ملک میں مختلف حضرات نے یہ بیڑا اٹھا رکھا ہے کہ وہ دین اور تاریخ کے مسلمات کو بھی تحقیق وریسرچ کے نام سے مجروح کردیں اور عوام کو اسلاف سے کاٹ کر دین کی قطع وبرید کے زہر ہلاہل کو ان کے گلے سے اتار دیں۔

اگر تحقیق وریسرچ کا نام نہ دیا جاتا تو امت مسلمہ ان کی تحریفات وتلبیسات کو برداشت نہ کرسکتی۔ مگر ریسرچ اسکالر کی حیثیت سے اپنا حاصل مطالعہ بنا کر جب کسی بات کو عوام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ چونکہ ان کے اندرونی زہریلے اثرات سے واقف نہیں ہوتے اس لیے شکار کرنے والوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

ہمارے ملک کے متجددین نے یہ طریقہ اپنے غیر ملکی اساتذہ اور آقاؤں (مستشرقین یورپ) سے سیکھا ہے اور تیرہ سو سالہ مسلمات کو مشکوک بنا کر پیش کرنا ہی ان کا منتہائے نظر ہے اور مسلمانوں کو اپنے ماضی سے کاٹ کر الحاد و بے دینی کی راہ پر لگا دینا چاہتے ہیں۔

بڑے سے بڑے محدث کو بھی مطعون کرنے میں باک نہیں کرتے۔ صحیح سے صحیح حدیث کو بھی جعلی اور من گھڑت کہہ کر ٹھکرا دیتے ہیں، یہ سب کچھ ایک سمجھی بوجھی سکیم اور خصوصی حلقۂ فکر ونظر پیدا کرنے کے لیے کیا جا رہا ہے۔

ضرورت ہے کہ اس قسم کے حضرات کے لٹریچر کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے اور ان کی جملہ تلبیسات کو طشت از بام کیا جائے تاکہ آنے والی امت ان کے مکروفن سے واقف ہو سکے اور امت اسلامیہ ان کے سنہری جال میں نہ آسکے۔

دین پسند اہل قلم اور علماء امت سے مخلصانہ استدعاء ہے کہ وہ اس فتنہ کے انسداد کے لیے ابھی سے کوئی متفقہ پروگرام بنائیں کہ ابھی تو اس فتنہ کی ابتداء ہے لیکن ایسا نہ ہو کہ پانی سر سے گزر جائے اور بعد میں ہم کو خدا کے حضور جواب دہی کرنا پڑے۔

محمد احمد تھانوی
مہتمم مدرسہ اشرفیہ سکھر
حال وارد سرگودھا
۱۴/اکتوبر ۶۸ء

فقیہ ملت، مفکر اسلام

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

سابق مرکزی جنرل سیکریٹری جمعیۃ علماء اسلام، پاکستان

ایسے مسائل جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس میں اختلافات اور تنازعات کا ذکر ہو۔ بہت زیادہ پیچیدہ ہیں۔ ہر ایک شخص کو جب تک باقاعدہ محقق عالم نہ ہو۔ اس میں گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ اکثر لوگ اس میں افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ کچھ اہل بیتؓ کی توہین پر اتر آتے ہیں۔ اور کچھ باقی صحابہ کرامؓ کی توہین کرتے نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دونوں سے محفوظ رکھے۔ مذہب اس کے بین بین ہے۔ وہ یہ کہ اگرچہ یزید فاسق تھا۔ لیکن بعض صحابہؓ اور تابعینؒ نے اس کی بیعت کی۔ نعوذ باللہ اس لیے نہیں کہ وہ کمزور تھے عدیا حق چھپاتے تھے۔ بلکہ ان کے نزدیک اجتہادی مسئلہ تھا۔ کہ فاسق کو جب امیر بنایا جاوے۔ تو اس کی امارت شرعاً صحیح امارت ہے۔ اور اسکی بیعت لازم ہے۔ اس سے خلاف کرنا صحیح نہیں۔ ان کا اجتہاد یہ تھا ان کے پاس بھی دلائل تھے۔ اور کتاب و سنت سے وہ اس مسئلہ کو ثابت کرتے تھے۔ اور حضرت سیدنا حسینؓ کا اجتہاد یہ تھا کہ فاسق کی بیعت جائز نہیں ہے۔ اس لیے انھوں نے انکار کر کے قربانی دی۔ اور قاعدہ شرعی ہے۔ کہ ہر مجتہد کو اپنے اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے۔ نیز اجتہاد میں اگر خطا بھی ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ثواب ملتا ہے اس لیے کسی فریق سے بھی اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں کرے گا۔ بلکہ دونوں کو ثواب ملے گا۔ باقی یزید بہر حال فاسق تھا۔ اس لیے کم از کم اکابر صحابہؓ و تابعینؒ کی دونوں طرف سے عظمت محفوظ رہے۔ واللہ اعلم۔

محمود عفا اللہ عنہ مفتی مدرسہ قاسم العلوم ملتان

(فتاویٰ مفتی محمود: ج ۱: ص ۲۹۰)

سوال: اگر کوئی شخص یزید بن معاویہ کو ظالم اور فاسق و فاجر مانتا اور اسے مستحق لعنت سمجھتا ہو۔

جواب: یزید فاسق تھا۔ اور یہ صحیح ہے کہ اس پر لعنت کرنی جائز نہیں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اس قسم کے ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مؤمن تھا بسبب قتل کے فاسق ہوا کفر کا حال دریافت نہیں۔ کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ج،۱: ص،۳۲۰) (فتاویٰ مفتی محمود: ج،۱: ص،۲۹۷)

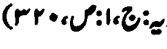

فسق یزید اور امام ابن کثیر

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب ''البدایہ والنہایہ'' میں ایک جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ یزید کے فسق کی تصریح کی ہے۔ مثلاً۔(۱) ایک مقام پر امام طبرانی کی یہ روایت نقل کی ہے: '' یزید اپنی نوعمری میں پینے پلانے کا شغل رکھتا تھا اور اس میں نوجوانوں کی سی آزادی تھی'' [ج۸،ص۲۸۸]

(۲) اور دوسری جگہ لکھتے ہیں: [ج،۸،ص،۲۳۰،سورۃ مریم آیت نمبر ۵۹]

اور یزید میں یہ بات تھی کہ وہ خواہشات نفسانی کا متوالا تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں بھی چھوڑ دیا کرتا تھا اور اکثر ناوقت پڑھتا تھا۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے ناخلف ہوں گے جو نمازیں چھوڑیں گے، اپنی خواہشات کی پیروی کریں گے اور عنقریب'' غَیّ'' جہنم میں (جو کہ جہنم کی بدترین وادی ہے) داخل ہوں گے۔ (الحدیث)

برکۃ العصر، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

(کتاب ''سیدنا علی وحسین رضی اللہ عنہما'' سے اقتباس)

جب حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کو اپنے تلمیذ ارشد حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب (جو حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائپوری قدس سرہٗ کے خلیفہ مجاز اور بھتیجے ہیں) کے خطوط سے معلوم ہوا کہ حضرت (شاہ عبدالقادر) رائپوری نوراللہ مرقدہٗ کی مجلس میں محمود احمد عباسی (ناصبی ویزیدی) کی کتاب ''خلافت معاویہؓ ویزید'' (جو حضرت علیؓ وحضرت حسینؓ کی گستاخی پر مشتمل ہے) پڑھی جارہی ہے تو فوراً حضرت نے خطوط کے ذریعہ اس کا مجلس میں پڑھے جانے کو موقوف کرادیا۔ وہ دونوں خط ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں۔

مکرم ومحترم مولوی عبدالجلیل صاحب مدفیوضکم

بعد سلام مسنون! اس وقت جمعہ کے دن ساڑھے گیارہ بجے میر صاحب سے سرسری ملاقات ہوئی کہ ہجوم تھا۔ رسالہ پہنچ گیا مگر دستی پر چہ باوجود میرے سوال کے بھی کوئی نہیں دیا۔ اس کے بعد ڈاک آئی اور اس میں کارڈ پر سوں بدھ کا لکھا ہوا ملا، اگرچہ اس جمعہ اور ہجوم کی وجہ سے وقت تنگ ہے مگر چونکہ اس میں حضرت کے نظام الاوقات میں یہ لکھا کہ ایک کتاب ''خلافت معاویہؓ ویزید'' سنائی جارہی ہے اگر یہ وہی عباسی والی ہے تو ہرگز اس قابل نہیں کہ مجمع میں سنائی جائے، جو حدیث سے واقف نہیں، تاریخ پر عبور نہیں رکھتے اُن کو اس کا دیکھنا ہرگز جائز نہیں، سخت گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اس بد نصیب نے دیدہ دانستہ عبارتیں مسخ کی ہیں، مثال کے طور پر لکھتا ہے کہ:

حافظ ابن حجرؒ کی ''تہذیب التہذیب'' سے یحییٰ کا قول نقل کیا ہے کہ: حافظ نے ان سے یزید کی توثیق نقل کی ہے۔ اب کوئی شخص اصل کتاب کو نکال کر دیکھے تو معلوم ہو کہ حافظ نے اس میں لکھا ہے کہ:

یحییٰ جو ایک ثقہ آدمی ہیں، اُنہوں نے فلاں سے جو ثقہ ہے، یہ نقل کیا کہ میرے سامنے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے سامنے کسی نے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اسے کوڑے لگوائے کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے؟

اس سے اندازہ کرے کہ اس جاہل نے اس کو یہ لکھا ہے کہ حافظ نے یحییٰ سے یزید کی توثیق نقل کی ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا محمد صاحب کے وہاں ہوتے ہوئے بھی یہ کتاب حضرت کی مجلس میں پڑھی جاسکتی ہے۔ نہایت عجلت میں یہ سطور اس لیے لکھ دیں کہ میر جی صاحب آج جارہے ہیں۔ ڈاک کا خط نہ معلوم کب تک پہنچے۔ حضرت اقدس کی خدمت میں سلام کے بعد دُعا کی درخواست۔ فقط

زکریا۔ ۳/ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

مولانا عبدالجلیل صاحب مدظلہٗ نے مکتوب بالا کے جواب میں عریضہ لکھ کر واضح فرمایا کہ کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' مجلس عام میں نہیں سُنی گئی بلکہ صرف چند مخصوص خدام کی موجودگی میں سُنی گئی ہے۔

اس پر دوبارہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے اپنے والا نامہ میں تحریر فرمایا: کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' کے متعلق تم نے لکھا ہے کہ خواص کے مجمع میں پڑھی جاتی ہے لیکن جن خواص کا نام آپ نے لکھا ہے وہ بھی تاریخ وحدیث کے زیادہ ماہر نہیں ہیں اور اس کتاب میں بددیانتی سے کام لیا گیا ہے، کہ ''لا تقربو الصلوٰۃ'' سے نماز کے پڑھنے کی قرآن پاک سے ممانعت کے مشابہ ہے۔ فقط والسلام

زکریا، مظاہر العلوم۔ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ

(سیدنا علی وسیدنا حسین رضی اللہ عنہما ص:۳۱۶)

شمس العلماء، علامۂ دوراں

حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

لعنت بر یزید:

حضرت مولانا سے دورانِ درس لوگوں نے سوال کیا کہ یزید پر لعنت بھیجنا درست ہے کہ نہیں؟ حضرت مولانا نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ: حضرت حسین رضی اللہ عنہ حق پر ہیں یہ درست ہے اور یزید مجرم ہے یہ بھی درست ہے مگر وہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں۔ اور مسئلہ یہ کہ جس کا کافر ہونا یقینی ہو تو اُس پر لعنت بھیج سکتے ہو اور اگر نہ ہو تو نہ۔ (بحوالہ از کتاب ''نکات افغانی'' ص: ۲۱۲)

مداح صحابہ رضی اللہ عنہم، شاعرِ اسلام

حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

سابق صدر تنظیم اہل سنت پاکستان

''میں واضح طور پر اعلان کرتا ہوں کہ ہم سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کے مقابلے میں نہ یزید کے حامی ہیں اور نہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے مخالف ہم آپ کے اعداء و مخالفین کو ملعون و مردود سمجھتے ہیں درحقیقت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور یزید کی شخصیت میں موازنہ و تقابل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یزید حسین رضی اللہ عنہ کی خاک پاک کو بھی نہیں پہنچ سکتا، اور لاکھ یزید بھی جمع ہوں تو مرتبہ میں ایک حسین کے برابر نہیں ہو سکتے، سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ قلب وجگر ہیں آپ رضی اللہ عنہ کی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور آپ رضی اللہ عنہ سے بغض وعداوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

بغض وعداوت ہے، ہمارا یقین ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مظلومیت کے پیکر ہیں وہ دشت کربلا میں انتہائی بے دردی سے شہید کیے گئے رضی اللہ عنہ''

(ہفت روزہ خدام الدین، لاہور ۲۷ اگست ۱۹۶۵ء)

❁❁❁

قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

(باباجی چک:۱۱، والے چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال)

خلیفہ اجل حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری رحمہ اللہ

حضرت باباجیؒ کے معتمد اور حاضر باش خادم مفتی محمد انور صاحب اوکاڑوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ کے ایک مرید سید یعقوب شاہ صاحب جو لاہور کے رہنے والے تھے، وہ ایک دفعہ حضرت سے ملنے کے لیے لاہور سے چلے وہ جمعہ کا دن تھا، جب ساہیوال پہنچے تو جمعہ پڑھنے جامعہ رشیدیہ چلے گئے۔ جمعہ سے فراغت حاصل کر کے حضرت سے ملنے کے لیے گیارہ چک حضرت کے گھر پہنچے اور حضرت سے عرض کیا کہ جامعہ رشیدیہ کی مسجد میں ایک صاحب بیان کر رہے تھے اُنہوں نے کہا کہ جب واقعہ کربلا پیش آیا تو یزید وہاں سے چار سو میل دور تھا اس لیے یزید کا قتل حسین سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے قیامت کے دن اُس سے کوئی پوچھ نہ ہوگی۔

حضرتؒ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے یہ بات سن کر آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور آپؒ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اگر یزید اس واقعہ کا ذمہ دار نہیں تو اور کون ہے؟ پھر کس سے پوچھ ہوگی؟ پھر (مثال دے کر) فرمایا بھٹو صاحب کو پھانسی پر کیوں چڑھایا گیا؟ حالانکہ وہ قصوری کے قتل کے وقت جائے وقوعہ سے تین سو میل دور تھا۔ اُس کو سزا صرف اس لیے دی گئی کہ اس نے قصوری کو قتل کروایا تھا۔ اسی طرح حضرت حسینؓ کے قتل پر یزید نے کسی قاتل کو سزا نہ دی، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کام اس کے اشارہ پر ہوا۔''

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رائپوری رحمہ اللہ

خلیفہ مجاز حضرت شاہ عبدالقادر رائپوری، شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال

حضرت مولانا فاضل حبیب اللہ صاحب رشیدی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

ناظمِ اعلیٰ جامعہ رشیدیہ ساہیوال

مفتی محمد انور اوکاڑوی دامت برکاتہم فرماتے ہیں: جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے سالانہ جلسہ پر اُس وقت کے ایک نوجوان خطیب کو بلایا جاتا تھا۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ کو معلوم ہوا کہ وہ یزیدی (یزید کو حق ماننے والا) ہے تو باہمی مشورہ کے بعد اُن مولانا صاحب کو سالانہ جلسہ پر مدعو نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اور اُن حضرات کی زندگی میں پھر اُنہیں کبھی جامعہ رشیدیہ نہیں بلایا گیا۔ یہی ہے علمائے دیوبند کا مسلک ومشرب۔

۞۞۞

عالم ربانی، محدث کبیر

حضرت مولانا سید حامد میاں صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

شاگرد رشید وخلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ لاہور، سابق مرکزی امیر جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

محترم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہم (رحمہ اللہ) کی تحریرات بہت مفید ہوتی ہیں، مسلک اکابر اہل سنت والجماعت (دیوبند) میں انہیں بحمد اللہ

تصلّب حاصل ہے۔ جماعت مودودی اور شیعوں سے انہیں اِس درجہ بُعد ہے کہ وہ مصلحتاً عارضی طور پر اِن سے سیاسی گٹھ جوڑ اور اتحاد کے بھی قائل نہیں ہیں۔ مسلک اکابر پر مضبوطی سے قیام ہی کی وجہ سے وہ شیعوں کی طرح خوارج کو بھی غلط گردانتے ہیں، اِن کے نظریات کی تردید کرتے ہیں۔

میں نے اِن کی تحریر ''دفاع صحابہؓ'' کا متعدد جگہ سے مطالعہ کیا اِس میں اِن سب مسالک پر تھوڑی تھوڑی روشنی ڈالی گئی ہے اور فرقہ خوارج یزید یہ پر بھی رَد کیا ہے۔

یزید کے بارہ میں اکابر اہل سنت والجماعت (دیوبند) کبھی حسن ظن میں مبتلاء نہیں رہے کیونکہ انہوں نے اُس کے پورے دور حکومت (امارت) کو سامنے رکھا ہے جس کی خرابی شہادت حسینؓ سے شروع ہوئی اور انجام واقعۂ حرہ اور مکہ معظمہ پر فوج کشی پر ہوا، اِسی دوران یزید کی موت واقع ہوئی۔

اس نے مسلم بن عقبہ مری کو حکم دیا تھا کہ مدینہ منورہ فتح کرنے کے بعد تین دن تک جو چاہے کارروائی کرے، یہ ''حرم مدینہ'' کی زبردست اہانت تھی جو اُس نے کی، واقعۂ حرہ کے مقتولین پر صدمہ کا ذکر صحاح ستہ میں بھی آتا ہے۔ تاریخ میں تو بہت کچھ ہے اِس میں سے ائمہ حدیث نے معتبر مان کر جو کچھ لکھا ہے اُس سے اِس کی زیادتیوں اور ظلم کا اندازہ کیجیے۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

ثُمَّ خَرَجَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ عَلٰى يَزِيْدَ وَخَلَعُوْهُ فِيْ سَنَةِ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ الْمُرِّيَّ وَاَمَرَهُ اَنْ يَسْتَبِيْحَ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَاَنْ يُبَايِعَهُمْ عَلٰى اَنَّهُمْ خَوَلٌ وَعَبِيْدٌ لِيَزِيْدَ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا نَهَضَ اِلٰى مَكَّةَ لِحَرْبِ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَفَعَلَ بِهَا مُسْلِمٌ الْاَفَاعِيْلَ الْقَبِيْحَةَ۔ وَاَفْحَشَ الْقَضِيَّةَ اِلَى الْغَايَةِ ثُمَّ تَوَجَّهَ اِلٰى مَكَّةَ۔

(تہذیب التہذیب ج:۱۱، ص:۳۶۱)

''پھر ۶۳ھ میں اہل مدینہ نے یزید کے خلاف خروج کیا، بیعت توڑ دی تو یزید نے ان کے پاس مسلم بن عقبہ مری کو لشکر دے کر بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ مدینہ منورہ کو تین دن حلال رکھے (قتل یا لوٹ مار کے لیے) اور یہ کہ اہل مدینہ سے اِن کلمات پر بیعت لے کہ وہ یزید کے خادم اور غلام ہیں۔ اور جب اِس سے فارغ ہو جائے تو مکہ

مکرمہ میں ابن زبیرؓ پر چڑھائی کرے۔ یزید کے اِس حکم پر مسلم بن عقبہ نے بدترین افعال کا ارتکاب کیا، انتہا درجہ فحش معاملہ بناڈالا پھر مکہ مکرمہ روانہ ہوا"۔

تو اللہ تعالیٰ نے اُسے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی اپنی گرفت میں لے لیا، اُس نے مرتے وقت حصین بن نمیر السکونی کو اپنا قائم مقام امیر لشکر بنادیا، ان فوجوں نے حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور کعبۃ اللہ پر منجنیق نصب کی، اس سے کعبہ کے ستون اور عمارت کمزور ہوگئی کعبۃ اللہ کو آگ بھی لگی، ان فوجوں کے ان ہی افعال قبیحہ کے دوران اچانک یزید کی ہلاکت کی خبر پہنچی تو یہ لشکری لوٹ گئے، وکفی اللہ المؤمنین القتال۔ اللہ تعالیٰ مومنین کے لیے قتال کے لیے کافی ہوگیا۔ یزید کی ہلاکت نصف ربیع الاول ۶۴ھ میں ہوئی اُس وقت اُس کی عمر چالیس سال سے کم تھی۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: وَقُتِلَ مِنْهُمْ خَلْقٌ كَثِيرٌ مِنَ الصَّحَابَةِ وَاَبْنَائِهِمْ وَسَبَقَ اَكَابِرَ التَّابِعِيْنَ وَفُضَلَائِهِمْ وَاسْتَبَاحَهَا ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ نَهْبًا وَقَتْلًا ثُمَّ بَايَعَ مَنْ بَقِيَ عَلٰى اَنَّهُمْ عَبِيْدٌ لِيَزِيْدَ وَمَنِ امْتَنَعَ قُتِلَ۔ (لسان المیزان ج۶ ص ۲۹۴)

"مدینہ شریف میں بہت ساری خلقت صحابہ کرام اور اُن کی اولاد میں سے قتل کردی گئی، جو بڑے درجہ کے تابعین اور فضلاء تھے انہیں پہلے شہید کیا اور تین دن تک لوٹ مار، قتل و غارتگری کی اپنے لشکر کو عام اجازت دی پھر جو باقی رہ گئے اُن سے اِن الفاظ سے بیعت لی کہ یہ یزید کے غلام ہیں اور جس شخص نے یہ نہ مانا اُسے قتل کردیا گیا"۔

ابن تیمیہؒ نے یزید کا یہ واقعہ اور اس کا سبب بیان کیا ہے کہ اُس نے اہل حرہ کے ساتھ جو کچھ کیا تو اُس کی (اِس گستاخانہ جرأت کی) وجہ یہ ہوئی تھی کہ اہل مدینہ نے اُس کے نوابوں (نائبوں) کو اور اُس کے خاندان (رشتہ داروں) کو مدینہ شریف سے نکال دیا تھا اور اُس کی بیعت توڑ دی۔

وَاَمَّا مَا فَعَلَهُ بِاَهْلِ الْحَرَّةِ فَاِنَّهُمْ لَمَّا خَلَعُوْهُ وَاَخْرَجُوْا نُوَّابَهُ وَعَشِيْرَتَهُ اَرْسَلَ اِلَيْهِمْ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ يَطْلُبُ الطَّاعَةَ فَامْتَنَعُوْا فَاَرْسَلَ اِلَيْهِمْ مُسْلِمَ بْنَ عُقْبَةَ الْمُرِّيَ وَاَمَرَهُ اِذَا ظَهَرَ عَلَيْهِمْ اَنْ يُبِيْحَ الْمَدِيْنَةَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَهٰذَا هُوَ الَّذِيْ اَعْظَمَ اِنْكَارَ النَّاسِ لَهُ مِنْ فِعْلِ يَزِيْدَ وَلِهٰذَا قِيْلَ لِاَحْمَدَ اَنَكْتُبُ الْحَدِيْثَ عَنْ يَزِيْدَ قَالَ لَا

وَلَا كَرَامَةَ أَوْ لَيْسَ هُوَ الَّذِيْ فَعَلَ بِأَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَا فَعَلَ۔ (منہاج السنۃ ج:۲،ص:۲۵۳)

''تو اُس نے یکے بعد دیگرے پیغام بھیجے کہ اہل مدینہ اطاعت قبول کرلیں لیکن وہ نہ مانے تو یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو مدینہ شریف پر حملہ کے لیے بھیجا اور اُسے حکم دیا کہ جب تم غلبہ پالو، تو تین دن تک تمہیں لوٹ مار، قتل و غارتگری کی عام اجازت ہوگی اور اِس کا یہی وہ فعل ہے جس نے اُس پر لوگوں کی نکیر بڑھادی۔ اس لیے امام احمد رحمہ اللہ سے عرض کیا گیا کہ کیا ہم یزید کی حدیث لکھ لیں تو انہوں نے فرمایا نہیں اور اِس میں کوئی فضیلت نہیں۔ کیا یزید وہی نہیں ہے جس نے اہل مدینہ کیساتھ ناقابل ذکر بدسلوکی (ظلم و بے حرمتی) کی''۔

غرض اس نے لشکر بھیج دیا، لشکر کو اہل مدینہ پر ظلم کا حکم دیا پھر وہاں سے فارغ ہوکر مکہ مکرمہ پر حملہ کا حکم دیا تھا اور یہ سب کچھ اِسی کے حکم سے ہورہا تھا کہ اِسی دوران شام میں یزید کی موت واقع ہوئی۔ امام غزالیؒ، ابن عربیؒ اور ملا علی قاریؒ جنہوں نے اِس کی پوری تاریخ پیش نظر نہیں رکھی انہوں نے اس کے لیے ترحیم دعاء رحمت کی بات لکھی ہے، لیکن علماء اہل سنت والجماعت (دیوبند) نے اُس کے آخری عمل کو بھی سامنے رکھا تو اُنہوں نے ترحیم نہیں کی بلکہ بعض اکابر نے اس کے لیے ''پلید'' کا لفظ اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ''سوء سیرت'' کا جملہ استعمال فرمایا ہے۔ اُس کے بارے میں امام غزالیؒ وغیرہ سے پہلے اسلاف کا نقطۂ نظر بھی یہی چلا آرہا ہے۔

یزید کے بارہ میں امام احمدؒ کی گفتگو نقل کرتے ہوئے ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

وَقَالَ لَهُ ابْنُهُ إِنَّ قَوْمًا يَقُوْلُوْنَ إِنَّا نُحِبُّ يَزِيْدَ فَقَالَ هَلْ يُحِبُّ يَزِيْدَ أَحَدٌ فِيْهِ خَيْرٌ؟ فَقِيْلَ لَهُ فَلِمَاذَا لَا تَلْعَنُهُ فَقَالَ وَمَتَى رَأَيْتَ أَبَاكَ يَلْعَنُ أَحَدًا۔ ''امام احمد رحمہ اللہ سے اُن کے صاحبزادے نے عرض کیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم یزید سے محبت رکھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: کیا کوئی ایسا شخص کہ جس کی طبیعت میں نیکی ہو یزید سے محبت رکھے گا؟ اِس پر اُن سے عرض کیا گیا تو آپ اُس پر لعنت کیوں نہیں فرماتے؟ انہوں نے فرمایا تم نے اپنے باپ کو کب دیکھا ہے کہ اُس نے کسی پر لعنت کی ہو''۔ (سوال فی یزید ص:۱۲)

ابن تیمیہؒ کے نزدیک یزید خلفاء راشدین کی فہرست سے خارج ہے۔ حتی کہ

جو شخص اِسے خلیفۂ راشد کہے اُس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں :وَمَنْ جَعَلَهٗ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ فَهُوَ اَيْضًا ضَالٌّ مُبْتَدِعٌ كَاذِبٌ۔ ''اور جو شخص یزید کو خلفاء راشدین میں جو ہدایت پر قائم رہے شمار کرے تو وہ بھی گمراہ ہے، بدعتی ہے، جھوٹا ہے''۔ (سوال فی یزید لابن تیمیہ ص:۱۵)

حافظ ذہبیؒ اور حافظ ابن حجرؒ یزید سے روایت کردہ حدیثوں کے بارے میں لکھتے ہیں: مَقْدُوْحٌ فِيْ عَدَالَتِهٖ لَيْسَ بِاَهْلٍ اَنْ يُّرْوٰى عَنْهُ۔ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّرْوٰى عَنْهُ۔ ''حدیث میں اِس کی عدالت مخدوش ہے، یہ اِس کا اہل نہیں ہے کہ اس سے حدیث کی روایت کی جائے اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے کہ اِس کی روایت نہ لینی چاہیے''۔ (لسان المیزان ج:۶،ص:۲۹۳، میزان الاعتدال للذہبی ج:۴،ص:۴۴۰)

اِن معروضات کے بعد گزارش ہے کہ یزید کے بارہ میں جو ذہن محمود احمد عباسی کی کتابوں سے بن رہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ عباسی صاحب نے اپنے خاص ذہن کی وجہ سے تاریخ کا بہت بڑا حصہ غائب ہی کر دیا ہے، آج کل لوگوں کا علمی ذوق اتنا ہی رہ گیا ہے کہ وہ اُردو کی کتابیں پڑھ لیں حالانکہ علماء کا فرض ہے کہ وہ یہ بھی دیکھیں کہ لکھنے والے نے تحریف اور قطع و برید تو نہیں کی اور اصل مراجع اور ماٰخذ کا بھی مطالعہ کریں اور اگر اتنی محنت نہیں کر سکتے تو اپنے اکابر کی تحقیقات پر اعتبار کریں۔ عباسی صاحب کی تمام ہی تحقیقات قطع و برید سے پُر ہیں۔ آج کل اسی طرح کی تحقیقات چھپ رہی ہیں، انہیں لوگ آخری تحقیق کا درجہ دیے جا رہے ہیں چاہے وہ تحقیق نہ ہو تحریف ہی ہو، کیونکہ موجودہ دور میں لکھنے والے متقی نہیں ہیں اس لیے اپنی خواہش کے مطابق جگہ جگہ سے عبارتیں لے کر ایک خوبصورت و مؤثر مضمون بنا دیتے ہیں جس کا حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا چہ جائیکہ وہ تحقیق ہو۔ اس لیے سب سے سہل اور عمدہ راستہ یہی ہے کہ اَسلاف کا مسلک معلوم کر لیا جائے اور اُس پر قائم رہا جائے۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ

حامد میاں غفرلہٗ

۳؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ ۲۸؍فروری ۸۲ء یکشنبہ۔ (انوار مدینہ لاہور، ج:۱۴،ش:۴)

استاذ الاساتذہ، فاضل دیوبند

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

بانی ومہتمم جامعہ اسلامیہ محمد پورہ، ٹوبہ ٹیک سنگھ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا تعلق ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ہے یہ فاضل دیوبند اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں (عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ (ش:۲۰۰۰ء) (کراچی) علیحدہ شخصیت ہیں)، جب محمود احمد عباسی ناصبی یزیدی نے کتاب ''خلافت معاویہؓ ویزید'' لکھی تو یزیدیت کے منحوس جراثیم ٹوبہ ٹیک سنگھ میں بھی پھیلنے لگے اس کے تدارک اور اپنے اکابر کے مسلک حق کی حفاظت کے لیے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ میدان میں اُترے اور اس گمراہ کن کتاب کا بے مثال جواب ''حسینؓ اور یزید'' کے نام سے لکھ کر اپنے اکابر کی تقلید میں ''صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم'' کی عزت وناموس کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا، ہم اس کتاب ''حسینؓ اور یزید'' میں سے کچھ اقتباسات نذر قارئین کررہے ہیں۔

یاد رہے کہ اس کتاب کا نیا ایڈیشن چھپ کر جلد ہی منظر عام پر آنے والا ہے، اس کتاب کے حصول اور رہنمائی پر ہم حضرتؒ کے اہل خانہ اور بالخصوص حضرتؒ کے شاگرد رشید، پیر طریقت حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم کے بے حد مشکور ہیں۔ جزاکم اللہ خیرا واحسن الجزا (رضوان نفیس)

قسطنطنیہ پر اگر یزید ہی کا لشکر پہلا حملہ آور لشکر تسلیم کرلیا جائے حالانکہ درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا لشکر آخری ہے سن ۵۲ھ میں اور بری ہے نہ کہ بحری اور جب یہ پہنچا تو اُس وقت صحابہؓ پہلے ہی سے مصروف جہاد تھے۔ (رضوان نفیس)

حضرت مولانا یوسف صاحبؒ فرماتے ہیں: ''نبی کریم ﷺ کا فرمان مغفور لھم مشروط ہے ساتھ اس شرط کے کہ مجاہدین قسطنطنیہ اعمال صالحہ کی وجہ سے مغفرت کے اہل ہوں، حتیٰ کہ اگر ان میں سے کوئی بعد جہاد مرتد ہوگیا تو کسی کے نزدیک بھی وہ

اس بشارت کا مصداق نہیں ہوسکتا، اب اسی طرح اگرچہ یزید بھی مجاہدین میں شریک ہونے کی وجہ سے عموم حدیث مغفوز لھم میں داخل سمجھا جائے گا لیکن حدیث مغفوز لھم کے مشروط کے ساتھ شرط اہلیت مغفرت کے ہونے کی وجہ سے یزید اس بشارت کی فضیلت سے محروم رہے گا، اس لیے کہ وہ اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے شرط مغفرت کا پورا کرنے والا نہ رہا، تو اذا فات الشرط فات المشروط کے مطابق مغفرت کا اہل بھی نہیں رہے گا جیسے کہ حجۃ الاسلام، رأس المحققین عمدۃ المفسرین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ بانی دارالعلوم دیوبند نے یہی جواب باصواب دیا ہے ملاحظہ کیجیے:

غایت مافی الباب بسبب خرابھائے انھانی کہ داشت ھمچو منافقاں کہ در بیعت رضوان شریک بودند بوجہ نفاق رضوان اللہ اونشد، یزید ھَم ازیں بشارت محروم ماند۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جس طرح بیعت رضوان میں منافقین شریک ہوئے اور نفاق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی سے محروم ہوگئے یزید بھی اپنی اندرونی خرابیوں کی وجہ سے اس بشارت کی فضیلت سے محروم ہوگیا۔

(از مکتوبات شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ: ج، اول، ص، ۲۵۲)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بیعت رضوان میں منافقین شامل تھے، جیسا کہ آیت کریمہ کی عمومیت سے ظاہر ہے: ان الذین یبایعونک فانما یبایعون اللہ یداللہ فوق ایدھم۔ تحقیق جو لوگ بیعت کرتے تجھ سے وہ بیعت کرتے اللہ سے، اللہ کا ہاتھ اُوپر ان کے ہاتھ کے۔ (پارہ: ۲۶، رکوع، ۹)

اس آیت کریمہ سے تمام مبایعین کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس فضیلت سے محروم ظاہر کرنے کے واسطے دوسری آیت میں قید لگا کر ان کو خارج کردیا: لقد رضی اللہ عن المومنین اذیبایعونک تحت الشجرۃ۔ تحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے۔

مومنین کی قید سے غیر مومنین یعنی منافقین بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم ہوگئے، اگرچہ نفس بیعت میں شامل تھے۔ ایسا ہی یزید بھی حضور ﷺ کے فرمان

مغفور لھم میں بسبب جہاد کے داخل سمجھا جائے گا جیسا کہ منافقین نفاق کی وجہ سے بیعت رضوان کی فضیلت سے محروم رہے، یزید بھی اپنے پوشیدہ فسق و فجور کی وجہ سے مغفور لھم کی بشارت سے محروم رہے گا۔''

یزید کے حامی ایک عالم صاحب کے سوال کے جواب میں حضرت مولانا لدھیانویؒ فرماتے ہیں: ''اگر واقعی یزید حدیث مغفور لھم سے خارج نہیں ہوا تو پھر دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا کسی صحابی نے جو امام حسینؓ کو یزید کے خلاف خروج سے روک رہے تھے یزید کی فضیلت وعند اللہ اس کی مقبولیت کے اثبات میں حدیث مغفور لھم کو پیش کیا یا کہ نہیں؟ اگر پیش کیا تو ثبوت کی ضرورت ہے اگر پیش نہیں کیا اور یقیناً نہیں، تو کیا صحابہ کرامؓ کا اس حدیث سے یزید کی فضیلت پر استدلال نہ کرنا اس بات کا بین ثبوت نہیں کہ ان حضرات کے نزدیک بھی یزید اس بشارت کا مستحق نہیں تھا اور نہ وہ حضرات یزید کو ایسا سمجھتے تھے جیسا کہ عباسی صاحب باور کرانا (مغفور لھم کا مصداق) چاہتے ہیں، بلکہ یزید کا فسق و فجور تو ان حضرات کے نزدیک مسلم تھا۔''

(ص: ۱۶۷ تا ۱۷۰) [تفصیل کے لیے اصل کتاب سے مراجعت کی جائے]

یزید کے ایک طرفدار عالم صاحب کے تاریخ کے متعلق مغالطات کا حضرت مولانا لدھیانویؒ نے مدلل اور شافی جواب تحریر فرمایا ہے جس کا اقتباس درج ذیل ہے:

''یزید کے بارے میں علامہ مناویؒ آنحضرت ﷺ کی حدیث ھلاک امتی علی یدی غلمة من قریش کا مصداق ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قال جمع منھم القرطبی منھم یزید بن معاویه و اضرابه من احداث ملوک بنی امیه فقد کان منھم ما کان منھم من قتل اھل بیت و خیار المھاجرین والانصار بمکة والمدینه وسبی اھل بیت قال القرطبی وغیر خاف ما صدر عن بنی امیه و حجا جھم من سفک الدماء واتلاف الاموال وھلاک الناس بالحجاز والعراق وغیرھما۔ قال وبالجملة فبنو امیة قابلو اوصیة المصطفیٰ ﷺ فی اھل بیته وامته بالمخالفة والعقوق فسکو ادماء ھم وسبو انساء ھم واسروا اصغارھم وخربوا دیارھم و جحدوا اشرفھم وفضلھم واستبا حوا

نسلهم وسبيهم وسبهم فخالفوا رسول الله ﷺ في وصية وقابلوه بنقيض قصده وامنية فيا خجلهم اذاالتقوا بين يديه ويا فضيحتهم يوم يعرضون عليه وهذا الخبر من المعجزات وقال ابن حجر وتبعه القسطلاني وفي كلا ابن بطال اشارة الى ان اول الاغلمة يزيد كان في سنة ستين قال وهو كذلك فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقي الى سنة اربع وستين فمات ثم ولي ولده معاويه ومات بعد اشهر قال الطيبي راهم المصطفى صلى الله عليه وسلم في منامه ينعبون على منبره۔

(فیض القدیر: ج،۶: ص ۳۵۵)

اس سے محدثین کرام کا نقطہ نظر یزید کے بارے میں کہ وہ اس حدیث کا اولین مصداق ہے بالکل واضح ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا بلکہ محدثین کرام آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کو معجزات سے شمار کرتے ہیں۔

اس قدر وضاحت کے بعد فسق یزید کو غیر منصوص کہنا باعث استعجاب نہیں تو اور کیا ہے۔ مضمون نگار نے فسق یزید کے مسئلہ کو خالص تاریخی مسئلہ پر عمل کر کے جو غلطی کی ہے اُس کی تلافی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

(۱) اگر تاریخی اعتبار ہی سے یزید کا فسق تسلیم کر لیا جائے اور پھر تاریخ ہی یزید کے بارے میں شرعی حکم طلب کر رہی ہو پھر بتلایا جائے کیا جواب دیا جائے گا یہ کہ وہ فاسق ہے۔ جب اس پر فسق کا شرعی فتویٰ لگے گا تو پھر شرعی لحاظ سے ایسے شخص کے متعلق کیا نظریہ رکھا جائے گا۔ کیا عقل و نقل دونوں کا یہ فیصلہ نہیں کہ ایسے شخص کے اعمال کے مطابق اس کے فسق کا نظریہ رکھا جائے تا کہ احکام اسلامی عظمت برقرار رہے۔

(۲) تاریخ فسق کو ثابت نہیں کرتی بلکہ تاریخ ان اعمال و افعال کا مظہر ہے جو موجب فسق ہیں۔ اب جو شخص ایسے افعال کا مرتکب ہوگا جو موجب فسق ہیں اس کے متعلق اگر شارع کی جانب سے کوئی پیشین گوئی موجود ہے تو اس پیشین گوئی کے مطابق اس کے فسق کو عقیدتاً تسلیم کرنا پڑے گا، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہونا صرف کتاب وسنت ہی پر مبنی ہے لیکن اس کے لیے یہ ضروری نہیں کی ہر حیثیت سے اس کی تعیین نصوص اسلامیہ سے ہو بلکہ جن

افراد کے صالح اور غیر صالح ہونے کی حضور ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی ہے ،حضور ﷺ کی پیشین گوئی کا مصداق ہونے کے واسطے ان علامات کا پایا جانا ہی کافی ہے جو حضور ﷺ نے پیشین گوئی میں فرمائی ہے، مثال کے طور پر آنحضرت ﷺ کے فرمان ''ثلثون دجالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی اللہ کو ملاحظہ فرمایئے کہ تیس دجال آئیں گے۔ان دجاجلہ کی نشانی حضور ﷺ نے بیان فرمائی کہ ہر ایک اُن میں سے اپنے آپ کو نبی اللہ ہونے کا دعویٰ کرے گا۔اب جو شخص بھی اس دعویٰ کے ساتھ سامنے آئے گا وہ حضور ﷺ کی اس پیشین گوئی کا مصداق سمجھا جائے گا۔

لیکن نص میں ان مدعیان نبوت کی کوئی تعیین نہیں کہ وہ کون کون ہیں اور اُن کے کیا نام ہیں؟ بلکہ تاریخی لحاظ سے جس کا بھی دعویٰ نبوت ثابت ہو اُس کے ارتداد کو بطور عقیدہ واجب التسلیم سمجھا جائے گا کیونکہ اس دعویٰ کے ساتھ سامنے آنا ہی سب سے بڑی علامت اس کی تعیین کی ہے۔لیکن افسوس کہ مضمون نگار نے کس قدر غلطی کی ہے کہ مرتدین کا راستہ بھی ہموار کر دیا کہ جب کسی معین شخص کی اچھائی برائی بطور عقیدہ واجب التسلیم نہیں تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا کوئی متبع اگر مضمون نگار سے یہ سوال کرے کہ پھر ہمارے نبی کے ساتھ اس کے برعکس اُس کی برائی بطور عقیدہ واجب التسلیم کیسے؟ جب کہ اس کی تعیین بھی تاریخ سے ہو رہی ہے نہ کہ نص سے، تو کیا اس کو یہی جواب دیں گے کہ واقعی اس کی برائی بھی بطور عقیدہ واجب التسلیم نہیں؟ ہرگز نہیں۔

تو اس سے یہ صاف واضح ہو گیا کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا بطور عقیدہ کتاب وسنت کی خبر پر مبنی ہونے کا مطلب یہ ہرگز نہیں جو فاضل مضمون نگار بیان فرما رہے ہیں، ورنہ پھر ان مدعیانِ نبوت کے متعلق کیا عقیدہ رکھا جائے گا؟

پس فسقِ یزید کے منصوص ہونے کا مسئلہ بھی ایسا ہی سمجھیے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ارتداد کا بطور عقیدہ واجب التسلیم ہونے کا مسئلہ ہے۔جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تعیین بجائے نص کے تاریخ سے ہو رہی ہے، ایسا ہی یزید کی تعیین بھی تاریخ سے کافی سمجھی جائے گی، جب نفس ایمان کے مخالف کی تعیین کے لیے تاریخ کافی تصور کی جا سکتی تو پھر عملی زندگی کے کمزور شخص کی تعیین کے لیے بطریق اولیٰ تاریخ کافی

تصور کی جائے گی۔ پس یہ کہنا کہ کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو نصوص (کتاب وسنت) کی بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو عقائد کے باب میں داخل نہیں ہو سکتا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا، اور یہ کہنا کہ یزید سے کوئی ایسا حکم ثابت نہیں کہ جس پر عمل کر کے اُمت کا دین برباد ہوتا ہو کس قدر غلط اور خلاف حقیقت ہے کیا استحلال مکہ مکرمہ اور اباحت مدینہ طیبہ اور مدینۃ الرسول کے باشندوں کے قتل عام کا حکم دین کی اشاعت کا سبب تھا اور اسلام کے مقدس ترین مقامات کی بے حرمتی اُمت کے دین کی اگر بربادی نہیں تو اور بربادی کس چیز کا نام ہے؟ کیا خاندان نبوت کی بے حرمتی اُس کے اقتدار کی منحوس یادگار نہیں؟ اس کی ذمہ داری اگر یزید پر نہیں تو اور کس پر اس کی ذمہ داری ڈالی جائے گی؟ فوجی آفیسر بھی آخر اُسی کے ماتحت تھے، کیا اس قدر عظیم ترین شخصیات پر ہاتھ ڈالنا کسی فوجی افسر کا ذاتی فعل قرار دیا جا سکتا ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یزید پلید کو اہل بیت سے عداوت تھی، اصل عبارت ملاحظہ کیجیے:

''پس معلوم ہوا کہ آزردگی معصوم کے ساتھ دو قسم کی ہوتی ہے، ایک وہ جو تعصب اور عداوت کی بنا پر ہو جس طرح یزید پلید کو عداوت اہل بیت اَطہارؓ کے ساتھ تھی۔'' (تحفہ اثنا عشریہ: ص: ۴۱۴)

تو پھر کیا جن سے محبت ومودت جزو ایمان ہے اُن کی بے حرمتی ہی نہیں بلکہ اُن کو خاک وخون میں لپٹانا اُمت کے دین کا برباد کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟ خصوصاً ایسے شخص کے اقتدار میں جس کو اُن سے عداوت ہو۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ۶۰ھ کے بعد ایسے خلف ہوں گے نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفس کی پیروی کریں گے تو وہ قریب ''غی'' (وادی جہنم) میں ڈال دیے جائیں گے۔

اس پر فاضل مضمون نگار فرماتے ہیں اس کا کوئی ذریعہ علم آج تک کسی کے پاس نہیں، کس قدر غلط اور بے بنیاد بات تحریر کی ہے، حضرت مولانا نے غور نہیں فرمایا کہ اگر پیشین گوئی کے وقوع فی الخارج کے بعد بھی کسی کو آج تک ساٹھ سال کے پورے ہونے کا علم نہیں ہوا تو پھر پیشین گوئی کا اعجاز ہرگز برقرار نہیں رہ سکتا۔ دوسرے

لفظوں میں جس کا مطلب یہ ہوگا کہ پیشین گوئی ہی صحیح نہیں، اس لیے کہ جب آج تک کسی کو ساٹھ سال (جو کہ حدیث میں موجود ہیں) کے پورا ہونے کا ہی علم نہیں کہ کب پورے ہوئے۔ یہ اسی صورت میں قابل تسلیم ہے جب یہ مانا جائے کہ پیشین گوئی کا وقوع نہیں ہوا، ورنہ پیشین گوئی کے ظہور کے بعد ساٹھ سال کے پورے ہونے کا علم نہ ہونا کیونکر صحیح قرار دیا جاسکتا ہے؟ لہٰذا یہ کہنا ہرگز صحیح نہیں کہ ساٹھ سال پورے ہونے کا ذریعہ علم آج کسی کے پاس نہیں۔ دوسرے اس صورت میں نبی کریم ﷺ کی جانب ایسی مدت کی پیشین گوئی کی نسبت لازم آتی ہے جس کے علم کا ذریعہ ہی اُمت کے پاس کوئی نہ ہو جو شانِ نبوت کے خلاف ہے۔

رہا حضرت ابوسعید حذری ؓ کا طرزِ عمل کہ جب خود ہی اس روایت کے راوی ہیں کہ جس کی رو سے یزید جہنمی ثابت ہو رہا ہے وہ حضرت حسین ؓ سید شباب اھل الجنۃ کو اس جہنمی کے خلاف خروج کے معاملہ میں اللہ سے ڈرا رہے ہیں آخر یہ کیا ماجرا ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ یزید کے زمانہ اقتدار کے شروع میں جب کہ اس کے تمام افعال شنیعہ منظر عام پر نہیں آئے تھے۔ یہ کیسے کہا جاسکتا تھا کہ ان احادیث کا مصداق یہی صاحب اقتدار ہے کیونکہ ان علامات کے ظہور سے پہلے جن کا ذکر احادیث میں ہے حتمی فیصلہ کرنا کہ یزید ہی احادیث کا مصداق ہے کسی طرح بھی درست نہیں تھا۔ اس لیے کہ صحابہ ؓ عالم الغیب تو نہیں تھے اور حدیث میں ان کے نام وغیرہ کا ذکر نہیں، لہٰذا بعد از ظہور افعال شنیعہ ہی اس کے مصداق ہونے کو پہچانا جاسکتا تھا۔ اس چیز کے پیشِ نظر حضرت ابوسعید حذری ؓ کے طرزِ عمل سے استدلال کیسے صحیح اور یزید ان احادیث کا مصداق ہونے سے کیسے خارج؟ پس حضرت ابوسعید حذری ؓ کی روایت بھی صحیح اور یزید کا اس روایت کا مصداق ہونا بھی درست اور حضرت ابوسعید حذری ؓ کی روایت کا حضرت امام حسین ؓ کو یزید کے خلاف خروج سے روکنا بھی مصداق حدیث ہونے پر اثر انداز نہیں لیکن تمام افعال ناشائستہ منظر عام پر آنے کے بعد مثلاً اہانتِ اہلِ بیت و استحلالِ مکہ و اباحتِ مدینہ و صحابہ و تابعین کا قتلِ عام ہو چکنے کے بعد یزید کی براءت کے لیے حضرت ابوسعید حذری ؓ کے اُس وقت کے طرزِ عمل

سے استدلال پکڑنا جب کہ یہ تمام چیزیں پردہ غیب میں مستور تھیں مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے؟ راقم الحروف کو یہ معلوم کر کے بڑا صدمہ پہنچا کہ کہ فاضل مضمون نگار بہت بڑی شخصیت کے خلف الرشید ہیں کہ اگر ایسے حضرات کی دینی بصیرت کا یہ حال ہے تو دوسروں پر کیا شکوہ؟ آگے فرماتے ہیں:

قرائن کی بنیاد پر کتنا ہی غالب گمان قائم ہوتا ہو کہ یزید اس فہرست میں داخل ہے مگر یہ احتمال اپنی جگہ رہتا ہے کہ ہوسکتا ہے داخل نہ ہو۔ اس لیے کہ احادیث کے الفاظ کسی معین شخص کی تعیین کے لیے مساعدت نہیں کرتے اور جب یہ صورت ہے تو ہم میں سے کسی بڑے سے بڑے کے لیے بھی اس جرأت کی گنجائش نہیں ہے کہ ان احادیث کی بنیاد پر کسی شخص معین کے فسق کو ایک عقیدہ کی طرح واجب قرار دیا جائے ۔ اس کا مآل حضرت رسالتؐ کی طرف اپنے ظن وتخمین کی بنیاد پر ایک بات کی حتمی نسبت ہے اور اس کی جرأت کو روا رکھنے کا آج تک اسلام میں تصور نہیں کیا گیا۔

کیا اچھا ہوتا اگر فاضل مضمون نگار اس موضوع پر قلم نہ اٹھاتے اس لیے اس سے محض یزید ہی کی براءت ثابت نہیں ہوتی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی جس کے ارتداد اور آنحضرت ﷺ کے ارشاد ثلثون دجالون کلهم یزعم انه نبی اللہ میں داخل ہونے پر امت مسلمہ اجماع کر چکی ہے کی بھی براءت تسلیم کرنی پڑے گی کیونکہ یہاں بھی کہا جا سکتا ہے کہ قرائن کی بنیاد پر کتنا ہی غالب گمان ہوتا ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ان تیس دجاجلہ میں داخل ہے مگر یہ احتمال اپنی جگہ رہتا ہے کہ ہوسکتا ہے داخل نہ ہو اس لیے کہ احادیث کے الفاظ کسی شخص کی تعیین کے لیے مساعدت نہیں کرتے العیاذ باللہ ع

چون کفر از کعبه بر خیزد کجا ماند مسلمانی

جب ان احادیث کی بنا پر کسی شخص معین کے فسق کو ایک عقیدہ کی طرح واجب التسلیم قرار دینا صحیح نہیں تو پھر کسی شخص معین کے ارتداد کو جو فسق سے نہایت ہی قبیح ہے۔ ایک عقیدہ کی طرح واجب التسلیم قرار دینا کس طرح صحیح قرار دیا جا سکتا ہے تو پھر ہر شخص اپنے دعویٰ میں دلائل کے اعتبار سے سچا ہے۔

اس نظریہ سے کسی معین شخص کی اچھائی برائی کا مسئلہ جو نصوص (کتاب وسنت)

کی بجائے تاریخی روایات پر مبنی ہو۔عقائد کے باب میں داخل نہیں ہوسکتا۔نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئیوں کا غلط ہونا لازم آتا ہے اس لیے کہ ہر پیشین گوئی کے مصداق کا وقوع فی الخارج کے اعتبار سے پایا جانا تمام اہل اسلام کے نزدیک ضروری ولازمی ہے۔بلکہ یہ ہمارے ایمان کا لازمی جزو ہے کہ جو آقا ﷺ نے فرمایا وہ ہر صورت ہو کر رہے گا۔پیشین گوئی کے مصداق کی تعیین جب تاریخی روایات سے نہیں کی جاسکتی جو کہ واحد ذریعہ ہیں اس کی تعیین کا،تو پیشین گوئی پھر کیسے اور کیونکر صحیح قرار دی جاسکتی ہے کیونکہ مثال کے طور پر جس شبہ کی بنا پر یہاں یزید کو حدیث کا مصداق قرار دینے سے خارج قرار دیا ہے وہ شبہ ہر اس شخص پر صادق آئے گا جس کو بھی مصداق حدیث قرار دیا جائے گا تو اس صورت میں جس چیز کا مصداق حدیث ہونے کی حیثیت سے خارج میں پایا جانا لازمی وضروری تھا،فاضل مضمون نگار کے نظریہ کے مطابق اس کا خارج میں پایا جانا تو درکنار اس کے وقوع فی الخارج کا تصور بھی اسلامی نظریہ کے خلاف ہے۔

اس لیے کہ جس کو بھی تاریخ پیشین گوئی کا مصداق ہونے کے لیے پیش کرے گی اس کے عدم مصداق ہونے پر شبہ اور یہ کہ اس صورت میں اس کا مآل حضرت رسالت ﷺ کی طرف اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر ایک بات کی حتمی نسبت ہے کی جرأت کو روا رکھنے کا آج تک اسلام میں تصور نہیں کیا گیا کو مدنظر رکھتے ہوئے مہر تصدیق ثبت کردی جائے گی کہ واقعی یہ اپنے ظن اور تخمین کی بنیاد پر حضرت رسالت ﷺ کی طرف ایک بات کی حتمی نسبت ہے۔تو اس صورت میں یہی نہیں کہ پیشین گوئی کی تغلیط ہے بلکہ اسلامی نظریات کی ایک گونہ تضحیک ہے العیاذ باللہ۔اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے مامون ومحفوظ رکھے۔

فسق یزید کے منصوص ہونے کا کوئی جدید نظریہ نہیں بلکہ ائمہ محدثین کا یہی نظریہ ہے۔یہ کہنا کہ علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں ہے بالکل غلط اور بے بنیاد ہے اس لیے کہ علماء دیوبند ائمہ محدثین سے اس مسئلہ میں متفق ومتحد ہیں اگر اسلاف دیوبند کا اس مسئلہ میں کوئی الگ مسلک ہوتا تو ضرور اس کا کہیں ذکر ہوتا اور محدثین کے نظریہ کی تردید ہوتی۔بلکہ علماء دیوبند کا فسق یزید کی منصوصیت کے بارے میں وہی مسلک ہے جو ائمہ محدثین کا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا اس مسئلہ میں نقطہ نظر ملاحظہ کیجیے، حضرت شاہ صاحب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: دعاۃ الضلال یزید بالشام و مختار بالعراق۔ (ترجمہ): اور گمراہی کی طرف بلانے والا یزید تھا ملک شام میں اور مختار وغیرہ عراق میں۔ (حجۃ اللہ البالغہ: ج، ۲: ص، ۵۰۸)

یہ آنحضرت ﷺ کے فرمان ثم ینشأ دعاۃ الضلال کا مصداق یزید وغیرہ کو قرار دے رہے ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، اس خاندان اور علماء دیوبند کے مسلک کو الگ سمجھنا عدم واقفیت کی دلیل ہے ورنہ حقیقت نصف النہار کے مانند ظاہر ہے کہ علماء دیوبند در حقیقت خاندان ولی اللہی کے مظہر ہیں، جس قدر کمالات علمیہ کی بارش علماء دیوبند پر ہوئی یہ اُسی خاندان مقدسہ کی برکت کا نتیجہ ہے کہ آج تمام دنیا اس سرزمین سے نکلی ہوئی نورانی شعاعوں سے مستنیر ہو رہی ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ دعویٰ کرنا کہ علماء دیوبند کا یہ مسلک نہیں قابل تعجب نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا علماء دیوبند اس مسئلہ میں اپنے اساتذہ کے خلاف نظریہ رکھتے تھے؟

رہا علماء کا یہ فرمان کہ جواز لعن وعدم جواز کا مدار تاریخ پر ہے اپنی جگہ صحیح و نا قابل تردید ہے، جیسا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ نے فرمایا ہے اس لیے نفس فسق تو حدیث سے ثابت ہے لیکن اعمال فسق کا اتقیٰ وغیر اتقیٰ ہونا اور اعمال غیر شریعت کا مستحل و غیر مستحل سمجھ کر ارتکاب کرنے کا مدار تو تاریخ پر ہے۔ یعنی اعمال فاسقانہ کا ارتکاب محض فسق کا فتویٰ دیتا ہے یہ منصوص ہے لیکن آگے ان اعمال فاسقانہ کا اتقیٰ وغیر اتقیٰ یا ان کا ارتکاب مستحل وغیر مستحل سمجھ کر کرنا اس کا ثبوت تاریخ ہی سے ملے گا۔

جواز لعن وعدم جواز کا مدار تاریخ پر ہونے سے فسق یزید کے مسئلہ کو خالص تاریخی مسئلہ پر محمول کرنا مضحکہ خیز نہیں تو اور کیا ہے، اس لیے کہ فسق کے آخری حدود کے غیر منصوص ہونے سے نفس فسق کے غیر منصوص ہونے پر استدلال کرنا اہل علم کی شان کے خلاف ہے کیونکہ ابتدا اور انتہا کو ایک ہی درجہ میں رکھنا ایام طفولیت کی یاد کو تازہ کرنا ہے۔

یزید کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی تصریح کے بعد" کہ آپ صاف اس کو آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کا مصداق قرار دے رہے ہیں" یہ

کہنا کہ یہ علماء دیوبند کے مسلک کے خلاف ہے کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔

(ص:۲۹۰تا۳۰۲)

شیخ المشائخ، زینت المحدثین

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

بانی دیوبند ثانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا عبدالحقؒ کا ایک بیان جو کتابی شکل میں چھپا اور جس کا نام "مقام صحابہؓ ومسئلہ خلافت وشہادت" ہے۔ اس میں سے چند حوالہ جات پیش قارئین ہیں:

"اب جب کہ حضرت امیر معاویہؓ کی حکومت کا دور آیا تو یزید کے دل میں امارت کی خواہشات پیدا ہوئیں، حالات بدل چکے تھے حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کی اصلاح اعمال اور اصلاح اخلاق کے لیے تمام ممکن کوششیں کیں حضرت معاویہؓ کی وفات کے بعد یزید تخت پر براجمان ہوا، کہ جب میرے والد خلیفہ تھے تو میرا بھی حق ہے، جب حضرت حسینؓ نے دیکھا کہ جو سنت حضورؐ کے زمانے سے چلی آرہی ہے یزید اس کو مٹا رہا ہے، خلفاء راشدینؓ کے اسوۂ حسنہ کے خلاف ایک نئی بدعت رائج کررہا ہے میدان میں کود پڑے۔

حضرت حسینؓ حفاظت سنت نبویؐ کی خاطر شہید ہوئے:

تو حضرت حسینؓ کی جدوجہد اپنے لیے حکومت وخلافت حاصل کرنے کے لیے نہ تھی بلکہ انہوں نے صاف فرمادیا کہ قیصریت وکسرائیت کا طریقہ عجم اور کفار کا طریقہ اسلام میں کیوں داخل ہوتا ہے تو گویا آپ قیصریت وکسرائیت کے اس بت کو توڑنے کے لیے میدان عمل میں اترے اور اپنے محبوب نانا ﷺ کی سنت کو زندہ کرنا اور خلفائے راشدینؓ کے طرز عمل کو برقرار رکھنا آپ کا مقصد تھا اور اس کے لیے

حضرت حسینؓ نے قربانی دی، خلافت حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ اسلام کے دامن کو دھبوں سے صاف رکھنے احیاء سنت کی خاطر مال وجان قربان کر دیا، وہ اپنے نانا کی ایک ایک سنت پر مر مٹنے والے تھے۔" (ص:۲۴،۲۵،۲۶)

"یزید نے جو کچھ کیا اس کی ذمہ داری یزید پر ہے اس کا بوجھ والد پر نہیں ڈالا جاسکتا۔ یہ تو خدا کی شان ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے کنعان کو پیدا فرمایا اور آزر بت پرست سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تخرج الحی من المیت وتخرج المیت من الحی نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور مردے کو زندہ سے۔ حضرت معاویہؓ کا بیٹا اگر مجرم ہے تو اسے جانے دو ہمیں اس سے نفرت ہے۔ مگر حضرت معاویہؓ اور ان کے ساتھی دیگر صحابہؓ کو کیوں بدنام کریں اور انہیں ظلم کی نسبت کریں۔" (ص:۶۸)

حضرت شیخ مولانا عبدالحقؒ اپنی ایک تقریر میں واقعہ کربلا کے حقائق بیان فرماتے ہیں اور ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو شہید کر کے ابن زیاد کی فوج نے شہداء اور حضرت حسینؓ کے سروں کو نیزوں سے اٹھایا اور حضرت حسینؓ کا سر مبارک اور گھوڑا نیز حضرت حسینؓ کے خون آلودہ کپڑے کوفہ کے گلی کوچوں میں پھیرائے گئے۔ ابن زیاد سمجھ رہا تھا کہ فی الحال کوفے والے اگرچہ دب گئے ہیں مگر چھپی ہوئے چنگاریاں دلوں میں موجود ہیں ایسا نہ ہو کسی وقت یہ چنگاریاں بھڑک اٹھیں اور لوگ پھر بغاوت کر بیٹھیں تو اس طریقے سے جلوس نکال کر لوگوں کے دلوں میں رعب بٹھایا اور دھوم دھام سے خالی گھوڑوں کو گھمایا کہ دبدبہ بیٹھ جائے۔ پس یہ واضح ہوا کہ اولین جلوس نکالنے والے یزیدی فوج تھی۔ اور رعب جمانے کے لیے یہ سب کچھ کیا گیا۔" (ص:۲۲)

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور

حضرت قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے خارجیت، ناصبیت اور یزیدیت کے رد میں ایک معرکۂ آرا کتاب ''خارجی فتنہ'' تحریر فرمائی، اس کتاب پر حضرت مولانا محمد مالک صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، لاہور نے جو رائے گرامی تحریر فرمائی وہ درج ذیل ہے۔

تاریخ اسلام پر نظر کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے دو عظیم فتنوں نے اُمت میں انتشار وتفریق اور عمارت اسلام میں تخریب کا عمل جاری کیا ایک فتنہ رافضیت وتشیع کا اور دوسرا خارجیت کا۔ اُمت کی فلاح وکامیابی اسی میں مضمر ہے کہ ''اصحابی کالنجوم'' کا اعتماد کامل رکھتے ہوئے ''سفینہ اھل بیت'' میں پناہ لے تب ہی وہ فتنوں کی موجوں سے بچ کر ہدایت ونجات کے ساحل تک پہنچ سکتا ہے اس مقصد عظیم سے ہمکنار بنانے کے لیے میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کی کتاب ''خارجی فتنہ'' اہم ترین ذریعہ اور سامان ہے۔ حضرت زید مجدہم نے اپنی اس تالیف میں بڑی کاوش سے ایسے حقائق جمع کر دیئے ہیں جو مختلف قسم کی کتابوں اور عبارتوں سے پیدا شدہ اوہام کو الحمد للہ دور کر رہے ہیں، خداوند عالم مصنف زید مجدہٗ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس تالیف سے نفع پہنچائے، آمین

۱۰/ذیقعدہ ۱۴۰۴ھ

استاذ الاساتذہ، استاذ الحدیث

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

مدیر ماہنامہ بینات، جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے کفر و الحاد کی تحقیق میں ایک بے نظیر کتاب تصنیف فرمائی جس کا نام "اِکْفَارُ الْمُلْحِدِیْن فِی شَتّٰی مِنْ ضَرُوْرِیَاتِ الدِّیْن" ہے، اس اہم کتاب کا ترجمہ حضرت سید انور شاہ صاحبؒ کے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ نے کیا ہے اُس میں سے ایک اقتباس پیش قارئین ہے۔ جس سے اُستاد اور شاگرد دونوں کا موقف سامنے آتا ہے۔

"کربلا کے میدان میں حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی جنگ یزید سے اور "حرہ" (مدینہ) میں اہل مدینہ کی جنگ عقبہ بن مسلم کی فوج سے (جو یزید کی مدینہ پر حملہ آور فوج کا سپہ سالار تھا) اور "مکہ" میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی جنگ حجاج سے، نیز عبدالرحمن بن اشعث کے واقعہ میں قرأ قرآن کی جنگ حجاج سے اسی قبیل سے ہے (یعنی ظالموں کے خلاف ان کے ظلم وجور سے بچنے کے لیے لڑی گئی ہیں، یہ حضرات عند اللہ معذور تھے)۔" [اور ظالم فاسق وفاجر ہوتا ہے نہ کہ متقی و پرہیزگار] (اکفار الملحدین: ص: ۱۴۲)

فقیہ العصر، مفتی اعظم

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

سابق صدر مفتی جامعہ اشرفیہ، لاہور

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مکتوب جس میں یزید کے فسق و فجور کا ذکر مذکور ہے کی شرح میں حضرت مفتی شیر محمد علوی صاحب دامت برکاتہم نے ایک رسالہ ترتیب دیا جس پر حضرت مفتی جمیل احمدؒ نے تائیدی کلمات تحریر فرمائے:

احقر نے یہ رسالہ سنا ہے یعنی ''التمہید فی بیان فسق یزید'' اور ٹھیک سمجھا ہے نقول صحیحہ پیش کی گئی ہیں۔ اس لیے اس میں تردد کی گنجائش نہیں مگر لعنت سے کف لسان محققین کا معمول ہے وہی درست ہے۔ واللہ اعلم

جمیل احمد تھانوی

مفتی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے رسالہ ''دفاع صحابہؓ'' پر مفتی عبدالشکور ترمذیؒ نے اپنی تائیدی رائے گرامی لکھی رسالہ کا ایک اقتباس درج ذیل ہے:

''عرض یہ کہ جو لوگ یزید کو خلیفہ عادل اور راشد قرار دے کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دینے کی سعی میں مصروف ہیں۔ ان کا یہ نظریہ اہل السنت والجماعت کے نزدیک باطل ہے یہ نظریہ خوارج کا تو ہوسکتا ہے اہل السنت والجماعت کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روافض و خوارج کے باطل نظریات سے محفوظ اور اہل السنت والجماعت کے مذہب حق پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

اس تحریر پر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر اپنے تصدیقی دستخط ثبت کیے: اَفَلَا اَکُوْنَ عَبْدًا شَکُوْرًا (۲۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ)

اُستاذ العلماء والمحدثین، مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

خلفیہ ومجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ
صدر مدرس جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی
سابق مدرس ومفتی جامعہ دارالعلوم، کراچی

بخدمت جناب بھائی میاں رضوان نفیس صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا اہل بیت رضی اللہ عنہم اور یزید کے بارہ میں وہی موقف تھا جو ہمارے اکابر اہل سنت والجماعت علماء دیوبند کا تھا اور موجودہ بزرگوں کا ہے، راقم بھی اِسی عقیدہ پر قائم ہے الحمد للہ، والد صاحب مفتی ولی حسن ٹونکی صاحب رحمہ اللہ کے چند جملے تحریر کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوجائے گا۔

(۱) فرمایا! ''ہمارے علاقے لیاقت آباد میں ایک صاحب کی بیٹھک میں محمود عباسی بیٹھا کرتا تھا یہ شروع کا دور تھا ایک دن باتوں کے درمیان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے ہاتھ کے ذریعہ اشارہ کرنے لگا کہ وہ اس طرح چھوٹے قد کی تھیں اور انداز اُس کا تحقیرانہ تھا، میں فوراً اُٹھ گیا اور دل میں کہا! ہائے افسوس اس مجلس میں میں کیوں تھا؟ عزم کیا آئندہ ایسے لوگوں کی مجلس میں نہیں بیٹھوں گا۔'' اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے رونے بھی لگ جاتے تھے۔

(۲) بخاری شریف کے سبق کے دوران فرمایا! ''میرا عقیدہ ہے دین پر وہی قائم ہے جس کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا ایک بڑا جزو اہل بیت سے محبت کرنا بھی ہے۔''

ایک دفعہ فرمانے لگے! ''ان غلط لوگوں سے اگر کہا جائے اہل بیت سے محبت کرنی چاہیے کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہیں تو جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح

علیہ السلام کا بیٹا کافر تھا، فرمایا! اس طرح کا جملہ کہنا اور مقابلہ میں لانا گناہ کبیرہ ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے جن کو حضورِ اکرم ﷺ نے جنت کے پھول کہا، وہ برے ہوں؟ اور جن کو حضور ﷺ نے اپنے جگر کا ٹکڑا کہا (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) وہ بری ہوں، ان کی شان کم ہو؟ ''

(۴) ایک صاحب نے آ کر بتایا میری بیٹی ہوئی ہے، پوچھا کیا نام رکھا؟ جواب ملا: فاطمہ، بہت خوش ہوئے اور فرمایا! ''فاطمہ تو فاطمہ تھیں، تم یہ نیت بھی کرلو کہ میں نے جو نام رکھا ہے وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نسبت کی وجہ سے، تو اس پر ثواب ملے گا اور حضور کی محبت بھی''

(۵) ایک دفعہ یزید کے بارہ میں فرمایا:

''یزید کے بارہ میں میرا وہی عقیدہ ہے جو میرے اکابر حضرت نانوتویؒ، حضرت گنگوہیؒ اور میرے اساتذہ کرام حضرت حیدر حسن ٹونکیؒ، حضرت مدنیؒ اور حضرت ابراہیم بلیاویؒ کا ہے کہ وہ یزید کو فاسق و فاجر مانتے تھے اور قتلِ حسین رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار جانتے تھے۔''

بہر حال یہ چند واقعات ہیں جو اس وقت ذہن میں آئے، اِن سے اہل بیت کی محبت کی خوشبو جھلکتی ہے اور یزید سے بے زاری اور نفرت بھی نظر ہے۔ والسلام

سجاد حسن عفی عنہٗ جامعہ اسلامیہ امداد العلوم، کراچی
۳ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ

برصغیر کے مایہ ناز مؤرخ و محقق

حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

حضرت قاضی اطہر مبارکپوریؒ نے محمود احمد عباسی کی فتنہ انگیز کتاب ''خلافت

معاویہ ویزید'' کا بہت ہی محققانہ اور عالمانہ جواب ''سیدنا علیؓ وسیدنا حسینؓ'' کتاب کی شکل میں تحریر فرمایا ہے۔ جس میں عباسی صاحب کی تلبیسات، دھوکہ دہی اور ابلہ فریبی کا پول کھول کر رکھ دیا ہے۔ اسی مایہ ناز کتاب سے چند اقتباسات ہم نظر قارئین کرتے ہیں۔

حالانکہ جن مؤرخوں اور عالموں کو مؤلف (خلافت معاویہؓ ویزید) نے سند امامت عطا کی ہے اور ان کو معتبر ومسلم تسلیم کیا ہے، ان کی کتابوں میں یزید کے کردار اور صحابہ کرامؓ اور جمہور اُمت کے موقف کا بیان نہایت صفائی کے ساتھ موجود ہے، مگر اس کو مؤلف نے حسب عادت ثابت کرنا چاہا ہے کہ یہ مؤرخین اور مؤلفین بھی حضرت حسینؓ کو باغی اور یزید کو خلیفہ برحق سمجھتے ہیں، یہاں پر ہم صرف علامہ ابن خلدونؒ کی تصریحات پیش کرتے ہیں اور فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

علامہ ابن خلدونؒ یزید کو ولی عہد بنانے کی مصالح کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہاں پر چند ایسے معاملات ہیں جن کے بارے میں حق بات بیان کرنے کی ضرورت ہے۔

الاول منها حدث فی یزید من الفسق ایام خلافته فایاک ان تظن بمعاویه رضی اللہ عنہ انه علم بذالک من یزید فانه اعدل من ذلک وافضل بل کان یعذله ایام حیاته فی سماع الغناء وینهاه عنه وهو اقل من ذلک۔

ترجمہ: پہلا معاملہ یزید کے فسق کا ہے جو اس کے خلافت کے زمانہ میں ظاہر ہوا خبردار تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ گمان مت کرنا کہ وہ یزید کے فسق وفجور کو جانتے تھے کیونکہ وہ اس سے بالا وبلند تر ہیں کہ یزید کے فسق کو جان کر اسے ولی عہد بنائیں، بلکہ وہ اپنی زندگی میں یزید کو اس کے گانا سننے پر ملامت کرتے تھے، اور اس سے روکتے تھے حالانکہ گانا سننا فسق سے کم درجہ کا تھا۔ (مقدمہ: ص: ۱۷۶، ۱۷۷)

ویسے تو صحابہ کرامؓ اور اس دور کے لوگوں کے خیالات یزید کے بارے میں پہلے ہی مختلف تھے، مگر جب زمانہ خلافت وامارت میں اس کا فسق کھل کر منظر عام پر آیا تو

تمام صحابہ کرامؓ نے اس کے بارے میں اختلاف کیا، اور یہ اختلاف اس کے فسق وفجور کے بارے میں نہیں تھا، بلکہ اس بارے میں تھا کہ اس حالت میں اس کو امیر وخلیفہ تسلیم کرنا چاہیے، اور اس کی بیعت کو باقی رکھنا چاہیے یا توڑ دینا چاہیے پھر ان کے اختلاف کا نتیجہ یہ نکلا کہ باہمت اور باعزیمت صحابہؓ تو اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اور عام صحابہؓ اور جمہور مسلمین اس کے فسق وفجور کے بارہ میں فتنہ وفساد اور قتل وغارت کے ڈر سے کھل کر خروج نہیں کیا، بلکہ دعا کرتے رہے کہ یا تو اسے ہدایت نصیب ہو، یا پھر اس سے امت کو نجات مل جائے، علامہ ابن خلدونؒ صحابہؓ کے موقف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

و کانت مذاھبھم فیہ مختلفۃ و مما حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلف الصحابہ حینئذ فی شانہ فمنھم من رأی الخروج علیہ و نقض بیعتہ من اجل ذلک کما فعل الحسین و عبداللہ بن زبیر و من اتبعھما، و منھم من اباہ لما فیہ من اثارۃ الفتنہ و کثرۃ القتل مع العجز عن الوفا، لان شوکۃ یزید یومئذ ھی عصابۃ بنی امیہ، و جمھور اھل الحل و العقد من قریش و تتبع عصبیۃ مضر اجمع وھی اعظم من کل شوکۃ و لا تطاق مقاومتھم فاقصروا عن یزید بسبب ذالک واقاموا علی الدعاء بھدایتہ و الراحۃ منہ، و ھذا کان شان جمھور المسلین۔

یزید کے بارے میں صحابہؓ کے خیالات مختلف تھے اور جب یزید میں فسق وفجور ظاہر ہوا تو اس وقت صحابہؓ نے اس بارے میں اختلاف کیا، پس ایک جماعت یزید کے فسق فجور کی وجہ سے اس کے خلاف خروج کرنے اور اس کی بیعت توڑنے کی قائل ہوگئی، جیسا کہ حضرات حسین وعبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھیوں نے کیا، دوسری جماعت یزید کے کے خلاف خروج ونقض بیعت کی منکر تھی، اس لیے کہ اس سے فتنہ برپا ہوگا، اور قتل کی کثرت ہوگی اور یہ اقدام کما حقہ کامیاب نہ ہوگا، کیونکہ اس وقت شوکت وطاقت بنو اُمیہ میں تھی، اور ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں تھی اسی وجہ سے دوسری جماعت خاموش رہی اور یزید کی ہدایت یا اس کے شر سے محفوظ ہو جانے کی دعا کرتی رہی، جمہور مسلمانوں کا یہی رویہ تھا۔ (مقدمہ: ص: ۱۷۷)

ان تصریحات سے معلوم ہوجاتا ہے کہ جہاں تک یزید کے فسق فجور کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کے نفرت کرنے کا تعلق ہے اس میں سب صحابہؓ متفق تھے اس میں اختلاف نہیں تھا، البتہ ان کے خروج کرنے میں ان کا اجتہادی اختلاف تھا، یزید کے خلاف اقدام نہ کرنے والے صحابہؓ اور تابعین کے نقطہ نظر کو علامہ ابن خلدون یوں واضح کرتے ہیں۔

اور حسینؓ کے علاوہ جو صحابہ حجاز، عراق اور یزید کے ساتھ شام میں تھے انہوں نے سوچا کہ یزید اگرچہ فاسق ہے، مگر اس کے خلاف خروج جائز نہیں کیونکہ اس سے قتل وغارت اور خون خرابہ ہوگا، یہ سوچ کر وہ لوگ رک گئے، اور حسینؓ کا ساتھ نہ دے سکے مگر ان حضرات نے حسینؓ کے اس اقدام پر نہ نکیر کی اور نہ ہی ان کو خطا کار کہا:

ولا انکر و اعلیه ولا اثموه لانه مجتهد وهو اسوة المجتهدین۔ ترجمہ: انہوں نے نہ حسینؓ پر نکیر کی اور نہ ان کو گناہ گار بتایا کیونکہ وہ مجتہد تھے بلکہ مجتہدوں کے اسوہ تھے۔ (سیدنا علیؓ وحسینؓ: ص: ۱۳۵)

اور خود حسینؓ نے ان حضرات کا ساتھ نہ دینے پر کچھ نہیں کہا اور نہ ہی ان پر کسی قسم کی نکیر کی۔

ولم ینکر علیهم قعودهم نصره ولا تتعرض لذلک لعلمه انه عن اجتهاد منهم کما فعله عن اجتهاد منه۔ حسین رضی اللہ عنہ نے بھی ان حضرات کے اپنی نصرت سے بیٹھ جانے پر کسی قسم کی کوئی نکیر نہیں کی اور نہ کوئی تعرض کیا کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ بات ان کے اجتہاد کی وجہ سے ہے جیسا کہ حسینؓ نے یہ اقدام اپنے اجتہاد کی وجہ سے کیا تھا۔ (ایضاً)

یہی نہیں بلکہ امام حسینؓ ان "صادق اللہجہ اور خالص النیۃ" امن پسند بزرگوں کو پوری طرح اپنا ہمنوا تسلیم کرتے تھے، اور یزید کے مقابلے میں ان کو اپنا طرفدار اور حامی سمجھتے تھے، چنانچہ عین معرکہ کربلا میں آپ نے شامی فوجوں کے سامنے ان جلیل القدر اور

نامی گرامی صحابہ کرامؓ کے نام لے لے کر اور اپنی حقانیت پر ان کو گواہ بنا کر کہا کہ: ''تم لوگ میرے بارے میں جابر بن عبداللہؓ، ابو سعید خدریؓ، انس بن مالک، سہل بن سعید اور زید بن ارقم جیسے اجلہ صحابہ کرامؓ سے پوچھ لو کہ وہ حضرات میرے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اور ان کی رائے یزید کے بارے میں کیا ہے؟ (سیدنا علیؓ و حسینؓ: ص:۱۳۶)

اس میں شک نہیں کہ بہت سے صحابہ کرامؓ نے حضرت حسینؓ کو اس اقدام سے منع کیا اور اس کے خلاف مشورے دئے مگر یہ فہمائش اس لئے نہیں تھی کی یزید خلیفہ عادل اور امام برحق ہے اور اس کے خلاف خروج غلطی ہے بلکہ تمام تر فہمائش حضرت حسینؓ کو اس بات پر تھی کہ آپ جو یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے اندر اس اقدام میں کامیابی کی طاقت وشوکت ہے تو آپ کا یہ اندازہ صحیح نہیں ہے کیونکہ پوری طاقت وشوکت بنوامیہ میں آگئی ہے، اور وہ اپنی طاقت کے مقابلہ میں کسی کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

ولان ظنه القدرة علی ذالک، ولقد عذله ابن عباس، و ابن الزبیر، وابن عمر و ابن الحنفیه واخوه و غیره فی سیره الی الکوفة واعلمو غلطه فی ذالک۔ (مقدمہ ابن خلدون: ص:۱۸۱)

ترجمہ: آپ کو اندازہ تھا کہ مجھے اس بات کی طاقت ہے اور ابن عباسؓ، ابن زبیرؓ، ابن عمرؓ اور ان کے بھائی ابن حنفیہؒ وغیرہ نے ان کے کوفہ جانے پر سخت سست لہجہ میں سمجھایا کیونکہ انہوں نے اس اندازہ میں ان کی غلطی جانا۔

ان صاف وصریح بیانات کے بعد مؤلف ''خلافت معاویہ ویزید'' کا وہ گھروندا گر جاتا ہے جسے انہوں نے بزرگوں سے جرح وقدح کے عنوان سے ص:۹۸ سے ص:۱۰۶ تک بنایا ہے، اور جگہ جگہ کہا ہے کہ حضرت حسین کو غلط اقدام پر صحابہؓ نے روکا مگر وہ نہ مانے، مذکورہ بالا حضرات اور دوسرے صحابہؓ نے اگرچہ مصلحتاً یزید کے فسق وفجور کے باوجود اس کے خلاف خروج نہیں کیا لیکن ان کے نزدیک یزید کے افعال مستحسن اور صحیح نہ تھے، بلکہ وہ ان کو اسی طرح غلط اور ناجائز سمجھتے تھے، جس طرح

حضرت حسینؓ سمجھتے تھے۔

ولا تقولن ان یزید وان کان فاسق ولم یجز ھولاء الخروج علیہ فافعلہ عندھم صحیحۃ واعلم انہ انما ینفذ من اعمال الفاسق ما کان مشروعا۔ خبردار تم ہرگز ہرگز یہ نہ کہنا کہ جب یزید فاسق تھا، اوران حضرات نے اس کے خلاف خروج جائز نہیں سمجھا تو ان کے نزدیک یزید کے تمام اعمال صحیح تھے، تم کو سمجھنا چاہیے کہ فاسق وفاجر حکمران کے اعمال سے وہ امر وحکم نافذ ہوگا، جو مشروع ہوگا۔ (ص:۱۸۱)

اس سے یہ بات بھی بالکل صاف ہوگئی کہ یزید کے خلاف خروج نہ کرنے والے تمام صحابہؓ بھی اس کے افعال واعمال کو غلط سمجھتے تھے، البتہ امور شرعیہ مثلاً جہاد، قصاص وغیرہ کو اس کی طرف سے نافذ مانتے تھے، کیونکہ مسئلہ یہی ہے کہ فاسق حکمران کا امر شرعی واجب العمل اور نافذ ہوتا ہے، جو حضرات صحابہؓ یزید کے فسق وفجور کے قائل ہونے باوجود اس کے خلاف خروج کو فتنہ وفساد اور قتل وغارت کا سبب بتا کر حضرت حسینؓ کی نصرت سے الگ رہے مگر دل سے ان کے ساتھ رہے، ان کے بارے میں کسی کو لب کشائی کا حق حاصل نہیں ہے، اوران پر کسی قسم کا کوئی الزام نہیں رکھا جاسکتا، اسوہ حسینی بھی ان کے بارے میں یہی ہے، اور شریعت کا حکم بھی یہی ہے۔

ولا یذھب بک الغلط ان تقول بتاثیم ھٰؤلاء بمخالفۃ الحسین و قعودھم عن نصرہ، فانھم اکثر الصحابہ۔۔۔۔۔۔ ترجمہ: تم کو غلطی اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان حضرات کو حسینؓ کے خلاف کرنے اوران کی مدد سے بیٹھ رہنے کی وجہ سے گناہگار کہو، کیونکہ اس نظریہ کے اکثر صحابہؓ تھے۔ (ص:۱۹۱)

اور چونکہ وہ حضرت حسینؓ کو برحق سمجھتے تھے، اور حسینؓ کربلا کے میدان کارزار میں بھی ان سے اپنے برحق ہونے پر استشہاد کرتے تھے، اس لیے بھی ان کے بارے میں کچھ کہنے کا حق نہیں ہے

والک مجتھدون، ول اینکر علی احد من الفریقین فما صد ھم فی

البر و تحری الحق معروفة، ونقتدی اللہ للاقتداء بھم۔ ترجمہ: تمام صحابہؓ مجتہد برحق تھے، اور فریقین میں سے کسی پر نکیر نہیں کی جاسکتی کیونکہ نیکی اور جستجوئے حق میں ان کے ارادے اور نیتیں معلوم مشہور ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء کی توفیق دے۔

(مقدمہ ابن خلدون: ص: ۱۷۷)

علامہ ابن خلدون کے اس بیان سے اس بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے کہ یزید کے کردار میں کوئی خرابی تھی یا نہیں، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ یزید کے ساتھ تھے یا نہیں تھے، اور اس کے خلاف خروج واقدام کا جواز تھا یا نہیں تھا اور عام صحابہ کرامؓ حضرت حسینؓ کو اور حضرت حسینؓ عام صحابہ کرامؓ کو اس معاملہ میں کیا سمجھتے تھے مؤلف علامہ ابن خلدون کو سب تسلیم کرتے ہیں، اور علامہ ابن خلدون کی یہ تصریحات کیا بتا رہی ہیں۔

۞۞۞

فقیہ الامت، مصلح الملت

حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

صدر مفتی دار العلوم دیوبند

سوال: یزید اور شریکانِ قتل امام حسینؓ فاسق و فاجر ہیں یا نہیں، کربلا کی جنگ کو حق و باطل کی جنگ کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: فاسق ہونے کی تشریح شرح عقائد وغیرہ میں ہے، ظالم کے تسلط سے مخلوق کو بچانے کے لیے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جنگ کی ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ عزیزی اور تحفہ اثنا عشریہ میں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج، ۲۔ ص، ۷۸)

سوال: یزید کے اشارہ سے امام حسینؓ کے ساتھ معرکہ کربلا پیش آیا، اس کے بارے میں اہل سنت کا کیا خیال ہے؟ (فتاویٰ محمودیہ: ج، ۲۔ ص، ۷۸)

جواب: اس معاملہ میں یزید کی روش حضرت حسینؓ کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے نزدیک ان کی شان کے خلاف اور توہین آمیز رہی۔

سوال: کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے یا یزید؟

جواب: یہ اجتہادی چیز ہے اہل سنت والجماعت کے نزدیک حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ حق پر تھے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج:۲،ص:۸۲)

سوال: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اُمت کے لیے ہوئی یا اللہ کے لیے، لوگ کہتے ہیں کہ آپؓ نے اُمت کے لیے جان دے دی؟

جواب: حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ایک ظالم کے ظلم سے اُمت کو بچانے کے لیے ہوئی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج:۲،ص:۸۶)

سوال: ایک شخص حافظ عالم ہونے کے باوجود سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء کیسی ہے؟

جواب: کس بات میں ترجیح دیتا ہے، اگر نسب کی فضیلت یا اعمال صالحہ و اخلاق فاضلہ میں ترجیح دیتا ہے تو یہ ترجیح غلط ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے لئے جنتی بلکہ نوجوان جنتیوں کے سردار ہونے کی فضیلت حدیث شریف میں موجود ہے، خطبہ میں بھی وہ روایت موجود ہے ''سید اشباب أهل الجنة الحسن و الحسين''۔ ایسی فضیلت یزید کے لئے کہیں موجود نہیں اور پھر وہ صحابی نہیں، تمام امت کا اجماع اس پر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج:۲،ص:۸۷)

سوال: کیا وجہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حیات میں اپنے نالائق فرزند یزید پلید کو امام مسند تخت نشین بنایا اور تخت پر بٹھلا کر ولی عہد بنانے کی اطلاع کا ہر ایک شہر میں حکم روانہ کیا تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے، جب کی وہ عیاش، دائم الخمر، بدکردار، ظالم، زانی، شرابی، فاسق، فاجر حرام کار تھا؟

جواب: ان (حضرت امیر معاویہؓ) کے سامنے یہ افعال نہیں تھے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ ۲/ ۱۰ میں ہے۔ اگرچہ ورع اور زہد کے اعتبار سے دوسرے بہت سے حضرات اس سے بہتر موجود تھے، اور بعض منکرات کا وہ مرتکب بھی تھا لیکن زیادہ خراب حالت بعد میں ہوئی۔ (فتاویٰ محمودیہ: ج:۲،ص:۸۸)

سوال: کیا یزید واجب التعظیم ہے؟

جواب: غلط کام سے کوئی واجب التعظیم نہیں ہوتا۔ علم، اخلاق، احسان کی وجہ سے واجب التعظیم ہوتا ہے۔ اسی ضابطہ پر یزید کا حال ہے۔

سوال: کیا یزید بزبان رسالت جنتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: یزید کا نام لے کر اس کو جنتی فرمانا کسی حدیث شریف میں آنا میرے علم میں نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۳/ ۹۵ھ۔

(فتاویٰ محمودیہ: ج: ۲، ص: ۱۱۲، ۱۱۳)

استاذ الاساتذہ، شیخ الحدثین

حضرت مولانا فضل محمد صاحب سواتی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

تلمیذ شیخ الاسلام حضرت مدنی ومیاں جی سید اصغر حسین صاحب رحمہما اللہ

سابق صدر مدرس جامعہ علوم بنوری ٹاؤن، کراچی

شیخ الحدیث ومہتمم دارالعلوم مظہر العلوم (سوات)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دست برداری کا اعلان فرمایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پوری امت کے خلیفہ بنا گئے آپ نے بحسن و خوبی اسلام کی خدمت کی اور اسلامی سلطنت کو وسیع تر کر دیا آپ نے وفات سے کچھ پہلے اپنے بیٹے یزید کو اس لیے ولی عہد بنایا کہ پہلے کی طرح مسلمانوں میں خلافت کے مسئلہ پر نزاع پیدا نہ ہو، آپ نے یزید کو بلا کر مستقبل کے بارہ میں عجیب مدبرانہ مشورہ دیا فرمایا کہ تیری حکومت کے خلاف چار آدمی اٹھیں گے ایک محمد بن ابی بکر ہے لیکن شاید اس کی عمر وفا نہ کرے اس لیے خطرہ نہیں۔ دوسرا عبداللہ بن عمر یہ صوفی اور عابد زاہد آدمی ہیں ان کا بھی خطرہ نہیں تیسرا حسین ہیں یاد رکھ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ ہے ان کا نہایت احترام کرو چوتھا عبداللہ بن

زبیر ہیں یہ انتہائی چالاک آدمی ہیں ان سے بچ کر رہنا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید نے اہل مدینے سے بزورِ شمشیر بیعت لینا شروع کر دیا، محمد بن ابی بکر کی زندگی نے واقعی وفا نہ کی وہ مر گئے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی خاموشی اختیار کی لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مکہ کی طرف بغرضِ پناہ چلے گئے، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کے اٹھارہ ہزار آدمیوں کے خطوط موصول ہوئے جس میں کوفہ آنے کی دعوت تھی باوجود یکہ اہل مشورہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو جانے سے روکا لیکن وہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے اور وہاں کربلا میں جو کچھ ہوا وہ ہو گیا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فارغ ہو کر یزید نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مارنے کے لیے افواج بھیجنے کا حکم دیا، مدینہ میں یزید کی طرف سے عمرو بن سعید گورنر تھا اس نے جب افواج روانہ کیں تو حضرت ابو شریح صحابی رضی اللہ عنہ نے ان کو پرزور انداز میں پر مغز تقریر کی اور سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان کو اقتدار کا نشہ تھا اس نے غلط سلط باتیں کر کے صحابی کا مذاق اُڑایا اور کہا میں تم سے زیادہ جانتا ہوں، عبداللہ بن زبیر باغی ہے یزید خلیفہ ہے اس باغی کا مارنا حرم میں بھی جائز ہے کیونکہ حرم کسی قاتل یا ڈاکو کو پناہ نہیں دیتا ہے، عمرو بن سعید کو اشدق یعنی منہ پھٹ کا لقب دیا گیا، اسی طرح اس کو لطیم الشیطان بھی کہا گیا یعنی شیطان نے اس کو تھپڑ رسید کیا، یہ شخص نہ صحابی ہے نہ اس کو تابعی کا رتبہ ملا۔'' (تحفۃ النعم اُردو شرح صحیح مسلم: ص ۵۲۲)

خطیب دلپذیر، مؤرخ اسلام

حضرت مولانا ضیاء الرحمن صاحب فاروقی شہید رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

امیر سپاہ صحابہؓ (کالعدم) پاکستان

حدیث قسطنطنیہ سے یزید کا جنتی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

(ڈائری خلافتِ راشدہ: ص: ۴۲۹)

ہمارا یزید کے متعلق وہی مؤقف ہے جو مولانا نانوتوی اور مولانا احمد رضا خان صاحب کا ہے۔ (تاریخی دستاویز: ص:۲۹)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کا یزید کے متعلق موقف

''اَجوبۂ اَربعین'' سے اقتباس

اوروں کی بیعت سے یزید کی بیعت ان کے ذمہ لازم نہ ہوئی تھی جو کوئی عقل کا پورا جس کو دھتورے کے پینے کی حاجت نہیں بوجہ بیعت اہل شام جو یزید پلید کے ہاتھ پر کر چکے تھے، حضرت امام ہمام پر اعتراض کرے، یا مذہب اہل سنت پر آوازہ پھینکے۔ (ج:۱،ص:۷۳)

اقتباسات از مکتوبات قاسمی رحمہ اللہ

ہاں ان (حضرت معاویہؓ) کے انتقال کے بعد یزید نے پر پرزے نکالنے شروع کیے اور دل کو خواہش نفس اور ہاتھ کو جام شراب پر لے گیا کھلم کھلا فسق کرنے لگا اور نماز چھوڑ دی بعض سابقہ تمہیدوں کی بنا پر معزول کرنے کے لائق ہو گیا۔ (ص:۳۹و۴۰)

تاہم اہل سنت کے اصول پر کوئی دشواری باقی نہیں رہی ہے کیونکہ یزید اس صورت میں کھلم کھلا فاسق تھا نماز کا ترک کرنے والا وغیرہ یا بدعت کا مرتکب تھا کیونکہ وہ نواصب کے سرداروں میں سے تھا۔ (ص:۵۲)

مولانا احمد رضا خان صاحب کا یزید کے متعلق موقف

احکام شریعت سے اقتباسات

(مولانا احمد رضا خاں نے بھی یزید کو پلید ہی لکھا ہے جیسا کہ حضرت نانوتوی ؒ نے تحریر فرمایا ہے) یزید پلید کے بارے میں ائمہ اہل سنت کے تین قول ہیں:

(۱) امام احمد وغیرہ اسے کافر جانتے ہیں، تو ہرگز بخشش نہ ہوگی۔

(۲) اور امام غزالی وغیرہ مسلمان کہتے ہیں، تو اس پر کتنا ہی عذاب ہو بالآخر بخشش ضرور ہے۔

(۳) اور ہمارے امام سکوت فرماتے ہیں، کہ ہم نہ مسلمان کہیں نہ کافر لہذا یہاں بھی سکوت کریں گے۔ (حصہ دوم۔ص:۱۶۵) (سکوت کا مطلب یہ ہے کہ یزید کے مسئلہ کو بلاوجہ نہ چھیرا جائے کیونکہ وہ اس قابل نہیں کہ اس کا ذکر کیا جائے۔ ہاں البتہ جب واقعہ کربلا بیان ہوگا تو حضرت امام حسینؓ اور یزید کی شرعی پوزیشن کو واضح کیا جائے گا، کیونکہ حضرت حسینؓ صحابی رسول ﷺ اور یزید بدکار، فاسق وفاجر ہے)۔

۞۞۞

مجاہدِ ملت، فخرِ اہلِ سنت

حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

بانی جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام، جہلم

ایک ساتھی نے حضرت سے عرض کیا حضرت ایک کھٹک ہے کہ یزید کے مدح خواں اس کی پوری صفائی دے کر اسے صالحین کا سرخیل ثابت کرانا چاہتے ہیں اور کافر کہنے والوں کا بھی یہی حال ہے جب کے ہمیں دونوں محاذوں پر لڑنا پڑتا ہے۔ حضرت جہلمیؒ پر خدا کی ان گنت رحمتیں نازل ہوں۔ چند جملوں میں اہل سنت کی ترجمانی کردی فرمایا بھائی رافضی تو ہے ہی لاعلاج مریض اور روافض کے علاوہ دوسرا فریق بظاہر اپنے آپ کو اہل سنت میں شمار کرتے ہیں اور دعویٰ ہے کہ ہمارا مشن دفاع صحابہؓ ہے۔ لیکن جب قلم ہاتھ میں لے کر تبصرہ شروع کرتے ہیں تو دلائل اپنے دعویٰ کے خلاف ہوتے ہیں ان کے مدمقابل اہل سنت ہیں اور دعویٰ بھی دفاع صحابہؓ ہے اب اگر کافر کہیں تو جن صحابہؓ نے بیعت کرلی حضرت ابن عمرؓ، ضحاک بن قیسؓ، نعمان بن بشیرؓ وغیرہم ان پر الزام آئے گا کہ وہ ایک کافر کے مقتدی بنے جو حرام ہے، جب کے فاسق کی امامت بحالت اضطرار خوف فتنہ جیسی معقول صورتوں میں جائز ہے اور یہاں بھی یہی کچھ تھا ورثہ ان حضرات نے بھی اس کی صفائی نہیں دی۔ ایسے ہی اگر صالح متقی پرہیزگار مان لیں تو جو حضرات اس کے خلاف اُٹھ کھڑے

ہوئے ان کا دفاع کیسے ہوگا آخر اس میں کوئی عظیم نقص تھا جو حضرت حسینؓ، ابن زبیرؓ، عبداللہ بن زید انصاریؓ، ابن مطیعؓ، عبداللہ بن حنظلہؓ اور دیگر متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ دراصل ہمارا مدعیٰ دفاع صحابہؓ ہے اور وہ بیچ کی راہ سے ہی ممکن ہے اور وہ فسق یزید کا نظریہ۔ (اشاعت خاص حق چار یار بیاد حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ: ص: ۲۲۷)

۞۞۞

ذہبی دوراں، محقق العصر

حضرت مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

(تلخیص: ڈاکٹر محمد عرفان شجاع)

حامداً و مصلیاً و مسلماً، امابعد!

حافظ ابن حزم اُندلسی رحمہ اللہ (م: ۴۵۶ھ) نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ، حادثہ کربلا، واقعہ حرہ، حصار کعبہ و قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہما، ان چاروں جاں گسل واقعات کو اسلام کے چار رخنوں سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے مرکز کا احترام ختم ہوا، اور خلافت کا رُعب داب اُٹھ گیا، حادثہ کربلا سے آل رسول ﷺ کی عزت خاک میں ملی، واقعہ حرہ سے ''مدینۃ الرسول ﷺ'' کی بے حرمتی ہوئی، قتل ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کعبہ کی عزت کو داغ لگا۔ غرض ان چاروں ہنگاموں میں ناحق کوشوں نے وہ قیامت برپا کی کہ خدا کی پناہ، خلیفۃ الرسول، عترت پیغمبر اور اُصحاب نبی سب کا بے دریغ خون بہایا، اور حرم نبی، خانہ کعبہ، جملہ شعائر اسلام کی عظمت کا ذرہ برابر پاس ولحاظ نہیں کیا۔

ان چاروں حادثات کے بارہ میں ناصبیوں کا موقف یہ ہے کہ وہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذمہ دار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں اور حادثہ کربلا کا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اور واقعہ حرہ کا اُن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنہوں نے یزید کی اطاعت سے انحراف کیا تھا اور حصار کعبہ کا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے اِدعاءِ خلافت کو، شیعہ مروانیہ کا ایمان وعقیدہ یہی ہے۔ ان کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفیہ راشد نہیں بلکہ خلافت کے غاصب تھے اور

مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والے، حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور وہ تمام صحابہؓ جو حادثہ حرہ اور حصار کعبہ کے خونی ہنگاموں میں یزید اور عبدالملک بن مروان کی تیغ ستم کا نشانہ بنے شہید نہیں بلکہ خلافت کے باغی تھے جو اپنی بغاوت کی پاداش میں کیفرِ کردار کو پہنچے۔ شیعہ مروانیہ کا یہ نظریہ مروانیوں کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔ لیکن محمود احمد عباسی کا تازہ فتنہ "ناصبیت" پیدا ہو گیا ہے جس سے اب تک ہندو پاک کی سرزمین یکسر پاک تھی، اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ملک کا اچھا خاصا سنجیدہ پڑھا لکھا طبقہ بھی اس فتنہ کے اثر سے محفوظ نہ رہ سکا، اور اب تو بہت سے حلقوں میں اس کو ایک تاریخی ریسرچ کا درجہ حاصل ہے۔

اس نام نہاد تاریخی ریسرچ کے چار ماخذ ہیں:

(۱) مستشرقین کی تصریحات (۲) شیعہ مؤرخین (۳) خود اپنی دماغی اُپج

(۴) بعض وہ مصنفین جن پر ناصبیت کا الزام ہے اور وہ اہل بیت سے انحراف رکھتے ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اہل سنت میں سے کسی محقق عالم کے قول کو، کہیں بھی، اثبات مدعا کے لیے، ناصبیوں نے اپنے اصلی رنگ میں پیش نہیں کیا بلکہ ہر جگہ ابلہ فریبی سے کام لے کر "ناصبیت" کی داغ بیل ڈالی ہے۔ اس ملک میں رفض کا فتنہ قدیم سے تھا۔ باطنیہ اسماعیلیہ اور امامیہ سب پہلے سے موجود تھے البتہ خوارج و نواصب کا ڈھونڈے سے بھی پتہ نہ تھا۔ لیکن عباسی صاحب نے اہل سنت میں ناصبیت کا تازہ فتنہ کھڑا کر دیا ہے۔ اب بہت سے لوگ ہیں جو حضرت معاویہؓ کے مقابلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اور یزید کے مقابلہ میں حضرت حسینؓ کو خاطی و غلط کار سمجھتے ہیں۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ناصبیت کے پرچارک شیعہ مروانیہ نے تو اپنی بدعت کی اشاعت کے لیے کراچی اور لاہور میں مستقل ادارے بنا رکھے ہیں اور سارے ذخیرہ احادیث اور تاریخ اسلام کے اثرات کو ملیا میٹ کرنے پر تلے ہوئے

ہیں مگر اہل سنت والجماعت، کہ صحابہ اور خاندان رسالت دونوں کی تعظیم وتوقیر ان کا جزو ایمان ہے وہ اس فتنہ کے سدباب کے لیے کیا کر رہے ہیں؟

''یزید'' بھلا آدمی تھا یا برا؟ وہ خلیفہ عادل تھا یا ظالم وجابر فرمانروا؟ اس کا ایمان پر خاتمہ ہوا یا کفر پر؟ اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ حضرت حسینؓ کے قتل کا اس نے حکم دیا یا نہیں؟ حضرت حسینؓ نے اس کے خلاف خروج کر کے بغاوت کی تھی یا ان کا یہ اقدام سراسر شرع کے حکم کے مطابق تھا؟ یزید نے مدینہ نبوی اور حرم الٰہی کی حرمت کو پامال کیا یا نہیں؟ صحابہ وتابعین کی ایک خلقت کا اس کے ہاتھوں قتل عام ہوا یا نہیں؟ یہ اور اس قسم کے دیگر مباحث، ظاہر ہے کہ ان کو عملی زندگی سے دور کا بھی تعلق نہیں، یہ خالص نظریاتی مسائل ہیں۔ اس لیے ممکن ہے کہ بعض لوگ ہماری اس کوشش کو تحسین کی نظر سے نہ دیکھیں اور اس کو مفت کا ضیاع وقت خیال کریں۔

لیکن ایک دوسری حیثیت سے اگر اس کو دیکھا جائے تو ہمارے اس کام کی اہمیت بہت ہی بڑھ جاتی ہے وہ یہ کہ اگر بالفرض یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ''یزید ایک صالح مسلمان اور خلیفہ عادل بھی تھا'' تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ مسلمانوں نے نہ صرف یہ کہ اپنی تاریخ کو محفوظ ہی نہیں رکھا بلکہ الٹا اُس کو مسخ کر دیا، یزید جیسے صالح مسلمان اور خلیفہ عادل کے کردار کو ایسا گھناؤنا کر کے پیش کیا کہ وہ شیطان مجسم نظر آنے لگا۔

یاد رہے یزید کا دور صحابہؓ وتابعینؒ کا دور ہے۔ اس لیے اس دور کی تاریخ کا ایک ایک واقعہ بسند قلمبند کیا گیا ہے، وہ عام تاریخ کی طرح نہیں کہ جس میں سند کا التزام نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ محض وقائع نگاروں کے قلم کی مرہون منت ہوتی ہے۔ طبقات صحابہ وتابعین پر بیسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں، سارے علم اسماء الرجال کا دارومدار ان ہی کتب طبقات پر ہے۔ اگر یہی کتابیں بے اعتبار ٹھہریں تو پھر حدیث کی ساری کتابوں کو دریا برد کرنا پڑے گا کیونکہ ان کی صحت وضعف کا دارومدار ان ہی کتب طبقات پر ہے کہ ان ہی کتب میں راویوں کے اَحوال مذکور ہیں اگر یہی بے اعتبار قرار پائیں تو پھر

یہ کیسے معلوم ہو کہ فلاں شخص صحابی ہے اور فلاں نہیں، اور فلاں تابعی ہے اور فلاں نہیں، اور فلاں سچا اور لائق اعتبار تھا اور فلاں کذاب اور دجال، جب یزید جیسے خلیفہ عادل کا ان کتابوں میں حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا گیا اور فیصلہ کر دیا گیا کہ ''وہ اس کا اہل ہی نہیں کہ اس کی کوئی روایت قبول کی جائے۔'' چنانچہ حدیث کی تمام کتابیں اس کی روایت سے یکسر خالی ہیں اور اگر کہیں ایک آدھ روایت کسی نے درج بھی کی تو علم اسماء الرجال نے یزید کی نااہلی کا فیصلہ کر کے اس روایت کو مردود کر دیا۔ غرض سارے محدثین نے اس غریب سے بالکلیہ قطع تعلق کر لیا اور نہ صرف محدثین بلکہ حاملین ملت کے تمام طبقوں میں خواہ وہ مفسرین ہوں یا متکلمین، فقہاء ہوں یا صوفیاء اس خلیفہ عادل اور صالح مسلمان کو بار نہیں۔ اور یہ تو صرف ایک بیچارے یزید کے ساتھ ہوا، معلوم نہیں اور اس جیسے کتنے صالحین ہوں گے جو اس ظلم کی چکی میں پس گئے ہوں گے اور ہم ان کو صالحین کی فہرست سے خارج کر کے زمرۂ شیاطین میں شمار کرتے ہوں گے اور جس طرح یزید کا تاریخ اسلام نے حلیہ بگاڑا ہے اور اسے ایک ظالم وسفاک، فاسق وفاجر کے روپ میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح عین ممکن ہے کہ مسلمانوں کے اسماء الرجال، ان کی تاریخ اور کتب حدیث وطبقات نے کسی شیطان مجسم کو اس کا نقش ونگار ٹھیک کر کے ہمارے سامنے اس کو ولی اللہ کے روپ میں پیش کر دیا ہو یا اسے صحابی، تابعی اور خلیفہ راشد بنا دیا ہو کیونکہ جب یزید کے ساتھ ایسا ظلم وستم تاریخ کے ہاتھوں ہوا تو پھر دوسروں پر کیوں نہیں ہو سکتا؟ اور یہ مان لینے کے بعد پھر اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسلامی تاریخ سے ہاتھ دھو کر خود اسلام کے اثر پر کلام کیا جائے اور اس کی ساری تعلیم کو غیر محفوظ قرار دیا جائے۔ یہی منکرین حدیث کی اصل غرض وغایت اور ملحدین کا اصل منشاء ہے۔ کمیونسٹ اس کے ساتھ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں افتراق اور اشتعال پیدا ہو کر قتل وقتال کا بازار گرم ہو۔ افسوس ہے کہ بعض نادان مولوی جن کو تاریخ کا سرے سے ذوق نہیں ان بے دینوں کی اس سازش کا شکار ہو کر یزید کی حمایت میں سرگرمی دکھا رہے ہیں، اور اس طرح گویا خود اپنے پیروں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

یزید کی شخصیت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت نہیں علماء اہل سنت میں اس پر تو اتفاق ہے کہ وہ فاسق وظالم تھا۔ البتہ اختلاف ہے تو اس بارے میں ہے کہ اس کو کافر قرار دیا جائے یا نہیں اور اس پر لعنت کرنا روا ہے یا اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ اب ایسے شخص کو جنتی بتانا اور اس کی تعریف کے گن گانا ضلالت نہیں تو اور کیا ہے؟

(حادثہ کربلا کا پس منظر ص: ۲۴۳)

یزید کی نسل کا منقطع ہو جانا:

اور خواجہ محمد پارسا محدث نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ ''فصل الخطاب'' میں فرماتے ہیں: روز طف باقی نماند از اولاد ے مگر زین العابدین رضی اللہ عنہ، پس حق تعالیٰ از صلب وے آنقدر کہ خواست از اہل بیت نبوت بیرون آورد و در شرق و غرب منتشر گردانید چنانچہ ہیچ ناحیہ و ہیچ شہرے از وجود شان خالی نیست و نباشد و از یزید و اخلافش یک تن نگذاشت کہ خانہ آبادان کند و آتش افروزد واللہ تعالیٰ راست ترین گویندگان است بہ حبیب خود کہ فرمود: ان شانئک ھو الابتر۔

(ملاحظہ ہو ''الفرح الناامی من الاصل السامی'' از نواب صدیق حسن خان، ص: ۵۷، طبع نظامی کانپور)

کربلا کے دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد نرینہ میں بجز حضرت زین العابدین کے کوئی مرد باقی نہ بچا پھر حق تعالیٰ نے آپ کی پشت ۔ ۔ خاندان نبوت کے جتنے افراد کو بھی پیدا کرنا چاہا پیدا فرمایا اور ان کو شرق وغرب میں پھیلا دیا چنانچہ کوئی علاقہ اور کوئی شہر ایسا نہیں کہ جو ان حضرات کے وجود سے خالی ہو اور نہ کبھی خالی ہوگا اور یزید اور اس کی نسل سے ایک شخص کو بھی تو باقی نہ چھوڑا کہ جو گھر کو آباد رکھے اور اس میں دیا جلا سکے (نہ کوئی نام لیوا رہا نہ پانی دیوا) اور اللہ تعالیٰ ۔ ۔ سے سچا ہے کہ جس نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا تھا کہ ''بے شک جو دشمن ہے تیرا وہی رہ گیا دم کٹا''۔

یزید سے محبت نہ رکھنا اور اس کے برے اعمال سے نفرت کرنا یہ بھی ایمان

ہی کا مقتضی ہے اور اہل سنت کا اسی پر عمل درآمد ہے۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "تکمیل الایمان" میں یزید کے بارے میں فرماتے ہیں:

وبا لجملہ وے مبغوض ترین مردم است نزد ما، وکارہا کہ ایں بدبخت و بے سعادت دریں امت کردہ ہیچ کس نہ کردہ۔ بعد از قتل امام حسین و اہانت اہل بیت لشکر بتخریب مدینہ مطہرہ و قتل آنجا فرستادہ و بقیہ از صحابہ و تابعین را امر بقتل کردہ و بعد از تخریب مدینہ امر بانہدام مکہ معظمہ و قتل عبداللہ بن زبیر کردہ وہم در اثنائے ایں حالت از دنیا بجہنم شتافتہ دیگر احتمال توبہ و رجوع او را خدا داند۔ حق تعالیٰ دلہائے ما را و تمام مسلمانان را از محبت و موالات وے واعوان و انصار وے وہرکہ با اہل بیت نبوی بد بودہ و بداندیشیدہ و حق ایشاں را پائمال کردہ و بایشاں براہ محبت و صدق عقیدت نیست و نبودہ نگا ہدارد و ما را، و محبان ما را در زمرۂ محباں ایشاں محشور گرداند، و در دنیا و آخرت بر دین و کیش ایشاں دارد، بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد بمنہ و کرمہ وہو قریب مجیب آمین۔ (ص:۱۷، طبع حجازی دہلی)

اور مختصر یہ کہ ہمارے نزدیک تمام انسانوں میں (یزید) مبغوض ترین ہے جو کام کہ اس بدبخت منحوس نے اس امت میں کیے ہیں کسی نے نہیں کیے۔ حضرت امام حسینؓ کو قتل کرنے اور اہل بیت کی اہانت کے بعد اس نے مدینہ پاک کو تباہ و برباد کرنے اور اہل مدینہ کو قتل کرنے کے لیے لشکر بھیجا اور جو صحابہؓ اور تابعینؒ وہاں باقی رہ گئے تھے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا اور مدینہ طیبہ کو برباد کرنے کے بعد مکہ معظمہ کو منہدم کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل کرنے کا حکم دیا اور پھر اسی اثناء میں جبکہ مکہ معظمہ محاصرہ کی حالت میں تھا، دنیا سے جہنم میں چلا گیا۔ باقی رہا یہ احتمال کہ شاید اس نے توبہ اور رجوع کر لیا ہو یہ خدا جانے۔ حق تعالیٰ ہمارے اور سب مسلمانوں کے دلوں کو اس کے اعوان و انصار کی محبت اور دوستی بلکہ ہر اس شخص کی محبت اور دوستی سے کہ جس کا

اہل بیت نبوی سے برابر تاؤ رہا یا جس نے بھی ان کے حق میں بُرا سوچا اور ان کے حق کو پامال کیا نیز جس کو بھی ان کے ساتھ محبت اور صدق عقیدت نہیں ہے یا نہیں تھی، ان سب کی محبت اور دوستی سے محفوظ رکھے۔ اور ہمارا اور ہم سے محبت رکھنے والوں کا ان حضرات کے محبین میں حشر فرمائے اور دنیا اور آخرت میں ان ہی حضرات کے دین و مذہب پر رکھے اور نبی اکرم ﷺ اور آپ کی اولاد امجاد کے طفیل اپنے فضل و کرم سے ہماری یہ دعا قبول فرمائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قریب ہے اور دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے۔ آمین۔

اور شاہ ولی اللہؒ "حجۃ اللہ البالغہ" کے "مبحث فتن" میں حدیث "ثم ینشا دعاۃ الضلال" (کہ پھر گمراہی کی طرف دعوت دینے والے پیدا ہوں گے) کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ودعاۃ الضلال یزید بالشام و مختار بالعراق۔ اور ضلالت کے داعی شام میں یزید اور عراق میں مختار تھے۔

اور بحث مناقب میں فرماتے ہیں: ومن القرون الفاضلۃ اتفاقا من ھو منافق او فاسق ومنھا الحجاج و یزید بن معاویہ و مختار۔ اور "قرونِ فاضلہ" یعنی ان صدیوں میں بھی کہ جن کی فضیلت حدیث میں وارد ہے، بالاتفاق ایسے لوگ موجود تھے کہ جو منافق یا فاسق تھے اور ان ہی میں حجاج اور یزید بن معاویہ اور مختار کا شمار ہے۔ (یزید کی شخصیت علماء اہل سنت کی نظر میں: ص، ۲۵۰)

یزید کے بارے میں اس کے بیٹے کی شہادت:

یزید کے بارے میں سب سے بڑی شہادت خود اس کے گھر والوں کی موجود ہے۔ حقیقی بیٹے سے زیادہ باپ کے حالات سے اور کون واقف ہوسکتا ہے اور پھر بیٹا بھی وہ جو نہایت صالح ہو۔ اب دیکھیے معاویہ بن یزیدؒ اپنے باپ کے بارے میں کیا شہادت دیتے ہیں۔ یزید کے یہ سعادت مند بیٹے جب متولی خلافت ہوئے تو انہوں نے برسرِ منبر اپنے باپ یزید کے بارے میں جو اظہار خیال کیا وہ یہ ہے:

قلد ابی الامر و کان غیر اھلہ و نازع ابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم فقصف عمر وابتر عقبه وصار في قبره رهيناً بذنوبه ثم بكى وقال ان من أعظم الأمور علينا علمنا لسوء مصرعه وبئس منقلبه وقد قتل عترة رسول الله صلى الله عليه وسلم وأباح الخمر وخرب الكعبة ولم أذق حلاوة الخلافة فلا أتقلد مرارتها فشانكم وأمركم والله لئن كانت الدنيا خيرا فقد نلنا منها حظاً ولئن كان سر فكفى ذرية أبى سفيان ما أصابوا منها۔ (الصواعق المحرقہ، ص: ۱۳۴)

میرے باپ نے حکومت سنبھالی تو وہ اس کا اہل ہی نہ تھا۔ اس نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے سے نزاع کی۔ آخر اس کی عمر گھٹ گئی اور نسل ختم ہوگئی اور پھر وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں کی ذمہ داری لے کر دفن ہوگیا۔ یہ کہہ کر رونے لگے پھر کہنے لگے جو بات ہم پر سب سے زیادہ گراں ہے وہ یہی ہے کہ اس کا برا انجام اور بری عاقبت ہمیں معلوم ہے (اور کیوں نہ ہو جبکہ) اس نے واقعی رسول اللہ ﷺ کی عترت کو قتل کیا، شراب کو مباح کیا، بیت اللہ کو برباد کیا اور میں نے خلافت کی حلاوت ہی نہیں چکھی تو اس کی تلخیوں کو کیوں جھیلوں؟ اس لیے اب تم جانو اور تمہارا کام، خدا کی قسم اگر دنیا خیر ہے تو ہم اس کا بڑا حصہ حاصل کر چکے اور اگر شر ہے تو جو کچھ ابوسفیان کی اولاد نے دنیا میں کمالیا وہی کافی ہے۔

یزید کے بارے میں ابن زیاد کی شہادت:

اور یزید کے خاص الخاص شریک کار اس کے برادر عم (بشرطیکہ استلحاق زیادہ صحیح ہو) عبید اللہ بن زیاد کے الفاظ ملاحظہ ہوں جن کو امام اہل السنہ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بسند ذیل نقل فرمایا ہے: (تاریخ طبری: ج: ۵، ص: ۴۸۳، ۴۸۴)

حدثنا ابن حميد قال: حدثنا جرير عن مغيرة قال: كتب يزيد الى ابن مرجانة ان اعز ابن الزبير فقال: لا اجمعها للفاسق ابداً اقتل ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم واغزو البيت، وقال وكانت امه مرجانة امرأة صدق فقالت لعبيد الله حين قتل الحسين عليه السلام ويلك ماذا صنعت وماذا ركبت۔

یزید نے ابن مرجانہ (عبید اللہ بن زیاد) کو لکھا کہ جا کر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے جنگ کرو تو ابن زیاد نے کہا کہ میں اس فاسق (یزید) کی خاطر دونوں برائیاں

اپنے نامہ اعمال میں کبھی جمع نہیں کرسکتا کہ رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو قتل کر چکا اب خانہ کعبہ پر بھی چڑھائی کردوں۔ مغیرہ کا بیان ہے کہ مرجانہ اس کی ماں بھلی عورت تھی۔ جب عبید اللہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا تو اس نے اس سے کہا تھا کہ تجھ پر افسوس، تو نے یہ کیا کیا اور کیا کر ڈالا۔

حافظ ابن تیمیہؒ کا فتویٰ یزید سے محبت کے بارے میں:

حافظ ابن تیمیہؒ نے ٹھیک ہی لکھا ہے: واما ترک محبته فلأن المحبة الخاصة انما تکون للنبیین والصدیقین والشهداء والصالحین ولیس واحداً منهم وقد قال النبی صلی الله علیه وسلم المرء مع من احبه ومن امن بالله والیوم الآخر لا یختار ان یکون مع یزید ولا مع امثاله من الملوک الذین لیسوا بعادلین۔ یزید سے محبت نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ محبت خاص تو انبیاء، صدیقین، شہداو صالحین سے رکھی جاتی ہے اور یزید کا شمار ان میں سے کسی زمرہ میں بھی نہیں۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''انسان کا حشر ان ہی لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اسے محبت ہوگی۔'' اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند ہی نہیں کرے گا کہ اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں تھے۔

[مجموعہ فتاویٰ: ابن تیمیہ: ج: ۴، ص، ۴۸۴]

مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں جس کو علامہ ابن حجر مکی نے ''الصواعق المحرقة'' میں بصراحت لکھا ہے: وعلی القول بانه مسلم فهو فاسق شریر سکیر جائر۔ اور اس کو مسلمان کہنے کے باوجود (یہ حقیقت ہے) کہ وہ فاسق تھا، شریر تھا، نشہ کا متوالا تھا، ظالم تھا۔ (ص: ۱۲۳)

یزید کی حمایت میں سرگرم ہو کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا استخفاف کرنا، ان کی شہادت کی اہمیت کو نظر انداز کرنا اور اس کی وقعت گرانا ایسی بے ہودہ حرکت ہے کہ اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ (حادثۂ کربلا کا پس منظر: ص: ۴۰۷)

مفکر اسلام

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی a کی یہ شائع شدہ تحریر اس
موضوع پر حرفِ اول بھی ہے اور حرفِ آخر بھی!

ائمہ اہلِ سنت اور اس گروہ کے تمام محقق ومعتبر علماء اور نمائندوں کا اس پر اتفاق ہے کہ خلافت راشدہ امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ پر ختم ہوگئی۔ حضرت معاویہ t اور ان کے جانشینوں کی حکومت احادیثِ صحیحہ کے مطابق (جن میں خلافتِ راشدہ کے بارہ میں تیس سال کی پیشین گوئی فرمائی گئی ہے) خلافتِ راشدہ نہیں تھی، یہی حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلویؒ اور آخر میں امام اہلِ سنت مولانا عبدالشکور صاحب فاروقیؒ کا مسلک اور تحقیق ہے۔

اسی طرح گروہ اہل سنت یزید بن حضرت معاویہ t کو اس دورِ خیر وبرکت میں جماعت صحابہؓ اور صالحین امت پر حکومت کرنے کا مستحق نہیں سمجھتا اور ان کو (معتبر تاریخ وسیر کی روشنی میں) اس دینداری اور صلاح وتقویٰ کے معیار پر پورا اُترتا ہوا نہیں پاتا جو ایک مسلمان حاکم اور فرماں روا کے لیے (کم سے کم) اس عہد میں ضروری تھا۔ بلکہ ان کو بہت سے ایسے مشاغل وعادات کا مرتکب وعادی جانتا ہے جو شرعی حیثیت سے قابلِ تنقید ومذمت ہیں، پھر انھیں کے عہد میں واقعہ حرہ جیسا سنگین اور قابلِ شرم واقعہ پیش آیا جس کی کوئی تاویل ممکن نہیں، یہی رائے امام احمد بن حنبلؒ اور شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہؒ کی ہے، دونوں نے سخت الفاظ میں یزید کی مذمت کی ہے، لیکن وہ لعن وطعن، سب وشتم اور تبرا سے محترز اور مجتنب اور رفض وتشیع سے بیزار اور اس کے منکر ومخالف تھے۔

اس کے نتیجہ میں اور اس کے پس منظر میں محققین اہل سنت سیدنا حسین t کے اقدام کو درست سمجھتے ہیں، جو انھوں نے یزید کے معاملہ اور مقابلہ میں اختیار کیا اور ان کو برسرِ صواب، شہیدِ راہِ حق اور امت کے لیے ایک نمونہ پیش کرنے والا باور کرتے ہیں۔

اگر ایک جمی جمائی حکومت کے خلاف جس کا حاکم وفرماں روا مسلمان ہو، لیکن اس کی سیرت غیر اسلامی، اس کے اخلاق وعادات قابل تنقید ہوں اور اس سے مسلمانوں کے اخلاق اور اسلامی معاشرے پر برے اثرات کے پڑنے کا اندیشہ ہو، کسی قسم کا اقدام، خروج وبغاوت اور انتشار انگیزی کے مترادف قرار دیا جائے تو پھر خاندان سادات ہی کے ان تین صاحب عزیمت افراد زید شہیدؒ، محمد ذوالنفس الزکیہؒ، اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ المحضؒ کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے گی، جن میں سے اول الذکر نے اُموی خلیفہ ہشام ابن عبدالملک ابن مروان اور دوآخر الذکر حضرات نے خلیفہ منصور عباسی کے مقابلہ میں علم جہاد بلند کیا جو بہر حال یزید سے غنیمت اور کہیں بہتر تھے۔ اور دو عظیم الشان فقہاء اور مذاہب فقہیہ اہلسنت کے جلیل القدر بانی امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے ان کی کھل کر تائید وحمایت فرمائی، حضرت زید بن علی بن حسین y نے جب ہشام ابن عبدالملک کے خلاف علمِ جہاد بلند کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے دس ہزار درہم ان کی خدمت میں بھیجے اور حاضری سے معذرت کی۔ (حادثہ کربلا کا پس منظر ص:۱۷)

شکست خوردہ جاہلیت اپنے فاتح حریف سے بدلہ لینا چاہتی تھی اور چالیس سال کا حساب ایک ہی دن میں چکانا چاہتی تھی۔ (مقدمہ حادثہ کربلا کا پس منظر)

شہید اسلام، قامع بدعت وفتن حضرت

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

سابق نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

حضرت حسین t اور یزید کے بارہ میں مسلکِ اہل سنت

حضرت حسین t اور یزید کی حیثیت:

سوال: مسلمانوں میں واقعہ کربلا کے حوالے سے بہت سے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں کچھ لوگ جو یزید کی خلافت کو صحیح مانتے ہیں، حضرت حسین t کو باغی قرار دیتے

ہیں جبکہ یزید کو امیر المؤمنین کہتے ہیں از راہِ کرم یہ فرمایئے کہ حضرت امام حسین t کو باغی کہنے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ یزید کو امیر المؤمنین کہنا کہاں تک درست ہے؟

جواب: اہل سنت کا مؤقف یہ ہے کہ حضرت حسینؓ حق پر تھے، ان کے مقابلے میں یزید حق پر نہیں تھا، اس لیے یزید کو امیر المؤمنین نہیں کہا جائے گا، حضرت حسین t کو ''باغی'' کہنے والے اہل سنت کے عقیدہ سے باغی ہیں۔

صحیح حدیث میں آنحضرت e کا ارشاد ہے کہ: ''حسن وحسین (w) نوجوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں'' (ترمذی)

جو لوگ حضرت حسین t کو نعوذ باللہ! ''باغی'' کہتے ہیں وہ کس منہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ حضرت حسین t کی قیادت وسیادت میں جنت میں جائیں گے؟

کیا یزید کو پلید کہنا جائز ہے؟

سوال: مسئلہ دریافت طلب یہ ہے کہ ایک مشہور حدیث بسلسلۂ فتح قسطنطنیہ ہے کہ جو پہلا دستہ فوج کا قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوگا، اُن لوگوں کی مغفرت ہو گی۔ یزید بھی اِس دستہ میں شریک تھا، اِس لیے اس کی مغفرت ہو گی۔ ایسی صورت میں'' یزید پلید'' کہنا مناسب ہے؟ لوگ کتابوں میں یزید کو اکثر اس نام سے یاد کرتے ہیں۔ دوسرے کون جانتا ہے کہ یزید نے مرنے سے پہلے توبہ کر لی ہو، اللہ بہتر جانتا ہے، جب تک اس کا یقین نہ ہو جائے کہ فلاں کی موت کفر پر ہوئی اس کو کافر کہنا یا اس کو لعنت کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب: یزید کو پلید اس کے کارناموں کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ حضرت حسین t کی شہادت، اہلِ مدینہ کا قتلِ عام اور کعبہ شریف پر سنگ باری اس کے تین سالہ دور کے سیاہ کارنامے ہیں۔ یہ کہنا کہ ابنِ زیاد نے حضرت حسین t کو قتل کیا، لہٰذا اس کی کوئی ذمہ داری یزید پر عائد نہیں ہوتی، بالکل غلط ہے۔ ابنِ زیاد کو حضرت حسین t کا مقابلہ کرنے کے لیے ہی تو کوفہ کا گورنر بنایا گیا تھا۔ جہاں تک حدیث شریف میں مغفرت کی بشارت کا تعلق ہے، وہ بالکل صحیح ہے، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یزید کے غلط کاموں کو بھی

صحیح کہا جائے۔ مغفرت گنہگاروں کی ہوتی ہے، اس لیے مغفرت اور گناہ میں کوئی تعارض نہیں۔ ہاں! یزید کے کفر کا فتویٰ دینا اس پر مبنی ہے کہ اس کے خاتمہ کا قطعی علم ہو، وہ ہے نہیں۔ اس لیے کفر کا فتویٰ اس پر ہم بھی نہیں دیتے، گو یزید کے سیاہ کارناموں کی وجہ سے اس کو بہت سے حضرات نے مستحق لعنت قرار دیا ہے، مگر اس کا نام لے کر لعنت ہم بھی نہیں کرتے۔ مگر کسی پر لعنت کرنے کے یہ معنیٰ نہیں کہ اس کی حمایت بھی کی جائے، واللہ اعلم! (آپ کے مسائل اور اُن کا حل، ج:۱، ص:۱۶۶)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ ایک استفتاء کے جواب میں فرماتے ہیں:

سوال: امام حسینؓ کی شہادت میں یزید کا ہاتھ تھا یا نہیں؟

جواب: یہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یزید کا ہاتھ تھا یا نہیں؟ تھا تو کتنا تھا؟ مگر یہ تو سب کو معلوم ہے کہ حضرت حسینt کو یزید کے گورنر کی فوج نے شہید کیا اور یزید نے اس کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی۔ بلکہ اس گورنر کو مقرر ہی کیا گیا تھا حضرت حسینt کا مقابلہ کرنے کے لیے، اب یہ فیصلہ خود کر لیجیے کہ حضرت حسینt کو شہید کرنے کی کوئی ذمہ داری یزید پر آتی ہے یا نہیں۔ کتبہ: محمد یوسف لدھیانوی

بینات: ربیع الثانی ۱۴۰۸ھ (فتاویٰ بینات: ج:۱، ص:۴۶۷)

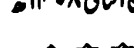

متکلم اسلام، امین الملۃ

حضرت مولانا محمد امین صفدر صاحب اوکاڑوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

جب یزید بادشاہ بن بیٹھا تو صحابہ کرام y میں اختلاف ہوا۔ مؤرخ ابن خلدون لکھتے ہیں: ”لما حدث فی یزید ما حدث من الفسق اختلفت الصحابہ رضی اللہ عنہم حینئذ فی شانہ“ ”جب یزید میں فسق وفجور ظاہر ہوا اُس وقت صحابہؓ میں اس کے بارہ میں اختلاف رائے ہوا“

یاد رہے اختلاف اس میں نہیں ہوا کہ یزید فاسق ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس کا فسق اب محتاج بحث مسئلہ نہ تھا۔ اختلاف اس میں تھا کہ اس فاسق کے بارہ میں کیا طریق کار اختیار کیا جائے؟ پس صحابہؓ کی ایک جماعت یزید کے خلاف خروج کرنے اور اس کے فسق و فجور کی وجہ سے بیعت توڑنے کی قائل تھی جن کے سربراہ حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ تھے اور صحابہ کی دوسری جماعت خروج کی منکر تھی۔ اس لیے نہیں کہ ان کو یزید کے فاسق ہونے میں شک تھا اس لیے کہ اس سے فتنہ اٹھے گا وہ قتل و قتال ہوگا، پھر حالات بھی ایسے نہیں کہ یہ دعوت پوری ہو، صحابہ کرامؓ کی اس جماعت نے اس فتنہ و فساد کے خوف سے یزید کے خلاف خروج سے احتراز کیا اور یہ صحابہ کرامؓ یزید کی ہدایت اور اس سے مسلمانوں کی نجات کے لیے دعا کرنے میں مشغول ہو گئے۔ ان صحابہ کرامؓ میں سے بعض نے حضرت حسینؓ کو بھی مشورہ دیا کہ آپ خروج نہ فرمائیں مگر یہ کہہ کر نہیں کہ یزید فاسق نہیں بلکہ یہ کہہ کر جن اہل کوفہ پر آپ بھروسہ کر رہے ہیں وہ منافق ہیں۔ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:

''یہ سب حضرات (دونوں فریق) مجتہد تھے ان میں کسی پر نکیر کرنا جائز نہیں یہ بات طے شدہ ہے کہ ان سب حضرات کا نصب العین صرف نیکی اور حق تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اقتداء کی ہمیں توفیق عطا فرمائیں۔''

سیدنا امام حسینؓ کے اس خروج کی بنیاد یزید کا فسق و فجور تھا اور ان کی تحریک کی بنیاد خلافت عادلہ کا قیام تھا وہ خدانخواستہ ایک غیر اسلامی چیز یعنی نسلی تعصب کی بنا پر مدعی خلافت نہ تھے۔ یہ بات خوب ذہن نشین رہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسلمانوں میں فتنہ فساد سے، بہت ڈرتے تھے۔ حافظ ابن کثیرa محدث لکھتے ہیں: ''اصحاب بدر میں سے کچھ صحابہؓ شہادت عثمانؓ کے بعد اپنے گھروں میں ایسے بیٹھے کہ پھر وہ اپنی قبروں کی طرف ہی گھروں سے نکلے'' (البدایہ ج:۷، ص:۲۵۴)

خود عباسی بھی اتمام الوفا کے حوالہ سے لکھتا ہے: ''اُس زمانہ میں صحابہؓ کی

کثیر تعداد حجاز، شام، بصرہ، کوفہ، مصر میں موجود تھی ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ خود کھڑا ہوا نہ حسینؓ کے ساتھ اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کی بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے" (تحقیق مزید ص:۲)

صاف معلوم ہوا کہ جو صحابہؓ یزید سے نہیں لڑے وہ بھی یزید کو فتنہ ہی سمجھتے تھے۔ ابن خلدون فرماتے ہیں: "کسی ایک صحابی نے بھی سیدنا حسینؓ کو اس خروج میں گناہ گار قرار نہ دیا" (ص:۱۸۰)

مؤرخ ابن خلدون یہ بھی لکھتے ہیں: "سیدنا حسینؓ اپنے آپ کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے۔ ان میں یہ اہلیت جیسی وہ سمجھتے تھے ویسی ہی تھی بلکہ اس سے بھی زیادہ تھی۔" (ص:۱۸۱)

نیز فرماتے ہیں: "دوسرے صحابہ کرامؓ شیعان کوفہ کو منافق جانتے تھے اس لیے ان کو ذی شوکت نہیں مانتے تھے۔ امام حسینؓ ان کو قوت سمجھتے تھے اس بارہ میں دوسرے صحابہ کرامؓ کا اندازہ صحیح نکلا اور سیدنا حسینؓ کا اندازہ صحیح نہ نکلا لیکن یاد رہے کہ یہ ایک دنیوی امر میں اندازہ کی غلطی تھی جس سے دین میں کوئی نقصان نہیں"۔ (ص:۱۸۱)

اور یہ طے شدہ بات ہے کہ مجتہد اگر معصوم نہیں ہوتا تو ملعون بھی نہیں ہوتا وہ ہر حال میں ماجور ہوتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: "حضرت حسینؓ سے یزید کا قتال اس کی ان حرکتوں میں سے ایک حرکت ہے جو اس کے فسق کو اور پختہ کر دیتی ہے۔ ہاں حضرت حسینؓ شہید تھے اللہ کی طرف سے اجر و ثواب کے مستحق ہوئے وہ برحق تھے اور اپنے اجتہاد پر عامل۔" (ص:۱۸۰)

حالات و واقعات:

یزید جب بادشاہ بنا تو اس نے پہلا اعلان یہ کیا: "حضرت معاویہؓ مسلمانوں کو بحری جہاد پر بھیجتے تھے میں کسی مسلمان کو بحری جہاز پر نہ بھیجوں گا اور حضرت معاویہؓ تمہیں روم (کے کافروں) سے جہاد کے لیے بھیجتے تھے میں تمہیں بالکل

نہیں بھیجوں گا اور حضرت معاویہؓ تمہیں وظیفہ تین قسطوں میں دیتے تھے میں یکمشت دوں گا۔ (البدایہ ج:۸،ص:۱۴۶)

یعنی اب کافروں سے جہاد بند کر دیا گیا۔ اس کے بعد پہلا خط اس نے گورنر مدینہ کو یہ لکھا: خذ حسینا و عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن الزبیر بالبیعۃ اخذاً شدیداً لیست فیہ رخصۃ حتی یبایعوا... والسلام۔

فوری طور پر حسینؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کر لو اور گرفتار کر کے شدید سختی کرو۔ ذرہ بھر رعایت نہ کرو جب تک بیعت نہ کر لیں۔

(البدایہ ج:۸،ص:۱۴۹)

کتنے ظلم کی بات ہے کہ یزید نے کافروں سے جہاد ختم کر دیا۔ اس کے چار سالہ بادشاہی کے دور میں اس کی فوج کے ہاتھوں کسی کافر کی نکسیر تک نہ پھوٹی مگر اہل بیت رسولؐ کو خاک وخون میں تڑپایا گیا۔ اہل مدینہ پر حملہ کیا اور تین دن تک حرم مدینہ کو لوٹ مار اور قتل وغارت کے لیے حلال قرار دیا گیا۔ حرم مکہ بھی اس حملہ سے محفوظ نہ رہا۔ اس کی بادشاہی میں یہودی اور ہر قسم کے کافر بھی بستے تھے مگر پورے چار سالہ دور میں کسی ایک کافر کی گرفتاری کا اتنا سخت آرڈر نہیں دیا گیا جس قدر سخت آرڈر نواسۂ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؓ کی گرفتاری کا دیا گیا۔ اس کی پوری بادشاہی میں کافروں کو امن تھا مگر نوجوانان جنت کے سردار کے لیے کوئی امن نہیں تھا چنانچہ سیدنا حسینؓ گرفتاری سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ سے حرم مکہ میں پناہ گزین ہوئے مگر یزید کے گماشتوں نے وہاں بھی آپ کا رہنا دوبھر کر دیا تو آپ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر خواب میں آپ کو شہادت کی بشارت دے دی گئی چنانچہ آپ دس محرم کو یزید کی ظالم فوج کے ہاتھوں شہید کر دیے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (تجلیات صفدر ج:۱،ص:۴۹۲)

(بشکریہ: پروفیسر مولانا میاں محمد افضلؒ، برادر خورد حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ)

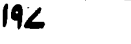

خطیبِ اہل سنت

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

سرپرست سپاہ صحابہؓ (کالعدم) پاکستان

(تحریر: حضرت مولانا محمد خالد قاسمی دامت برکاتہم فرزندِ ارجمند حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرے والد گرامی حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی a مسئلہ فسق یزید پر اکابر علماء دیوبند کے مسلک پر سختی سے کاربند تھے۔ حضرت والد گرامی a کے بے شمار بیانات ایسے ہیں جن میں آپ نے فضائل سیدنا حسین t کو بیان کیا اور ساتھ ساتھ یزید اور اس کے تحقیقی دوستوں اور طرفداروں کا رد کیا۔

حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ یزید کے طرفداروں کے لیے فرمایا کرتے تھے کہ: ''خدا کرے ہمارا حشر قیامت میں حسینؓ کے ساتھ ہو اور دشمنانِ حسینؓ کا حشر یزید کے ساتھ ہو۔''

ذیل میں اسی عنوان پر آپ کی تحریروں کے اقتباسات کا ذکر کرنا بھی مناسب خیال کرتا ہوں چنانچہ ایک جگہ آپ نے تحریر فرمایا کہ :

''کیا آج جو بعض حسینؓ کے سلسلہ میں تحقیق کے نام پر بے تحقیق حسب و نسب کے افراد لٹریچر چھاپ رہے ہیں وہ اس قدر شرم و حیا سے عاری ہو گئی ہیں کہ انہیں سبط رسول ﷺ کا بھی حیاء نہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں رہا کہ سیدنا حسین ابن علیؓ صرف سبط رسولؐ اور نواسۂ رسول ہی نہیں بلکہ صحابی رسول بھی ہیں۔'' (خطبات قاسمی)

ایک اور مقام پر تحریر فرمایا کہ ''ہم تو اپنے پیر کے ساتھ ہیں''

اس عنوان کی توضیح یوں بیان فرمائی کہ مجھے لکھتے ہوئے اور بیان کرتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ ہمارا مسلک محبت اہل بیت اور تکریم اہل بیت حسن و حسینؓ کے سلسلہ میں وہی ہے جو ہمارے مرشد ہمارے پیر سیدنا فاروق اعظمؓ کا تھا۔ اگر

اُنہوں نے انہیں بدری صحابہؓ کے برابر وظیفہ دیا تو ہم بھی انہیں اپنے سر کا اسی طرح تاج سمجھیں گے جس طرح فاروق اعظمؓ نے انہیں عزت و تکریم دی ہے۔

ایک خطبہ میں یوں فرمایا: حسینؓ میدان کربلا میں خلفائے راشدین کے سجدوں کی یاد تازہ کر گیا..... اور رہتی دنیا تک خون سے وضو کر کے سجدہ کرنے والوں کی تاریخ کا سنہری باب رقم کر گیا:

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حسینؓ نے سر اُٹھایا تو دشمن ایک انبوہ کی شکل میں تنہا حسینؓ پر حملہ آور ہو گیا۔ وہ اسد اللہ کا بیٹا ..... اور مدینہ یونیورسٹی کا جرنیل دین کے لیے، اسلام کے لیے، صحابہؓ کی عظمت کے لیے اپنی جان کی بازی لگا گیا اور یہ ثابت کر گیا کہ حسینؓ اور اُس کا خاندان کٹ تو سکتا ہے مگر باطل کے سامنے نہ جھک سکتا نہ دب سکتا ہے۔

کٹا کر گردنیں دکھلا گئے ہیں کربلا والے
کبھی بندے کے آگے جھک نہیں سکتے خدا والے

ایک عارف تڑپ اُٹھتا اور بے اختیار کہتا ہے کہ

شاہ است حسین رضی اللہ عنہ پادشاہ است حسین رضی اللہ عنہ
دین ہست حسین رضی اللہ عنہ دین پناہ ہست حسین رضی اللہ عنہ
سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین رضی اللہ عنہ

حسینؓ نے نکتۂ توحید سکھایا کہ میں پورے خاندان کو قربان کر دوں گا مگر غیر اللہ کے سامنے نہیں جھکوں گا۔ غیر اللہ کی حکمرانی تسلیم نہیں کروں گا۔

میں نے لا الٰہ کا یہی مطلب سمجھا ہے۔ اگر الٰہ وہی معبود ہے تو اس کے سامنے کسی کے اختیارات کو نہیں مانا جائے گا۔

الٰہ وہی ہے، وہی تقدیر بناتا ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، وہ چاہے تو نبیؐ کے نواسے کو، علیؓ کے فرزند کو، فاطمہؓ کے لخت جگر کو، جنت کے شہزادے کو اس طرح بے آب وگیاہ وادی میں لاکر شہید کرادے، سچ ہے اسکی یکتائی، اس کی وحدانیت

اشھدان لا الہ الا واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ

عظمت صحابہؓ کی دلیل حسینؓ:

اگر یزید اور اس کے غلط نظام کو حسینؓ بن علیؓ نے نہیں مانا اور یقیناً نہیں مانا تو اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ اگر خلفائے ثلاثہ [کے دور کو بھی حضرت علیؓ اور سیدنا حسنؓ وحسینؓ دور یزید کی طرح سمجھتے تو وہ گردنیں کٹا دیتے مگر اصحاب ثلاثہؓ کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتے، معلوم ہوا کہ کربلا کا پورا واقعہ خلفائے ثلاثہؓ کی صداقت کی منہ بولتی تصویر ہے۔ حسینیت زندہ باد کا نعرہ خلافت راشدہ زندہ باد کے نعرے کو بھی دوبالا کردیتا ہے، کسی نے خوب کہا ہے

نہ زیاد کا وہ ستم رہا نہ یزید کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسینؓ کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

(خطبات قاسمی: ج،۱: ص، ۴۳)

۞۞۞

فقیہ العصر، محقق جلیل حضرت

مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

حضرت مفتی عبدالشکور ترمذیa کی مایہ ناز تصنیف ''مسئلہ فسق یزید اور اکابر علماء امت'' جو کہ عطاء اللہ بندیالوی صاحب کی انتہائی گمراہ کن کتاب ''واقعہ کربلا'' کا بہت ہی عمدہ، مدلل اور تحقیقی جواب ہے اس سے چند اقتباسات پیش قارئین ہیں!

ایک مغالطہ:

(عطا اللہ بندیالوی صاحب نے) حضرت ملا علی قاری اور علامہ ابن کثیر کی عبارتوں سے ص ۱۰۳ پر مغالطہ دیا ہے کہ "یزید کے فسق وفجور کی روایات ناقابل قبول ہیں" حالانکہ ان عبارتوں کا مطلب یہ ہے کہ جن احادیث میں یزید اور حضرت عمرو بن عاص وغیرہ کا نام لے کر مذمت بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ہیں اور جو احادیث ابن عساکر نے اس سلسلہ میں بیان کی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں، ان سے یہ ثابت کرنا کہ فسق یزید میں ثابت شدہ کوئی تاریخی روایت بھی قابل اعتبار نہیں ہے محض "حب یزید" میں آنکھیں بند کر لینے یا "حبک الشی یعمی ویصم" کا نتیجہ ہے۔

حضرت علامہ علی قاری "مشکوٰۃ شریف" کی حدیث "انه تصیب امتی فی آخر الزمان من سلطانهم شدائد الخ"۔ میری امت کو آخری زمانہ میں سخت تکلیفیں پہنچیں گی ان کے بادشاہ کی طرف سے۔ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: "یحتمل الجنس والشخص کیزید والحجاج وامثالهما" (ج:۹،ص:۳۴۳)

حدیث میں احتمال ہے کہ سلطان سے مراد جنس ہو یا شخص جیسے یزید اور حجاج وغیرہ

اور علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں: "وکان فیه ایضا اقبال علی الشهوات وترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات واماتتها فی غالب الاوقات الخ"

(اور یزید کی ذات میں) شہوات کی طرف میلان تھا اور بعض اوقات بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور بسا اوقات وہ نمازیں وقت گذر جانے کے بعد پڑھتا تھا۔

(البدایۃ:ج،۸،ص:۲۳۰)

غرضیکہ حضرت علامہ علی قاری وعلامہ ابن کثیر یزید کو ظالم اور فاسق قرار دیتے ہیں، اوپر کی عبارتوں سے بھی واضح ہو رہا ہے اور عبارت ذیل میں تو علامہ ابن کثیر نے تصریحاً یزید کو فاسق قرار دیا ہے، لکھتے ہیں: "بل قد کان فاسقا والفاسق لا یجوز خلعه لاجل مایثور بسبب ذلک من الفتنة ووقوع الهرج کما وقع من الحرة"

(البدایۃ:ج،۸،ص:۲۳۲)

بلکہ وہ فاسق تھا اور فاسق کی بیعت توڑنا اس لئے جائز نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے فتنہ زیادہ بھڑکتا ہے اور جنگ وقتال واقع ہوتا ہے جیسا کہ واقعہ حرہ کے وقت ہوا۔

غرضیکہ ص ۱۰۳ پر علامہ ملا علی قاری اور علامہ ابن کثیر کی عبارتوں سے یزید کے بارہ میں فسق کی روایات کو غیر معتبر قرار دینا محض دھوکہ ہے۔

حافظ ابن تیمیہ کا فتویٰ:

ایک دو حوالے غور سے پڑھ لیے جائیں تو یزید کے بارہ میں فیصلہ آسان ہوجائے گا۔ ومن امن باللہ والیوم الآخر لایختار ان یکون مع یزید ولا مع امثالہ من الملوک الذین لیسوا بعادلین۔ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اس بات کو پسند نہیں کرے گا کہ اس کا حشر یزید یا اس جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہو جو عادل نہیں تھے۔ (فتاویٰ ج:۴،ص:۴۸۴)

یزید کا عقیدہ اور عمل دونوں خراب تھے:

مؤرخ اسلام حافظ شمس الدین الذہبی ''سیر اعلام النبلاء'' میں فرماتے ہیں:

''(یزیدبن معاویة) کان ناصبیاً، فظاً غلیظاً، جلفاً یتناول المسکر یفعل المنکر افتتح دولته بمقتل الشهید الحسین رضی اللہ عنه واختتمها بواقعة الحرة فمقته الناس ولم یبارک فی عمره وخرج علیه غیر واحد بعد الحسین کاهل المدینة قاموا اللہ'' یزید بن معاویہ t ناصبی تھا، سنگدل بدزبان غلیظ جفا کار، مے نوش، بدکار اس نے اپنی حکومت کا افتتاح حسین شہید کے قتل سے کیا اور اختتام واقعہ حرہ کے قتل عام پر اس لیے لوگوں نے اس پر پھٹکار بھیجی اور اس کی عمر میں برکت نہ ہوسکی حضرت حسین t کے بعد بہت سے حضرات نے اس کے خلاف بغض اللہ فی اللہ خروج کیا۔

(سیر اعلام النبلاء ج:۴،ص:۳۷)

جیسا کہ حضرت علامہ ذہبی تو یزید کے خلاف مقابلہ کرنے والے اہل مدینہ کو للہ خروج کرنے والے لکھتے ہیں اور اس کی مثال میں اہل مدینہ کے مقابلہ کو پیش کر رہے

ہیں، مگر بندیالوی ان کے خروج کو بغاوت، مستوجب تعزیر بغاوت لکھتے ہیں۔

یزید جس کے عقائد اور دونوں خراب تھے ایسے شخص کی محبت کا دم بھرنا اور اس کے گن گانا کیا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟ حضرت ابن تیمیہ کا فتویٰ اوپر گزرا کہ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص یزید کے ساتھ اپنا حشر پسند نہیں کرے گا۔

علامہ سید سلیمان ندوی a کے حوالہ ذیل کو ایک بار غور سے پڑھیے وہ اول تو لکھتے ہیں: ''یزید کی تخت نشینی کی بلاء اسلام پر'' پھر اس کے تحت لکھتے ہیں ''امیر معاویہ t نے ۶۰ھ میں وفات پائی اور ان کے بجائے یزید تخت نشین ہوا اور یہی اسلام کے سیاسی، مذہبی، اخلاقی اور روحانی ادبار و نکبت کی اولین شب ہے'' الخ

(سیرت النبی ج: ۳، ص: ۷۰۹)

مؤرخ اسلام علامہ سید سلیمان ندوی کی تحقیق یزید کے بارہ میں آپ نے سن لی اور خلفاء میں نام لکھنے کی وجہ اوپر معلوم ہو چکی۔

یزید کے متعلق مسلکِ اعتدال

ایک عالم صاحب نے حضرت مفتی عبدالشکور ترمذیؒ سے ''حیات سیدنا یزید'' نامی کتاب جو ابوالحسن محمد عظیم الدین صدیقی (ناصبی و یزیدی) نے لکھی ہے کے مندرجات کے متعلق سوال کیا تو حضرت مفتی صاحبؒ نے درج ذیل تحقیقی جواب تحریر فرمایا تھا جو پیش قارئین ہے۔

اہل السنت والجماعت کا مسلک رفض اور خارجیت کے درمیان ہے۔ رافضیوں اور خارجیوں کی افراط و تفریط کا مسلک اہل سنت سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ آج کل رفض کی تردید میں بعض لوگوں کو غلو ہو گیا اور انہوں نے اہل سنت کے مسلک اعتدال سے خروج کر کے یزید کی حمایت کرنی شروع کر دی ہے۔ اس کتاب کا نام بھی اس غلو کا آئینہ دار ہے۔ خلاف واقعہ الزامات اور بہتان سے برأت کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ واقعی عیوب اور نقائص کو بھی نظر انداز کر دیا جائے، ان کو محاسن اور کمالات بنا کر

دکھلایا جائے۔آج کل یزید کی مدح کرنے والے گروہ نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہوا ہے۔پھر اس کے لیے ان کو بخاری و مسلم کی احادیث کا انکار کرنا پڑ جائے تو وہ یزید کی مدح اور منقبت ثابت کرنے لیے اس کو بھی کر گزریں گے۔ایسے لوگوں کے نزدیک یزید کی منقبت و مدح بخاری اور مسلم کی صحیح احادیث کے مقابلے میں زیادہ اہم ہے۔

علامہ ابن تیمیہ نے باوجودیکہ یزید پر لگائے گئے بہت سے غلط بہتانوں کے ثبوت کا انکار کیا ہے۔مگر اس کے باوجود بھی ان کا فیصلہ یہ ہے:

مع أنه كان فيه من الظلم، ما كان ثم أنه اقتتل هو و هم و فعل بأ الحره أمور امنكره۔ (منہاج السنۃ: ج:۱،ص:۲۷)

اور فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے:هل الحق فيه أنه من ملوك المسلمين، له حسنات و له سيئات ،والقول فيه كالقول فى امثاله من الملوك لا نجد ولا نسبه وهو أول من غزال قسطنطنية، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :اول جيش يغزوها يغفر لهم، وفعل فى اهل المدينة ما فعل، وقد توعد رسول الله صلى الله عليه وسلم من قتل فيها قتيلا و لعنة۔ (ص:۳۱۰)

علامہ ابن تیمیہ نے یزید کی طرف سے پورا دفاع کرنے کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کرلیا ہے کہ غزوہ قسطنطنیہ کی حدیث بشارت میں شامل ہونے باوجود بھی اس میں ظلم اور موجبات لعنت موجود تھے۔اور حسنات کے ساتھ سیئات بھی اس میں جمع تھے۔اس لیے وہ جیسے اس پر سب لعنت نہیں کرتے اس کو محبت کے قابل بھی نہیں سمجھتے۔ بلکہ وہ اس کو شاہان اسلام میں سے ایک ایسا بادشاہ سمجھتے ہیں جس میں اچھائیاں اور برائیاں دونوں ہی پائی جاتی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کے اس فیصلے پر اُن لوگوں کو خصوصیت سے توجہ دینے کی ضرورت ہے جنہوں نے یزید کو ایک خلیفہ عادل اور امام راشد کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنے کا علم بلند کیا ہوا ہے۔حالانکہ ان کوگوں کے پاس علامہ ابن تیمیہ جیسا معلومات کا ذخیرہ ہے اور نہ واقعات کی تحقیق کے ذرائع اور وسائل ان کو میسر ہیں۔اور

نہ لوگوں میں واقعات کی مختلف روایات کی چھان بین کر کے ان میں تطبیق اور ترجیح دینے کا طریقہ اور سلیقہ پایا جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ کے شاگرد علامہ ابن کثیر جو مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ محقق اور مؤرخ بھی ہیں۔ اپنی بے نظیر تاریخ ''البدایہ والنہایہ'' میں یزید کے بارے میں تمام روایات جمع کرنے کے بعد لکھتے ہیں: وکان فیہ أیضا إقبال علی الشہوات، وترک بعض الصلاۃ فی بعض الأوقات وأمانتہا فی غالب الأوقات (ج:۸،ص:۲۳۰)

ان کے علاوہ دوسرے بہت سے اکابر نے بھی یزید کے فاسق ہونے کے بارے میں تصریح فرمائی ہے۔

حضرت مجدد ثانیؒ فرماتے ہیں:

امایزید بے دولت از زمرہ فسقہ است۔ (مکتوب نمبر:۲۵۱)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: من القرون الفاضلۃ اتفاقا من ہو منافق، أو فاسق، فمنہا الحجاج ویزید ابن معاویہ ومختار۔۔الخ (حجۃ اللہ: ج:۲،ص:۲۱۵)

حضرت مولانا عبدالحی فرماتے ہیں:

أمایزید جابر فاسق متغلب۔ (مجموعۃ الفتاویٰ: ج:۲،ص:۶۶)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں: یزید کو کافر کہنے میں احتیاط رکھیں، مگر فاسق بے شک تھا۔ (فتاویٰ رشیدیہ:ص:۴۹)

مفتی دارلعلوم دیوبند فرماتے ہیں: یزید پر لعنت بھیجنے کے جواز میں اختلاف ہے۔ صحیح یہ کہ لعنت کرنا درست نہیں اور یزید کا کافر ہونا ثابت نہیں، البتہ فاسق تھا، پس احوط عدم لعن ہے۔ (فتاویٰ دارلعلوم دیوبند: ج:۸،ص:۲۱۷)

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے فتاویٰ میں بھی اسی طرح ہے کہ: مسلک

اسلم آنست که آں شقی را بمغفرت وترحم هرگز یاد نیاد کرد، ولعن او که در عرف مختص بکفار گشته نه زبان خود را آلوده نیاید کرد۔ (ج:۳،ص،۸)

ترجمہ: یزید بد بخت کو مغفرت ورحمت کے ساتھ یاد نہیں کرنا چاہیے۔اور لعنت جو عرف عام میں کفار کے ساتھ خاص ہوگئی ہے اس سے بھی زبان کو آلودہ نہیں کرنا چاہیے۔

غرضیکہ اکابر علماء امت کی ایسی ہی تصریحات سے واضح ہور ہے کہ اکابر علماء اہل سنت کے نزدیک یزید کا فسق ثابت اور محقق ہے اور ان اکابر علماء اہل سنت میں اکابر علماء دیوبند s بھی شامل ہیں۔اب جو شخص اس کے خلاف لکھتا ہے یا عقیدہ رکھتا ہے اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسلک اہل السنت والجماعت پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔آمین۔ ۱۴ رمحرم الحرام ۱۴۱۱ھ

۞۞۞

ناظم آل انڈیا فقہی مجلس

حضرت مولانا مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

مدرسہ جامعہ رحمانی خانقاہ مونگیر

حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی محمود عباسی کی رسوائے زمانہ کتاب ''خلافت معاویہ ویزید'' کے جواب میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

قاضی ابوبکر ابن عربی نے ''العواصم والقواصم'' نامی کتاب میں حضرت حسین بن علیؓ کے قتل کو حق بجانب قرار دیا ہے، اور اس مسئلہ پر بحث کی ہے، محمود احمد عباسی نے ابن عربی کی رائے سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا ہے لیکن علامہ ابن خلدون اس کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: قد غلط القاضی ابوبکر ابن العربی المالکی فی هذا فقال فی کتابه الذی سماه العواصم والقوصم ما معناه ان الحسین قتل بشرع جده۔

قاضی ابوبکر ابن عربی سے اس مسئلہ میں غلطی ہوگئی انہوں نے اپنی کتاب ''العواصم والقواصم'' میں ایسے الفاظ لکھے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت حسینؓ اپنے نانا کی شریعت کے مطابق قتل کیے گئے۔ (ص:۱۸۰)

ابن عربی کا اشارہ اسی طرف ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے باغی کی سزا قتل ہے اس لیے حضرت حسینؓ کا قتل جائز تھا۔ ابن خلدون لکھتا ہے کہ ابن عربی کا خیال غلط ہے کیونکہ باغی کا قتل جائز اس وقت ہے جبکہ امام عادل ہو یہاں تو مسئلہ کی صورت ہی دوسری ہے۔ ایک طرف یزید ہے جس کا فسق وفجور روز روشن کی طرح واضح ہو چکا تھا۔ یہ ''اہل آرا'' تھے جو اپنی شہوات اور خواہش نفس کے مطابق حکومت چلا رہے تھے، دوسری طرف حسینؓ تھے جو مجسمہ عدالت وتقویٰ اور سراپا شرافت ودیانت تھے۔ پس حضرت امام حسینؓ کے اقدام خروج کی حیثیت امام عادل کے خلاف بغاوت کی نہیں بلکہ امام جائر وفاسق کے مقابلہ میں ''حق وصداقت کے علمبرداروں'' کے خروج کی ہے، یہ حکومتِ عادلہ کے خلاف بغاوت نہیں بلکہ امام جائر کے سامنے کلمۂ حق کا اظہار تھا۔ اور قتل کا قانون اس بغاوت وعہد شکنی کے لیے ہے جو کہ امامِ عادل کے مقابلہ میں اختیار کی جاتی ہے نہ کہ اس شخص کے لیے جو کہ کھڑا ہوا ہو ''ہر قلیت وکسریت'' جاہلی عصبیت اور فسق وفجور کو مٹا کر حق وعدالت کی بنیاد پر حکومت قائم کرنے کے لیے پس ایسے شخص کے قتل کو کیسے جائز کہا جاسکتا ہے:

وھو غلط حملته علیه الغفلة عن اشتراط الامام العادل ومن اعدل من الحسین فی زمانه فی امامته وعدالته فی قتال اهل الأرا (ص:۱۸۰)

ابن عربی کی یہ رائے غلط ہے، انہوں نے یہ رائے غلط اس لیے قائم کی وہ ''امام عادل کی شرط'' سے غافل ہوگئے اور حضرت حسینؓ سے بڑھ کر ان کے زمانہ میں امامت اور عدالت کے اعتبار سے اہل آرا کے قتال کے لیے کون اعدل تھا۔

(برہان دہلی دسمبر، ۱۹۵۹)

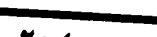

خطیبِ اسلام

حضرت مولانا محمد اجمل خان صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

(ترتیب! صاحبزادہ حضرت مولانا امجد خان صاحب زید مجدہم)

یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

تاریخ اسلام یوں تو بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے جن پر کتب تواریخ میں مستقل اَبحاث کو سمیٹ کے پیش کیا گیا ہے لیکن ان واقعات میں سے ایک عظیم مگر دردناک واقعہ میدان کربلا میں حضرت حسین t اور ان کے ساتھیوں کی المناک شہادت ہے ایک طرف تو اس میں ظلم و جور، سنگدلی، سفاکی کی ہولناک داستانیں ہیں تو دوسری طرف اہل حق کی بے مثال استقامت کے مناظر ہیں۔ وہ اہل حق اور اہل وفا جنہوں نے اپنے سارے گھر بار کو تو لٹا دیا لیکن امت مسلمہ کے ایمان اور خون کو اپنی جانوں سے بھی قیمتی جانا۔ حالانکہ پوری امت مسلمہ ایک طرف ہے اور مقام حسین t ایک طرف ہے۔

یاد رہے حضرت حسین t کا یزید کی خلافت کے خلاف اقدام حصول خلافت کے لیے نہیں تھا بلکہ امت مسلمہ کے حقوق کے تحفظ کے لیے تھا۔ خلافت اسلامیہ چونکہ خلافت نبوت ہے اور اس کی تشکیل باہم مشورہ سے ہوتی ہے اس میں نہ منصب کو دیکھا جاتا ہے اور نہ حسب ونسب کو دیکھا جاتا ہے بلکہ جو جس قدر دین دار ہوتا ہے خوف خدا کا حامل ہوتا ہے لیاقت اور استعداد رکھتا ہے خواہ غریب ہی کیوں نہ ہو، غلام ہی کیوں نہ ہو شریعت اس کی اطاعت کا حکم دیتی ہے۔ اور یہاں تو حسب نسب بھی ہے کہ نواسۂ پیغمبر ہیں دین داری کا یہ عالم ہے کہ مدینہ منورہ کے اندر ساری رات میں ہزار رکعت نوافل ادا فرمارہے ہیں، خوف خدا اِتنا کہ چھوٹی سے چھوٹی بات پر آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے ہیں اور سخاوت کا یہ عالم کہ دروازہ سے کبھی کوئی سائل خالی نہیں گیا، حیا کا یہ عالم کہ کبھی آنکھ اُٹھا کر بات نہ کی، لیاقت وقابلیت کا یہ حال کہ پیغمبر خدا رسول مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ e کا مبارک لعاب گھٹی میں پڑا ہوا ہے اور حضرت علی t اور حضرت فاطمہ r نے

تربیت فرمائی ہے۔ بھلا ایسا شخص حقدار خلافت نہیں تو اور کون ہے؟ اسی بات کو یزید نے سمجھا اور اس نے وہ تمام حضرات جو کاتب وحی سیدنا حضرت امیر معاویہ t کے بعد خلافت کے مستحق جانے جاتے تھے کو جبراً بیعت کرنا چاہا جن میں سب سے نمایاں حضرت حسین t تھے۔

چنانچہ اس نے مختلف ذرائع سے آپ t کو مجبور علی البیعت کیا لیکن وہ یہ نہ جان سکا کہ جن کی پرورش نبوت کے گھر میں ہوئی ہو وہ ظلم و جور کا ساتھ نہیں دیا کرتے بلکہ ظلم و جور کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتے ہیں۔ شرعاً ایک شخص اگر کسی چیز کا حقدار نہیں اور پھر اس کی حمایت کرنا کہاں درست ہے؟ چنانچہ حضرت حسین t نے اس وقت وہی فریضہ سرانجام دیا جو ان کے شایان شان اور ان کا حق تھا، انہوں نے مصلحت کے بجائے عزیمت کو ترجیح دی جو کہ ہمیشہ اہل حق کا شیوہ رہا ہے۔ اگر یہ مسئلہ آپ t کے گھر کا ہوتا بھلا جس کے دروازہ سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا ہو وہ کیسے ایثار نہ کرتا لیکن یہ مسئلہ پوری امت مسلمہ کے مستقبل کا تھا تو آپ t پوری امت کو اس شخص کے حوالے کیسے فرماتے جو نہ صرف دین سے دور بلکہ استعداد خلافت بھی نہیں رکھتا تھا۔ یہ بات درست ہے کہ یزید کاتب وحی کا بیٹا ہے لیکن بات پھر وہیں پر پہنچی کہ اسلام حسب نسب کو نہیں بلکہ عمل کو دیکھتا ہے۔ اگر حسب نسب اتنا ہی اہمیت کا حامل ہوتا تو ابن نوح کے بارہ میں قرآن کبھی نہ کہتا کہ "انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح اگر پیغمبر کی اولاد کو قرآن معاف نہیں کرتا تو یہاں دین اسلام کیسے اجازت دے سکتا ہے؟ چنانچہ ابن علی t کیسے مصلحت فرما لیتے اور خاموشی اختیار کرتے۔ یزید کے بارہ میں اکابر علماء امت کی مختلف عبارات اور فتاویٰ شاھد ہیں جن صحابہ کرامؓ کے اقوال و واقعات کے علاوہ ائمہ اربعہ، شراح حدیث کی عبارات اور فتاویٰ جات ہیں۔ نیز اکابر علماء دیوبند s سے بھی جب کبھی یزید کے بارہ میں سوال کیا گیا بالخصوص حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی

تھانوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہم اللہ تو ان حضرات نے بھی یزید کو نہ صرف خلافت کے لیے نا اہل قرار دیا بلکہ یزید کی زندگی اور کردار پر بھی خوب جرح فرمائی، یزید کے کردار کی وضاحت حضرت حسین t کے لکھے ہوئے مختلف خطوط اور آپ کے میدان کربلا کے خطبہ سے بھی ہوتی ہے جن کو ابن اثیر کامل نے جلد چار میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حضرت حسین t کے یزید کے خلاف اقدام کی چار بڑی وجوہ تھیں۔

(۱) کتاب وسنت کا قانون عملی شکل اختیار کرے۔

(۲) اسلام کے اس نظام خلافت کو برقرار رکھا جائے جو کہ شوریٰ کی صورت میں نافذ ہوتا ہے۔

(۳) اسلام کے نظام عدل کا از سر نو نفاذ عملاً ہو۔

(۴) اگر مصلحت کی شکل اختیار کی گئی تو پھر خلافت اسلامیہ بکھر جائے گی اور اس کو یکجا کرنا مشکل ہو جائے گا۔

لہٰذا آپ نے یزید کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے واقعہ کربلا پیش آیا۔ اب رہی یہ بات کہ یزید حضرت حسین t کی شہادت میں شریک ہے کہ نہیں؟ تو کتب تواریخ اور مستند علماء کی آراء کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت حسین t کی شہادت میں اگر براہ راست نہیں تو بالواسطہ ضرور شریک تھا اور یہ حقیقت ہے کہ ظالم کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہوتا، کیونکہ ابن زیاد کی یہ ساری شرارت یزید کے حکم سے ہی تھی اُسی نے حضرت حسین t کو شہید کروایا، اہل بیتؓ پر مظالم ڈھائے لیکن جب ابن زیاد اس ظالمانہ کاروائی سے فارغ ہوا تو یزید نے اس کی معطلی تو دور کی بات سرزنش تک نہ کی، گویا اس نے اس واقعہ کو ایک عام واقعہ سمجھا اور حدیث میں سیدنا محمد رسول اللہ e کا ارشاد ہے جو کسی ظلم پر راضی ہو اور ظالم سے متفق ہو تو وہ برابر کا شریک ہے" ومن غاب عن فرضیتها کان کمن شهدها" (مشکوٰۃ) اس لحاظ سے یزید بھی حضرت حسین t کے قتل میں برابر کا شریک ہے، پھر مزید یہ کہ یزید نے قاتلانِ کربلا بالخصوص قاتلانِ حسین t کو سزا

تک نہ دی بلکہ آزاد چھوڑ دیا۔ پھر یزید نے مدینہ منورہ والوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس کی تو حد ہی نہیں مدینہ منورہ پر حملہ کروایا جس میں بڑے بڑے صحابہ شہید ہوئے۔ امام احمد بن حنبل a سے جب پوچھا گیا کہ کیا ہم یزید سے بھی حدیث لکھ لیں کہ یعنی جن میں وہ راوی ہے تو آپ نے جواب میں انکار فرمادیا اور فرمایا کہ اس سے حدیث لکھتے ہو جس نے مدینہ والوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟

قیل لاحمد انکتب الحدیث عن یزید قال لا ولا کرامة او لیس هو الذی فعل باهل المدینة ما فعل۔ (منہاج السنہ ج:۲،ص:۲۵۳)

اعتراض: اگر وہ اتنا ہی خراب تھا تو پھر دیگر صحابہ کرام y نے یزید کی بیعت کیوں کی؟

تو اس کا جواب علماء امت نے یہ دیا ہے کہ صحابہ کرام y کا یزید کی امارت پر بیعت کرنا اس کے شرف کے وجہ سے نہ تھا بلکہ اس کے فتنہ سے بچنے کے لیے تھا۔ خدا کی شان یزید نے اپنی خلافت کی مسند کو مضبوط کرنے کے لیے غیر شرعی اقدامات سے بھی گریز نہ کیا اور مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا کے حرم کو بھی پامال کیا لیکن وہ خود بھی ایک دن بھی سکھ اور چین سے حکومت نہ کر سکا کیونکہ مالک الملک تو اللہ تعالیٰ ہیں۔ تؤتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء۔ اقتدار دیتے بھی وہی ہیں اور لیتے بھی وہی ہیں اور یہ بات حقیقت ہے کہ حق و باطل کے معرکہ میں فتح ہمیشہ حق کی ہوا کرتی ہے اور جیت مظلوم کی ہوتی ہے۔ حضرت حسین t کا نام تاریخ میں آج بھی روشن ہے اور قیامت تک رہے گا۔

(ان العاقبة للمتقین)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی اور اپنے محبوب حضرت محمد e اور آپ e کے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام y کی محبت کاملہ اور اتباع کامل نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

واللہ ولی الهدایة والتوفیق ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد وعلی آله واصحابه واتباعه اجمعین۔ آمین

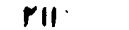

قائد اہل سنت، وکیل صحابہؓ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

خلیفہ ارشد حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

حامیانِ یزید عموماً پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ سوائے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے باقی تمام صحابہ کرامؓ نے یزید کی خلافت تسلیم کر لی تھی۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ محمود احمد عباسی نے لکھا ہے:

''اس زمانہ میں صحابہ کی کثیر تعداد حجاز وشام اور بصرہ وکوفہ ومصر میں موجود تھی۔ ان میں سے کوئی بھی یزید کے خلاف نہ کھڑا ہوا۔ نہ خود حسینؓ کے ساتھ، اور نہ انہوں نے یزید کے ساتھ ہو کر قتال کیا، بلکہ اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔'' (تحقیق مزید ص:۳)

تبصرہ :

جب صحابہؓ کی کثیر تعداد نے یزید کے ساتھ ہو کر لڑائی بھی نہیں کی اور اس فتنہ سے الگ تھلگ رہے۔ تو یہ بات کیونکر صحیح ہو سکتی ہے کہ صحابہ کی اکثریت نے یزید کی بیعت کی تھی؟ فاضل سندیلوی (مولانا محمد اسحاق) بحوالہ ثابت کریں کہ فلاں فلاں صحابہ نے یزید کی بیعت کی تھی۔ حامیانِ یزید عموماً حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی بیعت کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور اس کی نوعیت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیعت کے ثبوت میں کسی حدیث سے حوالہ پیش نہیں کرتے۔ بلکہ مورخ بلاذری کی کتاب ''انساب الاشراف'' کی عبارت پیش کرتے ہیں۔ (اس کا جواب تفصیلی خارجی فتنہ میں دیا جا چکا ہے)۔ جن صحابہ کرامؓ نے یزید کی بیعت کی ہے یا جنہوں نے یزید کی مخالفت نہیں کی۔ تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اس کو صالح وعادل تسلیم کرتے تھے۔ بلکہ ان کے پیش نظر حضور رحمۃ اللعالمین e کے وہ ارشادات تھے جو دورِ فتنہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور خود محمود احمد عباسی نے بھی وہ احادیث نقل کر دی ہیں۔ یہ ملحوظ رہے کہ یزید پر (بھی) اہل حل وعقد کا اتفاق نہیں

ہوسکا۔ کیونکہ حضرت امام حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے آخر تک مخالفت کی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں جلیل القدر صحابی، اہل حل وعقد میں ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''اور یہی وجہ تھی کہ یزید کو شاں تھا کہ حضرت امام حسینؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات بیعت کرلیں۔ حالانکہ یہ حضرات ملتجی بالحرم ہوگئے تھے۔ کسی نے جنگ کا ارادہ نہیں کیا تھا اور نہ بیعت کی تھی۔ ان حضرات کا اس زمانہ میں اہل حل وعقد میں ہونا بدیہی امر ہے''

(مکتوبات شیخ الاسلام ج:۱،ص:۲۸۶،مکتوب:۸۹)

حامیانِ یزید کو چیلنج:

ہم پاک وہند کے تمام حامیان یزید کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کربلا، حرہ اور محاصرۂ مکہ کے واقعات ہائلہ کے بعد کسی ایک صحابی سے بھی ثابت کردیں کہ انہوں نے یزید کو صالح اور عادل قرار دیا ہو؟ ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔

حافظ ابن کثیرؒ کا فیصلہ:

حافظ ابن کثیر محدث، یزید کی تکفیر نہیں کرتے اور اس پر لعن کرنے کو بھی ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود یزید کے بارے میں تصریح فرماتے ہیں: ''بل قد کان فاسقا'' ''بلکہ یزید فاسق تھا'' (البدایہ والنہایہ، ج:۸،ص:۲۳۲)

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری h نے ۲۸/ جون ۱۹۳۹ء کو لالہ موسیٰ میں ایک تقریر کی تھی جس پر آپ کے خلاف گورنمنٹ برطانیہ کی بغاوت کا جھوٹا مقدمہ قائم کیا گیا تھا۔ اس میں سرکاری رپورٹر لدھا رام اپنی شہادت سے منحرف ہوگیا تھا، جس سے جھوٹی رپورٹ لکھوائی گئی اس لیے ہائی کورٹ نے آپ کو بتاریخ ۵/اپریل ۱۹۴۰ء بری کردیا۔ لاہور ہائی کورٹ میں چیف جسٹس کے ایک سوال پر آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ:

"آپ کے سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو یزید اور انگریزوں کو حسین کہا۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا نہ ہی میں برداشت کرسکتا ہوں کہ کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید کہے۔"

(مقدمات امیر شریعت ص: ۲۵۷، مرتبہ ابن امیر شریعت سید عطاء المنعم بخاری صاحب)

امیر شریعت اپنی ایک فارسی نظم میں لکھتے ہیں:

هر که بد گفت خواجهٔ مارا
هست او بے گمان یزید پلید

(شاہ جی کے علمی وتقریری جواہر پارے ص: ۱۴۸ در مدح خواجہ غلام علی)

(ماخوذ از "خارجی فتنہ" مصنفہ قاضی مظہر حسین صاحب ص: ۶۰۲ حصہ دوم)

فاسق اور پلید کے الفاظ:

یزید کا فاسق ہونا اہل سنت والجماعت کے مسلک میں متفق علیہ ہے۔ اکابر اسلام مثلاً حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دار العلوم دیوبند حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی اور فخر المتکلمین حضرت مولانا حیدر علی صاحب فیض آبادی (مصنف منتہی الکلام وازالۃ الغین وغیرہ) نے یزید کو بعض جگہ فاسق اور بعض جگہ پلید لکھا ہے۔ لفظ پلید پر حامیان یزید زیادہ برافروختہ ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ فاسق اور پلید کا ایک ہی مطلب ہے چنانچہ فسق اور فسوق کے لغوی معنیٰ یہ ہیں: نافرمانی، بدکاری کی زندگی، اللہ کی نافرمانی، سرکشی اور بدی، نیک بختی کے راستے سے دوری اور فاسق کے معنیٰ بدکار، نافرمان، گنہگار، پاپی، سرکش، زناکار۔ (المعجم الاعظم جلد: ۴)

(غرضیکہ) اہل سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ یزید فاسق تھا۔ کیا حامیان یزید ثابت کرسکتے ہیں کہ مسلک اہل سنت والجماعت یہ ہے کہ یزید صالح وعادل تھا؟ ہرگز نہیں..... تو ہمارا سوال یہ ہے کہ اگر مسلک اہل سنت یہی ہے کہ یزید فاسق تھا۔ اور تمام اکابر دیوبند بھی اسی مسلک کے تابع ہیں۔ تو پھر حامیانِ یزید ایک متفق علیہ مسلک اہل سنت

کی کیوں پابندی نہیں کرتے؟ کیا یہ اہل سنت کے متفق علیہ عقائد کا انکار ان کے مشن کے مخصوص مقاصد میں سے ہے؟ کیا ان کے اس طرز عمل سے شیعوں کے لیے مسلک اہل سنت کو مجروح کرنے کا راستہ نہیں کھل جائے گا؟ (ماخوذ از" خارجی فتنہ، ج:۲، ص:۶۰۳)

(بشکریہ: مولانا عبدالجبار سلفی دیوبندی)

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ مشہور ناصبی محمود احمد عباسی کی چند عبارات پیش کر کے درج ذیل اُمور ثابت کرتے ہیں:

(۱) یزید موسیقی کا شوق رکھتا تھا۔

(۲) اسلام میں پہلا بڑا شکار کا کھلاڑی تھا اور اسی سلسلہ میں چیتا بھی سدھایا ہوا تھا۔

(۳) مغنیہ (گانے بجانے والی عورتوں کو اپنے حرم میں رکھتا تھا)۔

(۴) سلامہ مغنیہ اپنے اَوصاف وکمالات کی وجہ سے سب پر فوقیت لے گئی تھی۔

(۵) سلامہ کے دو عاشق تھے جن میں احوص کامیاب ہو گیا تھا۔

(۶) یزید نے خادم کو اجازت دے دی کہ وہ احوص کو سلامہ کے پاس لے آئے۔

(۷) سلامہ اور احوص ساری رات اکٹھے رہے۔

(۸) خلیفہ صاحب بھی سحری تک ساری رات عشقبازی کا مظاہرہ دیکھتے رہے۔

(۹) جب صبح دونوں نے معاشقہ کا اقرار کر لیا تو امیر المؤمنین نے انتہائی منصف مزاجی کے تحت سلامہ کو احوص کے حوالے کر دیا اور اس کو انعام واکرام سے نوازا۔

اب کوئی منصف مزاج صاحب ہمیں بتائیں کہ کیا یہی کردار ایک عادل وصالح اور خلیفہ راشد کا ہوتا ہے؟ کیا منصب خلافت کے یہی تقاضے ہونے چاہئیں؟ مفروضہ زہد وتقویٰ کا یہی اعلیٰ نمونہ ہے؟ ساری رات اس قسم کا نظارہ دیکھنا کیا یہ بھی خلیفہ صاحب کی نفلی عبادات میں شامل ہے؟ کیا حضرت فاروق اعظم ؓ کا یہی نمونہ تھا جس کے متعلق عباسی صاحب لکھ رہے ہیں کہ:۔ امیر یزید کو حکومت وسیاس امور میں ہی حضرت فاروق اعظم ؓ کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرز معاشرت میں بھی اُن کی پیروی کرتے، زندگی حد درجہ سادہ تھی"۔

کیا دوسرے حضرات صحابہ سے یزید کو یہی فیضان حاصل ہوا تھا جس کا ڈھنڈورا عباسی صاحب پیٹ رہے ہیں۔ اگر مذکورہ کردار والے خلیفہ کو اکابر اہل سنت والجماعت نے فاسق قرار دیا ہے تو بتائیں ان کا کیا جرم ہے۔ ایسے شخص کو عادل وصالح اور راشد خلیفہ کہنا جرم ہے یا فاسق قرار دینا۔ عبرت۔ عبرت۔ عبرت

چند صفحات کے بعد ''دیوبندی حضرات کی خدمت میں'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں: ''اسلام کے نام پر اُمت میں جتنے فرقے بنے ہیں یا بنیں گے اُن سب میں حسبِ ارشادِ رسالت ''مَاانَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ'' (وہ لوگ جنتی ہوں گے جو میرے اور میرے اصحاب کے طریقہ پر ہوں گے) اہل سنت والجماعت ہی برحق ہیں اور دارلعلوم دیوبند اس دور میں مسلک اہل سنت والجماعت کا ہی رشد وہدایت کا ایک عظیم مرکز ہے، اللہ تعالیٰ اس کو داخلی اور خارجی فتنوں سے محفوظ رکھیں۔ آمین بجاہ خاتم النبیین e پاکستان کے دیوبندی حلقوں میں اس وقت بہت زیادہ افتراق وانتشار پایا جاتا ہے اور اس کی غالب وجہ یہ ہے کہ دیوبندی مسلک حق سے باوجود دعوی دیوبندیت کے انحراف کیا جا رہا ہے۔ دیوبندی حلقہ میں ہی عقیدہ حیات النبی e کے منکر پائے جاتے ہیں جو اس نظریہ کی تبلیغ میں سرگرمی دکھا رہے ہیں کہ رسول اللہ e کی قبر کے پاس درود وسلام پڑھا جائے تو آپ نہیں سنتے اور بعض غالی یہاں تک کہہ رہے ہیں کہ جو لوگ حضور e کی قبر مبارک کے پاس درود وسلام سننے کا عقیدہ رکھے وہ تھرڈ کلاس مشرک ہے۔ العیاذ باللہ حالانکہ حضور رحمت للعالمین e کے عند القبر سماع پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے۔ اور اس میں حامیان یزید نمودار ہو رہے ہیں۔

موجودہ انتشار کے سدِّ باب کا یہی واحد راستہ ہے کہ اکابر دیوبند کی علمی اور اعتقادی دستاویز ''المہند علی المفند'' پر اتفاق کیا جائے اور یزید کے بارہ میں حضرات محققین دیوبند اور جمہور اہل سنت کے موقف کی حمایت وحفاظت کی جائے اور جو لوگ (علماء ہوں یا غیر علماء) مسلک اکابر دیوبند کی پیروی نہیں کرتے۔ مثلاً حیات النبی e کا انکار کرتے یا یزید کی حمایت کرتے ہیں تو ان سے انقطاع کر لیا جائے۔ اسی طرح جو افراد یا جماعتیں

حضرات خلفائے راشدین، اُمہات المؤمنین، اہل بیت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں افراط وتفریط میں مبتلا ہیں (سوائے چند صحابہ y کے باقی سب کے ایمان کا انکار کرتے ہیں یا تنقید وجرح سے ان کی دینی عظمتوں کو مجروح کرتے ہیں) اور اہل سنت والجماعت کے اجماعی مسلک کی پابندی نہیں کرتے ان سے اشتراک واتحاد بھی مسلک حق کے لیے بہت زیادہ مہلک ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل سنت والجماعت کی اتباع، خدمت اور نصرت کی ہمیشہ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین بجاہ امام الانبیاء والمرسلین e۔ (شہادت امام حسین t اور کردار یزید ص: ۲۷، ۳۸)

قطب العصر، پیر طریقت حضرت

مولانا سید محمد امین شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

تلمیذ ومرید شیخ الاسلام حضرت سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

وخلیفہ اعظم پیر سید خورشید احمد رحمہ اللہ

بانی جامعہ زکریا، مخدوم پور، ضلع خانیوال

(ترتیب: صاحبزادہ حضرت سید معاویہ امجد شاہ زید مجدہٗ)

ارشادِ باری تعالیٰ: یَوْمَ نَدْعُوْ کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِم (الایۃ) کی تفسیر میں حضرت علیؓ، حضرت مجاہدؒ کے بقول لفظ امام یہاں بمعنیٰ مقتدا اور پیشوا کے ہے، آیت مبارکہ کا مفہوم ومعنیٰ یہ ہے کہ میدانِ محشر میں ہر شخص کو اُس کے راہبر وراہنما (امام) کے نام سے پکارا جائے گا، ہم سیدنا حسینؓ کی عظمت ومنقبت کو جزوِ ایمان سمجھتے ہوئے آپ کی

مظلومانہ شہادت کو برحق اس لیے تسلیم کرتے ہیں کہ روزِ محشر سید شباب اھل الجنۃ وقرۃ عین اھل السنۃ کے اصلی متبعین ومحبین کے بارے میں جب بایں الفاظ ندا ہو گی ''حسینیو پرچم حسینؓ تلے جمع ہو جاؤ'' تو ہم جد الحسنین الکریمین کی شفاعت کی امید میں آپ کے گروپ میں شرکت کو باعثِ سعادت ونجات سمجھیں گے۔ ارشاد نبوی ہے المرء مع من احب وفی روایۃ۔۔انک مع احببت۔ مسلم۔ اور بخاری ومسلم میں تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا واضح پاک ارشاد موجود ہے: اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ (ترجمہ) اے اللہ میں بھی حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ! اور جو حسین سے محبت کرے تو اس سے بھی محبت کر۔

(مشکوۃ: باب مناقب اہل البیت: ج، ۲، ص: ۵۶۹)

قائد اہل السنۃ قبلہ قاضی مظہر حسین آف چکوال کے والد گرامی علامہ کرم الدین دبیرؒ نے اپنے منظوم دعائیہ کلام میں کیا خوب کہا ہے:

دراں روزے کہ از اھوال دوزخ پر خطر باشد
شفیع من رسول پاک و صدیق وعمر باشد
بزیر ظل عثمان وعلی المرتضی باشم
چرا از فتنۂ محشر مرا باک وحذر باشد
دو دست من بدامان بتول وجملہ اولادش
شفیق حال زارم، سرور جن و بشر باشد

مقدمہ تفسیر عثمانی میں حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت شاہ عبدالقادرؒ کی طرف منسوب شعر رقم کیا ہے:

روزِ قیامت ہر کسے باخویش دارد نامہ
من نیز شوم تفسیر قرآن در بغل

ہم بھی صحابہ کرامؓ واہل بیت عظامؓ اور اولیا اللہ سے محبت کو اپنی اخروی نجات ومغفرت کا ذریعہ سمجھتے ہیں: احب الصالحین ولست منھم۔۔لعل اللہ یر

قنی صلاحاً

شنیدم کہ در روز امید وبیم
بداں را بنیکاں ببخشد کریمؐ (سعدی)

حیرت ہے حامیان یزید پر کہ نواسۂ رسولؐ، جگر گوشۂ بتول ابن اسد اللہ الغالب سیدنا حسینؓ پر غیر صحابی (یزید المولود: ۲۷/۲۶ھ) کو ترجیح دیتے ہیں جس کے فسق وفجور پر جملہ صحابہ کرامؓ متفق تھے، کسی ایک صحابی کا اختلاف نہیں تھا پھر ائمہ مجتہدین، ائمہ اربعہ یزید کے پلید ہونے کے قائلین ہیں۔ سانحہ کربلا، واقعہ حرہ ومحاصرہ مکہ مکرمہ کے رونما ہونے کے بعد یزید کے صالح عادل ہونے کے بارے میں کسی ایک صحابی کا ایک قول بھی ذریت یزیدیت تا قیامت پیش نہیں کرسکتی۔

ثقہ روایت کے مطابق سیدنا عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم پر یزید کو امیر المومنین کہنے والے شخص کو بیس کوڑے مارے گئے تھے، مستند تاریخی حقائق کی روشنی میں یزید کا فسق تواتر تک پہنچا ہوا ہے۔

حب یزید بغض حسینؓ لازم وملزوم ہیں اس لیے نظریہ فسق یزید صرف تاریخی اور غیر ضروری معاملہ نہیں بلکہ یہ فقہی اور کلامی مسئلہ ہے جس کو محدثین اور فقہاء نے کتب عقائد ومسائل میں کما حقہٗ مدلل ومفصل درج کیا ہے، حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

بل قد کان فاسقاً۔ بے شک یزید فاسق تھا۔ (البدایہ والنہایہ: ج:۸، ص:۲۳۲)

سیدنا حسینؓ یزید کے فسق وفجور کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ کے حقوق کے تحفظ کے لیے قیامِ خلافتِ عادلہ کی خاطر میدان عمل میں اترے جن صحابہ کرامؓ نے آپ کو خروج سے منع کیا تھا اُن کے پیش نظر وہی ممکنہ خدشات وخطرات تھے جو میدان کرب وبلا میں رونما ہوئے جنہیں نہ چشم فلک بھول سکتی ہے نہ سطح زمین۔ اس لیے تو بعض صحابہ کرامؓ نے صرف فتنہ وفساد اور قتل وغارت بین المسلمین کے خوف سے خروج سے احتراز کرتے ہوئے اھون البلیتین کو برداشت کیا قبول نہیں کیا جس کی رخصت ہے اور سیدنا حسینؓ نے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرلیا۔

سیدنا حسینؓ کو اس خروج میں کسی ایک صحابی نے بھی مخطی (خطا کار) قرار نہ دیا۔ (ابن خلدون)

اس وقت موجود جملہ صحابہ کرامؓ قائلین خروج یا مانعین مجتہد تھے، مجتہد معصوم نہیں تو مطعون بھی نہیں ہوتا بلکہ صواب وخطا دونوں حالتوں میں حسب حدیث بخاری ماجور ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد گرامی: ما انا علیہ و اصحابی کہ جنتی فرقہ گروہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش پا پر ہو۔

کا مصداق فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعت ہے، جو سنت رسول اور جماعت رسول کے متبعین ہیں، اس دور میں صرف اکابرینِ علماءِ دیوبند ہی ہیں (کثر اللہ سوادھم) فسقِ یزید اہل السنت والجماعت کا متفق علیہ مسلک ہے اس لیے جملہ اکابرین علماءِ دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے، ہم جب اکابرین ومشائخ علماءِ دیوبند کے اسماءِ گرامی کی مماتیوں اور یزیدیوں کے سامنے مسئلہ حیات النبی اور بحث فسقِ یزید میں طویل فہرست پیش کرتے ہیں تو یہ باطل گروپ فوراً کہتا ہے علماء دیوبند کی اصطلاح ترک کرو صرف اہل السنت والجماعت کے نام پر اکتفاء کرو، ہم جواباً یہ عرض کرتے ہیں: کہ اس دور میں اکابرین علماء دیوبند کے علاوہ حقیقی اور اصلی اہل السنت والجماعت کوئی اور ہے؟؟؟

یا تنگ نہ کر مجھے ناصح ناداں! اتنا
یا لا کے دکھا دے کمر ایسی دہن ایسا؟

تعجب ہے ان کم قسمتوں، احمقوں پر جو اپنے بڑوں کو تاریخ وحقیقت سے ناواقف تصور کرتے ہیں حالانکہ ہمارے اکابرین ومشائخ علم وعمل و جملہ اوصاف حمیدہ کمالات ظاہریہ وباطنیہ کے جامع تھے امام اولیا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نے ملتان جلسہ عام میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''سن لو مودودی اپنے خود ساختہ نظریہ وباطل عقیدہ کی وجہ سے گمراہ ہے اگر بالفرض ملک کے سب علماء اس سے اتحاد کرلیں بندہ پھر بھی مودودی کو گمراہ کہتا

رہے گا، بندہ کے پاس دو گواہوں کی شہادت حرفِ آخر ہے ایک حضرت شیخ مدؒ اور دوسرے حضرت اقدس رائپوریؒ اُنہوں نے گمراہ کہا ہے اور ان کی گواہی سب پر بھاری ہے کیونکہ یہ وہ ہیں جو اپنے باطنی نور سے روحانی طور پر اللہ تعالیٰ سے رابطہ کر کے بتلا سکتے ہیں کہ کون حق پر ہے اور کون غلط ہے۔ اس لیے بزعم خویش نام نہاد نئے روشن خیال محققین اپنے اسلاف پر اعتماد کریں اور تیرہ سو سال (۱۳۰۰) سے ملت اسلامیہ کے مسلمہ اور غیر متنازعہ مسائل میں اغیار کی تائید کرتے ہوئے اپنی دنیا و عقبیٰ خراب نہ کریں۔"

این چه شور یست که در دور قمر می بینم
همه آفاق پر از فتنه و شر می بینم
ابلهان را هم شربت زگلاب و قند است
قوت دانا همه از خون جگر می بینم
اسپ تازی شده مجروح به زیر پالان
طوق زرین همه درگردن خر می بینم

والی اللہ المشتکی، وافوض امری الی اللہ، ومنہ التوفیق والاستعانۃ

۞۞۞

سید الخطاطین، شیخ المشائخ، قطب الاقطاب
حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

سابق نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(ترتیب: میاں رضوان نفیس)

حضرت شاہ صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ :

کربلا کے دن حضرت حسین t کی اولاد نرینہ میں سوائے حضرت امام زین العابدینؒ کے کوئی مرد باقی نہ بچا پھر اللہ تعالیٰ نے اس ایک سے پوری دنیا میں حضور نبی کریم e کی اولاد کو پھیلا دیا اب اس وقت دنیا کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں اہل بیت کا کوئی فرد

موجود نہ ہو۔حضور نبی کریم e کا فرمان ہے کہ" الحسن و الحسین ریحانتای من الدنیا" اس کا ترجمہ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ نے یوں کیا ہے" حسن اور حسین میری دنیا کی بہار ہیں"۔اس ایک بچے امام زین العابدینؒ سے پوری دنیا میں آپ e کی اولاد کی بہار پھیلی ہوئی ہے۔اور یزید کا کوئی نام لیوا نہیں ہے جسے کہا جائے کہ یہ یزید کی اولاد میں سے ہے۔

حضرت رحمہ اللہ فرماتے تھے:

"حضرت حسینؓ کا شمار صحابہ کرامؓ کے اس اعلیٰ طبقے میں ہے جن کو حق تعالیٰ نے حضور ﷺ کے "نجباء" (خاص برگزیدہ اصحاب) اور "رقباء" (جو آپ کے احوال کے نگران ہوں) میں داخل فرمایا ہے۔چنانچہ جامع ترمذی میں ہے:عن علی قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ان لکل نبی سبعة نجباء و رقباء و أعطیت أنا اربعة عشر قلنا من هم؟ قال أنا و ابنای و جعفر و حمزة و ابو بکر و عمر و مصعب بن عمیر و بلال و سلمان و عمار و عبداللہ بن مسعود و أبوذر و المقداد۔ (رواہ الترمذی:مشکوٰۃ:ج:۲،ص:۵۸۰)

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے سات نجباء اور رقباء ہوئے ہیں اور مجھے حق تعالیٰ نے چودہ عنایت فرمائے ہیں۔ہم نے عرض کیا یہ کون کون حضرات ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں (یعنی حضرت علیؓ) اور میرے دونوں بیٹے (حسن و حسینؓ) جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، عبداللہ بن مسعود، ابوذر اور مقدادؓ)۔

"نجیب" کے معنی برگزیدہ اور "رقیب" کے معنی نگران احوال کے ہیں۔شیخ اجل عبدالحق محدث دہلوی "اشعۃ اللمعات" میں اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں: ازیں معلوم میشود کہ درین چہاردہ بحسب نجابت و رقابت خصوصیتے است کہ در دیگراں نیست۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان چودہ کے چودہ بزرگوں کو نجابت و رقابت کے اعتبار سے وہ امتیاز و خصوصیت حاصل ہے جو اوروں کو نہیں ہے۔

حضرت شاہ صاحب a سے یزید کے متعلق سُنے ہوئے فرمودات میں سے چند ایک یہاں پیش قارئین ہیں جن سے اندازہ ہوگا کہ حضرت شاہ صاحبؒ یزید کے بارہ میں اپنے اکابر و اسلاف کے پیرو ہیں حضرت شاہ a نے ایک مجلس میں فرمایا:

ایک حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ e نے فرمایا: ''بیشک اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو اس شخص پر حرام کر دیا ہے جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے ''لا الہ الا اللہ'' کہا''

اب ظاہر ہے کہ حدیث پاک اسی صورت پر محمول ہے کہ صدق دل سے ''لا الہ الا اللہ'' کہنے کے بعد اس کے تقاضے بھی پورے کرے۔ یہ نہیں کہ ایک مرتبہ اخلاص سے پڑھ لیا تو سو خون معاف ہو جائیں گے اب جو چاہے کرتا پھرے۔ تعجب ہے کہ حامیان یزید اس کی منقبت میں یہ حدیث مبارک کیوں پیش نہیں کرتے۔ حالانکہ غزوہ قسطنطنیہ میں تو صرف ''مغفور لھم'' کے الفاظ ہیں اور اس حدیث میں صراحتاً دوزخ کے حرام ہونے کی تصریح ہے۔

یزید کے حمایتی اس کی منقبت میں حدیث قسطنطنیہ کو بڑی شدومد کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ اول تو یزید جس لشکر میں شریک ہوا وہ آخری لشکر ہے نہ کہ اول، اور دوسرا یہ ہے کہ یزید ''غزوہ قسطنطنیہ'' میں بخوشی خاطر شریک ہی نہیں ہوا، جو اس بشارت کا مستحق ہو اور اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ وہ بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنی خوشی سے شریک ہوا تھا تب بھی اس بشارتِ مغفرت کا تعلق اس کے ان گناہوں سے ہوگا جو اب تک اس سے سرزد ہوئے تھے، اور جو معاصی اور جرائم اس ''غزوہ قسطنطنیہ'' کے بعد اس سے سرزد ہوئے ہیں ان کی مغفرت کا اس بشارت سے کوئی تعلق نہیں وہ اس کے ذمہ باقی ہیں۔ حضرت شاہ صاحب a اس سلسلہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا a کے رسالہ ''حدیث قسطنطنیہ اور مغفرتِ یزید'' اور صدر مفتی دارالعلوم دیوبند مفتی مہدی حسنؒ کے رسالہ ''حقیقتِ یزید'' کو بھی بڑا اہم قرار دیتے تھے۔

(ہمارے ادارہ کی طرف سے حدیث قسطنطنیہ پر اکابر کی آراء پر مشتمل

ایک کتاب جلد ہی شائع ہو رہی ہے، ان شاء اللہ العزیز)

یزید کے کردار کی باقی خرابیوں کو اگر نظر انداز بھی کر دیا جائے تو پھر بھی ''واقعہ کربلا''، ''خانہ کعبہ'' اور ''مسجد نبوی شریف'' کی بے حرمتی، ''صحابہ کرامؓ کا قتل''، ''ان کے اہل خانہ کی حرمت کی پامالی'' جیسے قبیح اور خوفناک جرائم اس کے سیاہ کارنامے ہیں ان سے کیسے صرف نظر کیا جائے؟

حضرت شاہ صاحبؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت حسین t جب کوفہ جانے کے ارادے سے نکلے تو بہت سے حضرات نے نہ جانے کے متعلق مشورہ دیا اس وجہ سے کہ وہ اُن ظالموں سے کوئی نیک امید نہیں رکھتے تھے۔ حضرت حسین t نے ان کی خدمت میں جواب پیش کیا کہ میں نے خواب میں اپنے نانا جی e کو دیکھا ہے انہوں نے مجھے ایک امر کا حکم دیا ہے میں ضرور جاؤں گا۔ حضور نبی کریم e کا فرمان ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھ ہی کو دیکھا (اور یہ بات سب سے زیادہ صادق آتی ہے صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظام y پر)۔ (اُسد الغابہ)

حضرت شاہ صاحب a فرمایا کرتے تھے کہ: ''جب حضرت حسین t مدینہ منورہ سے نکلے تو اس وقت کو فہکے گورنر صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر t تھے۔ یزید نے اطلاع ملنے پر اپنے نصرانی مشیر سرجون سے مشورہ کیا تو اس نے مشورہ دیا کہ نعمان بن بشیر t کو بدل کر ابن زیاد کو مقرر کر دو کیونکہ نعمان صحابی ہونے کی وجہ سے سختی نہ کر سکے گا''۔ (الوزراء والکتاب۔ جہشیاری)

یزید نے اس نصرانی مشیر کے مشورہ پر عمل کیا اور ابن زیاد کو مقرر کر کے ہر طرح کا اختیار اس کو دے دیا پھر جس کے بعد کربلا کا روح فرسا واقعہ رونما ہوا۔ اتنا بڑا حادثہ گزرنے کے باوجود یزید نے نہ تو ابن زیاد کو برطرف کیا اور نہ ہی کسی سے کوئی مواخذہ کیا۔

حضرت شاہ صاحب a فرماتے تھے کہ: حضرت حسین t عین یزید کے معرکہ میں شامی فوجوں کو للکار کر کہتے تھے، کہ میری دعوت وحیثیت کو تم لوگ ان صحابہؓ سے

معلوم کرو جو میرے ساتھ نہ ہونے کے باوجود صورت حال سے اچھی طرح واقف ہیں، یزید اور میرے حالات کو جانتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب a مشہور مؤرخ علامہ عبدالرحمن ابن خلدون کی کتاب ''تاریخ ابن خلدون'' کے مقدمہ کے حوالہ سے یوں بیان فرماتے تھے:

''جس وقت حسین t کربلا میں جنگ کر رہے تھے، اپنی فضیلت واہلیت اور برحق ہونے پر ان ہی صحابہؓ کو گواہ بناتے تھے، اور مقابل فوجیوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، سہل بن سعد، زید بن ارقم (y) اور ان جیسے دوسرے صحابہ سے پوچھ لو۔'' (مقدمہ ابن خلدون)

ان ہی واقعات وحقائق کی روشنی میں علامہ ابن خلدون نے نہایت واضح الفاظ میں یزید کے مقابلہ میں حضرت حسین t کے خروج کو برحق قرار دے کر ان کو شہید مثاب، وقتیل برحق قرار دیا ہے، اور قاضی ابوبکر بن العربی مالکی اندلسی صاحب ''العواصم من القواصم'' کا شدومد سے رد کر کے ان کی غلطی کو بیان کیا ہے، اور یزید کی کارستانیوں کو اس کے فسق وفجور کے لیے مؤکد بتایا ہے لکھتے ہیں:

''یزید کی یہ حرکت بلاشبہ سخت اعمال فاسقہ میں شمار تھی نہ کہ مشروع، کیونکہ باغیوں کے ساتھ لڑنے کی شرط صحابہؓ کے نزدیک یہ ہے کہ مسلمان امام عادل کے ساتھ ہو کر لڑیں۔ اور یہاں پر امام عادل مفقود تھا۔ وہ یزید کو ہرگز عادل نہ سمجھتے تھے کہ اس قتال کو جائز رکھتے، پس ان کے نزدیک امام حسین t کو یزید کے ساتھ لڑنا نہ چاہیے تھا، تاکہ یزید کو آپ پر فوج کشی کا موقع حاصل نہ ہوتا۔ بلکہ یزید نے جو کچھ کیا ان کے نزدیک سخت ترین فاسق تھا۔ اور حضرت امام حق واجتہاد پر تھے اور شہید ومثاب قتل ہوئے اور جو صحابہؓ یزید کے پاس رہے وہ بھی حق واجتہاد پر تھے۔ قاضی ابوبکر بن العربی المالکی نے اس مسئلہ میں سخت غلطی کی ہے کہ اپنی کتاب ''العواصم من القواصم'' میں لکھ دیا کہ امام حسین t اپنے نانا کی شریعت پر قتل کیے گئے قاضی نے اس

لیے غلطی کی اسے معلوم نہ تھا کہ باغیوں سے لڑنے کے لیے امام عادل ہونا شرط ہے اور حضرت امام حسین t سے زیادہ آپ کے زمانہ میں اہل الرائے سے لڑنے کے لیے امامت وعدالت کے بارے کون سا شخص زیادہ احق تھا، یا ہوسکتا ہے پھر محض ایک فاسق وفاجر کی رائے سے آپ کے قتل ہونے کو کیوں کر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیؐ پر آپ قتل کیے گئے۔'' (مقدمہ ابن خلدون)

علامہ ابن تیمیہؒ نے حضرت حسین t کے مقابلہ میں یزیدی فوجوں کو ظالم وباغی قرار دیتے ہوئے آپ کو شہید مظلوم بتایا ہے، اور یزیدی فوجوں کو ان کے قتل کا مجرم گردانا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں: ''بلکہ ان ظالموں سرکشوں نے رسول اللہ e کے نواسے پر قبضہ پالیا یہاں تک کہ آپ کو ظلماً قتل کر کے شہید مظلوم بنادیا۔'' (المنتقی ص: ۲۸۷)

حضرت شاہ صاحب a فرمایا کرتے تھے کہ: ''جن قتلوں کے فیصلے دنیا میں نہیں ہوئے ان کے فیصلے آخرت میں ہوں گے اور حضرت حسین t کے قتل کا فیصلہ بھی آخرت میں ہوگا اور اس قتل کے مدعی خود حضور نبی کریم e ہوں گے۔''

اے کربلا کی خاک اس احسان کو نہ بھول
کہ تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول
اسلام کے لہو سے تیری پیاس بجھ گئی
سیراب کر گیا تجھے خونِ رگِ رسول

حضرت شاہ صاحب a مزید فرمایا کرتے تھے: ''ابن زیاد نے حضرت علی زین العابدین جو بیمار ہونے کی وجہ سے کربلا میں زندہ بچ گئے تھے کے متعلق قتل کا حکم دیا تو ان کی پھوپھی بی بی زینبؓ اپنے بھتیجے کے سامنے کھڑی ہوگئیں اور بولیں کہ ''ابھی ہمارے خون سے تمہارا دل نہیں بھرا کہ اس معصوم اور بیمار کو بھی قتل کرنا چاہتے ہو اگر ایسا کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کرو''، اس جرأت پر ابن زیاد خاموش ہوگیا۔''

حضرت شاہ صاحب a یزید کے اَخلاق وکردار اور اس کے ہم مجلس افراد کی گھٹیا ذہنیت کو مزید آشکارا کرتے ہوئے فرماتے:

''فاطمہ بنت علی کہتی ہیں کہ جب ہم یزید کے سامنے لاکر بٹھائے گئے تو ایک سرخ رنگ کا نیلی آنکھوں والا شامی کھڑا ہوا اور میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگا امیر المومنین! یہ لڑکی مجھے عنایت کر دیجیے، یہ سن کر میں خوف سے کانپنے لگی کہ شاید یہ ان کے لیے جائز ہے، میں نے اپنی بہن کی چادر پکڑ لی، وہ مجھ سے بڑی تھیں زیادہ سمجھدار تھیں جانتی تھیں کہ یہ بات نہیں ہو سکتی، انہوں نے گرج کر کہا! تو کمینہ ہے نہ تجھے اس کا اختیار ہے نہ اسے (یزید) اس کا حق ہے۔ اس جرأت پر یزید کو غصہ آ گیا کہنے لگا! تو جھوٹ بکتی ہے واللہ مجھے یہ حق حاصل ہے اگر چاہوں تو ابھی کر سکتا ہوں زینب نے کہا واللہ! ہرگز نہیں خدا نے تجھے ہرگز یہ حق نہیں دیا یہ دوسری بات ہے کہ تم ہمارے نانا e کی ملت سے نکل جاؤ اور ہمارا دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لو۔

اس بات پر یزید اور بھی خفا ہوا، کہنے لگا میرے سامنے تم یہ کہتی ہو، دین سے تیرا باپ علی اور تیرا بھائی حسین نکل چکا ہے۔ زینب نے بلا تامل جواب دیا اللہ کے دین سے، میرے نانا e کے دین سے، میرے باپ کے دین سے، میرے بھائی کے دین سے تو نے، تیرے باپ نے، تیرے دادا نے ہدایت پائی ہے۔ یزید چلایا! اے دشمنِ خدا تو جھوٹی ہے۔ زینب بولی تو زبردستی حاکم بن بیٹھا ہے، ظلم سے گالیاں دیتا ہے، اپنی قوت سے مخلوق کو دباتا ہے۔ فاطمہ بنت علی کہتی ہیں یہ گفتگو سن کر شاید یزید شرمندہ ہو گیا کیونکہ پھر کچھ نہ بولا۔ (تاریخ طبری، ج:۵)

یہ ہے یزید کی حکومت، یہاں خدائے بزرگ و برتر کے بعد اس کائنات کی سب سے معزز اور بزرگ ہستی حضور نبی کریم e کے خاندان عالیشان کے ساتھ یہ سلوک ہوا کہ ان کے جوانوں اور بچوں کو تہہ تیغ کیا اور آبرو پر گندی نظر ڈالی گئی۔ بیت اللہ شریف پر سنگ باری کی اور وہاں آگ لگائی گئی، مسجد نبوی شریف میں گھوڑے دوڑائے گئے، ریاض الجنۃ میں گوبر لید اور پیشاب کرتے رہے، ان مبارک مقامات پر نماز پڑھنے سے روک دیا گیا، اور صحابہؓ و صحابیاتؓ کے مقدس خانوادوں کی

عزت وحرمت کو پامال کیا گیا، اور مخدرات عصمت کی عصمت دری کی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون!

خدا گواہ ہے کہ یہ الفاظ لکھنے سے پہلے کتنی دفعہ سوچا گیا لکھا اور مٹایا گیا، قلم کو دل ودماغ کی کیفیت اور جذبات کی ترجمانی کا یارانہ تھا۔ کہ اس داستانِ غم والم کو کس طرح صفحہ قرطاس پہ منتقل کیا جائے۔ اسی بات کو شیخ نور الحق محدث دہلوی a اس دلسوزی کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں: ''اس قضیہ جاں گسل کو بیان کرنے میں جگر پانی پانی ہوگیا اور قلم ہاتھ سے گر پڑا۔ کسی مسلمان کے حوصلہ سے یہ باہر ہے کہ اس کی طرف اشارہ بھی کر سکے۔'' (تیسیر القاری، ج: ۳، ص: ۴۶۴)

مگر کیا کیا جائے اس فتنہ پردازی کا جس کی اساس سراسر دروغ گوئی اور ملمع سازی پر مبنی ہے اور جو لوگوں کے ایمان کو غارت کرنے کے درپے ہے۔ ان لوگوں کے سامنے اس کی اصل حقیقت کو واضح کرنا بھی ایمانی تقاضا اور وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

می کشد شعلہ سرے از دل صد پارۂ ما
جوشِ آتش بود امروز بہ فوارۂ ما

(ترجمہ: ہمارے دلِ صد پارہ کے ہر ٹکرے سے ایک شعلہ بھڑک رہا ہے۔ ہمارے فوارہ دل میں آج آگ کے شعلوں جیسی گرمی ہے۔)

کیا حضور رحمۃ للعالمین e سے یہی محبت اور وفا ہے کہ اس شخص کی حمایت کی جائے جس نے یہ سب ظلم کیا، اور یاد رکھو ''ظالم کی حمایت اصل میں اس کے ظلم کی حمایت ہے'' یزید وہ آدمی ہے (اس کی حمایت کرنے والے اس بات کو یاد رکھیں کہ یزید بے توبہ کے مرا کیونکہ جس وقت اُس کی فوجیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر ظلم وستم ڈھا رہی تھیں اُسی وقت ادھر یزید کی موت واقع ہوگئی اس لیے اس کو توتوبہ کی بھی توفیق نہ ملی اور وہ اس ظلم کے دوران ہی مرگیا۔) جس کے فاسق و فاجر ہونے میں صحابہؓ،

تابعینؒ، تبع تابعینؒ، سلف صالحینؒ اور کسی بھی زمانے میں کسی بھی صحیح العقیدہ بزرگ کو اختلاف نہیں رہا بس اگر فرق ہے تو صرف اتنا کہ بعض اس کے کفر کے قائل ہیں اور بعض لعنت کے۔ اہل سنت کے نظریہ کے مطابق تمام اکابر علماء دیوبند فسق یزید کے قائل اور اور اس کے کفر میں توقف اور لعنت بھیجنے میں احتیاط برتتے ہیں۔ (لعنت بھیجنے میں احتیاط سے مراد یہ نہیں کہ وہ قابل لعنت نہیں)

خدارا ! آقائے پاک e کی تربیت شدہ اور صحبت یافتہ اولاد کو برا ثابت کرنے کی گمراہی میں مبتلا ہو کر آپ e کو تکلیف تو نہ پہنچاؤ اور جو کوئی اس دل آزاری سے باز نہ آئے تو پھر اس کے وبال کے متعلق اللہ پاک نے قرآنِ مجید میں جو سخت وعید فرمائی ہے اسی کو پڑھ۔ سُن کر نصیحت پکڑ لو اور توبہ کر لو:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّلَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ (ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ نے دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت کی ہے، اور ان کے لیے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ذلیل کر کے رکھ دے گا) (سورۃ الاحزاب: آیت: ۵۷)

اب بھی وقت ہے اپنے کیے پر غور کرو کہ قیامت کے دن کس منہ سے شافع محشر e کا سامنا کرو گے اور کیسے ان سے ان کی شفاعت چاہو گے۔ ذرا ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچو کہ ہم کہاں □ کھڑے ہیں اور ہمارا رخ کس طرف ہے اور ایسا ظلم جو دجل و فریب اور دھوکہ دہی پر مبنی ہے، اس کو روا رکھ کر اپنا اور دوسروں کا ایمان تو برباد نہ کرو۔ اب بھی وقت ہے سمجھ جاؤ عاقبت نا اندیش نہ بنو۔

اگر نہ دیدی تپید ن د ل
شنید نی بود نا لہ ما

(ترجمہ: اگرچہ تو ہمارے دل کی تڑپ کو نہ دیکھ سکا۔ کم از کم ہماری فریاد ہی سن لی ہوتی۔ وہ اتنی پر اثر تھی کہ ماحول کی کوئی چیز اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی)

مفسرِ قرآن، امین علوم ولی اللہی

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

بانی جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ

دسویں محرم کو امام حسینؓ اور اُن کے بیٹوں سمیت چوبیس افرادِ خانہ کو مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیا گیا، صرف ایک بیٹے کو اللہ پاک نے بچا لیا حقیقت یہ ہے کہ اس واقعہ میں بڑی زیادتی ہوئی اور اس سانحہ کے ذمہ دار افراد نا قابلِ معافی ہیں، ان کی طرف داری کرنے والے خواہ کچھ بھی کہیں غلط ہے، کیونکہ غلط بات ہمیشہ غلط ہوتی ہے۔ یزید نے ظلم کیا اس کے گورنر اور لشکریوں نے ظلم کیا ہم یزید کے طرفدار نہیں، اگر وہ کسی ٹریبونل کے ذریعے اس غم انگیز واقعہ کی تحقیقات کراتا اور مجرموں کو سزا دیتا تو اس کا نام تاریخ میں بری الذمہ ہو جاتا مگر اس نے یہ نہیں کیا بلکہ ایسی ویسی باتیں کر کے معاملے کو ختم کر دیا، اس سے بات ختم نہیں ہوتی کیونکہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ (خطبات سواتی: ج، ۲: ص، ۲۴)

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتیؒ اپنے درسِ قرآن میں فرماتے ہیں کہ:

یزید فاسق وفاجر تھا۔ (تفسیر دروس القرآن: ص: ۳۴۳)

(بشکریہ: حضرت مولانا محمد فیاض خان سواتی مدظلہم، مہتمم جامعہ نصرت العلوم، فرزندِ ارجمند حضرت مولانا عبدالحمید خان سواتیؒ)

امام اہل سنت، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ اکابر

اہل السنۃ اور اسلاف دیوبند کا یزید کے بارہ میں کیا نظریہ ہے؟ وہ خلیفہ راشد تھا یا نہیں؟ اور اس کو فاسق و پلید کہنا کیسا ہے؟ نیز واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ میں یزید ملوث تھا یا نہیں؟ واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا و توجروا

سائل عبدالقیوم طاہر، عرفات ٹاؤن گوجرانوالہ

الجواب ومنہ الصدق والصواب

(۱) آج تک کسی نے یزید کے دور حکومت کو خلافت راشدہ میں شمار نہیں کیا اور نہ ہی اس کو خلیفہ راشد کہا ہے۔

(۲) تاریخی حقائق کی روشنی میں یزید کا فسق تواتر تک پہنچا ہوا ہے، اس بنا پر علماء محدثین نے اس کے فسق کا اظہار کیا ہے، مشہور حنفی عالم علامہ ابوبکر الجصاص نے احکام القرآن میں یزید کے فسق کا اظہار کیا ہے (ملاحظہ ہو، احکام القرآن ص:۱۱۹) مذہب حنفی کے بلند پایہ محدث حضرت ملا علی قاریؒ نے فسق یزید کا اظہار کیا (ملاحظہ ہو، شرح فقہ اکبر، ص:۸۸) اکابر علماء دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے یزید کو ظالم اور پلید لکھا ہے (ملاحظہ ہو، فیوض قاسمی، ص: ۳۲ واجوبہ اربعین، ص: ۳، ج: ۲ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے یزید کو فاسق لکھا ہے (ملاحظہ ہو، فتاوی رشیدیہ: ص:۱۰، ج:۱) حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے یزید کو فاسق لکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو، امداد الفتاوی: ص:۴۱۶، ج:۴)

(۳) واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ یزید کے دور حکومت میں ہی ہوئے اس لیے اس کو ان واقعات سے بالکل علیحدہ نہیں کیا جاسکتا، ان کی ذمہ داری اسی پر آتی ہے، کیونکہ ان واقعات میں ملوث کسی کو اس نے سزا نہیں دی، واللہ اعلم بالصواب۔

احقر عبدالشکور عفا اللہ عنہ

دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

الجواب صواب

ابوالزاہد محمد سرفراز ۷/۲/۱۴۰۸ھ

صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مہر دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم ۷

صفر ۱۴۰۸ھ یکم اکتوبر ۱۹۸۰ء

(مجلہ صفدر شیخ المشائخ نمبر ص:۶۱۹)

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر صاحبؒ اپنی کتاب ''آنکھوں کی ٹھنڈک'' میں ایک جگہ ارقام فرماتے ہیں کہ :

مستدرک : ج، ۳، ص، ۵۲۲، میں روایت آتی ہے کہ حضرت معقلؓ بن سنانؓ اور حضرت مسلمؒ بن عقبہؒ کی آپس میں ایک مرتبہ ملاقات ہوئی، حضرت معقلؓ نے یزید کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: انی خرجت کرھا لبیعۃ ھذا الرجل۔ میں اُس شخص کی بیعت کرنے کے لیے مجبوراً نکلا ہوں۔ حالانکہ وہ شراب بھی پیتا اور حرم میں زنا بھی کرتا ہے۔ (آنکھوں کی ٹھنڈک: ص، ۱۴۶)

وکیل صحابہؓ واہل بیتؓ

حضرت مولانا علامہ علی شیر صاحب حیدری شہیدؒ کا مسلک وموقف

سرپرست سپاہ صحابہؓ (کالعدم) پاکستان

حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے متعلق حضرت حیدریؒ فرماتے تھے کہ وہ ''حجۃ اللہ فی الارض'' ہیں اور یزید کے متعلق فرماتے تھے کہ میرا وہی نظریہ ہے جو حضرت قاضی صاحبؒ کا ہے۔ (مجلہ صفدر: ش: ۱۳/۱۲: ص: ۶۶)

(نوٹ: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ یزید کو فاسق و فاجر اور قاتل

حضرت حسینؓ فرماتے ہیں، حضرت قاضی صاحبؒ کا مؤقف اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۹ پر موجود ہے، اور قاضی صاحبؒ کی مایہ ناز تصنیف ''خارجی فتنہ'' فسق یزید پر ایک مستقل تصنیف ہے)

علامہ علی شیر حیدری شہیدؒ کا معمول مبارک تھا کہ جب بھی کوئی شخص (علامہ صاحب کو ملنے والا) خیر پور میر سے ملتان یا آس پاس کے علاقہ میں آتا تو علامہ شہیدؒ اس کے ہاتھوں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ کے لیے کوئی نہ کوئی ہدیہ ضرور بھیجتے، خصوصاً کھجور کے موسم میں اپنے علاقے کی کھجور ضرور بھیجتے تھے۔

ایک دفعہ گرمیوں کے زمانہ میں ایک شخص خیر پور سے آیا اور علامہ شہیدؒ کی طرف سے کھجور کا ہدیہ پیش کیا، اور ساتھ ہی آنے والے نے یہ خبر بھی دی کہ حضرت علامہ شہیدؒ ''یزیدی'' ذہن رکھتے ہیں۔ استاذ محترم مولانا اوکاڑویؒ نے جب یہ سنا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا اور آیا ہوا ہدیہ بھی واپس بھیج دیا۔ جب علامہ صاحب کو اس کی اطلاع ملی تو استاذ محترم کو یقین دلایا کہ دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ میں بھی میں اکابر دیوبند کا متبع ہوں ان سے قطعاً الگ نہیں ہوں، میرا بعینہٖ وہی نظریہ ہے جو ہمارے اکابر دیوبند کا ہے (تمام اکابر علماءِ دیوبند فسقِ یزید کے قائل اور اس کے کفر میں توقف اور لعنت بھیجنے میں احتیاط برتتے ہیں) ان کی طرف سے اس وضاحت کے بعد استاذ محترم نے ان کا ہدیہ قبول فرمایا۔ (مجلہ صفدر: ش: ۱۳/ ۱۲: ص: ۷۲)

خواجۂ خواجگان

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کا مسلک و موقف

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے حضرت حسینؓ کے حق پر ہونے اور یزید کے ظلم کا اظہار جس درد دل سے کیا ہے اور آخری سطر میں جو تنبیہ فرمائی ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور حضرتؒ کے متعلقین،

متوسلین، منتسبین، مسترشدین اور تمام مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔

اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں: ''عدل وانصاف اور رعایا کے مال وجان وعزت وآبرو کی حفاظت وقت کے ہر حکمران کے ذمہ لازم ہے۔ اور لازم رہی ہے۔ جو حکمران اپنی رعایا میں عدل وانصاف قائم نہیں رکھ سکتا اور ظلم وستم اور جور وجبر کو نہیں روک سکتا۔ سارے کا سارا ظلم وستم اور ناانصافی جو اس کے ملک میں روا رکھا جائے گا اس کا وہ پوری طرح ذمہ دار اور حصہ دار ہے۔

تمام اہل حق امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیمات والتحیۃ کے نزدیک اُس وقت حضرت سیدنا امام حسین ؓ ساری امت میں افضل اور بہترین تھے لہٰذا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ یزید اور اس کے کارپردازوں کی طرف سے اُن کو میدان کربلا میں انتہائی سفاکی سے تختہ مشق ظلم وستم بنانا اور امام عالی مقام اور ان کے رفقاء کرام کو ناحق قتل کرنا ایسا گھناؤنا جرم ہے جس کا یزید پوری طرح ذمہ دار بلکہ حصہ دار ہے۔ لہٰذا اہل حق کی جماعت نے یزید کو کافر تو قرار نہیں دیا۔ لیکن اس سے کم درجے کا مجرم مختلف عنوانات سے اس کو ضرور قرار دیا ہے۔ بعض نے فاسق وفاجر کہا ہے۔ بعض نے بے دولت وبے نصیب کہا ہے۔ اور بعض نے اس سے بھی زیادہ سخت تر الفاظ میں اس کی مذمت کی ہے۔

بہرحال یہ جان لینا چاہیے کہ امام عالی مقام ؓ کے مقابلہ میں یزید کو بہتر اور برحق سمجھنے والا اپنے خاتمہ بالخیر کی توقع نہ رکھے۔ (مجلہ صفدر شیخ المشائخ نمبر: ص: ۶۲۱)

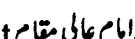

اُستاذ العلماء، شیخ المشائخ

حضرت مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

صدر مفتی جامعہ حقانیہ، اکوڑہ خٹک

یزید جمہور علماء کے نزدیک کافر نہیں۔لیکن بے شک اس کی نااہلی اور ظلم بھی نا قابل انکار ہیں۔تمام کتب فقہ اور کتب کلام میں یہ حکم مسطور ہے۔

(فتاویٰ فریدیہ: ج،۱: ص،۴۹۶)

سوال: یزید کی خلافت کو جن صحابہ y نے مانا ہے اس لئے اگر ان کے نام لکھ دیئے جائیں تو مہربانی ہوگی۔نیز یزید کی حیثیت کیا ہے؟ بینوا و توجروا

المستفتی: رضی بخاری جناح سٹریٹ سرگودھا

جواب: کتب خانہ میں صرف البدایہ والنہایہ موجود ہے جس میں ابن عمرؓ کا تسلیم کرنا نظر آتا ہے اور خلیفۃ الرسول کسی نے بھی نہیں مانا ہے اور یزید بن معاویہ ایک متغلب امیر تھا۔اور اسکی خلافت علی منہاج النبوت نہ تھی۔وھو الموفق

(فتاویٰ فریدیہ: ج:۱: ص:۴۹۹)

۞۞۞

شیخ طریقت، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب حفظہ اللہ کا مسلک و موقف

شیخ الحدیث دارالعلوم مدنیہ، بہاولپور

ہمارے نزدیک نہ تو یزید پر لعنت درست ہے اور نہ اسے عادل کہنا صحیح ہے اور نہ ہی وہ کافر تھا۔بلکہ وہ فاسق و فاجر مسلمان تھا۔

(مجلہ صفدر، شیخ الحدیث نمبر: ص:۲۸۷)

۞۞۞

وکیل صحابہ واہل بیت مناظرِ اہل سنت

حضرت مولانا علامہ عبدالستار صاحب تونسویؒ کا مسلک وموقف

حضرت علامہ مولانا عبدالستار تونسویؒ مناظر اعظم تنظیم اہل سنت پاکستان نے ایک مناظرہ میں جو متواتر تین دن تک اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان ضلع ملتان بمقام باگڑ سرگانہ ہوتا رہا، جس میں شیعہ مناظر محمد اسمٰعیل گوجرہ کو نہایت لاجواب و مبہوت کر دیا اسی مناظرہ میں ایک مقام پر حضرت عبدالستار تونسویؒ یزید کے متعلق اپنا عقیدہ واضح کرتے ہیں۔

حضرات! مولوی اسمٰعیل اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت راشدہ کے دلائل سے لاجواب ومبہوت ہوکر اب یزید کو اہل سنت کا امام بنانے اور بتانے لگا ہے گویا کہ مولوی اسمٰعیل اصحاب ثلاثہؓ کی خلافت راشدہ کو حق مان چکا ہے، اور کیوں نہ مانتا جب کہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان شرح نہج البلاغہ ابن میثم بحرانی کے جزو ۱، ۳ پر مرقوم ہے:

ولعمری ان کان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام لشدید یرحمهما الله وجزاهما باحسن ماعملا۔

ترجمہ: اور قسم مجھے اپنی جان کی کہ بہ تحقیق ان دونوں (ابوبکرؓ وعمرؓ) کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم پہنچا، اللہ ان دونوں پر رحمت کریں اور ان کو ان کے بہترین کاموں کا بدلہ دے۔

مولوی اسمٰعیل صاحب! حسب فرمان جناب علی المرتضیٰؓ خلفاء ثلاثہؓ کو مان لیں اور یزید کے متعلق یہ خوف نہ کھائیں کہ یہ اہل سنت کا امام وپیشوا ہے، یہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے دیکھیے اہل سنت کی عقائد کی کتاب نبراس (شرح عقائد نسفی) کے ص، ۵۵۳، پر لکھا ہے: واتفقوا علی جواز اللعن علی من قتله او امر به واجازه

ورضی بہ۔ ترجمہ: اور ہمارے علماء ان لوگوں پر لعنت کرنے کے جواز پر متفق ہیں جنہوں نے امام حسینؓ کو قتل کیا یا امام حسینؓ کے قتل کا حکم دیا، یا امام حسینؓ کے قتل کی اجازت دی اور ان کے قتل پر راضی وخوش ہوئے۔

اور اس کے بعد اسی نبراس کے: ص، ۵۵۴، پر ہے: لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ وانصارہ۔ ترجمہ: اللہ کی لعنت ہو یزید پر اور اس کے معاونین اور مددگاروں پر جنہوں نے امام حسینؓ کو شہید کرنے میں اس کی امداد کی۔

دیکھیے مولوی اسمٰعیل صاحب! اگر یزید اہل سنت کا امام ہوتا تو ہم اس کے متعلق یوں کیوں لکھتے، جہاں اہل سنت کی کتاب میں یزید کے متعلق کچھ لکھا ہوا ہے وہاں اس کے بادشاہِ وقت ہونے کے متعلق لکھا ہوا ہے یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ یزید اہل سنت کا امام وپیشوا اور مقتدا تھا۔ اگر خدا ایک بار یزید پر لعنت کرے تو ہم اہل سنت اس پر لاکھ بار لعنت کریں گے۔ (بے نظیر ولاجواب مناظرہ: ص، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷)

حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں

محمود احمد عباسی امروہی نے جب دفاع صحابہ کرامؓ کی آڑ میں خلیفہ راشد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ پر بے جا اعتراضات کیے، تو حضرات علماءِ اہل السنۃ نے بروقت ان کے باطل نظریات کا تعاقب کیا، تحریر وتقریر کے ذریعہ ان کے نامنہاد دلائل کے جوابات دیے اور حضرات اہلِ بیت کرامؓ کا دفاع کیا، احقر کے والد ماجد نے بھی اس خارجی فتنہ کے رد میں ''محمود احمد عباسی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ'' کے نام سے کتاب تحریر فرمائی۔ (مذکورہ کتاب ہمارے ادارہ ''شاہ نفیس اکادمی'' سے شائع ہوچکی ہے) احقر کو خوب یاد ہے کہ ساہیوال (سرگودھا) کے علاقہ میں ایک جلسہ میں تقریر کے بعد حضرت علامہ تونسوی صاحبؒ جامعہ حقانیہ تشریف لائے تو حضرت والد صاحبؒ نے انہیں اپنی یہ کتاب سنائی، حضرت علامہ صاحب نے بڑی توجہ اور دلچسپی سے کتاب کو سنا اور حضرت والد صاحب کو فرمایا:

حضرت ہمیں آپ کی تحریر سے حرف بحرف اتفاق ہے، ہم پکے سُنّی اور دیوبندی

ہیں، یزید اور اس کی جماعت اور خارجیوں سے ہمارا کوئی تعلق نہیں، ہم سیدنا علی t کو خلیفہ برحق سمجھتے ہیں، محمود احمد عباسی کی تحقیق غلط ہے، آپ نے اس کی تردید میں جو کچھ لکھا ہے وہ حق اور صحیح ہے۔

(مجلہ الحقانیہ: ص، ۹۔ ربیع الاول، ۱۴۳۴ھ/فروری، ۲۰۱۳ء)

۞۞۞

فخرِ اہل سنت حضرت مولانا محمد نافع صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

(محمدی شریف، جھنگ)

حضرت امیر معاویہ t کی زندگی کے بعد جو یزید کے کارنامے مثلاً واقعۂ کربلا، واقعۂ حرہ اور مکہ شریف پر چڑھائی وغیرہ جو کتابوں میں پائے جاتے ہیں اُن کا ذمہ دار خود یزید ہے نہ کہ جناب معاویہ t، اُس (یزید) کی وجہ سے حضرت امیر معاویہؓ کو مطعون کرنا بڑی زیادتی ہے اور آنجناب (حضرت امیر معاویہ t) اس کے ذمہ دار نہیں۔

(سیرۃ حضرت امیر معاویہ t: ج، ۲، ص: ۶۴۰)

۞۞۞

شیخ المشائخ، حکیم العصر

حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

سابق مرکزی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید صاحب لدھیانوی a اپنے ایک خطاب میں فرماتے ہیں:

''باقی جہاں تک حضرت حسین t کی شہادت کا قصہ ہے عقیدہ اپنا یاد رکھنا حضرت حسین t و یزید کا مقابلہ جس وقت بھی ہو ہم حسینی ہیں، ہم یزیدی نہیں ہیں یہ فقرہ یاد رکھو! ہماری محبت، ہماری عقیدت ساری کی ساری حضرت حسین t اور اہل بیت کے ساتھ ہے۔ ہم اس اختلاف میں یزید کو حضرت حسین t کے مقابلہ میں کسی صورت ترجیح دینے

والے نہیں اور اس یزید کی حمایت کرنے والے نہیں ہیں آپس میں جب ان کا مقابلہ ہو تو حسین t اور یزید کی آپس میں کوئی نسبت نہیں۔

حضرت حسین t سرور کائنات e کی گود میں کھیلے ہیں شاید حضرت حسین t کے وجود کا کوئی حصہ ایسا نہ ہو جو سرور کائنات e کے بدن مبارک سے مس نہ ہوا ہو، اور آپ e نے ان کو اپنے کندھوں پہ اُٹھایا، گود میں بٹھایا اس طرح سے محبت اور پیار کیا اور اپنی محبت کا اظہار کیا اور محبت کرنے کی ترغیب دی، دعا کی کہ یا اللہ جو حسین سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر (مشکوٰۃ ج:۲،ص:۵۶۹) اس لیے حضرت حسین t ہمارے محبوب ہیں۔

حسین t صحابی ہیں، یزید صحابی نہیں ہے اور آپ کا یہ عقیدہ ہے آپ کے اکابر کا عقیدہ ہے کہ پوری دنیا کے ولی اکٹھے ہو جائیں، قطب غوث اکٹھے کر لیے جائیں، کبھی بھی وہ صحابیت کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے، صحابیت والی فضیلت اتنی بڑی فضیلت ہے، حضرت حسین t صحابی ہیں، یزید صحابی نہیں۔

ہم حسین t سے محبت کرتے ہیں، اور تمام اہل بیت کے ساتھ محبت کرتے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی a کے لکھنے کے مطابق کہ ہمارا یہ تجربہ ہے کہ حب اہل بیت کو خاتمہ بالخیر میں بڑا دخل ہے۔

/ اور جو لوگ اہل بیت کے ساتھ عداوت رکھتے ہیں۔
/ یا اپنے دلوں کے اندر کوئی کدورت رکھتے ہیں۔
/ یا ان کے ساتھ کسی قسم کے مخالفانہ جذبات رکھتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے سوء ایمان کا ڈر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے (آمین)"

(خطبات حکیم العصر ج:۱۰،ص:۲۰۳)

❁❁❁

فقیہ العصر، شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب ؒ کا مسلک وموقف

بانی و مہتمم جامعۃ الحمید، لاہور

(مسئلہ نمبر ۶۰۴) کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وعلماء عظام اس مسئلہ کے رے میں کہ بندر روڈ پر واقع ایک مکان میں شہادت حضرت حسینؓ کے سلسلہ میں یک پروگرام میں جانے کا اتفاق ہوا، اس میں کالعدم سپاہ صحابہ کے ایک مقامی رہنما ور چند دیگر لوگوں نے جب یزید کی تعریف وتوصیف کی تو پروگرام کے مقرر خصوصی مولانا عبدالجبار سلفی جو مولانا قاضی مظہر حسینؒ کے مرید بھی ہیں نے تردید کرتے ہوئے کہا کہ اہل سنت یزید کی تفسیق یعنی فاسق ہونے پر متفق ہیں البتہ تکفیر میں ختلاف ہے، نیز یزید کی وکالت کرنا اہل سنت کو قطعاً زیب نہیں دیتا، وضاحت طلب امر یہ ہے کہ ان میں کس کا موقف درست ہے؟ اور کون اعتقادی غلطی پر ہے؟ براہِ کرم ہمیں مطمئن فرمائیں۔ الجواب باسم الملک الوھاب

واضح رہے کہ معتمد قول کے مطابق یزید فاسق اور ظالم تھا، لہٰذا اس کی مدح کرنا درست نہیں۔ (الشامی: ج:۲،ص:۷۸۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (ارشاد المفتی ج:۱،ص:۵۸۰)

۞۞۞

استاذ العلماء، شیخ الحدیثین

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف

بانی جامعہ فاروقیہ، کراچی سابق صدر وفاق المدارس العربیۃ پاکستان

مکتوب سلیم ۔۔۔۔۔۔ بسلسلہ فسقِ یزید

مکرم بندہ زید مجدکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔ آپ نے جو استفسار فرمایا ہے اس سلسلے میں احقر کا موقف حسب ذیل ہے:

''یزید کے متعلق میرا نقطہ نظر بالکل وہی ہے جو ہمارے اکابر کا نقطہ نظر ہے۔ میں یزید کے فاسق ہونے کے بارے میں کسی تردد کا شکار نہیں ہوں۔''

فسقِ یزید کا بنیادی سبب اس کے دورِ امارت کے یہ تین واقعات ہیں:

(۱) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا عدمِ قصاص:

باوجود اس کے کہ یزید ایک برسرِ اقتدار اور طاقتور حکمران تھا، لیکن اس نے کوفے میں اپنے گورنر عبید اللہ ابنِ زیاد کو اس سنگین جرم پر کوئی سزا نہ دی۔

(۲) واقعہ حرہ:

شامی فوج نے تین دن تک مدینہ منورہ کی عزت وحرمت کو پامال کیا۔ کئی ہزار صحابہؓ اور تابعینؒ شہید کر دیے گئے۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی شریف میں اذان و اقامت موقوف ہوگئی۔

(۳) محاصرہ مکہ مکرمہ اور بیت اللہ شریف پر سنگ باری:

۶۳ ہجری میں شامی فوج کے امیر مسلم ابنِ عقبہ نے مدینہ طیبہ کی عزت وحرمت کو پامال کرنے کے بعد حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے جنگ کے لیے مکہ مکرمہ کی راہ لی۔ وہ مقامِ ابواء پر پہنچ کر بیمار ہوگیا اور مکہ شریف تک نہ پہنچ سکا، مگر اس نے اپنی موت سے قبل حصین بن نمیر کو شامی فوج کا امیر مقرر کر دیا تھا۔ اب یہ لشکر ۲۶ محرم ۶۴ ہجری کو مکہ کے قریب پہنچا۔ اہلِ مکہ سے یزید کی بیعت کے لیے کہا گیا۔ طرفین، جس میں ایک طرف حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ اور دوسری طرف شامی فوج تھی، میں لڑائی ہوئی۔ شامی فوج نے کوہِ ابوقبیس پر منجنیق نصب کر کے بیت اللہ شریف پر سنگ باری شروع کی، جس سے بڑے بڑے پتھر حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے روبرو گرتے تھے۔ بیت اللہ کا طواف موقوف ہوگیا۔ بعض تاریخی شواہد میں یہاں تک بیان کیا گیا ہے کہ تین ربیع الاول کو شامی فوج نے خانہ کعبہ پر آگ برسائی جس سے اس کی چھت اور پردے جل گئے۔

مذکورہ تینوں واقعات کی تفصیل تاریخ کی بڑی کتابوں میں درج ہے۔

باقی جہاں تک شیعہ فرقے کی خرافات اور بہتان طرازیوں کا تعلق ہے تو اس

سے حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن میں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تک محفوظ نہیں۔ روافض نے جب ان اکابرِ صحابہ کے خلاف ایک طومار تصنیف کر دیا ہے تو اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس فرقے نے یزید کے متعلق کیا کچھ خرافات و ہذلیات نہ وضع کی ہوں گی۔ تاہم مذکورہ تین واقعات تاریخی تسلسل میں متواتر ہیں اور اکابر اہل سنت نے ان پر اعتماد کیا ہے۔

حلقہ اہل سنت کو حضراتِ صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضراتِ اہل بیتِ اطہار (جس کے مصداق رسول اللہ ﷺ کی تمام ازواجِ مطہرات، تمام بناتِ طاہرات اور تمام بنینِ طیبین رضی اللہ عنہم ہیں) کے فضائل و مناقب کو پوری سرشاری اور ایمانی جذبے کے ساتھ بیان کرنا چاہیے اور جو لوگ یزید کی مدح و توصیف بیان کرتے ہیں ان کا راستہ روکنا چاہیے۔

میرا خیال ہے جناب کے مکتوب کے جواب میں اتنی وضاحت کافی ہوگی۔

والسلام۔۔۔۔۔۔سلیم اللہ خان

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۳۷ھ۔۔۔۔۔۔۲۹ر اکتوبر ۲۰۱۵ء

مہتمم جامعہ فاروقیہ، کراچی۔۔۔۔۔۔صدر وفاق المدارس العربیہ، پاکستان

فقیہ العصر، محققِ دوراں

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم کا مسلک و موقف

سابق جسٹس شریعت اپیلٹ بینچ پاکستان بانی اسلامک اکیڈمی (مانچسٹر، برطانیہ)

حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

"لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یزید قتل حسین کا باعث ضرور ہوا، اگر وہ خود کوفہ چلا جاتا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس سے مل کر بات کرتے اور اس سے

معاملہ طے کرنے کے لیے وہ تیار بھی تھے، تو پھر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس طرح مظلومانہ طور پر قتل کیے جاتے اور ابن زیاد ملعون انہیں اس طرح بے بس کرتا اور سیدزادہ مقام غیرت میں آکر کربلا میں جام شہادت نوش کرتا۔

سو گو یزید قتل حسین میں ملوث نہیں لیکن کیا اپنے باپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کا خود کربلا میں جانا ضروری نہ تھا؟ اس پر اگر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کے خلاف کوئی فتوی دیا تو کیا وہ اپنے والد کی نصیحت پر عمل نہ کرنے سے قصوروار نہیں ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ماں باپ کی نافرمانی کو شرک کے برابر کا گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور یہاں تو صرف باپ کی نافرمانی نہیں بلکہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نافرمانی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الا انبئکم باکبر الکبائر قال الاشراک باللہ وعقوق الوالدین (صحیح بخاری ج:۲،ص:۸۸۴،طبع: کراچی)

قتل حسین ہی میں ملوث نہ ہونے کے باوجود بھی اس کے اس کا باعث ہونے سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے فسق و فجور کی بہت سی داستانیں وضعی ہوں لیکن سانحہ کربلا میں اپنی ذمہ داری ادا نہ کرنے اور اپنے والد مرحوم کی نافرمانی کرنے پر وہ فاسق ضرور ٹھہرتا ہے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''کسی مسلمان کو کافر کہنا مناسب نہیں، یزید مومن تھا بسبب قتل حسین رضی اللہ عنہ فاسق ہوا، کفر کا حال دریافت نہیں سو کافر کہنا جائز نہیں کہ وہ عقیدہ قلب پر موقوف ہے۔'' فقط رشید احمد عفی عنہ

فتاوی رشیدیہ مبوب وکامل،ص:۳۸ (تجلیات آفتاب ج:۲،ص:۱۹۰)

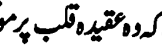

استاذ العلماء، شیخ الحدیث
حضرت مولانا مفتی زرولی صاحب رحمہ اللہ کا مسلک وموقف
بانی مدرسہ احسن العلوم، گلشن اقبال، کراچی

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ سے سوال پوچھا گیا کہ یزید کے بارہ میں آپ کی کیا

معلومات ہیں؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: ''حضرت الاستاذ مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ معارف السنن شرح ترمذی جلد سادس صفحہ آٹھ پر لکھتے ہیں:

''بغیر شک شبہہ کے وہ فاسق اور ظالم تھا، چنانچہ اس کے بارہ میں فرقے مختلف ہیں۔''

ایک سوال آیا کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یزید کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے اس کو رحمہ اللہ کہنا چاہیے کیونکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اُس میں یزید کی مرضی شامل نہیں تھی، اس سوال کے جواب میں مفتی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ غلط کہتے ہیں شرح العقائد میں ہے کہ یزید کا حضرت حسینؓ کے ساتھ ظلم وقتل پر اس کا رضامند ہونا مسلمہ ہے، ابن تیمیہ خود منہاج میں لکھتے ہیں کہ بے شک حسین مظلوم قتل کیے گئے ہیں۔''

ایک سوال کے جواب میں مفتی صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے یزید کے کفر میں اختلاف ہے راجح یہ ہے کہ وہ فاسق و فاجر ہے کافر نہیں ہے۔''

(حضرت مفتی صاحبؒ کے یہ بیانات یوٹیوب پر موجود ہیں، انہیں براہِ راست سنا جاسکتا ہے)

۞۞۞

شیخ الاسلام حضرت

مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت فیوضہم کا مسلک وموقف

صدر دارالعلوم کراچی وصدر وفاق المدارس العربیۃ پاکستان

سابق جسٹس شریعت اپیلٹ بینچ پاکستان،

نائب صدر بین الاقوامی اسلامی فقہ اکادمی (جدہ)

فتاوی عثمانی میں حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ حدیث قسطنطنیہ

کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن اس فضیلت کی بنا پر اس کے دوسرے ناجائز افعال کا جواب تلاش نہیں کیا جاسکتا یزید بن معاویہ نے اگر اس جہاد میں شرکت کی یا اس کی سربراہی کی تو بلا شبہ اس کا یہ عمل نیک اور باعث اجر ہے لیکن اس نیک عمل سے ان ناجائز افعال کا جواز ثابت نہیں کیا جاسکتا جو اس نے اپنے عہد حکومت میں انجام دیے چنانچہ اہل سنت والجماعت کا مسلک اس کے بارہ میں یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا اس لیے محقق علماء نے اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار نہیں دیا اور نہ یہ کہنا درست ہے کہ قیامت میں اس کی بخشش نہیں ہوگی اس نے اپنے عہد میں بلاشبہ بعض ناجائز افعال کیے ان افعال کو ناجائز قرار دیا جائے گا اس کے بعد معاملہ اللہ کے ساتھ ہے وہ چاہے تو مغفرت کردے اور چاہے تو سزا دے۔'' (فتاوی عثمانی ج:۱ص:۳۰۰)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی دامت برکاتہم کا قلم کتنے اعتدال پر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ذمہ دار یزید کو قرار تو دیتے ہیں لیکن آخرت کا معاملہ اللہ رب العلمین پر چھوڑ رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیں حضرت مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

''بیشک حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا جو واقعہ پیش آیا اس کی ذمہ داری یزید پر عائد ہوتی ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا، ان کا یہ عمل خلاف شرع تھا، ان کے اس عمل کو غلط کہا جائے گا لیکن مغفرت ہوگی یا نہیں یہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔''

(انعام الباری ج:۷، ص:۴۸۶)

یزید پر فرد جرم عائد کرتے ہوئے ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''جہاں تک یزید کا تعلق ہے، یہ بالکل درست ہے کہ کسی بھی معتبر روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا یا انہیں شہید کرنے کا حکم دیا بلکہ بعض روایات سے یہ ثابت ہے کہ اس نے آپ کی شہادت پر افسوس کا اظہار کیا اور عبید اللہ بن زیاد کو اپنی مجلس میں برا بھلا کہا۔ لیکن اس کی یہ غلطی ناقابل انکار ہے کہ

اس نے عبید اللہ بن زیاد کو اس سنگین جرم پر کوئی سزا نہیں دی۔''

(حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق ص:۱۲۸)

حضرت قاضی مظہر حسینؒ نے خارجیت، ناصبیت اور یزیدیت کے رد میں ایک معرکہ آرا کتاب ''خارجی فتنہ'' تحریر فرمائی، اس کتاب کے حصہ اول پر سب سے پہلا تائیدی گرامی نامہ جو حضرت قاضی صاحبؒ کو موصول ہوا وہ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا تھا، جو درج ذیل ہے۔

مخدوم گرامی قدر حضرت قاضی مظہر حسین مدظلہم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت تمام ہوں، آمین۔ آپ کی طرف سے مختلف قرار دادیں اور پمفلٹ آپکی کرم نوازی سے موصول ہوتے رہتے ہیں چونکہ ان میں کوئی جواب طلب بات نہیں ہوتی اس لیے جواب نہیں دیتا، لیکن ان سے جناب کی سرگرمیوں کا علم ہوتا رہتا ہے اور دعا گو بھی رہتا ہوں اللہ تعالیٰ جناب کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

تازہ کتاب ''خارجی فتنہ جلد اول'' موصول ہوئی سرسری طور پر دیکھی دل بہت خوش ہوا آپ نے مسلک حق کی خوب ترجمانی فرمائی ہے آج کل اس معاملے میں جو افراط و تفریط چل رہی ہے آپ نے اس سے ہٹ کر اعتدال کا جو راستہ اختیار فرمایا ہے وہی علمائے حق کا طریقہ رہا ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، یہ عریضہ محض اپنے جذبات کے اظہار کے لئے لکھا ہے اس کی اشاعت مقصود نہیں۔ والسلام

۱۹/۵/۱۴۰۳ھ

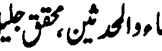

اُستاذ العلماء والمحدثین، محقق جلیل

حضرت مولانا فضل محمد صاحب یوسف زئی مدظلہم کا مسلک وموقف

اُستاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

کہتے ہیں کہ جب حضرت حسین کا سر یزید کے سامنے رکھا گیا تو یزید نے یہ شعر پڑھا: نَفْلِقْ هَامًا مِنْ رِجَالٍ أَعِزَّةٍ عَلَيْنَا وَ كَانُوا أَعَقَّ وَ أَظْلَمَا۔

ترجمہ: ہم باعزت لوگوں کی کھوپڑیاں اُڑاتے ہیں، اس لیے کہ وہ ہمارے حق میں بے حد نافرمان اور بڑے ظالم تھے۔

یزید کے بارہ میں صاحب روح المعانی علامہ آلوسیؒ کی تحقیق:

سورہ محمد کی آیت نمبر ۲۳ کی تفسیر میں علامہ روح المعانی نے یزید اور قاتلان حسینؓ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ

''امام احمد بن حنبلؒ کے بیٹے عبداللہ نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے پوچھا کہ یزید پر لعنت بھیجنا کیسا ہے؟ امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں فرمایا کہ ''جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت بھیجی ہے اس پر کیونکر لعنت نہ بھیجی جائے گی۔''

بیٹے نے کہا ابا جان! میں نے پورا قرآن پڑھا ہے اس میں یزید پر کہیں بھی لعنت نہیں ہے، امام احمدؒ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى ابصارهم

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فساد کرنے اور صلہ رحمی توڑنے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور یزید نے جو کچھ حضرت حسینؓ کے ساتھ کیا ہے اس سے بڑا فساد کیا ہو سکتا ہے اور اس سے زیادہ صلہ رحمی کا توڑنا کہاں ہو سکتا ہے۔'' (روح المعانی، ج:۹، ص:۷۲)

علامہ روح المعانی مزید لکھتے ہیں کہ: ''اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص پر معین اور نامزد کر کے لعنت بھیجنا جائز ہے مگر اس میں کچھ اختلاف ہے پس جمہور کے نزدیک کسی معین شخص پر لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے خواہ وہ فاسق ہو یا غیر فاسق، خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو جبکہ اس کی موت کفر پر یقینی نہ ہو۔ ہاں جس کی موت یقینی طور پر کفر پر آئی ہو اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے جیسے ابوجہل وغیرہ مگر شیخ الاسلام علامہ بلقینیؒ اس طرف گئے

ہیں کہ ایک فاسق فاجر شخص پر بھی یقین کے ساتھ لعنت بھیجنا جائز ہے، کئی احادیث میں اس کے شواہد موجود ہیں۔''

علامہ روح المعانی لکھتے ہیں کہ: ''ہم علامہ بلقینی کی تحقیق کی روشنی میں یزید کی لعنت میں کوئی تردد نہیں کریں گے کیونکہ یزید کی صفات خبیثہ اور کبائر کا ارتکاب حد سے زیادہ ہے، اس نے اپنے دور اقتدار میں اہل مکہ اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر جو خوشی کا اظہار کیا ان کے گھر والوں کی جو توہین کی وہ اس پر لعنت کے لیے کافی ہے۔''

علامہ مزید لکھتے ہیں کہ: ''یزید پر لعنت بھیجنے اور اس کے کفر پر علماء کی ایک جماعت کی تصریحات موجود ہیں انہی میں سے حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ ہیں اور ان سے پہلے قاضی ابو یعلی رحمہ اللہ ہیں۔''

علامہ تفتازانی نے کہا ہے کہ: ''ہم یزید کی لعنت میں بلکہ اس کے ایمان میں کوئی توقف نہیں کرتے، اس پر اور اس کے اعوان و انصار پر اللہ کی لعنت ہو۔''

علامہ آلوسی رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ: ''یزید کی لعنت پر علامہ سیوطیؒ کی تصریح بھی موجود ہے اور ابن وردی کی تاریخ میں اور کتاب الوافی بالوفیات میں لکھا ہے کہ جب عراق سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پس ماندگان عورتیں اور بچے گرفتار ہو کر یزید کے پاس پہنچ گئے تو یزید ان کو دیکھنے کے لیے مقام جیرون تک باہر آ گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور علی بن حسین رضی اللہ عنہ کے بچے اور عورتیں گرفتار تھیں، حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے سر نیزوں پر اُٹھا لیے گئے تھے کہ ایک کوے نے کائیں کائیں کی آوازیں شروع کیں اس پر یزید نے یہ شعر پڑھے:

لما بدت تلک الحمول واشرفت تلک الرءوس علی شفا جیرون

ترجمہ: جب یہ سواریاں قریب آ کر نمودار ہوئیں اور مقام جیرون کے کنارے پر نیزوں پر اٹھائے ہوئے سر آ گئے

نعب الغراب فقلت قل او لا تقل فقد اقتضیت من الرسول دیونی

ترجمہ: تو ایک کوے نے منحوست کی آواز دی، میں نے کوے سے کہا کہ تو بول یا نہ بول میں نے رسول سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے لیا۔

علامہ روح المعانیؒ فرماتے ہیں کہ: ''بدر کی جنگ میں یزید کا دادا عتبہ وغیرہ مارا گیا تھا، یزید نے ان اشعار میں اسی بدلے کا ذکر کیا ہے۔''

علامہؒ لکھتے ہیں کہ: ''اگر یہ اشعار صحیح ثابت ہو جائیں تو اس سے یزید کافر ہو جائے گا اسی طرح کچھ اور اشعار بھی یزید نے پڑھے ہیں اس سے بھی اس کا کافر ہونا ثابت ہو جائے گا۔'' (روح المعانی، ج۹: ص ۷۲)

بہر حال جمہور علماء اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ یزید کا کفر پر مرنا یقینی نہیں ہے لہٰذا اس پر مرنے کے بعد لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ روح المعانی اپنی تحقیق میں مزید فرماتے ہیں کہ: ''دوسری طرف امام غزالی اس طرف گئے ہیں کہ یزید پر لعنت بھیجنا حرام ہے بلکہ مسلمانوں کی دعائیں اس کو شامل ہیں کیونکہ وہ مسلمان ہو کر مرا ہے۔ علامہ سفارینی نے امام غزالی کا قول رد کیا ہے، علامہ روح المعانی نے سفارینی کے قول کو پسند کیا ہے جس میں آپ نے امام غزالی کے قول کو رد کیا ہے۔''

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''امام احمد بن حنبل کے نزدیک یزید پر لعنت بھیجنا مکروہ ہے۔''

ادھر ابو بکر بن العربی المالکی نے یزید کی بہت حمایت کی ہے اور لکھا ہے کہ: ''ان الحسین قتل بسیف جدہ یعنی آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق بغاوت کے تحت حسین قتل کر دیے گئے۔''

اس کلام کی وجہ سے علامہ آلوسی رح نے یزید پر تنقید سے زیادہ سخت انداز میں ابن عربی پر تنقید کی ہے (ابن عربی اس تنقید کا مستحق بھی ہے)۔ علامہ آلوسیؒ نے اس پورے اختلاف کا خلاصہ اس طرح نکال کر لکھا ہے کہ:

''جو کچھ یزید کے بارے میں کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض حضرات یزید کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہے اس پر لعنت بھیجنا صحیح نہیں ہے تاہم وہ اہل بیت کے بارے میں معصیت کا مرتکب ہوا ہے وہ اس کا مجرم ہے۔ علماء کا دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ یزید مسلمان ہے مگر کراہت کے ساتھ اس پر لعنت بھیجنا جائز ہے یا بغیر کراہت بھی یزید کافر اور ملعون ہے اس پر لعنت جائز ہے۔ چوتھا طبقہ کہتا ہے کہ یزید پاک وصاف ہے اس نے جو کچھ کیا ہے وہ کوئی گناہ نہیں تھا۔''

علامہ آلوسی بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ: ''میرے غالب گمان میں یزید خبیث نے رسول کریم ﷺ کی رسالت کی تصدیق نہیں کی تھی اور اس نے جن مکروہ افعال کا ارتکاب کیا تھا جیسے بیت اللہ اور اس کے بسنے والوں کے ساتھ جو کچھ کیا اور مدینہ اور اہل مدینہ کے ساتھ جو کچھ کیا اور نبی پاک ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ جو کچھ کیا اور ذاتی طور پر وہ جن قبائح کا مرتکب ہو رہا تھا یہ اس کے عدم تصدیق پر اس سے بڑھ کر دلیل ہے کہ کوئی شخص قرآن پاک کے اوراق کو گندگی اور غلاظت میں پھینک دے اور کافر ہو جائے، مجھے ذرا بھی شبہ نہیں بلکہ یقین ہے کہ یزید کے یہ کافرانہ افعال اُس زمانے کے بزرگ اور پائے کے مسلمانوں پر پوشیدہ نہیں تھے لیکن انہوں نے اس لیے صبر کیا کہ وہ مغلوب و مجبور تھے اور وہ صبر کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تھے تاکہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ حکم اپنے انجام تک پہنچ جائے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید خبیث مسلمان تھا اور کافر نہیں تھا تو وہ ایسا مسلمان تھا جس نے اپنے اوپر گناہوں کے اتنے انبار جمع کر لیے تھے جس کو بیان کرنا احاطہ بیان میں نہیں آ سکتا۔ میں تو کھل کر یزید پر لعنت کا قائل ہوں اور ان پر خصوصی تعیین کے ساتھ لعنت کو جائز مانتا ہوں اور ظاہر یہی ہے کہ یزید نے ان کبائر کے ارتکاب کے بعد کوئی توبہ بھی نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان کے احتمال سے زیادہ کمزور ہے، اس لعنت میں یزید کے ساتھ ابن زیاد اور ابن سعد اور ان کی جماعت برابر کی شریک ہے۔

فلعن اللہ عز و جل علیھم اجمعین و علی انصارھم و اعوانھم و شیعتھم و من مال الیھم الی یوم الدین۔ (روح المعانی، ج:۹، ص:۷۲)

علامہ روح المعانی مزید لکھتے ہیں کہ: ''اگر کوئی شخص یزید پر خصوصیت کے ساتھ لعنت بھیجنے سے ڈرتا ہے تو وہ اجمالی طور پر اس طرح لعنت بھیجا کرے کہ: لعن اللہ من رضی بقتلِ الحسینِ و من آذی عِترۃَ النبیِّ ﷺ، اس طرح عموم کے ساتھ لعنت کرنے میں کسی کا اختلاف بھی نہیں ہے اور یزید اس عموم کا پہلا مصداق بنے گا۔''

(روح المعانی، ج:۹، ص:۷۲)

علامہ روح المعانی کی تحقیق ناظرین کے سامنے ہے اس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے، البتہ دو باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

(۱) ایک یہ کہ مرنے کے بعد کسی پر لعنت بھیجنا یا نہ بھیجنا اس متعلقہ شخص کے خاتمہ پر مبنی ہے، اگر وہ شخص کفر پر مرا ہے تو لعنت جائز ہے اور اگر ایمان پر مرا ہے تو لعنت بھیجنا جائز نہیں ہے، جمہور امت اس پر قائم ہے کہ یزید کا خاتمہ کفر پر یقینی نہیں ہے لہٰذا لعنت بھیجنا صحیح نہیں۔

(۲) دوسری یہ بات ذہن میں رکھنا چاہیے کہ جس شخص کے کافر ہونے اور نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو اس شخص کا فاسق و فاجر ہونا یقینی ہو جاتا ہے یزید کا معاملہ ایسا ہی ہے، اس کی نظیر یہ پیش کی جاتی ہے کہ جس شخص کے نبی ہونے یا نہ ہونے میں علماء کا اختلاف ہو جائے تو وہ شخص یقینی طور پر کامل ولی ہوتا ہے جس طرح حضرت لقمان علیہ السلام کا معاملہ ہے لہٰذا یزید کا فاسق و فاجر ہونا یقینی ہے اور حضرت لقمان علیہ السلام کا ولی ہونا یقینی ہے۔

(توضیحات: اُردو شرح مشکوۃ المصابیح، ج:۸، ص:۴۷۴)

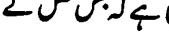

قائد جمعیۃ، قائد ملت اسلامیہ

حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہم کا مسلک و موقف

مرکزی امیر جمعیۃ علماء اسلام، پاکستان

(۱) قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب زید مجدہم اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں: ''یہ تو اللہ کا نظام ہے، اللہ کہتا ہے کہ حکومت بھی میں دیتا ہوں چھینتا بھی میں ہوں، عزت بھی میں دیتا ہوں ذلت بھی میں ہی دیتا ہوں۔ اب یہ جو اقتدار دینا اور لینا، اور عزت دینا اور لینا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں، تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں دے دے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں میں سے ایک دے دے، جس طرح اللہ رب العزت نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اقتدار تو نہیں دیا لیکن عزت تو دی، یزید کو اقتدار دیا لیکن ذلت کے ساتھ دیا تو یہ تو خدائی فیصلے ہیں، اور ہم ان چیزوں پہ ایمان رکھتے ہیں ہم اس کتاب اللہ کے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طالب علم ہیں ہم وحی سے اخذ کرتے ہیں اور ان سے اخذ کر کے پھر ہم اس کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔''

حضرت قائد جمعیۃ مدظلہم کی اس بات سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی عظمت اور یزید کی مذمت کے قائل ہیں تبھی تو اپنے بیان میں مثال دیتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو عزت و تکریم سے یاد کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ باوجودیکہ یزید حاکم تھا لیکن ذلت کے ساتھ۔

(۲) مولانا محمد عابد صاحب ناظم تعلیمات جامعہ مدنیہ و ناظم صفہ ٹرسٹ لاہور بتاتے ہیں: ''جامعہ مدنیہ کریم پارک، لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی عمومی کا دوروزہ اجلاس جاری تھا، ایک دن اُستاذِ مکرم حضرت مولانا نعیم الدین صاحب مدظلہم نے اپنے گھر قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہم کی دعوت کی اس موقع پر چند اَحباب کو بھی بلوایا، مجلس میں ایک یزیدی ذہن کے ساتھی نے عرض کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو تو اہل کوفہ نے دس ہزار خطوط لکھ کر بلوایا تھا، تو وہ تو اہل کوفہ کے کہنے کی وجہ سے نکلے تھے، ابھی اتنی ہی بات ہوئی تھی تو حضرت قائد جمعیۃ مدظلہم نے فرمایا!

''بھائی! اس بحث کو چھوڑو کہ کتنے خطوط لکھے تھے یہ بتاؤ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

شہید ہوئے اور ظلماً شہید ہوئے کہ نہیں؟''

یہ بات سن کر وہ صاحب تو خاموش ہو گئے اور اہل مجلس نے اس جواب کا خوب لطف اُٹھایا۔

۞۞۞

فقیہ العصر، محقق جلیل

حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی مدظلہم کا مسلک و موقف

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ، بانی المعہد العالی الاسلامی (دکن)

''اسی طرح حضرت حسینؓ نے جو یزید کی بیعت سے انکار کیا یہاں تک کہ آپ اپنے پورے خاندان کے ساتھ میدان کربلا میں شہید کر دیے گئے، اس میں حضرت حسینؓ اور ان کے رفقاء حق پر تھے کیوں کہ حضرت حسینؓ چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے خلافت کی جو سنت قائم فرمائی ہے وہ باقی رہے، اور قیصر و کسریٰ کے نظام ملوکیت کی جو مذمت فرمائی وہ اُمت محمدیہ میں مروّج نہ ہو جائے چنانچہ علامہ ابن عماد حنبلیؒ یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کے خروج کے بارے میں فرماتے ہیں: والعلماء مجمعون علی تصویب قتال علي لمخالفیه لانه امام الحق ونقل الاتفاق ایضا تحسین خروج الحسین رضی اللہ عنه علی یزید وخروج ابن الزبیر واهل الحرمین علی بنی امیه۔

ترجمہ: اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علیؓ کا اپنے مخالفین کے خلاف قتال (جنگ) کرنا درست تھا، کیونکہ وہ امام برحق تھے اور اس بات پر بھی اتفاق نقل کیا گیا ہے کہ حضرت حسینؓ کا یزید کے خلاف خروج کرنا، نیز ابن زبیر اور اہل حرمین کا بنو امیہ کے خلاف خروج کرنا درست اور مستحسن (عمل) تھا۔ (شذرات الذہب: ج:۱، ص:۲۷۶)

یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے ایک شخص نے یزید کے ساتھ

امیر المومنین کہا تو آپ نے اس کو بیس کوڑے لگائے: عن نوفل بن ابی الفرات قال: کنت عند عمر بن عبد العزیز ، فقال رجل : قال امیر المومنین یزید فامر به فضرب عشرین سوطا۔

ترجمہ: نوفل بن ابی الفرات سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ: میں (خلیفہ) عمر بن عبدالعزیزؒ کے پاس موجود تھا، تو ایک شخص نے کہا: امیر المومنین یزید نے (یہ) کہا ہے۔ اس پر انہوں (عمر بن عبدالعزیزؒ) نے اس شخص کے بارہ میں حکم دیا اور اسے بیس کوڑے لگائے گئے۔ (سیر اعلام النبلاء ج: ۴، ص: ۴۱) (آسان علم کلام: ۱۷۹)

۞۞۞

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی

استاذ الحدیث ورئیس دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی

کا ''کتاب: ناصبیت تحقیق کے بھیس میں''

کی اشاعت پر محبت بھرا اور بصیرت افروز پیغام

اس عاجز ناچیز نے جب کتاب ''ناصبیت تحقیق کے بھیس میں'' حضرت مولانا مفتی محمود اشرف عثمانی صاحب کی بارگاہِ علم وفضل میں ہدیہ کی تو حضرت کی جانب سے جو محبت آمیز، وقار آفریں اور معنویت سے لبریز صوتی پیغام ملا، وہ اس عاجز کے لیے گویا سندِ قبولیت اور نشانِ عنایت بن کر دل پر نقش ہو گیا، اس مشک ناب تبرکِ صوت کو ضبط تحریر کر کے احباب ذی وقار قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

اگر کسی رفیق کو کوئی استفہام ہو تو حضرت کا اصل صوتی پیغام ہمارے پاس بطور امانت محفوظ ہے۔ (محمد رضوان نفیس)

''السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاته ! بھائی رضوان نفیس صاحب !

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے، کل یا پرسوں مجھے دو کتابیں ملیں:

(۱) فضائلِ اہلِ بیت

(۲) دوسری حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب قدس اللہ سرہ کی کتاب:
''ناصبیت تحقیق کے بھیس میں''

تو جو بھیجنے والے تھے ان کا پتہ مکتبہ سید احمد شہیدؒ لکھا ہوا تھا، مگر یہ کہ مجھے دونوں کتابوں کے ملنے کی بہت خوشی ہوئی اور خاص طور پر حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی صاحبؒ کی جو کتاب ہے یہ بہت ہی کارآمد، بہت ہی مفید ہے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہونی چاہیے اور میں نے اس کو پڑھنا شروع کیا ہے اور اُمید ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے استفادہ کروں گا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

(یادداشت: یہ دونوں کتابیں اس عاجز کی طرف سے بھائی نفیس بن اشفاق خان صاحب مالک مکتبہ سید احمد شہیدؒ (جو کہ ناشر ہیں) کے ذریعہ حضرتؒ کی خدمت میں ہدیہ کی گئی تھیں) میاں رضوان نفیس

۞۞۞

ترتیبِ فضیلت وترتیبِ خلافت

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

''ترتیب فضیلت ترتیب خلافت کے موافق ہے یعنی حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہم، حضرت علیؓ سے افضل ہیں، ان تینوں کے بعد حضرت علیؓ باقی صحابہ سے افضل ہیں۔''

(کفایت المفتی ج: ۲، ص: ۱۳۲)

اکابر کے اس عقیدہ ونظریہ کو ہمارے حضرت نفیس شاہ صاحبؒ یوں منظوم فرماتے ہیں:

ترتیبِ خلافت بھی ہے یہی، ترتیبِ فضیلت بھی ہے یہی
لگتی ہے یہی ترتیب بھلی، بوبکرؓ وعمرؓ، عثمانؓ وعلیؓ

۞۞۞

سرخیل اہل بیت حضرت ابن عباسؓ نے بھی یزید ہی کو قاتل حسینؓ قرار دیا

حضرت ابن عباسؓ نے یزید کے ایک خط کا بھرپور جواب دیا، اس سے اقتباس پیش نظر ہے:

''تم نے حسین کو اور ان جوانانِ عبدالمطلب کو قتل کیا ہے جو ہدایت کے چراغ اور ناموروں میں ستارے تھے۔ تمہارے سواروں نے تمہارے حکم سے ان لوگوں کو آغشتہ بخون ایک کھلے میدان میں اس حال میں ڈال دیا تھا کہ ان کے بدن پر جو کچھ تھا وہ چھینا جا چکا تھا، پیاس کی حالت میں ان کو قتل کیا گیا اور بغیر کفن بے سہارا پڑا رہنے دیا گیا۔ ہوائیں ان پر خاک ڈالتی رہیں۔

تم ان کے خلاف باہم تعاون کر کے ان پر اس طرح ٹوٹ پڑے کہ گویا تم مشرکوں یا کافروں کے خاندان کو قتل کر رہے ہو، پس میرے نزدیک اب اس سے زیادہ اور کیا تعجب کی بات ہوگی کہ تو میری دوستی کا طالب ہے، حالانکہ تو میرے دادا کے خاندان کو قتل کر چکا ہے اور تیری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اب تو تو میرے انتقام کا ہدف ہے۔''

(کامل ابن اثیر۔ج:۴،ص:۵۰/۵۱/انساب الاشراف،ج:۴،ص:۱۸۔۱۹)

مروان بن حکم

اور

اس کے کارنامے

حضرت مولانا مجیب الرحمٰن ڈیروی صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۱	مروان بن حکم کی صحابیت کی بحث	۲۶۴
۲	مروان بن حکم کی صحابیت کا مدار	۲۶۴
۳	صحابی کی تعریف	۲۶۶
۴	صحابیت کے لیے کم از کم رویت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار) شرط ہے	۲۷۰
۵	کسی شخص کے صحابی ہونے کا ثبوت	۲۷۲
۶	مروان کی صحابیت	۲۷۲
۷	علامہ ابن حجر عسقلانیؒ کا حوالہ اور جواب	۲۷۳
۸	قاضی طاہر علی صاحب کی عربی دانی	۲۷۷
۹	امام ابن عبدالبرؒ کا حوالہ اور جواب	۲۷۸
۱۰	علامہ ذہبیؒ کا حوالہ اور جواب	۲۷۸
۱۱	علامہ احمد بن محمد قسطلانیؒ اور علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ کا حوالہ اور جواب	۲۸۰
۱۲	علامہ ابن حسن دیار بکریؒ کا حوالہ اور جواب	۲۸۱
۱۳	علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب	۲۸۲
۱۴	علامہ ابن تیمیہؒ کا حوالہ اور جواب	۲۸۳
۱۵	امام ابن کثیرؒ کا حوالہ اور جواب	۲۸۵

۱۶	مروان کو نہ حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی نہ صحابی ہے	۲۸۷
۱۷	حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا قتل	۲۹۷
۱۸	بعض اسلاف کی عبارات	۳۰۳
۱۹	مروان بن حکم کے متعلق تعریفی کلمات	۳۰۶
۲۰	حضرت علیؓ سے منقول تعریفی کلمات	۳۰۶
۲۱	حضرت عروہ بن زبیرؒ کی رائے	۳۰۸
۲۲	مروان بن حکم کی حکومت	۳۱۱
۲۳	عبید اللہ بن زیاد	۳۱۳
۲۴	حصین بن نمیر	۳۱۵
۲۵	حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کی بیعت ہو جانے کے بعد مروان کے لیے حکومت حاصل کرنے کا جواز نہیں تھا	۳۱۵
۲۶	قاضی طاہر علی کا سوال خود قاضی صاحب کے سر	۳۱۶
۲۷	حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ برحق خلیفہ تھے	۳۱۹
۲۸	حضرت حسن بن علیؓ کی روضہ مبارکہ میں تدفین اور مروان کی رکاوٹ	۳۲۱
۲۹	حاصل کلام	۳۳۲
۳۰	مروان بن حکم کے خطبات جمعہ وعیدین اور سب	۳۳۳
۳۱	مروان بن الحکم ناصبی	۳۳۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مروان بن حکم اور اُس کے کارنامے

یہ رسالہ ''مروان بن حکم اور اس کے کارنامے'' کے نام سے حضرت مولانا مجیب الرحمٰن ڈیرہ اسماعیل خان والوں نے مرتب کیا ہے۔ جناب مروان بن حکم تاریخ کی اہم مگر متنازعہ شخصیت ہیں۔ اہم مآخذ میں خود ان کا اعتراف موجود ہے کہ مجھے رحمت عالم ﷺ کی رویئت کا شرف حاصل نہیں۔ اس کے باوجود بعض حضرات بالخصوص ناصبی گروہ ان کو صحابی ثابت کرنے کے لئے بڑے شدومد سے داعی ہیں۔ ہمارے بعض اہل علم کا بھی یہ مؤقف ہوگا۔ لیکن جمہور علماء اہل حق اور اکابرین کا متفقہ مؤقف یہ ہے کہ وہ صحابی نہیں، لیکن اجل تابعی اور اہل علم ہیں۔

البتہ ان کے بعض کام ایسے ہیں جو امت کے لیے شدید مشکلات کا باعث ہوئے۔ جس کے باعث امت کے خیرالقرون کا دور انتہائی نامساعد حالات کا شکار ہوا اور یہ کہ وہ اہل بیتؓ کے حضرات کو موقع بہ موقع نیچا دکھانے کی پالیسی پر شدت واصرار کے ساتھ مُصر اور عامل تھے، جن کی کوئی تاویل نہیں کی جاسکتی۔ اگر ہر وقت لاٹھی لے کر ان کی تردید مستحسن نہ ہوگی تو ان کی تعریف وتوصیف کر کے اہل بیتؓ کی بابت ان کے افعال کو کارناموں کے طور پر پیش کرنا بھی متفقہ مؤقف اکابر اہل سنت کے خلاف ہے۔ مؤلف رسالہ ہذا مولانا مجیب الرحمٰن ڈیروی دارالعلوم اسلامیہ ڈیرہ اسماعیل خان ایک ثقہ اور جید اعتدال پسند طبیعت کے عالم ربانی اور نامور مناظر واہل قلم ہیں، انہوں نے باحوالہ اس عنوان پر قلم اٹھایا ہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت'' میں ترپن (۵۳) نمبر پر یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

قاضی طاہر علی صاحب نے کتاب لکھی ہے ''سیدنا امیر مروان بن حکم رضی اللہ عنہ شخصیت اور کردار'' کتاب میں بہت سی اچھی باتیں اور واقعی قابل اصلاح باتیں بھی معلوم ہوتی ہیں، جن باتوں سے متعلق اختلاف کی گنجائش نہیں، یا فوری طور پر ہمیں تحقیق نہیں ہوسکی ہے، اُن سے متعلق تو ہم بلاتحقیق کوئی بحث نہیں کرتے، لیکن ایک تو اُن سے یہ شکوہ ہے کہ اُن کا قلم اکابرین کے خلاف سخت انداز سے چلا ہے مثلاً لکھتے ہیں ''حضرت مروان کے متعلق ایک رائے تو وہ ہے جس کا اظہار تیرہ چودہ سو سال کے بعد شاہ عبدالعزیز، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، اور علامہ انور شاہ کاشمیری نے محض تعصب اور جھوٹے اور من گھڑت الزامات کی بنیاد پر کیا ہے۔''

(سیدنا مروان بن الحکم ص ۴۵۸ قاضی چن پیر الہاشمی اکیڈمی)

''ناسمجھ و بے وقوف مؤرخین وادباء اپنے فہم وظرف کے مطابق سیدنا مروان کے خلاف باتیں گھڑتے رہتے ہیں''۔ (ص ۵۶۰)

''حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) نے حضرت مروان کے ساتھ تعصب کی بناء پر۔۔۔۔۔ آٹھ سو سال بعد ایسی توجیہ وتنبیہ جاری کی جس کا حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو بھی حاصل نہ تھا۔۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ توجیہ کرتے وقت حافظ صاحب اللہ تعالیٰ کے ترجمان بن گئے تھے (الی قولہ) ظاہر ہے کہ حافظ صاحب کی تعصب وعناد پر مبنی یہ توجیہ وتنبیہ اُن کے کسی ہم فکر وہم عقیدہ اور ہم خیال ہی کو پسند آسکتی تھی''۔ (ص ۵۳۰)

''دونوں بزرگ (مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا سلیم اللہ خانؒ) حق اور انصاف کا خون کرتے ہوئے اس معاملے میں کلی طور پر سبائی پروپیگنڈے سے بری طرح متاثر ہوگئے تھے۔'' (ص ۴۹۲)

ممکن ہے کہ اِس سختی کی یہ توجیہ ہو کہ اُنہوں نے جو غلط سمجھا اُس کے ازالے

کے لئے جواباً سختی آئی، لیکن بہر حال تعصب وغیرہ جیسے حالات بھی تو دراصل دل سے تعلق رکھتے ہیں اور علیم بذات الصدور اللہ تعالیٰ ہے، تو کیا یہاں بھی یہ کہنا موزوں نہ ہوگا کہ قاضی صاحب بھی ان حضرات کے دل کے حال سے متعلق اللہ تعالیٰ کے ترجمان بن گئے تھے؟ بہر حال اکابر پر ایسے حملے بھی مناسب نہ تھے، اس لئے اگر اچھی تحقیق پیش کرنے کے ساتھ دل آزار کلمات سے بھی پرہیز کیا جاتا تو درست تحقیقات سے غلط سوچ کا مؤثر علاج کیا جاسکتا، مگر دل آزار انداز زیادہ سختی پیدا کرتا ہے، یہ انداز قاضی صاحب کا تقریباً ہر تحریر میں ہے۔

مروان بن حکم کی صحابیت کی بحث

جناب مروان بن حکم سے متعلق قاضی طاہر علی ہاشمی صاحب نے متعدد بحثوں کو چھیڑ کر مروان بن حکم پر ہونے والے بہت سے طعن دور کر کے اُس کی ذات کی صفائی دینے کی کوشش کی ہے، اُن کی بحث کی بنیاد اِس پر ہے کہ مروان بن حکم صحابی ابن صحابی ہے لہٰذا اُس کا دفاع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کا حصہ ہے اور اُس پر طعن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر مروان بن حکم واقعی صحابی ہو تو اُس پر طعن و تشنیع اِسی طرح درست نہ ہوگی جس طرح کسی بھی صحابی پر طعن و تشنیع درست نہیں ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ مروان کی صحابیت کسی صحیح ثبوت سے ثابت نہیں، قاضی طاہر علی صاحب کا مزاج شریف یہ ہے کہ جب اُن کے نظریہ کے خلاف کوئی حدیث ہو تو اگر وہ صحیح حدیث بھی ہو تو بھی اُس کو ضعیف بنانے کے لئے ادھر اُدھر سے کمزور دلائل لانے سے اور کسی بھی بزرگ کے بے دلیل قول کو حجت بنانے سے دریغ نہیں کرتے، اور اگر کوئی عبارت یا روایت اُن کے نظریہ کے مطابق ہو چاہے کتنے ہی درجے کی کمزور ہو حضرت اُس کو اپنی دلیل بنانے میں جھجک محسوس نہیں فرماتے، مروان بن حکم کی صحابیت کے ثبوت میں بھی کچھ ایسا ہی طرز اختیار کیا ہے۔

مروان بن حکم کی صحابیت کا مدار

مروان کی صحابیت کے ثبوت کے لئے جن باتوں کو بحث میں لائے ہیں اُن

میں سے ایک بحث یہ ہے کہ مروان کی ولادت کب ہوئی؟ اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت مروان کی عمر کتنی تھی؟

اس بارے میں کافی حوالے دینے کے بعد قاضی صاحب لکھتے ہیں: ''مذکورہ تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت سیدنا مروان کی عمر کے متعلق قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا، کیوں کہ اُن کی سن ولادت کے حوالے سے کتب تاریخ میں مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، البتہ ثقہ سنی وشیعہ مؤرخین وارباب سیر اور دیگر ناقدین ومعاندین کی آراء کی روشنی میں سیدنا مروان رضی اللہ عنہ کی ولادت ہجرت کے دوسال بعد والے قول پر اکثر حضرات کا اتفاق معلوم ہوتا ہے، جس کی رو سے نبی اکرم ﷺ کی وفات کے وقت ان کی عمر آٹھ سال یا نو سال ثابت ہوتی ہے۔ (سیدنا مروان بن الحکم ص ۵۷)

واقعی جیسا کہ قاضی صاحب لکھ رہے ہیں کئی محدثین ومؤرخین صرف ایک قول پر اکتفاء کرنے والے بھی ہیں، یعنی وہ حضرات اِن متعدد اقوال سن ولادت میں سے ایک کو ترجیح دینے والے ہیں یعنی ہجرت کے دوسال بعد ولادت ہوئی، اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت آٹھ سال کی عمر کے تھے۔

(الھدایۃ والارشاد فی معرفۃ اھل الثقۃ والسداد ۲/۷۱۵، مولف ابونصر احمد بن محمد بخاری کلاباذی (م ۳۹۸ھ) الطبقات الکبری ۵/۲۶، امام محمد بن سعد بن منیع ہاشمی م ۲۳۰ھ، مرآۃ الزمان ۸/۳۵۱ سبط ابن الجوزی (م ۵۸۱) المعارف ص ۳۵۳، مؤلف عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ) البدء والتاریخ ۶/۱۹، مؤلف مطہر بن طاہر المقدسی (م ۳۵۵) تاریخ الاسلام للذہبی ۵/۲۲۷) وغیرہ)

اِس سے اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ اُنہوں نے بچپن میں حضور ﷺ کا زمانہ پایا ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ صحابیت کا دارومدار تو اِس پر نہیں ہے کہ مروان کی ولادت حضور ﷺ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ہوئی ہو، اور اُس نے حضور ﷺ کے زمانہ کے آٹھ سال پائے ہوں، حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ اور ابومسلم خولانی اور ابوعثمان النہدی وغیرہم رحمہم اللہ نے بھی تو حضور ﷺ کا کافی زمانہ پایا ہے مگر کوئی ان حضرات

کو صحابی نہیں کہتا، کیوں کہ صرف حضور ﷺ کا زمانہ پانے سے کوئی صحابی نہیں بنتا، صحابی کی تعریف منطبق ہونے سے ہی کوئی صحابی بن سکتا ہے، تو اب قابل غور ہے کہ مروان پر صحابیت کی تعریف صادق آتی ہے یا نہیں؟

صحابی کی تعریف

آٹھویں صدی کے بزرگ گذرے ہیں علامہ صلاح الدین ابوسعید خلیل بن کیکلدی بن عبداللہ دمشقی (م ۷۶۱ھ) انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے "تحقیق منیف الرتبة لمن ثبت له شریف الصحبة" اس میں انہوں نے کسی شخص کے صحابی ہونے کے متعلق کافی بحث فرمائی ہے، اس کا خلاصہ عرض کیا جاتا ہے۔

"جس بات کے پائے جانے سے صحبت ثابت ہو کر ایسے شخص پر صحابی کا اطلاق درست ہوتا ہے، اس بارے میں کئی مذاہب ہیں:

(۱)۔ جمہور محدثین کے نزدیک صحابی ہر وہ مسلمان ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کی اگرچہ ایک لحظہ کی ہو اور آپ ﷺ سے متعلق کچھ سمجھا چاہے کم یا زیادہ۔ (امام احمد بن حنبل، الکفایہ، امام بخاری، فتح الباری، امام ابوداؤد، سنن، شیخ ابوعمرو بن الصلاح، مقدمہ ابن الصلاح، ابن الحاجب، المختصر)

(۲)۔ حضور ﷺ کو دیکھنے کے ساتھ آپ ﷺ کے ساتھ صحبت حاصل کی ہو (یعنی بیٹھا بھی ہو) چاہے ایک گھڑی بھی ساتھ بیٹھا ہو۔ (آمدی، الاحکام)

(۳)۔ جس نے دیکھا اور طویل صحبت حاصل کی ہو۔ (ابوالمظفر سمعانی)

(۴)۔ طویل صحبت بھی حاصل کی ہو اور آپ ﷺ سے علم بھی حاصل کیا ہو (عمر بن یحییٰ) یہ قول مرجوح ہے۔

(۵)۔ حضور ﷺ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو اور ایک یا دو غزووں میں شریک ہوا ہو (سعید بن المسیب) یہ قول بھی مرجوح ہے۔ (اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے صحیح ثابت نہیں)

(۶)۔ قاضی عیاض نے ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ صحابی ہونا اور صحابیت

کی فضیلت ہر اُس کو حاصل ہوگی جس نے حضور ﷺ کو دیکھا اور آپ ﷺ کی زندگی میں اسلام لایا، یا پیدا ہوا اگرچہ حضور ﷺ کو نہیں دیکھا چاہے یہ شرف آپ ﷺ کی وفات سے ایک گھڑی پہلے حاصل ہوا ہو۔

لیکن (علامہ خلیل فرماتے ہیں) قاضی عیاض کی اس نقل میں اشکال ہے (یہ حوالہ درست نہیں ہے) اس لئے کہ ابن عبدالبر نے ایسی کوئی تصریح نہیں کی ہے، اور قاضی عیاض نے اُن کے ذمہ یہ قول اس لئے لگایا کہ ابن عبدالبر نے حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہونے والوں کو بھی (چاہے زیارت حاصل نہ ہوئی ہو) صحابہ میں داخل کیا ہے، تو یہ نقل درست نہیں ہے اس لئے کہ ابن عبدالبر نے خود تصریح کی ہے کہ انہوں نے احنف بن قیس اور صنابحی اور صحابہ کی اولاد کو (جب کہ وہ بہت چھوٹے تھے) اس لئے صحابہ میں ذکر کیا ہے تاکہ اُن کے تذکرے سے وہ خیر القرن مکمل کرلیں جس کے خیر ہونے کا حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے، یعنی اُن کو صحابہ میں اس لئے ذکر نہیں کیا کہ وہ حضرات صحابہ میں سے ہیں۔ (الاستیعاب ۱/ ۲۴)

''فقد صرح ابن عبدالبر بانه انما ادخل مثل الاحنف بن قیس والصنابحی واولاد الصحابة الذین ولدوا فی حیاته ﷺ ولا یثبت لاحد منهم روية لموته ﷺ وهم صغار جدا لیستکمل بذکرهم القرن الذی اشار الیه النبی ﷺ بانه خیر القرون یعنی لا لانهم من الصحابة۔ (تحقیق منیف الرتبة لمن ثبت له شریف الصحبة ص ۲۵)

قاضی طاہر علی صاحب نے لکھا ہے: ''حافظ ابن عبدالبر نے تو حضرت احنف بن قیس کو محض نبی کریم ﷺ کا زمانہ پانے کی وجہ سے صحابہ تسلیم کرلیا ہے حالاں کہ انہوں نے کبھی نہ نبی کریم ﷺ کو دیکھا اور نہ ہی نبی کریم ﷺ نے اُنہیں دیکھا ہے۔ ''قد ادرك النبی ﷺ ولم یره ودعاله النبی علیه الصلاة والسلام فمن هناك ذکرنا فی الصحابة لانه اسلم علی عهد النبی ﷺ''

(الاستیعاب مع الاصابۃ الجزء الاول ص ۱۲۶) (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۵)

حالانکہ امام عبدالبر نے اُن کو صحابی تسلیم نہیں کیا محض صحابہ میں ذکر کیا ہے اور

صحابہ میں ذکر کرنے کا معنی صحابی مان لینا نہیں ہے، کیوں کہ امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے بہت سے حضرات کو استیعاب میں ذکر بھی کیا اور اُن کو صحابی بھی نہیں تسلیم کیا مثلاً:

(۱)۔ربیعہ بن عبداللہ بن الہدیر التیمی قرشی کو استیعاب میں ذکر کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے۔وھو معدود فی التابعین لیکن تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔
(الاستیعاب رقم ۷۶۱)

(۲)۔ابوادریس خولانی رحمہ اللہ کا بھی ذکر کیا جو غزوہ حنین والے سال پیدا ہوئے مگر فرمایا: یعد فی کبار التابعین بڑے تابعین میں اُن کا شمار ہوتا ہے۔
(الاستیعاب رقم ۲۸۳۴)

(۳)۔ابومراوح الغفاری کو بھی ذکر کیا اور وہ حضور ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے مگر فرمایا: وھو من کبار التابعین وہ بڑے تابعین میں سے ہیں۔
(الاستیعاب رقم ۳۱۶۶)

(۴)۔ابومسلم خولانی رحمہ اللہ کو بھی استیعاب میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اُس نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے اور حضور ﷺ کی وفات سے پہلے اسلام قبول کیا ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کی زیارت نہیں کی۔فھو معدود فی التابعین تو وہ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ (الاستیعاب رقم ۳۱۷۵)

(۵)۔ابوعثمان النھدی کا بھی صحابہ میں ذکر کیا اور فرمایا کہ اُس نے حضور ﷺ کی خدمت میں (بالواسطہ) صدقات کی ادائیگی کی ہے لیکن آپ ﷺ کی زیارت نہیں کی تو وھو معدود فی کبار التابعین وہ بڑے تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔ (الاستیعاب رقم ۳۰۸۴)

(۶)۔عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ہذلی رحمہ اللہ کا بھی ذکر کیا مگر فرمایا: ھو تابعی من کبار التابعین یہ تابعی ہیں بڑے تابعین میں سے ہیں۔ (الاستیعاب رقم ۱۶۰۳)

(۷)۔ابوعمرو الشیبانی سعد بن ایاس کو بھی صحابہ میں ذکر کیا مگر فرمایا: حضور ﷺ (کے زمانہ) کو پایا ہے اور آپ ﷺ پر (اسی وقت) ایمان بھی لایا لیکن

دیکھا نہیں اس لئے معدود فی التابعین تابعین میں شمار ہوتا ہے۔ (الاستیعاب رقم ۳۱۰۵)

ایسے ہی (۸) جبیر بن نفیر حضرمی (الاستیعاب رقم ۳۱۴) (۹) حبیب السلمی (رقم ۴۷۷) (۱۰) سعید بن عیاض الثمالی (رقم ۹۵۱) (۱۱) الصنابح بن الاعسر الاحمسی (رقم ۱۲۴۵) (۱۲) عبدالرحمن بن عبدالقاری (رقم ۱۴۳۳) (۱۳) ابوتمیمہ طریف بن مجالد (رقم ۲۸۸۰) (۱۴) اسعد بن سہل بن حنیف (رقم ۳۳) (۱۵) اسود بن زید بن قیس (رقم ۵۳) (۱۶) حجر بن عنبس (رقم ۴۸۸) (۱۷) ربیعہ بن عبداللہ بن الھدیر (رقم ۷۶۱) (۱۸) زید بن وھب جہنی (رقم ۸۶۱) (۱۹) زر بن حبیش (رقم ۸۶۹) (۲۰) سلیمان بن ابی شمہ (رقم ۱۰۵۵) وغیرہم رحمہم اللہ بے شمار حضرات کو بھی استیعاب میں صحابہ کے ساتھ ذکر کیا اور فرمایا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر یہ بھی بیان فرمایا کہ یہ سب تابعی ہیں مگر آپ کی زبان وقلم کو کون روکے کہ قاضی جی فرمادیں کہ یہ سب صحابی ہیں اور ابن عبدالبر اور ابن حجر عسقلانی نے اِن کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے۔

ایسے ہی قاضی صاحب کے ممدوح مروان بن الحکم کو بھی صحابہ میں ذکر کیا مگر اُن کو صحابی نہیں مانتے، لیکن آپ کہہ دیں کہ جی مروان کو بھی صحابی مان لیا بلکہ جناب عالی نے یہ غلط بیانی امام ابن عبدالبر پر کی ہے چنانچہ لکھتے ہیں: ''جہاں تک حضرت مروان پر صحابی کی تعریف کے اطلاق کا تعلق ہے تو حافظ ابن عبدالبر (م ۴۶۳) نے الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (الجزء الثالث ص ۴۲۵ تا ۴۲۹) میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (الجزء الثالث ص ۴۷۷ تا ۴۷۸) میں القسم الثانی کے تحت لاکر اُن کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے۔'' (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۶)

حالانکہ یہ دونوں حضرات اُن کو صحابی نہیں مانتے، محض حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہونے کی وجہ سے اُن کو صحابہ کرام کے تذکرے پر مشتمل کتاب میں ذکر کردیا، مگر اِس ذکر کا یہ معنی نہیں کہ وہ اِن کو صحابی مانتے ہیں جیسا کہ علامہ خلیل بن کیلکدی رحمہ اللہ فرمارہے ہیں، اِس کی مزید تفصیل آگے ذکر کرنی ہے۔

صحابیت کے لئے کم از کم رویت (حضور ﷺ کا دیدار) شرط ہے

علامہ خلیل بن کیکلدی رحمہ اللہ کافی بحث کے بعد فرماتے ہیں: ''جن پر صحابی کا اطلاق کیا جاتا ہے وہ کئی اعتبارات سے کیا جاتا ہے:

(۱)۔ وہ لوگ جن پر استعمال عرف قطعی کے اعتبار سے صحابی کا اطلاق صادق آتا ہے ایسے حضرات جمہور صحابہ مہاجرین وانصار ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے اور وہ قبائل جنہوں نے حضور ﷺ کی طرف ہجرت کی اور جہاد میں شرکت کی، یہ لوگ لاریب صحابہ میں داخل ہیں۔

(۲)۔ جو ان اوّل مصداق بننے والے حضرات کے قریب ہیں یعنی جنہوں نے آپ ﷺ کی طرف ہجرت کی اور کچھ دن آپ ﷺ کے پاس رہے اور پھر اپنے گھروں کی طرف واپس ہو گئے۔ (مثلاً وفد عبدالقیس، وفد ثقیف وغیرہم، وائل بن حجر، معاویہ بن حکم سلمی، جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہم) جب کہ یہ لوگ آپ ﷺ کی صحبت میں تھوڑی سی مدت یعنی چند دن اور راتیں رہے، لیکن کچھ یاد بھی کیا اور آپ سے سیکھا اور کئی حدیثیں روایت کیں۔ ان لوگوں پر بھی صحابی کا اطلاق حقیقت عرفیہ ہے اگرچہ ان کی صحبت کی مدت طویل نہیں ہے۔

(۳)۔ وہ جنہوں نے معمولی سی مجلس کے ساتھ یا بیعت کے ساتھ یا کچھ دیر آپ ﷺ کے ساتھ چل کر ملاقات کی ہے اور بالغ یا تمیز والے مسلمان تھے اور حضور ﷺ سے کچھ نہ کچھ سمجھے ہیں مثلاً یہ کہ آپ ﷺ نے اُن کو اپنی گود میں بٹھایا یا چہرے پر منہ سے پانی ڈالا وغیرہ، ان پر اطلاق عرفی صحابیت کا تو نہیں ہوتا لیکن لغوی اطلاق ہو سکتا ہے، اور ان پر صحابیت کا اطلاق بطور حقیقت نہیں ہے، لیکن ہر دور کے ائمہ محدثین نے ان کو صحابی کہہ کر ذکر کیا اور اُن کے واقعات مسانید صحابہ میں بیان کئے اور اُن سے حجت لی ہے، تو ان پر صحابیت کا اطلاق حقیقت لغوی ہے، استعمال عرفی نہیں ہے، ایسے ہی لوگوں میں سے حضرت طارق بن عبداللہ محاربی ہیں۔

(۴)۔ وہ لوگ جو حضور ﷺ کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوئے محض دور سے

دیکھا اور آپ ﷺ سے کچھ نقل کیا یا نقل نہ کیا، جیسے ابو طفیل عامر بن واثلہ، وغیرہ جنہیں حجۃ الوداع یا غزوہ فتح مکہ یا غزوہ حنین وغیرہ میں محض زیارت حاصل ہوئی یا کوئی اپنے باپ کے ساتھ تھے اور والد نے اُن کو دور سے حضور ﷺ کی زیارت کرادی، ان حضرات پر لغوی اعتبار سے بھی صحابیت کا اطلاق نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ استعمال عرفی کے اعتبار سے اطلاق ہوسکے، مگر پھر جو اِن پر صحابیت کا حکم لگایا گیا تو بس اُس شرف کی وجہ سے کہ اُنہیں حضور ﷺ کی زیارت ہوگئی، اور یہ بتانے کے لئے کہ یہ حضرات اُس خیر قرن (بہتر زمانے) میں داخل ہیں جس کو آپ ﷺ نے اپنی امت کے سب زمانوں سے بہتر زمانہ فرمایا، تو یہ اطلاق محض مجازی طور پر ہے نہ کہ حقیقی طور پر۔

الرابع من لم یجتمع به ﷺ اصلاً وانما راٰہ من بعید وحکی شیئاً من افعاله اولم یحك شیئاً مثل ابی الطفیل عامر بن واثلة وغیرہ ممن لیس له الا مجرد الروية اما فی حجة الوداع اوغزوة الفتح او غزوة حنین وغیر ذالك او کان مع ابیه فاراہ النبی ﷺ من بعد، فلا ریب فی ان الاطلاق اللغوی منتف عن هؤلاء قطعاً فضلاً عن الاستعمال العرفی. وانما اعطی هؤلاء حکم الصحبة لشرف ماحصل لهم من الروية له ﷺ ولدخولهم فی القرن الذی اثبت رسول الله ﷺ انه خیر القرون من امته فکان ذالك علی وجه التوسع المجازی لا بالحقیقة والله اعلم۔ (تحقیق منیف الرحبۃ ص ۱۴)

مزید فرماتے ہیں: ''اِن مراتب کے بعد اُن لوگوں کو جنہوں نے آپ ﷺ کا زمانہ تو پایا لیکن آپ ﷺ کو بالکل نہیں دیکھا ایسوں کو محض اس لئے صحابہ کرام میں شامل کرنا کہ وہ حضور ﷺ کے دور میں اسلام لائے مثلاً احنف بن قیس، ابو عبداللہ صنابحی اور اِن جیسے تو اِس میں کوئی شک نہیں کہ اُن پر صحابیت کا اطلاق بہت ہی دور ہے، کیوں کہ نہ صحبت حاصل ہوئی نہ زیارت کا شرف ملا۔

ایسے ہی صحابہ کرام کی وہ اولاد جو حضور ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوئے اور حضور ﷺ کی وفات کے وقت ایک سال یا ایسی ہی عمر تھی اِن پر بھی کسی طرح

صحابیت کا اطلاق نہیں ہوسکتا نہ حقیقت کے اعتبار سے نہ بطور مجاز۔"

(تحقیق منیف الرتبة لمن ثبت له شریف الصحبة)

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ جس کو حضور ﷺ کی زیارت نہ ہوئی ہو چاہے آپ ﷺ کا کچھ زمانہ پایا ہو وہ صحابی نہیں کہلاسکتا، نہ لغوی اعتبار سے نہ اصطلاحی اعتبار سے، نہ حقیقۃً نہ ہی مجازاً۔

کسی شخص کے صحابی ہونے کا ثبوت؟

خود قاضی طاہر علی صاحب لکھتے ہیں: "محدثین کرام اور علمائے اسماء الرجال نے صحابی کی معرفت کے حسب ذیل طریقے یا اصول متعین کئے ہیں:

(۱)۔ایسا شخص جس کا صحابی ہونا تواتر سے ثابت ہو جیسے عشرہ مبشرہ اور اکابر صحابہ۔

(۲)۔ایسا شخص جس کا صحابی ہونا مشہور ہو یا مشہور روایات سے ثابت ہو اگرچہ تواتر کے درجے تک نہ پہنچا ہو، مثلاً ضمام بن ثعلبہ اور عکاشہ بن محصن۔

(۳)۔کوئی مشہور صحابی کسی شخص کے صحابی ہونے کی شہادت دے جیسے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ محمد بن ابی محمد صحابی ہیں۔

(۴)۔کسی صحابی کا یہ کہنا کہ میں فلاں شخص کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا یا آپ ﷺ نے میرے سامنے فلاں شخص سے گفتگو فرمائی۔

(۵)۔اس کا صحابی ہونا تابعی کے قول سے ثابت ہو اور وہ شخص ایسے زمانے تک بقید حیات رہا ہو جس سے اس کے صحابی ہونے کا امکان پایا جاتا ہو، علماء نے یہ زمانہ ۱۱۰ھ تک مقرر کیا ہے، اس کے بعد کوئی شخص صحابی ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ الخ!"

(سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۵، ۶۴)

مروان کی صحابیت؟

اب سوال یہ ہے کہ مروان کی صحابیت کا ثبوت کس اصول پر منطبق ہوتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ خود قاضی صاحب کے بیان کئے ہوئے اِن پانچ اصولوں میں سے ایک اصول سے بھی مروان بن الحکم کی صحابیت ثابت نہیں ہوتی، اُس کا صحابی ہونا نہ

تو تواتر سے ثابت ہے نہ ہی خبر مشہور سے، نہ ہی کسی صحابی نے اُس کے صحابی ہونے کو بیان کیا، نہ یہ بیان کیا کہ میں اور مروان اکٹھے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے یا حضور ﷺ نے میرے سامنے مروان سے گفتگو فرمائی، نہ ہی خود مروان نے حضور ﷺ کی زیارت ہونے کو یا اپنی صحابیت کو بیان کیا، نہ ہی کسی تابعی کے قول سے اُس کا صحابی ہونا ثابت ہے، تو پھر مروان بن الحکم صحابی کیسے ٹھہرا؟

اس کے ثبوت کے لئے قاضی صاحب جو دلائل لائے ہیں ملاحظہ ہوں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب: ''ایک تو قاضی طاہر علی صاحب نے علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کا حوالہ دیا ہے کہ انہوں نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ الجزء الثالث ص ۴۷۸، ۴۷۷ میں مروان بن الحکم کو القسم الثانی کے تحت لاکر اُن کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے (اور) حضرت مروان رضی اللہ عنہ کا شمار صغار صحابہ کے اُس طبقہ میں ہوتا ہے جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر، اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔'' (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۶)

اوّل:۔ تو یہ حوالہ اوپر کے اصولوں میں سے کسی اصول پر منطبق نہیں ہوتا، علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے نہ تو تواتر سے نہ خبر مشہور سے، نہ صحابی سے نہ تابعی سے نہ خود جناب مروان سے اُن کا صحابی ہونا نقل کیا ہے، نہ ہی علامہ ابن حجر رحمہ اللہ صحابی یا تابعی ہیں تو یہ ثبوت تو اُن اصولوں سے ہٹ کر نیا اصول ہوا کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ حضرات کے بیان سے بھی کسی کی صحابیت ثابت ہوتی ہے؟

دوم:۔ یہ عجیب بات ہے کہ بقول جناب کے یہاں تو علامہ ابن حجر رحمہ اللہ اُن کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت فرمارہے ہیں لیکن دوسرے مقامات پر اُن کی صحابیت پر مہر تکذیب ثبت فرماتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''لاتصح له رویة ولا سماع'' ''نہ تو مروان کا حضور ﷺ کو دیکھنا صحیح ثابت ہے نہ ہی آپ ﷺ کا کوئی فرمان سننا صحیح ثابت ہے۔''

(اطراف المسند المعتلی باطراف المسند الحنبلی ۱/۵/۲۷۱ اتحاف المهرة ۱۳/۱۷۱)

''لاتثبت له صحبة'' مروان کی صحابیت ثابت نہیں ہے۔

(تقریب التھذیب رقم ۶۵۶)

''مروان لایصح له سماع من النبی ﷺ ولا صحبة ۔ لاصحبة له''

مروان کا نہ حضور ﷺ سے سماع صحیح ثابت ہے نہ اس کے لئے صحابیت ثابت ہے۔

(فتح الباری ۵ / ۳۱۳، تحت حدیث ۲۷۱۱ و ۵ / ۳۳۳، حدیث ۲۷۳۱)

لیجیے! اب تو انہوں نے مروان کی صحابیت پر مہر تکذیب ثبت فرمادی ہے، اب آپ کس منہ سے کہہ سکیں گے کہ انہوں نے مروان کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے؟

ممکن ہے کہ قارئین حیران ہوجائیں کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی باتوں میں تعارض ہے، ایک طرف اُن کو صحابہ میں بیان کرتے ہیں دوسری طرف اُن کے صحابی ہونے کی نفی کرتے ہیں، تو اب کیا سمجھا جائے؟

تو اصل بات بس اتنی ہے کہ ابن حجر بعض عبارتوں میں محض امکان اور احتمال بیان کرتے ہیں کہ ممکن ہے کہ ان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی ہو، اسی امکان کے سبب یا محض حضور ﷺ کے دور کا کچھ حصہ پانے کے سبب اُن کا صحابہ کے تذکرہ میں ذکر فرمایا اور محض امکان اور احتمال سے کسی بات کا وقوع تو ثابت نہیں ہوتا بلکہ امکان میں وقوع اور عدم وقوع دونوں پہلو برابر ہوتے ہیں، پھر ثبوت سے وقوع یا عدم وقوع ثابت ہوتا ہے، لہٰذا اُس کی صحابیت ثابت نہ ہوئی۔

قاضی صاحب کی بیان کی ہوئی عبارت میں یہ بھی لفظ ہیں کہ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا: لکن لم ار من جزم بصحبته۔ مجھے کوئی ایسا محدث معلوم نہیں جس نے مروان کے صحابی ہونے کو یقین سے بیان کیا ہو۔

اور مروان اور اولاد صحابہ کو جو صحابہ کے ذکر میں شامل کردیا تو اُس کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ذکر اولائك فی الصحابة انما هو علی سبیل الالحاق لغلبة لظن علی انه ﷺ رأهم لتوفر دواعی اصابه علی احضارهم اولادهم عنده عند ولادتهم لیحنکهم ویسمیهم ویبرك علیهم'' (الاصابہ ۱ / ۱۵۵)

''ایسے لوگوں کا صحابہ میں ذکر محض بطور الحاق ہے کیوں کہ غالب گمان یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اِن کو دیکھا ہوگا کیوں کہ عام طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے بچوں کی پیدائش پر حضور ﷺ کے پاس حاضر کرتے تا کہ آپ ﷺ تحنیک کردیں اور نام رکھ دیں اور اُن کے لئے برکت کی دعاء کردیں۔''

یہ عبارت صاف ظاہر کر رہی ہے کہ مروان اور دیگر اولاد صحابہ کو صحابہ میں بیان کرنا محض احتمالاً اور غلبہ ظن کی بناء پر ہے کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کے پاس ولادت کے وقت لائے گئے ہوں اور آپ ﷺ نے اُن کی تحنیک کی ہو اور دعاء برکت دی ہو۔ وغیرہ!

مگر یہ ثابت کرنا قاضی صاحب کے ذمہ پر ہوگا کہ (۱) جناب مروان ہجرت کے دو سال بعد مدینہ طیبہ میں پیدا ہوئے (۲) حکم بن ابی العاص اُن کو حضور ﷺ کے پاس لائے اور آپ سے تحنیک کرائی اور مروان کا نام حضور ﷺ نے رکھا اور مروان کے لئے دعاء برکت کی، جب کہ یہ بات پکی ہے کہ مروان کی پیدائش مدینہ طیبہ میں نہیں ہوئی ہے، اُس کی جائے پیدائش سے متعلق محدثین و مؤرخین کے دو قول ہیں کہ مکہ مکرمہ میں، یا طائف میں پیدائش ہوئی، علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں جائے پیدائش صرف مکہ مکرمہ بیان کی ہے، یعنی راجح قول اس بارے میں مکہ مکرمہ کا ہے، اور ظاہر ہے کہ سنہ ۲ سے سنہ ۷ ھ عمرۃ القضاء کے سفر تک حضور ﷺ مکہ مکرمہ تشریف نہیں لے گئے تو اُن کی پیدائش کے وقت تحنیک اور نام رکھنا اور دعاء برکت کرنا کہاں سے ثابت کیا جاسکے گا جب کہ اُس وقت اُن کے والد بھی مسلمان نہیں ہوئے تھے؟

سنہ ۷ ھ عمرۃ القضاء کے سفر یا سنہ ۸ ھ فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ کی خدمت میں اُن کا پیش کئے جانے اور دیدار کرنے کا ثبوت بھی قاضی صاحب کے ذمہ ہوگا، اگر عمرۃ القضاء کے سفر میں زیارت ہونا ثابت ہو تو اِس زیارت سے ہرگز صحابیت ثابت نہیں ہوسکتی کیوں کہ اُس وقت تو اُن کے والد بھی غیر مسلم تھے، اور اگر فتح مکہ کے موقع پر والد کے اسلام لانے کے بعد واقعی ایمان کے ساتھ زیارت کرنا ثابت ہوجائے تو پھر مروان کی صحابیت ثابت ہوجائے گی محض امکان اور احتمال سے اُس کی

صحابیت ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتی۔

رہے حضرت عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر، اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم تو نہ تو مروان اِن کے ہم پلہ ہے نہ اِن حضرات کی صحابیت کی طرح مروان کی صحابیت قطعی اور یقینی یا غلبہ ظن جتنی دلیل سے ثابت ہے، روایاتِ حدیث بکثرت بکھری پڑی ہیں جو اِن حضرات کی صحابیت کا گویا بآواز بلند اعلان کر رہی ہیں، جب کہ مروان صاحب کے متعلق ایک حدیث بھی نہیں پیش ہوسکتی جو اُس کی صحابیت کی دلیل بنے، یہ حضرات تو کہتے ہیں:

سمعتُ رسول اللہ ﷺ (مسند احمد حدیث عبداللہ بن الزبیر ح ۱۶۰۹۸) رئیتُ رسولَ اللہ ﷺ (ح ۱۶۰۹۹) علّمني رسول الله ﷺ (حدیث الحسن بن علی مسند احمد ح ۱۷۱۸) اَذْكُرُمِن رسول الله ﷺ (ح ۱۷۲۷) علّمني جدي اوقال النبي ﷺ (حدیث الحسین مسند احمد ح ۱۷۳۵) رئیتُ النبي ﷺ (حدیث عبداللہ بن جعفر، مسند احمد ح ۱۷۴۱) انه سمع رسول اللہ ﷺ (ح ۱۷۴۴) غدونامع رسول اللہ ﷺ (حدیث عبداللہ بن عمر، مسند احمد ح ۴۴۵۸) سمعتُ رسول الله ﷺ يقول (ح ۴۴۶۲) رئیتُ رسول اللہ ﷺ (ح ۴۴۶۳) مر بي يهودي وانا قائم خلف النبي ﷺ .....فنضح النبي ﷺ في وجهي من الماء (حدیث المسور بن مخرمۃ مسند احمد ح ۱۸۹۰۸) فقام النبي ﷺ فسمعته حين تشهد (ح ۱۸۹۱۲) فسمعتُ رسول اللہ ﷺ وهو يخطب الناس في منبره هٰذا وانا يومئذ محتلم (ح ۱۸۹۱۳) سمعتُ رسول اللہ ﷺ وهو على المنبر يقول۔ (ح ۱۸۹۲۶)

یعنی یہ حضرات عبداللہ بن زبیر، حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت عبداللہ بن جعفر، عبداللہ بن عمر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہم بتاتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں دیکھا، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سکھایا، وغیرہ مگر مروان صاحب سے کوئی ایسی روایت نہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا، تو چاہے مروان اِن حضرات کے ہم عصر ہوں مگر اِن کی ہم عصری اُس کو صحابی نہیں بناتی، مروان صلح حدیبیہ کا واقعہ روایت کرتے ہیں مگر بلاشک وہ

مرسل روایت ہے، بلکہ بخاری کی روایت میں ہے کہ وہ اُس واقعہ کو صحابہ سے نقل کرتے ہیں تو اُس سے اُن کی صحابیت ثابت نہیں ہوتی، آپ جناب جتنا زور لگالیں مروان کی ایسی کوئی صحیح بلکہ ضعیف روایت بھی روئے زمین کی کتاب سے نہیں لاسکتے کہ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی حال اور مقام میں دیکھ لیا ہو، تو عمر میں مروان اِن حضرات مذکورین کے برابر ہوسکتا ہے مگر یہ برابری اُس کی صحابیت کی دلیل ہرگز ہرگز نہیں بنتی۔

قاضی طاہر علی صاحب کی عربی دانی

قاضی صاحب نے علامہ ابن حجر عسقلانی کی ایک عبارت نقل کی ہے اور اُس کا ترجمہ بالکل غلط کیا ہے جو ماشاء اللہ اُن کی عربی دانی کو آشکارا کرتا ہے، لکھتے ہیں:

''علامہ موصوف نے ایک دوسرے مقام پر بھی حضرت مروان کے لئے یہ لکھا ہے کہ: یقال لہ رویۃ فان ثبت فلا یعرج علی من تکلم فیہ''

(ہدی الساری، فتح الباری جلد ۱۴، ص ۴۴۳)

کہا جاتا ہے کہ اُن کے لئے رویت ثابت ہے یعنی اُنہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہے، اگر یہ ثابت ہوجائے تو اُس کے بارے میں کلام واعتراض کی گنجائش نہیں۔ (سیدنا مروان ص ۶۹)

یہ غلط ترجمہ ہے، صحیح ترجمہ اس طرح ہے: ''کہا جاتا ہے کہ اُس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت حاصل ہے تو اگر یہ ثابت ہو تو جس محدث نے مروان میں کلام کیا اُس (کی کلام) پر اعتماد نہیں کیا جاسکے گا۔''

اس عبارت سے بھی قاضی صاحب کا مطلب حاصل نہیں ہوتا بلکہ قاضی صاحب کے مطلب کے خلاف ہے، اس لئے کہ اوّل انہوں نے یُقَالُ مجہول صیغہ بولا ہے اور یہ صیغہ عام طور پر کمزور قول کے لئے استعمال ہوتا ہے تو علامہ نے اِس کو استعمال کر کے اشارہ کیا کہ مروان کو زیارت حاصل ہونے کا قول کمزور ہے، قاضی طاہر علی صاحب کے مطلب کا یُقَالُ اور قِیْلَ کام کا ہوتا ہے لیکن مطلب کے خلاف ہو تو قاضی صاحب بھی مانتے ہیں کہ یُقَالُ اور قِیْلَ پوری طرح کام کا نہیں ہوتا۔ چنانچہ قاضی صاحب لکھتے ہیں:

''یُقَالُ افواہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔'' (یعنی جس کی کوئی حقیقت ثابت نہیں ہوتی، مرتب) (سیدنا مروان ص ۳۸۷)

دوسرے فَاِنْ ثبت میں اِنْ استعمال کیا اور اِن شک اور فرض وتقدیر کے موقع میں استعمال ہوتا ہے اِس سے بھی اشارہ کیا کہ مروان کو زیارت حاصل ہونے کی بات مشکوک اور غیر یقینی ہے۔

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب

قاضی طاہر علی صاحب لکھتے ہیں: ''جہاں تک حضرت مروان پر صحابی کی تعریف کے اطلاق کا تعلق ہے تو حافظ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (الجزء الثالث ص ۴۲۵ تا ۴۲۹) میں اور علامہ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (الجزء الثالث ص ۴۷۷ تا ۴۷۸) میں القسم الثانی کے تحت لاکر اُن کی صحابیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔ (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۶)

جناب! صحابیت کی تعریف میں کم از کم زیارت ثابت ہونا لازمی بات ہے جب کہ علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ولم یرہ'' مروان کو حضور ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی ہے۔ (الاستیعاب رقم ۲۳۷۰)

''وما اظنہ رأی رسول اللہ ﷺ لانہ وُلد بالطائف ولم یزل بھا حتی ولی عثمان'' ''میرے خیال میں مروان نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا کیوں کہ وہ طائف میں پیدا ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت تک طائف میں رہا ہے۔'' (التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید ۱۷/ ۱۹۰)

تو علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے اُن کی صحابیت پر مہر تصدیق نہیں بلکہ مہر تکذیب ثبت کی ہے، مزید تفصیل علامہ ابن حجر کے حوالہ کے جواب میں اوپر ذکر کر دی گئی ہے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب

قاضی صاحب لکھتے ہیں: ''امام شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وقیل له رویة وذالك محتمل (سیر اعلام النبلاء الجزء الثالث ص ۴۷۶ تحت کبار التابعین) اور کہا گیا ہے کہ حضرت مروان کے لئے احتمالاً رویت ثابت ہے۔ (سیدنا مروان ص ۶۸)

اِس عبارت کے ترجمہ میں بھی قاضی صاحب مغالطہ دے گئے ہیں صحیح ترجمہ اس طرح ہے ''اور کہا گیا کہ مروان کو زیارت حاصل ہوئی ہے اور اِس کا احتمال ہے۔''

اِس عبارت میں امام ذہبی نے قیل سے اُن کو زیارت حاصل ہونے کا قول ذکر کیا ہے، یہ کہنے والا کون ہے؟ معلوم نہیں اور یہ اِس قول کی کمزوری کی علامت ہے (جیسا کہ ذکر ہوا کہ خود قاضی صاحب بھی قیل والے قول کو کمزور مانتے ہیں) اور ذہبی نے فرمایا کہ احتمال ہے یعنی مروان کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی ہو ممکن ہے، مگر امکان سے وقوع تو ثابت نہیں ہوتا۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا علامہ ذہبی رحمہ اللہ وقوع مانتے ہیں یا عدم وقوع؟ اِس عبارت میں بات مبہم چھوڑ دی گئی، صاف عبارت اور امام ذہبی کا واضح اعلان سن لیجئے: قال البخاری لم یر النبی ﷺ قلتُ هو تابعی له تلك الافاعیل (المغنی فی الضعفاء ۲/۶۵۱) امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں مروان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل نہیں ہوئی، میں (ذہبی) کہتا ہوں (واقعی ایسا ہے) وہ (صحابی نہیں ہے) تابعی ہے اُس کے بہت سے برے کام تھے۔ ''قال البخاری لم یر النبی ﷺ قلتُ روی عن بسرة وعن عثمان وله اعمال موبقة نسأل الله السلامة رمی طلحة بسهم وفعل مافعل'' (میزان الاعتدال ۴/۸۹)

امام بخاری نے فرمایا کہ مروان نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے، اُس نے حضرت بسرہ اور عثمان رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اور اُس کے کئی ہلاکت کرنے والے کام تھے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی مانگتے ہیں۔ مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا (جس سے وہ شہید ہوگئے) اور وہ برے کام کئے جو کئے۔

دیکھیں وہ اِن عبارتوں میں فرمارہے ہیں کہ:

(۱) مروان کو حضور ﷺ کی زیارت نہیں ہوئی۔ (۲) مروان تابعی ہے (جب کہ جو مسلمان حضور ﷺ کی زیارت کرلے وہ تابعی نہیں ہوتا صحابی ہوتا ہے)

(۳) مروان کی کئی ایسی حرکتیں اور کرتوت ہیں جو ہلاک کر دینے والے ہیں۔ (۴) مروان نے عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مار کر شہید کر دیا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کی یہ ساری باتیں قاضی طاہر علی صاحب کی کتاب کے مضامین پر مہر تکذیب ثبت کر رہی ہیں۔

علامہ احمد بن محمد قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) اور علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ کا حوالہ اور جواب

قاضی طاہر علی صاحب لکھتے ہیں: ''مؤلف النبراس علامہ عبدالعزیز پرہاروی (م ۱۲۳۹ھ) شارح بخاری علامہ قسطلانی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''مروان ولد فی حیاۃ رسول اللہ ﷺ لم یسمع منہ۔''

(الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ)

''مروان نبی اکرم ﷺ کی حیات میں پیدا ہوئے لیکن آپ ﷺ سے کچھ سنا نہیں۔'' (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۹)

مگر جناب عالی!

اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ مروان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہو گئی، اور وہ صحابی ہیں، لیجیے آپ کو براہ راست علامہ قسطلانی رحمہ اللہ کی کتاب سے دکھاتے ہیں کہ مروان صحابی نہیں ہے، اور زیارت نبوی ﷺ سے مشرف نہیں ہوا، وہ فرماتے ہیں: ''وللسنۃ اثنتین من الھجرۃ ولم یر النبی ﷺ'' (شرح القسطلانی للبخاری ۶/۴۰۴) ولا یثبت لہ صحبۃ (۳/۱۳۰) ولا صحبۃ لہ (۴/۴۳۱)

''مروان سنہ ۲ ہجری میں پیدا ہوا لیکن اُس نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔۔۔ اُس کی صحابیت ثابت نہیں ہے۔۔۔ اُس کو صحابیت حاصل نہیں ہے۔''

علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ سے بھی مروان کی پوزیشن پوچھ لیتے ہیں کہ مروان کیسا آدمی ہے؟ وہ بتاتے ہیں:

اقول امرہ مختلط عندی ومطاعنہ فی التواریخ اکثر من

محاسنه والعلم عندالله .فمن مطاعنه الفتنة التي بدت على ذي النورين رضى الله عنه ومنعه ان يدفن الحسن بن على مع النبي ﷺ وقول النبي ﷺ حين اتى به للتحنيك هو الوزغ بن الوزغ الملعون بن الملعون رواه الحاكم في صحيحه .ويروى انه قاتل طلحة يوم الجمل" الخ! (النهاية ص ۸۴)

میں کہتا ہوں مروان کا حال میرے نزدیک مشتبہ ہے، اُس کے مطاعن تاریخ میں اُس کی خوبیوں سے بڑھ کر ہیں، علم اللہ کو ہے، اس کے مطاعن میں سے وہ فتنہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ظاہر ہوا اور اُس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کے ساتھ دفن نہ ہونے دیا اور جب وہ تحنیک کے لئے لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ وزغ بن وزغ اور ملعون بن ملعون ہے اور نقل ہے کہ اس نے جنگ جمل میں حضرت طلحہ سے لڑائی کی ہے (اور شہید کیا)

علامہ پرہاروی کی ان باتوں سے جناب کو اتفاق نہیں بلکہ اختلاف ہے اور جناب عالی کہتے ہیں کہ سخت تعجب ہے کہ مولانا پرہاروی جیسے محقق عالم بھی حاکم پر اعتماد کر کے حدیث.....کو حضرت مروان کی مذمت میں لکھ گئے۔ الخ! (سیدنا مروان ص ۲۷۵)

کیوں جناب! میٹھا ہپ اور کڑوا تھو تھو؟ ٹھیک ہے کہ بعض باتوں سے اختلاف کیا جائے تو خیر مگر دھوکہ تو نہ دیا جائے، آپ نے تو ظاہر کیا کہ وہ مروان کو اچھا سمجھتے ہیں۔ گویا صحابی مانتے ہیں تو اگر وہ صحابی مانتے تو اُن پر ایسے طعن کیوں تسلیم کر لیتے؟ معلوم ہوا کہ اُن کے نزدیک مروان صحابی نہیں ہے۔

علامہ ابن حسن دیار بکری رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

قاضی صاحب لکھتے ہیں: علامہ ابن حسن دیار بکری (م ۹۸۲ھ) لکھتے ہیں کہ: وكان مروان قد لحق النبي ﷺ (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۰۸) حضرت مروان نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی ہے۔ (سیدنا مروان بن الحکم ص ۷۰)

جناب عالی! علامہ حسین بن محمد ابن حسن (م ۹۶۶ھ) اور حضور ﷺ کے

دور کے درمیان آٹھ صدیوں کا فاصلہ ہے، اِس فاصلہ کو پُر کرتے ہوئے مروان کی رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہونے کی سند پیش فرمایئے، ابن حسن نہ صحابی ہے نہ تابعی ہے، اتنے فاصلے کے ہوتے ابن حسن دیار بکری کی گواہی کی پوزیشن کیا ہو سکتی ہے؟ صحابیت کے لئے بیان کئے ہوئے اصولوں میں سے کس اصول پر علامہ ابن حسن رحمہ اللہ کا حوالہ منطبق ہوتا ہے؟

علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

قاضی صاحب نے علامہ کمال الدین دمیری شافعی (م ۸۰۸ھ) رحمہ اللہ کا حوالہ بھی پیش کیا ہے کہ وہ حیوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں: وکان قد لحق النبی ﷺ وھو صبی (حیوۃ الحیوان الکبریٰ۔ ۱/ ۹۳) مروان جب بچے تھے حضور ﷺ سے ملے تھے۔

جی جناب! اِس حوالے کا جواب بھی وہی ہے، علامہ کمال الدین اور حضور ﷺ کے درمیان سات صدیوں کا فاصلہ ہے، نہ اِس کی کوئی سند ہے، نہ علامہ دمیری صحابی یا تابعی ہیں، تو اِس سے کونسے اصول کے تحت مروان کی صحابیت ثابت ہو رہی ہے؟ پھر علامہ کمال الدین نے کچھ اور بھی ذکر کیا ہے۔ وھو قاتل طلحۃ احد العشرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم وکان کاتب السر لعثمان رضی اللہ عنہ وبسببہ جری علیہ ما جریٰ (۱/ ۹۴) مروان حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل ہے، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کاتب السر تھا اور اِسی مروان کے سبب ہی حضرت عثمان پر وہ حالات آئے جو آئے ہیں۔

جناب قاضی صاحب اِن باتوں کے منکر ہیں اور اِن کو صحیح ثابت نہیں مانتے، تو ہم بھی بجا طور پر کہنے کے حقدار ہیں کہ اگر آپ کے نزدیک یہ باتیں ثابت نہیں، تو اُن کی یہ بات بھی صحیح ثابت نہیں کہ مروان کی حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی ہے، جس طرح آپ کی غیر مسلم باتوں کے لئے صحیح ثبوت چاہئے ایسے ہی حضور ﷺ سے مروان کی ملاقات کے لئے بھی باسند صحیح ثبوت چاہئے؟ مگر اتنی بڑی کتاب لکھ کر بھی قاضی صاحب وہ ثبوت نہیں دے سکے نہ ہی دے سکیں گے۔ ان شاء اللہ دیدہ باید!

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

قاضی صاحب لکھتے ہیں: امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ومروان من اقران ابن الزبیر فھو قد ادرك النبی ﷺ ویمکن انه راٰه عام فتح مکة اوعام حجة الوداع ....وایضاً فقد یکون ابوه حج مع النّاس فراٰه فی حجة الوداع ولعلّه قدم الی المدینة فلا یمکن الجزم بنفی رویته للنبی ﷺ (منہاج السنۃ، الجزء الثالث ص ۱۸۹)

حضرت مروان حضرت عبداللہ بن زبیر کے طبقے میں سے ہیں، انہوں نے نبی اکرم ﷺ کا زمانہ پایا ہے، یہ ممکن ہے کہ انہیں فتح مکہ کے سال یا حجۃ الوداع کے سال شرف رویت حاصل ہوا ہو..... اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ حضرت مروان کے والد حضرت حکم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا تھا تو اس موقع پر حضرت مروان نے حجۃ الوداع میں نبی اکرم ﷺ کو دیکھا ہوگا، اور شاید وہ اس دوران مدینہ طیبہ بھی گئے ہوں، لہٰذا یقینی کے ساتھ اُن سے نبی اکرم ﷺ کی رویت کی نفی نہیں کی جاسکتی، جب کہ صحیح بخاری میں باقاعدہ تصریح پائی جاتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نبی اکرم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو بنی عبدالمطلب کے بچوں نے آپ ﷺ کا استقبال کیا تھا جن میں سے ایک بچے کو آپ نے اپنے ساتھ آگے سوار کرلیا اور ایک کو پیچھے۔

(ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب المناسک، باب استقبال الحاج القادمین) (سیدنا مروان بن الحکم ص ۶۸)

قاضی صاحب نے اس عبارت کے ترجمہ میں بھی کافی غلطیاں کی ہیں اور اپنی طرف سے بطور وضاحت کچھ زائد بھی گھسیڑ دیا ہے، ضروری ہے کہ ہم صحیح ترجمہ پیش کریں۔

اور مروان عبداللہ بن زبیر کے ہم عصر لوگوں میں سے ہیں، پس اُس نے حضور ﷺ کو (یعنی آپ کے زمانے کو) پایا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مروان نے حضور ﷺ کو فتح مکہ والے سال یا حجۃ الوداع کے سال دیکھا ہو..... اور یہ بھی ممکن حد تک ہے کہ اُس کے والد نے لوگوں کے ساتھ حج کیا ہوگا تو اُس نے حضور ﷺ

حجۃ الوداع میں دیکھا (ہوگا) اور شاید کہ مدینہ طیبہ بھی آیا ہو۔ لہٰذا مروان کے حضور ﷺ کو دیکھنے کی نفی یقین سے نہیں کی جاسکتی۔

اس عبارت میں علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ساری باتیں محض امکان کی حد تک بیان کی ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے اور وہ بھی ممکن ہے، یوں بھی ہوا ہوگا اور یوں بھی ہوا ہوگا تو اس سے محض امکان ثابت ہے اور امکان میں وقوع وعدم وقوع دونوں ہو سکتے ہیں تو مروان کی حضور ﷺ سے ملاقات اور رویت اور حکم بن ابی العاص کا حجۃ الوداع کے موقع پر حج کرنا۔ وغیرہ وغیرہ! سب امکان کی حد تک بیان ہوا ہے، نہ کہ وقوع اور تحقق کے انداز میں، یہاں خاص طور پر اس جملے پر بھی غور فرمالیں: وایضاً فقد یکون ابوہ حج مع الناس اُس کے والد حکم نے بھی لوگوں کے ساتھ حج کیا ہوگا۔

یہ نہیں فرمایا کہ حج کیا ہے، بلکہ فرمایا کہ کیا ہوگا، تو حکم کا حجۃ الوداع کے موقع میں حج پر آنا بھی غیر یقینی اور ممکن حد تک ہے (کان ابوہ حج لفظ نہیں ہیں فقد یکون ابوہ حج لفظ ہیں) تو مروان کا اُس موقع میں حضور ﷺ کی زیارت کرنا بھی ممکن حد تک ہوا مگر نہ حکم کا حجۃ الوداع پر آنا منقول، نہ مروان کا زیارت کرنا منقول ہے، تو بات وہیں کی وہیں رہ گئی، جناب کا دعویٰ کہ: ''مروان کے صحابی ہونے میں کسی ادنیٰ شک کی بھی گنجائش نہیں۔'' کیسے ثابت ہوا؟

فائدہ:۔ درج بالا عبارت میں قاضی صاحب نے بخاری کتاب المناسک کا حوالہ دیا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ شریف تشریف لائے بنو عبد المطلب میں سے چھوٹے بچوں نے حضور ﷺ کا استقبال کیا، آپ ﷺ نے ایک کو آگے اور ایک کو اپنے پیچھے سوار کرلیا۔

بخاری شریف میں ہی ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے دن کا ہے اور آپ ﷺ نے آگے عبداللہ بن جعفر کو اور پیچھے قثم بن العباس کو بٹھایا تھا، اس میں مروان بن حکم کا لایا جانا اور اُس کا حضور ﷺ کی زیارت کرنا کون سے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے؟ محض یہ کہہ دینا کہ: ظاہر ہے کہ دیگر قبائل کے بچے بھی استقبال میں شریک تھے، اس موقع پر حضرت عثمان کے چچازاد بھائی کس طرح پیچھے رہ سکتے تھے؟'' (ص ۶۸)

مروان کی صحابیت ثابت نہیں کرتا، کیوں کہ اِس سے محض امکان ہی ثابت ہوا، وقوع تو ثابت نہیں ہوا اور صحابیت کے لئے امکان نہیں بلکہ وقوع کا ثبوت خصوصاً جب قاضی صاحب ان کی صحابیت پر شدت سے مُصر ہیں لازمی ہے۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کا حوالہ اور جواب:

قاضی صاحب لکھتے ہیں۔ علامہ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ) صاف طور پر لکھتے ہیں کہ: هو صحابي عند طائفة كثيرة لانه ولد في حيات النبي ﷺ

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۷)

وہ (یعنی مروان) کثیر جماعت کے نزدیک صحابی ہیں، کیوں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے تھے۔

امام ابن کثیر نے وضاحت کردی ہے کہ اکثر لوگوں کے نزدیک حضرت مروان رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، جب کہ بعض کے نزدیک اُن کی صحابیت میں اختلاف ہے، رؤیت میں نہیں کیوں کہ یہ صحیح ہے کہ اُنہیں صحبت نبوی میسر نہیں ہوئی۔

(سیدنا مروان بن الحکم ص ۷۰)

جناب قاضی صاحب نے طائفۃ کثیرۃ کا ترجمہ ''کثیر جماعت'' تو درست کیا ہے لیکن اُس کی وضاحت میں ''اکثر لوگوں کے نزدیک'' کہہ کر غلط بیانی کی ہے، کثیر صیغہ صفت کو اکثر صیغہ اسم تفضیل سے تبدیل کردیا، کثیر کا مطلب یہ ہے کہ کافی لوگوں نے اُس کو صحابی بتایا، (جب کہ کافی لوگ اُس کی صحابیت نہ ماننے والے بھی ہیں) اور اکثر کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ تعداد اُس کو صحابی بتاتی ہے اور بہت کم تعداد ہے جو اُس کو صحابی نہیں مانتے، یہ بالکل غلط مفہوم ہے، آگے ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں ان شاء اللہ، یہ بھی قاضی صاحب نے غلط ترجمانی کی ہے کہ (ابن کثیر کے نزدیک) اُس کی صحابیت میں اختلاف ہے مگر رؤیت (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ہونے) میں اختلاف نہیں یعنی گویا کہ سب کا اتفاق ہے کہ اُس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ہے، یہ امام ابن کثیر کی بات نہیں ہے یہ قاضی صاحب کی اپنی ترجمانی ہے جس سے امام ابن کثیر بری ہیں، سوچنے کی بات ہے کہ رویت

ہی صحابیت کا مدار ہے، اگر رویت میں اتفاق ہے تو صحابیت میں اختلاف کیسے؟ اور اگر صحابیت میں اختلاف ہے تو رویت میں اتفاق کیسے ہے؟

اب اصل بات سمجھیں، امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وھو صحابی عند طائفة کثیرة لانه ولد فی حیاة النبی ﷺ وروی عنه فی حدیث صلح الحدیبیة و فی روایة فی صحیح البخاری عن مروان ومسور بن مخرمة عن جماعة من الصحابة الحدیث بطوله وروی مروان عن عمر وعثمان وکان کاتبه ای کان کاتب عثمان ..... قال الواقدی و محمد بن سعد ادرك النبی ﷺ ولم یحفظ عنه شیئاً. وکان عمره ثمان سنین حین توفی النبی ﷺ وذکره ابن سعد فی الطبقة الاولی من التابعین وقد کان مروان من سادات قریش وفضلائها . . وقد کان عثمان بن عفان یکرمه ویعظمه وکان کاتب الحکم بین یدیه ومن تحت راسه جرت قضیة الدار وبسببه حصر عثمان بن عفان فیها الخ۔

(البدایہ ۸/ ۲۵۷)

بکثرت جماعت کے نزدیک مروان صحابی ہے کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پیدا ہوا، اور آپ ﷺ سے صلح حدیبیہ کی حدیث روایت کی ہے، (لیکن) صحیح بخاری میں کی روایت میں وہ حدیث مروان ومسور بن مخرمہ سے عن جماعة من الصحابہ مروی ہے، مروان حضرت عمر وعثمان سے روایت کرتا ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا کاتب تھا۔۔۔۔ واقدی اور محمد بن سعد کہتے ہیں کہ مروان نے حضور ﷺ (کے زمانہ) کو پایا ہے لیکن حضور ﷺ سے کچھ یاد نہیں کیا، جب حضور ﷺ کی وفات ہوئی مروان آٹھ سال کی عمر کا تھا، ابن سعد نے اُس کو تابعین کے طبقہ اولی میں ذکر کیا ہے، اور مروان قریش کے سرداروں اور فضلاء میں سے تھا۔۔۔۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اُس کی عزت اور تعظیم کرتے تھے، اور اُن کے سامنے مروان حکم لکھتا تھا، اسی کے سر کے نیچے سے گھر کا قضیہ شروع ہوا، اسی کے سبب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گھر میں محصور کیا گیا۔ (اور شہید کر دیئے گئے)

اس عبارت میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے وہ باتیں بھی بیان کیں جن سے قاضی طاہر علی صاحب کو اختلاف ہے، مروان کی صحابیت کے بارے میں دو قول ذکر کئے ،اول کثیر جماعت کا جو اُس کو صحابی بتاتے ہیں، مگر اُن کی تعیین نہیں ہے کہ اُس جماعت میں کن کن کے نام آتے ہیں؟ قاضی صاحب پر ابن کثیر کی اس تحقیق کی تحقیق لازم ہے، دوسرے ابن سعد سے نقل کیا کہ وہ اُس کو تابعین کے طبقہ اولی میں سے سمجھتے ہیں، لیکن اگرچہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے یہاں اُس کی صحابیت کے قول کا بظاہر وزن بڑھایا ہے کہ طائفہ کثیرہ کا قول بیان کیا ہے، مگر خود اپنی تحقیق اور رائے پیش نہیں کی ،تو خود ابن کثیر رحمہ اللہ کی رائے کیا ہے؟ سوچنے اور تلاش کرنے کی ضرورت ہے، ہم نے کافی جستجو کی تو ہمارے مطالعہ میں یہ آیا کہ امام ابن کثیر رحمہ اللہ مروان کی صحابیت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ ابن کثیر کی ایک کتاب ہے جامع المسانید والسنن، اُس کتاب میں مروان بن الحکم کی مسند روایات ذکر کرنے کے لئے عنوان دے کر فرماتے ہیں: ومات رسول اللہ ﷺ ولم یرہ۔ (جامع المسانید والسنن ۷/ ۳۷۲) رسول اللہ ﷺ کی وفات تک مروان کو حضور ﷺ کی زیارت حاصل نہیں ہو سکی"۔

اور ظاہر ہے کہ صحابی وہی بنتا ہے جس کو ایمان کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی ہو، تو مروان کو زیارت حاصل نہیں ہوئی تو وہ صحابی نہ بنا، لیجئے خود امام ابن کثیر بھی ابن سعد رحمہ اللہ کے قول کو لے رہے ہیں کثیر جماعت کے قول کو ترجیح نہیں دے رہے، لہٰذا وہ قول اُن کے نزدیک بھی مرجوح ہوا۔

ہاں! اب یہ بات ضرور سوچنے سمجھنے کی ہے کہ کیا مروان کو صحابی سمجھنے اور حضور ﷺ کی زیارت (رویت) حاصل ہونے کو تسلیم کرنے والے زیادہ ہیں یا وہ جو اِس کے منکر ہیں؟

مروان کو نہ حضور ﷺ کی زیارت حاصل ہوئی نہ صحابی ہے:

ہمارے اسلاف اور اخلاف اِس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ جو کچھ مطالعہ میں آیا پیش خدمت ہے۔

(۱)۔امام ترمذی اور (۲)۔امام بخاری رحمہما اللہ :

امام ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم ابن العراقی (م ۸۲۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:قال الترمذی سألتُ محمدایعنی البخاری قلتُ له مروان بن الحکم رای النبی ﷺ؟قال لا (تحفۃ التحصیل فی ذکرروات المراسیل۔۱/۲۸۷)

امام ترمذی رحمہ اللہ (م ۲۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ (م ۲۵۶ھ) سے پوچھا کہ مروان بن حکم نے حضور ﷺ کا دیدار کیا ہے؟ تو امام بخاری رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں"۔

ومروان لم یسمع من النبی ﷺ وھو من التابعین۔ مروان نے حضور ﷺ سے کچھ نہیں سنا اور وہ تابعین میں سے ہے۔ (سنن الترمذی ح ۳۰۳۳)

ظاہر ہے کہ تابعی وہ ہوتا ہے جس نے صحابہ کی زیارت کی ہو حضور ﷺ کی زیارت نہ کی ہو، ورنہ تو وہ صحابی بنتا ہے۔

وفی ھٰذاالحدیث روایة رجل من الصحابة وھوسھل بن سعدعن رجل من التابعین وھومروان بن الحکم .لم یسمع من النبی ﷺ وھو من التابعین۔ امام ترمذی نے ایک روایت کے تحت فرمایا کہ اس حدیث میں صحابی سہل بن سعد تابعی آدمی یعنی مروان بن حکم سے روایت کر رہا ہے، مروان کا نبی کریم ﷺ سے سماع نہیں ہے، اور وہ تابعین میں سے ہے۔

(الدرالمنثور ۲/ ۶۴۰، ترمذی ح ۳۰۳۳)

(۳)امام ابن حبان ابوحاتم رحمہ اللہ (م ۳۵۴ھ)

امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:قال ابوحاتم رضی الله عنه عائذبالله ان نحتج بخبرروٰہ مروان ابن الحکم وذووہ فی شیء من کتبنا۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں کہ ہم اپنی کسی کتاب میں ایسی روایت سے حجت پکڑیں جس کو مروان بن حکم اور اُس جیسے لوگ روایت کرتے ہوں۔

(صحیح ابن حبان ص 1112)

ہم اِس وقت مروان پر جرح وتعدیل کی بحث نہیں کر رہے ہیں اس لئے مروان کی روایت حجت ہے یا نہیں؟ اس سے قطع نظر کر کے امام ابن حبان کے ان الفاظ سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ امام ابن حبان رحمہ اللہ کے نزدیک مروان بن حکم صحابی نہیں ہے ورنہ وہ مروان کی روایت کو حجت بنانے سے پناہ نہ پکڑتے ، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تو سب اہل سنت کا نظریہ ہے کہ وہ عادل ہیں، تو عادل اور صحابی کی روایت کی حجیت سے پناہ کا کیا معنی؟ بہر حال ثابت ہوا کہ مروان اُن کے نزدیک صحابی نہیں ہے۔

(۴)۔امام محمد بن احمد تمیمی افریقی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن احمد بن تمیم تمیمی افریقی (م ۳۳۳ھ) رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے ''طبقات علماء افریقیۃ'' اس میں عنوان دیتے ہیں۔''تسمیۃ من دخل افریقیۃ من جلۃ التابعین'' بڑے تابعین کے نام جو افریقہ میں داخل ہوئے۔

اس عنوان کے تحت فرماتے ہیں: دخل افریقیۃ من جلۃ التابعین معبد اخو عبداللہ بن العباس .....ومروان بن الحکم۔ بڑے تابعین میں سے یہ تابعین افریقہ میں داخل ہوئے ،حضرت عبداللہ بن عباس کے بھائی معبد۔۔ مروان بن حکم۔ (طبقات علماء افریقیۃ۔۱/۱۸)

(۵)۔امام علی بن عمر دار قطنی رحمہ اللہ :

امام ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی (م ۳۸۵ھ) رحمہ اللہ نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے ''ذکر اسماء التابعین و من بعدھم ممن صحت روایتہ عن الثقات عند البخاری ومسلم'' یعنی اُن تابعین اور اُن کے بعد والے حضرات کے ناموں کا ذکر جن سے روایات ثقہ راویوں سے منقول ہوں تو امام بخاری اور مسلم کے نزدیک وہ روایات صحیح ہوتی ہیں، اُس کتاب میں باب مروان کے عنوان کے تحت سب سے پہلے مروان بن الحکم کا ذکر کیا ہے۔ (رقم:۱۰۸۵)

(۶)۔امام سلیمان بن احمد طبرانی رحمہ اللہ:

امام سلیمان بن احمد ابوالقاسم طبرانی (م ۳۶۰ھ) کی معاجم ثلاثہ حدیث کی مشہور کتابیں ہیں، امام طبرانی نے اپنی معجم کبیر میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی روایات بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر عنوان دیا ہے: من روی عن معاویة من تابعی المدینة. مروان بن الحکم عن معاویة۔

یعنی اُن روایتوں کا ذکر جو مدینہ طیبہ کے تابعی حضرات نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں، اُن میں پہلے پہل انہوں نے مروان بن الحکم کی روایتیں ذکر کیں، جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام طبرانی کے نزدیک بھی مروان بن حکم تابعی ہے یعنی صحابی نہیں ہے۔ (المعجم الکبیر ۱۹/ ۳۱۸، رقم ۷۲۳)

(۷)۔امام ابن الاثیر رحمہ اللہ:

امام مبارک بن محمد بن محمد، ابن الاثیر رحمہ اللہ (م ۶۰۶ھ) فرماتے ہیں:

ولد علی عهد رسول الله ﷺ قیل سنة اثنتین من الهجرة وقیل عام الخندق.... وقیل غیر ذالك ولم یر النبی ﷺ۔ مروان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا، ایک قول یہ ہے کہ سنہ 2ھ میں ایک قول میں غزوہ خندق والے سال پیدا ہوا، اور قول بھی ہیں (لیکن) اُس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔ (جامع الاصول ۱۲/ ۸۴۷)

(۸) امام نووی رحمہ اللہ:

امام یحیی بن شرف نووی شافعی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

ولد مروان علی عهد رسول الله ﷺ بمكة وقیل بالطائف سنة اثنتین من الهجرة وقال مالك ولد یوم احد وقیل یوم الخندق ولم یسمع النبی ﷺ ولا رآه۔ مروان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مکہ یا طائف میں سنہ ۲ھ کو پیدا ہوا، امام مالک فرماتے ہیں جنگ احد والے دن اور ایک قول جنگ خندق

والے دن پیدا ہوا، نہ اُس نے نبی کریم ﷺ سے کچھ سنا ہے نہ آپ ﷺ کو دیکھا ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ۲/۸۷)

(۹)۔علامہ سبط بن الجوزی رحمہ اللہ:

علامہ یوسف بن قزاوغلی سبط بن الجوزی رحمہ اللہ (م ۶۵۴ھ) فرماتے ہیں: مروان بن الحكم بن ابی العاص بن امية بن عبدشمس ابو عبدالملك من الطبقة الاولى من التابعين من اهل الدينة۔ مروان بن الحکم مدینہ طیبہ کے تابعین کے طبقہ اولی میں سے ہے۔

(مراۃ الزمان فی تواریخ الاعیان ۸/۳۵۱)

(۱۰) امام ولی الدین محمد بن عبداللہ الخطیب رحمہ اللہ (م ۷۴۱ھ)

علامہ محمد بن عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:

وقال صاحب المشكاة فی ترجمته ولدمروان علی عهدرسول الله ﷺ قيل سنة اثنتين من الهجرة وقيل عام الخندق وقيل غيرذالك فلم يرالنبی ﷺ۔ مشکوۃ شریف کے مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مروان رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں سنہ ۲ھ یا غزوہ خندق والے سال وغیرہ میں پیدا ہوا، اُس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۳/۲۵)

(۱۱)۔علامہ کرمانی محمد بن یوسف رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن یوسف بن علی کرمانی شارح بخاری (م ۷۸۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومروان تابعی۔ مروان تابعی ہے۔

(الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری ۱۷/۸۶)

(۱۲)۔علامہ زین الدین عبدالرحمن بن احمد ابن رجب حنبلی بغدادی رحمہ اللہ:

علامہ زین الدین عبدالرحمن ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (م ۷۹۵ھ) فرماتے ہیں: ولا يحتج بروايته۔ مروان بن حکم کی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، لابن رجب ۷/۲۵، باب القرأۃ فی المغرب)

امام ابن رجب رحمہ اللہ کے نزدیک مروان صحابی نہیں، ورنہ صحابی کی روایت کے حجت ہونے میں کس کو کلام ہوسکتا ہے؟

(۱۳)۔علامہ ابن الملقن رحمہ اللہ:

علامہ عمر بن علی بن احمد، ابن الملقن شافعی رحمہ اللہ (م ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں: واما مروان فلم تصح له صحبة۔ مروان کی صحابیت صحیح ثابت نہیں ہے۔
(التوضیح لشرح الجامع الصحیح ۱۲/۳۹)

(۱۴)۔علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ:

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمہ اللہ (م ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں: لا تثبت له صحبة. قال ابن حبان معاذالله ان یحتج به (مغانی الاخبار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار ۳/ ۵۵۴) ولد بعد الهجرة بسنتین ولم یصح له سماع من النبی ﷺ ولا رأه (نخب الافکار ۱۴/ ۲۵) واما مروان فلم تصح له صحبة (عمدۃ القاری ۱۰/ ۳۷) مروان تابعی (عمدۃ ۱۸/ ۱۸۶) قال الذهبی ولم یر النبی صلی الله علیه وسلم۔ (عمدۃ ۶/ ۲۴)

اِن سب عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ مروان سنہ 2ھ کے بعد پیدا ہوا، نہ نبی کریم ﷺ سے اُس کا سماع صحیح ثابت ہے نہ اُس نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے، اُس کی صحابیت صحیح ثابت نہیں، تابعی ہے، ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ مروان کی روایت سے حجت لی جائے، امام ذہبی فرماتے ہیں مروان کو نبی کریم ﷺ کی زیارت حاصل نہیں ہوئی۔

(۱۵)۔علامہ احمد بن اسماعیل بن عثمان بن محمد کورانی حنفیؒ (م ۸۹۳ھ)

علامہ احمد کورانی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مروان هو ابن الحکم ولد فی زمن رسول الله ﷺ ولیس له صحبة۔ مروان بن حکم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا لیکن اُس کو صحابیت حاصل نہیں ہے۔

(الکوثر الجاری الی ریاض احادیث البخاری۔ ۵/ ۱۸۷)

(۱۶)۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ:

علامہ جلال الدین عبدالرحمن سیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) فرماتے ہیں:مروان وھو تابعی .. کذا قال البخاری والترمذی فجزما بانّ مروان تابعی وقال البخاری لم یر النبی ﷺ. لانہ وان ولد فی عھدہ ﷺ عام احد او الخندق فان اباہ نفاہ ﷺ الی الطائف فلم یجیء منھا الا فی خلافۃ عثمان فلم یحصل لمروان رویۃ (التوضیح شرح الجامع ۶/ ۲۸۲۰) ولد بعد الھجرۃ بسنتین او نحوھما ولم یحصل لہ رویۃ. مروان تابعی ہے، امام بخاری وترمذی نے یقین سے بیان کیا کہ وہ تابعی ہے، کیوں کہ اگرچہ حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہوا جنگ احد یا جنگ خندق کے سال لیکن حضور ﷺ نے اُن کے والد کو طائف کی طرف جلاوطن کیا اور وہ پھر وہاں سے خلافت عثمان میں ہی واپس آیا تو مروان کو زیارت حاصل نہیں ہوئی ہے۔

(حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاھرۃ۔۱/ ۲۳۴)

(۱۷)۔علامہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری مصری شافعی رحمہ اللہ:

علامہ زکریا بن محمد بن احمد انصاری مصری شافعی رحمہ اللہ (م ۹۲۶ھ) فرماتے ہیں:(مروان بن الحکم) لم یصح لہ سماع من النبی ﷺ ولا صحبۃ. مروان بن حکم کا نہ تو حضور ﷺ سے سماع صحیح ثابت ہے، نہ اُس کی صحابیت ثابت ہے۔

(منحۃ القاری بشرح صحیح البخاری ۶/ ۲۴۲)

(۱۸)۔علامہ ملا علی بن سلطان قاری رحمہ اللہ:

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:ولد علی عھد رسول اللہ ﷺ ولم یر النبی ﷺ. مروان حضور ﷺ کے دور میں پیدا ہوا لیکن حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔

(مرقات ۶/ ۲۶۴۱)

(۱۹)۔علامہ عبدالرؤوف مناوی رحمہ اللہ:

علامہ عبدالرؤف مناوی مصری رحمہ اللہ (م ۱۰۳۱ھ) فرماتے ہیں: ولد

بمکة سنة اثنتین ولم یر النبی ﷺ۔ مروان مکہ مکرمہ میں سنہ ۲ھ میں پیدا ہوا، اُس نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔(فیض القدیر تحت ح ۹۹۴۴) ولم یر المصطفی۔(التیسیر شرح الجامع الصغیر ۲/ ۵۰۳)

(۲۰)۔علامہ الحسین بن محمد بن سعید المغربی (م ۱۱۱۹ھ)

علامہ الحسین بن محمد بن سعید المغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ومروان متکلم فیہ۔ مروان بن حکم میں کلام کی گئی ہے۔(البدر التمام شرح بلوغ المرام ۲/ ۳۳)

جب علامہ المغربی مروان میں کلام مان رہے ہیں تو یہ صاف دلیل ہے کہ اُن کے نزدیک مروان صحابی نہیں ہے۔

(۲۱)۔علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ:

علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) فرماتے ہیں: لایثبت لہ صحبة۔ مروان کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہے۔ (شرح الزرقانی علی المؤطا ۱/ ۱۸۶)

(۲۲)۔علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی رحمہ اللہ

علامہ محمد بن اسماعیل بن صلاح کحلانی صنعانی رحمہ اللہ (م ۱۱۸۲ھ) ایک روایت کے تحت فرماتے ہیں: ومروان فیہ کلام لایحسن معہ حدیثہ۔ مروان بن حکم میں کلام ہے جس کے ہوتے اُس کی حدیث حسن نہیں ہوسکتی۔

(التنویر شرح الجامع الصغیر۔ ۱۱/ ۱۷۳، حدیث ۹۲۲۶)

معلوم ہوا کہ علامہ صنعانی کے نزدیک مروان بن حکم صحابی نہیں ہے، ورنہ وہ مروان کے حق میں ایسی بات نہ کہتے۔

(۲۳)۔علامہ احمد بن عبد الرحمن ساعاتی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۸ھ)

علامہ احمد ساعاتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مروان ھو ابن الحکم الاموی .. ولم تصح لہ صحبة۔ مروان بن حکم اموی کے لئے صحابیت صحیح ثابت نہیں ہے۔

(الفتح الربانی۔ ۱۰/ ۶۶)

(۲۴)۔علامہ محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارک پوری رحمہ اللہ

اہل حدیث عالم علامہ محمد عبدالرحمن مبارک پوری (م ۱۳۵۳ھ) فرماتے ہیں:
لایثبت له صحبة۔مروان کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہے۔ (تحفۃ الاحوذی ۳/۲۵)

(۲۵)۔علامہ شرف الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ:

اہل حدیث عالم علامہ محمد اشرف بن امیر شرف الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ (م ۱۳۲۹ھ) فرماتے ہیں:لایثبتُ له صحبة ۔مروان کے لئے صحابیت ثابت نہیں ہے۔ (عون المعبود۔۱۱/۲۸۵)

(۲۶)۔علامہ عبداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ:

علامہ ابوالحسین عبداللہ بن محمد عبدالسلام مبارک پوری رحمہ اللہ (م ۱۴۱۴ھ) فرماتے ہیں: قال ابن شاهین مات النبی ﷺ وهو ابن ثمان سنین فیکون مولده بعد الهجرة بسنتین، یقال له روية والصحیح انه لایثبت له صحبة جزم به جماعة منهم البخاری، قال ابن عبدالبر لم یر النبی ﷺ امام ابن شاہین فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات کے وقت مروان کی عمر آٹھ سال تھی تو اس کی پیدائش ہجرت کے دو سال بعد ہوگی، کہا جاتا ہے کہ اُس کو رویت (حضور ﷺ کی زیارت) حاصل ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اُس کی صحابیت ثابت نہیں ہے اِس کو بالیقین بیان کیا ایک جماعت نے جن میں سے امام بخاری ہیں، امام ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ مروان نے حضور ﷺ کی زیارت نہیں کی ہے۔
(مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ۵/۶۷)

(۲۷)۔خود مروان بن حکم کا اعتراف:

علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:عن رجل من التابعین وهو مروان بن الحکم، ولم یسمع من النبی صلی الله علیه وسلم، وقال بعضهم: لایلزم من عدم السماع عدم الصحبة. وقد ذکره ابن عبد

البر فی الصحابة انتهى. قلت: ولو ذكره فى كتاب (الاستيعاب) فى: باب مروان، ولكنه قال: لم ير النبى صلى الله عليه وسلم. لأنه خرج إلى الطائف طفلا لا يعقل، وقد ثبت عنه أنه قال لما طلب الخلافة فذكروا له ابن عمر. فقال: ليس ابن عمر بأفقه منى، ولكنه أسن منى، وكانت له صحبة. فهذا اعتراف منه بعدم الصحبة۔ تابعی آدمی سے مراد مروان بن حکم ہے، اس نے نبی کریم ﷺ سے کوئی حدیث نہیں سنی، بعض نے کہا حدیث نہ سننے سے صحابہ نہ ہونا لازم نہیں آتا، جب کہ امام ابن عبدالبر نے اس کو صحابہ میں ذکر کیا، میں (عینی) کہتا ہوں کہ اگرچہ انہوں نے اس کا باب مروان میں ذکر کیا ہے، لیکن فرمایا ہے کہ مروان نے نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا، کیوں کہ وہ بچپن میں جب نا سمجھ تھا طائف چلا گیا تھا، اور مروان سے یہ بات ثابت ہے کہ جب اُس نے خلافت کا مطالبہ کیا لوگوں نے اُس کے سامنے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا (کہ وہ تم سے زیادہ اس کے اہل ہیں) تو مروان نے کہا کہ ابن عمر مجھ سے زیادہ دین کی سمجھ رکھنے والے نہیں ہیں ہاں مجھ سے زیادہ عمر والے ہیں اور اُس کو حضور ﷺ کی صحابیت حاصل ہے، مروان کا یہ قول اُس کی طرف سے اِس بات کا اقرار ہے کہ اُس کو نبی کریم ﷺ کی صحابیت حاصل نہیں ہے۔ (عمدۃ القاری۔ ۱۸/۱۸۶)

اس سے واضح ہے کہ بہت بڑی تعداد میں اسلاف اُس کی صحابیت کی نفی کر رہے ہیں اور اُس کو تابعی بتا رہے ہیں اور علامہ عینی کے بیان کے مطابق تو خود مروان کو اپنے صحابی نہ ہونے کا اقرار ہے، تو وہ جماعت کثیر کون ہیں جو اُس کی صحابیت کے قائل ہیں؟ ذرا قاضی طاہر علی صاحب ہی ہمت کر کے پورا زور صرف کر کے اس کو صحابی بتانے والوں کی اتنی تعداد تو پوری کر لیں جتنی تعداد ہم نے صحابیت کی نفی کرنے والوں کی پیش کر دی ہے، فقط!

☆☆☆

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قتل:

مروان کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ عشرہ مبشرہ کے عظیم فرد حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا قتل ہے، اس بارے میں روایات متعدد ہیں۔ بعض کا ذکر قاضی طاہر علی صاحب نے بھی کیا ہے اور علماء اسلاف کی تصریحات بھی بہت ہیں۔ اوّل بعض روایات درج کی جاتی ہیں۔

روایت نمبر ۱: ابو اسامہ کہتے ہیں کہ مجھے اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا۔ اسماعیل کہتے ہیں کہ ہمیں قیس (بن ابی حازم) نے بتایا: رمٰی مروان بن الحکم یوم الجمل طلحة بسهم فی رکبته جنگ جمل والے دن مروان بن حکم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا جو اُن کے گھٹنے میں لگا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ح ۳۷۷۷۰، مجمع الزوائد ح ۱۴۸۲۲، رواہ الطبرانی، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/ ۱۶۷)

اس روایت کے راوی (۱) ابو اسامہ حماد بن اسامہ صحاح ستہ کے راوی ہیں، ثقہ وثبت ہیں (تقریب التہذیب) (۲) اسماعیل بن ابی خالد احمسی صحاح ستہ کے راوی ہیں، ثقہ وثبت ہیں (تقریب) (۳) قیس بن ابی حازم بجلی کوفی بھی صحاح ستہ کے راوی ہیں، ثقہ ہیں، عشرہ مبشرہ سے روایت کرتے ہیں (تقریب) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سفر کیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تب مدینہ طیبہ پہنچے۔

قاضی طاہر علی صاحب کے نزدیک اس روایت کا یہی راوی مجروح ہے، قاضی صاحب نے حدیث کلاب حوأب سے متعلق اپنے مضمون میں اِس پر کلام کیا ہے، ہم بھی حدیث کلاب حوأب کے مضمون میں اُس کا پورا پورا جواب دے کر فارغ ہو چکے ہیں۔

اس سند سے متعلق امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ اِس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اِس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں (مجمع الزوائد ح ۱۴۸۲۲) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قیس بن ابی حازم کی روایت کی سند صحیح ہے (الاصابۃ ۳/ ۲۲) امام حاکم اور ذہبی رحمہما اللہ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (المستدرک ۳/ ۴۱۸، رقم ۵۵۹۱)

یاد رہے کہ قیس بن ابی حازم جنگ جمل میں شامل تھے اور انہوں نے اپنی

آنکھوں کا مشاہدہ بیان کیا ہے: رئیت مروان بن الحکم حین رمی طلحة یومئذ بسهم۔

(سیر اعلام النبلاء۔ ۱/ ۳۶، الاصابۃ ۳/ ۴۳۲، المعجم الکبیر ۱/ ۱۱۳، رقم ۲۰۱، المستدرک ح ۵۵۹۱)

روایت نمبر ۲: خلیفہ بن خیاط معاذ بن ہشام سے وہ ہشام سے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں اور قتادہ جارود بن ابی سبرۃ سے روایت کرتے ہیں کہ: نظر مروان بن الحکم الی طلحة بن عبید الله یوم الجمل فقال لا اطلب بثأری بعد الیوم فرماه بسهم فقتله۔ مروان نے جنگ جمل کے دن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کہا آج کے دن کے بعد میں اپنے خون (خونِ عثمان) کا مطالبہ نہیں کروں گا (یا مجھ سے قصاص کا مطالبہ نہیں کیا جا سکے گا) پھر حضرت طلحہ کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ (تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۱۸۵، تاریخ ابن ابی خیثمہ ۲/ ۷۶، رقم ۱۸۰۰، قبول الاخبار و معرفۃ الرجال۔ ۱/ ۲۲۹، تالیف امام ابو القاسم عبداللہ بن احمد کعبی بلخی، م ۳۱۹ھ)

اس روایت کے راوی (۱) معاذ بن ہشام دستوائی بصری سچے اور صحاح ستہ کے راوی ہیں، بعض اوقات وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (۲) ہشام بن حسان ابو عبداللہ بصری ثقہ ثبت اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (۳) قتادہ بن دعامہ بصری بھی ثقہ وثبت اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (۴) ابو نوفل جارود بن ابی سبرۃ بصری بھی سچا ابوداؤد وغیرہ کا راوی ہے۔ (تقریب التہذیب)

اور ابن ابی خیثمہ رحمہ اللہ کی روایت کے راوی (۱) عمرو بن مرزوق (۲) عمران القطان (۳) قتادہ (۴) جارود بن ابی سبرہ بذلی ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی سند صحیح ہے۔

(الاصابۃ ۳/ ۴۳۲)

یہ روایت ابن ابی شیبہ میں بسند وکیع عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس بھی مروی ہے۔ (ابن ابی شیبہ ح ۳۰۵۷۸) ابن ابی شیبہ کی یہ سند بھی بالکل صحیح ہے راوی سارے ثقہ ہیں۔

روایت نمبر ۳: روح بن عبادہ ابن عون سے وہ نافع سے روایت کرتے ہیں:

کان مروان مع طلحة فی الخیل فرأی فرجة فی درع طلحة فرماہ بسهم فقتله۔ مروان لشکر میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی ذرع میں (خلل) پھٹن دیکھی تو اُن کو تیر مار کر شہید کر دیا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳/۱۶۷)

اس سند کے راوی (۱) روح بن عبادۃ بصری ثقہ فاضل اور صحاح ستہ کے راوی ہیں (۲) عبداللہ بن عون بن ارطبان بصری ثقہ ثبت فاضل صحاح ستہ کے راوی ہیں (۳) نافع، مولی عبداللہ بن عمر، ابوعبداللہ مدنی صحاح ستہ کے راوی اور ثقہ ثبت مشہور فقیہ ہیں، تو اس سند کے راوی بھی ثقہ ہیں۔

روایت نمبر ۴: حماد بن زید قرۃ بن خالد سے وہ امام محمد ابن سیرین سے روایت کرتے ہیں: قال رمی طلحة بن عبیدالله بسهم فاصاب ثغرة نحره. قال فاقر مروان انه رماہ. ان مروان اعتراف انه قتل طلحة۔ طلحہ بن عبیداللہ کو تیر مارا گیا تو وہ گلے کے سوراخ میں آلگا، ابن سیرین کہتے ہیں کہ مروان نے اقرار کیا کہ وہ تیر اُس نے مارا تھا۔

(الاستیعاب ۲/۷۶۹، تاریخ خلیفۃ بن خیاط ص ۱۸۵، السنۃ لابی بکر بن الخلال ح ۸۴۰)

اس سند کے راوی (۱) حماد بن زید ازدی بصری ثقہ ثبت فقیہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (۲) قرہ بن خالد بصری ثقہ وضبط کرنے والے صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (۳) محمد بن سیرین بصری ثقہ ثبت عابد صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ (تقریب التہذیب)

اس روایت کے الفاظ یوں بھی آئے ہیں: انّ مروان اعترض طلحة لمّا جال النّاس بسهم فاصابه فقتله۔ مروان نے تیر لے کر اُس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا سامنا کیا جب لوگ اِدھر اُدھر منتشر ہوئے، اور اُن کو تیر مار کر شہید کر دیا۔ (الطبقات الکبری ۳/۱۶۷)

روایت نمبر ۵: زہیر بن حرب کہتے ہیں کہ ہمیں وہب بن جریر نے بیان کیا، وہب کہتے ہیں ہمیں جویریۃ بن اسماء نے بیان کیا، جویریہ کہتے ہیں ہمیں یحیی بن سعید (بن حیان) نے بیان کیا، وہ کہتے ہیں مجھے میرے چچا نے بیان کیا کہ ہم لوگوں کو

جگہوں پر ٹھہرانے میں لگے تھے کہ: اذ رمی مروان بن الحکم بسھم طلحۃ بن عبیداللہ... و التفت الی ابان بن عثمان وھو الی جنبہ فقال قد کفیتک احد قتلۃ ابیک۔ اچانک مروان نے حضرت طلحہ کو تیر مارا (شہید ہو گئے)۔ ۔۔اور ابان بن عثمان کی طرف توجہ کر کے کہنے لگا تیرے باپ کے ایک قاتل کو قتل کر کے میں نے تیری کفایت کر دی۔

(تاریخ المدینۃ لابن شبۃ ۴/ ۱۱۷۰، سیر اعلام النبلاء۔ ۱/ ۳۶، تاریخ خلیفۃ بن خیاط ص ۱۸۵)

اس روایت کے راوی (۱) زہیر بن حرب بن شداد نسائی ثقہ وثبت ہیں بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی کے راوی ہیں (۲) وہب بن جریر ابن حازم بصری ثقہ اور صحاح ستہ کے راوی ہیں (۳) جویریہ بن اسماء بن عبید ضبعی بصری ثقہ بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی کا راوی ہے (۴) یحیی بن سعید بن حیان تیمی امام وثبت صحاح ستہ کے راوی ہیں (۵) یحیی کے چچا یزید بن حیان ثقہ ہیں ابوداؤد، مسلم، نسائی کے راوی ہیں، اور روایت کے الفاظ صاف بیان کرتے ہیں کہ یہ بھی عینی شاہد اور جنگ میں شریک لوگوں میں سے ہیں، تو یہ سند بھی بالکل صحیح ہے۔

روایت نمبر ۶: امام محمد ابن سعد کہتے ہیں ہمیں موسی بن اسماعیل نے خبر دی وہ کہتے ہیں مجھے جویریہ بن اسماء نے نافع سے بیان کیا کہ نافع کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کے محاصرہ کے دن مروان کو سخت مار پڑی جس سے دونوں کان کچھ کٹ گئے۔۔۔۔ جب حضرت عثمان شہید ہو گئے، اور طلحہ وزبیر و عائشہ رضی اللہ عنہم حضرت عثمان کے قصاص کے مطالبہ کے لئے بصرہ چلے اُن کے ساتھ مروان بن حکم بھی چلا، تو اُس نے لڑائی میں خوب حصہ لیا: فلما رای انکشاف الناس نظر الی طلحۃ بن عبیداللہ واقفاً فقال واللہ ان دم عثمان الا عند ھذا، ھو کان اشد الناس علیہ.. ففوق لہ بسھم فرماہ بہ فقتلہ۔ جب لوگوں میں خلل دیکھا حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہوئے دیکھا تو کہا اللہ کی قسم خون عثمان اسی کے پاس ہے، یہی سب لوگوں میں سے حضرت عثمان کے خلاف سخت تھے، تو اُن کے لئے تیر برابر کیا اور اُنہیں تیر مار کر شہید کر دیا۔ (الطبقات الکبری ۵/ ۲۸)

اس سند کے راوی (۱) موسیٰ بن اسماعیل المنقری ثقہ وثبت صحاح ستہ کے راوی ہیں (۲) جویریہ بن اسماء (۳) اور نافع مولی ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ذکر اوپر والی روایت میں گذر گیا وہ بھی بلاشک ثقہ ہیں، تو یہ سند بھی بالکل صحیح ہے۔

روایت نمبر ۷: عکراش بن ذؤیب سے روایت ہے کہتے ہیں: کنّا نقاتل علیّامع طلحة ومعنامروان فانهزمنافقال مروان لاادرك بثأري بعداليوم من طلحة .قال فرمى بسهم فقتله۔ ہم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑ رہے تھے ہمارے ساتھ مروان بھی تھا، ہمیں شکست ہوئی، تو مروان نے کہا آج کے بعد طلحہ سے اپنا (خون کا) بدلہ نہیں لے سکوں گا، تو اُس نے تیر مارا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

(اتحاف المھرۃ لابن حجر ۶/ ۳۶۴)

امام حاکم کی اس روایت کی سند کے راوی (۱) محمد بن یعقوب بن یوسف بن یعقوب الحافظ العدل نیشاپوری ابن الاخرم حافظہ وسمجھ میں فاضل ابن الفاضل ہیں، بہت بڑے محدث اور کتب حدیث کے مصنف ہیں۔ (الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم ۲/ ۱۲۸۲) (۲) محمد بن اسحاق بن ابراہیم ثقفی الامام الحافظ الثقۃ شیخ الاسلام محدث خراسان ہیں۔ (رجال الحاکم ۲/ ۱۷۶) (۳) عباد بن الولید الغبری ابو بدر ثقہ قرار دیئے گئے ہیں۔ (الکاشف ۱/ ۵۳۲، رقم ۲۵۷۹) ابن ابی حاتم نے کہا سچا راوی ہے۔ (تہذیب التہذیب ۵/ ۱۰۸) (۴) حبان بن ہلال باہلی بصری ثقہ وثبت راوی ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۲/ ۱۷۰) (۵) شریک بن الخطاب عنبری تمیمی بصری کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، حاکم نے کہا شیخ ثقہ ہے اہل اہواز میں سے ہے۔ (التذلیل علی کتب الجرح والتعدیل) (۶) عتبہ بن صعصعہ بن الاحنف السعدی کو ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ (الثقات رقم ۴۷۰۱) اور کسی سے جرح منقول نہیں۔ (۷) عکراش بن ذؤیب تمیمی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، تو یہ روایت بھی بالکل صحیح سند والی ہے، اور حضرت عکراش رضی اللہ عنہ بھی عینی شاہد ہیں۔

روایت نمبر ۸: ابن عون نافع مولی ابن عمر رحمہ اللہ سیر روایت کرتے ہیں کہ نافع

رحمہ اللہ نے فرمایا: قال نافع طلحة بن عبيدالله قتله مروان بن الحكم۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن حکم نے شہید کیا۔ (اتحاف المھرۃ لابن حجر ۶/ ۳۶۴)

اس روایت کے راوی (۱) ابوالعباس (۲) عباس بن محمد (۳) اشہل بن حاتم (۴) ابن عون عن نافع ہیں۔

روایت نمبر ۹: عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں مجھے محمد بن حمران نے قرہ بن خالد سے روایت کرتے ہوئے خبر دی، قرہ نے کہا کہ مجھے نافع نے بیان کیا: رمی مروان يوم الجمل طلحة بسهم فاثبته فی ثغرة نحرہٖ الخ۔ جنگ جمل کے دن مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو تیر مارا، اُس کے گلے کے سوراخ میں گھسا دیا۔ (تاریخ المدینۃ لابن شبۃ ۴/ ۱۱۷۰)

اس روایت کے راوی (۱) عبداللہ بن عمرو امام عمر بن شبۃ کے استاذ محدث ہیں، صحیح نام عبیداللہ بن عمرو القواریری ہے، امام عبداللہ بن احمد اور ابویعلی موصلی وابوالقاسم البغوی وعجلی بھی اُن کے شاگردوں میں سے ہیں، امام احمد وعلی بن الجعد رحمہم اللہ کے ہم عصر ہیں (۲) محمد بن حمران بن عبدالعزیز قیسی بصری سچے راوی ہیں البتہ اس میں معمولی ڈھیلا پن ہے، نسائی، ترمذی وغیرہ کے راوی ہیں (تقریب) (۳) قرہ بن خالد اور (۴) نافع مولی ابن عمر کا اوپر ذکر ہو گیا۔

روایت نمبر ۱۰: امام ابن عساکر بسند ابوالقاسم بن السمر قندی، ابوالفضل بن البقال، ابوالحسین بن بشران، عثمان بن احمد، حنبل بن اسحاق، حمیدی، سفیان، عن عبدالملک بن مروان روایت کرتے ہیں کہ موسیٰ بن طلحہ ولید بن عبدالملک کے پاس داخل ہوئے، تو اُس کو ولید نے کہا: ما دخلت علیّ قط الا هممت بقتلك لولا انّ ابي اخبرني ان مروان قتل طلحة۔ جب بھی تو میرے پاس آیا میں نے تیرے قتل کا ارادہ کیا (اور قتل کر دیتا) اگر میرے والد نے مجھے نہ بتایا ہوتا کہ مروان نے طلحہ کو قتل کیا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر، کتاب النوادر للحمیدی تھذیب التھذیب ۵/ ۲۲)

اس روایت کے راوی (۱) ابوالقاسم اسماعیل بن السمر قندی ابن عساکر کے استاذ اور بہت بڑے محدث ہیں (۲) ابوالفضل بن البقال المقری عمر بن عبیداللہ بن

عمر بغدادی، سنہ ۳۹۵ھ کو پیدا ہوئے، یہ بھی مقرری ہونے کے ساتھ بڑے محدثین میں سے ہیں۔ (تاریخ الاسلام ذہبی ۳۲/۵، تاریخ بغداد ۲۰/۷۶) (۳) ابوالحسین علی بن بشران ثقہ وعادل وامین تھے۔ (اکمال الاکمال) (۴) عثمان بن احمد بن السماک الشیخ الامام المحدث ہے۔ (۵) حنبل بن اسحاق بن حنبل امام احمد کے چچازاد بھائی اور شاگرد الحافظ ثقہ وثبت ہیں۔ (۶) امام حمیدی جانے پہچانے محدث عظیم اور امام بخاری کے عظیم استاذ ہیں، جن کی ثقاہت شک سے بالا ہے۔ (۷) سفیان بن عیینہ بھی ثقہ اور عظیم امام فقیہ ہیں۔ (۸) عبدالملک بن مروان، اگر یہ مروان بن حکم کا بیٹا ہو تو وہ کچھ بھی ہو جناب کے نزدیک ثقہ ہے، اور اگر عبدالملک بن مروان بن الحارث بن ابی ذباب ہو تو ابن حبان نے اُس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، اور اگر عبدالملک بن مروان بن قارظ اہوازی ہو تو بھی ابن حبان نے اُس کو ثقات میں ذکر کیا، اور اُس کو مستقیم الحدیث (ٹھیک حدیث والا) کہا گیا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

اِن صحیح سند والی روایتوں کے علاوہ دوسری روایات بھی متعدد سندوں سے منقول ہیں اگر وہ ساری ضعیف بھی ہوں تو حرج نہیں کیوں کہ یہ صحیح السند اُن کی تائید کرتی ہیں، اور ضعیف سند والی روایات بطور شاہد ہوں گی۔

بعض اسلاف کی عبارات:

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں: وھٰذا طلحة بن عبیداللہ انتزع له مروان سهماً وهو معهم واقف یوم الجمل فی الصف وقال لااطلب بدم عثمان احداغیرك فرماه بسهم فقتله۔ طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کے لئے مروان نے تیر سیدھا کیا حالاں کہ جنگ جمل کے دن وہ اُنہی کے ساتھ صف میں کھڑے تھے، اور کہا تیرے سوا میں کسی سے خون عثمان نہیں مانگتا، پھر تیر مارا اور شہید کر دیا۔ (الجامع لعلوم الامام احمد، العقیدۃ ۳۴۱/۴)

علامہ ذہبی رحمہ اللہ یحیی بن بکیر اور خلیفہ بن خیاط اور ابونصر کلاباذی رحمہم اللہ سے نقل کرتے ہیں: قال یحیی بن بکیر وخلیفة بن خیاط وابو نصر الکلا

باذی ان الذی قتل طلحة مروان بن الحکم۔ جس نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا وہ مروان بن حکم ہے۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ۳/۲۰۰)

علامہ ابن الجوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضر طلحة یوم الجمل فرماہ مروان بن الحکم فاصاب ساقه۔ حضرت طلحہ جنگ جمل کے دن حاضر ہوئے تو اُس کو مروان بن حکم نے تیر مارا جو اُن کی پنڈلی میں لگا۔ (المنتظم ۵/۱۱۴)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ولا یختلف العلماء الثقات فی ان مروان قتل طلحة یومئذ وکان فی حزبه۔ ثقہ علماء کا اِس میں اختلاف نہیں (اتفاق ہے) کہ جنگ جمل کے دن مروان نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا جب کہ حضرت طلحہ اُنہی کے گروہ میں تھے۔ (الاستیعاب باب طلحہ ۲/۱۰۳)

امام ابن حبان رحمہ اللہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: قتله المروان بن الحکم بسهم رماه۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو مروان بن حکم نے تیر مار کر شہید کیا۔ (کتاب الثقات ۲/۲۳۹)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) فرماتے ہیں: وقتل طلحة یوم الجمل سنة ست وثلاثین رمی بسهم جاء من طرق کثیرة أن مروان بن الحکم رماه فأصاب رکبته فلم یزل ینزف الدم منها حتی مات۔ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ جنگِ جمل والے دن سنہ ۳۶ھ کو شہید ہوئے، انہیں تیر مارا گیا، بکثرت سندوں سے منقول ہے کہ مروان بن حکم نے ان کو تیر مارا جو ان کے گھٹنے میں لگا اور مسلسل اس سے خون بہتا رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔ (فتح الباری ۷/۸۲ دار المعرفہ)

یہی الفاظ علامہ عینی کے ہیں: وقتل طلحة یوم الجمل سنة ست وثلاثین، رمی بسهم. وروی من طرق کثیرة أن مروان بن الحکم رماه فأصاب رکبته فلم یزل ینزف الدم منها حتی مات۔ (عمدۃ القاری ۱۶/۲۲۶) وطلحة بن عبید الله مصغرا التیمی أحد العشرة المبشرة بالجنة. قتله مروان بن الحکم یوم الجمل (۲۴/۱۱۰)

اِن کے علاوہ جن علماء اسلاف نے قتیل، یقال کے بغیر مروان بن حکم کو ہی

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قاتل بیان کیا یا اِسی قول کو اصح قرار دیا درج ذیل ہیں:

(۱) سبط ابن الجوزی (مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان ۶/۲۴۷) میں لکھا ہے کہ اصح یہ ہے کہ اُن کو مروان نے قتل کیا اور اِس پر علماء کا اجماع ہے) (۲) ہشام (مرآۃ الزمان) (۳) بلاذری احمد بن یحیی بن جابر (م ۲۷۹ھ) (جمل من انساب الاشراف ۲/۲۴۷) (۴) شیخ موفق (مرآۃ الزمان) (۵) یوسف بن تغری بن بردی ابوالمحاسن (م ۸۷۴ھ) (النجوم الزاھرۃ فی ملوک مصر والقاھرۃ۔ ۱/۱۰۱) (۶) عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری (م ۲۷۶ھ) (المعارف ص ۲۲۷) (۷) مطہر بن طاہر مقدسی (م ۳۵۵ھ) (البدء والتاریخ ۵/۸۱) (۸) علامہ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی (م ۷۴۸ھ) (تاریخ الاسلام ۳/۵۲۲) ذکر طلحۃ بن عبیداللہ، (العبر فی خبر من غبر ۱/۷۲، سیر اعلام النبلاء) (۹) علامہ عبدالحی بن احمد عکری حنبلی (م ۱۰۸۹ھ) (شذرات الذھب فی اخبار من ذھب ۱/۲۷۹، سنۃ احدی وستین) (۱۰) عبدالملک بن حسین بن عبدالملک عصامی مکی (م ۱۱۱۱ھ) (سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی ۲/۵۷۱) (۱۱) امام محمد بن احمد بن تمیم تمیمی افریقی (م ۳۳۳ھ) (الحن ص ۱۰۷) (۱۲) امام محمد ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) (تاریخ الطبری ۱۱/۵۰۷، ممن قتل فی سنۃ ستۃ وثلاثین) (۱۳) امام تقی الدین محمد بن احمد فاسی مکی (م ۸۳۲ھ) (العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین ۴/۲۹۸، ج ۶/۵۵) (۱۵) امام احمد بن محمد بن الحسین ابونصر بخاری کلاباذی (م ۳۹۸ھ) (الھدایۃ والرشاد فی معرفۃ اھل الثقۃ والسداد ۱/۳۷۱، و منھم من اسمہ طلحۃ) (۱۶) امام یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) (الاستیعاب ۲/۷۶۶، ذکر طلحۃ) (۱۷) امام ابوالحسن علی بن ابی الکرم ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) (اسد الغابۃ ۲/۴۶۹) (۱۸) ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) (مختصر تاریخ دمشق ۱۱/۲۰۷) (۱۹) علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن سخاوی (م ۹۰۲ھ) (التحفۃ اللطیفۃ فی تاریخ المدینۃ الشریفۃ ۱/۴۷۲) (۲۰) علامہ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) (الاصابۃ ۳/۴۳۲، فتح الباری ۱/۴۴۳) (۲۱) الشیخ عبدالرزاق عفیفی (م ۱۴۱۵ھ) (مذکرۃ التوحید ص ۱۷۱، فتاوی ورسائل للعفیفی ۱/۳۳۱) (۲۲) علامہ ابن الملقن عمر بن علی بن احمد مصری (م ۸۰۴ھ) (التوضیح

لشرح الجامع الصحیح ۱۸/۴۶۵) (۲۳) عمادالدین اسماعیل بن علی بن محمود (م ۷۳۲ھ) (المختصر فی اخبار البشر ۱/۱۷۴) (۲۴) علامہ عمر بن مظفر بن عمر المعری الکندی (م ۷۴۹ھ) (تاریخ ابن الوردی ۱/۱۴۹) (۲۵) امام محمد بن ابی بکر بن عبداللہ بن موسیٰ انصاری البُرّی (م ۶۴۵ھ)۔ (الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشرۃ ۲/۳۱۷)

ہمارے خیال میں فی الحال اتنی تعداد کا ذکر کافی ہے بشرطے کہ منکر ضد چھوڑ دے، ورنہ سینکڑوں حوالے اور نام بھی ناکافی ہیں، اِس کے بعد پروفیسر قاضی طاہر علی صاحب کی انوکھی تحقیق کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جناب عالی! مروان کی صفائی میں خوب زور صرف کیجئے، مگر اُس کو ایسے جرم سے پاک ثابت کرنا آپ کے بس کا کام نہیں ہے، یہ شیعہ لوگوں کا پروپیگنڈا نہیں، افواہ نہیں، بلکہ حقیقت اور بس حقیقت ہے، امر واقعی جناب کے انکار سے افسانہ اور خرافات نہیں بن سکتا، خوانخواہ جناب اپنے اوقات بے جا صرف کر رہے ہیں۔

اگر بالفرض مروان صحابی ہوتو اگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (مسند احمد ح ۶۳۸۲) یا اسامہ بن زید (ابوداؤد ح ۲۶۴۳، مسند احمد ح ۲۱۸۰۲، ابن ابی شیبۃ ح ۲۸۹۳۲) کے ہاتھوں ایک کلمہ گو مسلمان کا قتل امر واقعی ہے اور ہوسکتا ہے، تو مروان کے ہاتھوں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا قتل بھی امر واقعی ہے، اُس سے ایسا جرم کیوں نہیں ہوسکتا؟ کیا وہ معصوم ہے؟ لہٰذا جناب کے انکار کرنے سے مروان صاف نہیں ہوجاتا۔

مروان بن حکم کے متعلق تعریفی کلمات:

<u>حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول تعریفی کلمات</u>: قاضی صاحب لکھتے ہیں: امام شافعی جنگ جمل کے بعد حضرت مروان کے بارے میں خود حضرت علی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ: وھو مع ذالك سید من شباب قریش۔ وہ قریش کے نوجوانوں میں سے سردار تھے۔ (سیر اعلام النبلاء، الجزء الثالث ص ۴۷۷) (سیدنا مروان بن الحکم ص ۱۳۴)

قاضی صاحب مروان بن حکم کے دیوانے بنیں مگر انصاف چاہیئے جو روایت یا قول اُن کے حق میں جائے چاہے صحیح ثابت نہ ہو اُس کو لے لیتے ہیں اور جو خلاف

جائے اُس پر روایتی و درایتی بحث فرمانے کی تکلیف کرتے ہیں، یہاں بھی ذرا تحقیق کی تکلیف فرمالیتے، اِس اثر کا ماخذ ابن عساکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے امام شافعی رحمہ اللہ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہوئی تو امام شافعی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اس روایت کی سند کیا ہے؟ پھر اس اثر کی سند کے کئی راوی مجہول ہیں، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم سے روایت کرنے والے دو راوی ہیں، ایک راوی ابوبکر محمد بن یحیی بن آدم ہے، اس کے بارے میں مصری اور جوہری نسبت لکھی ہوئی ملتی ہے، لیکن یہ کون ہے؟ مجہول الحال والصفت شخص ہے، دوسرا راوی ابوعلی احمد بن ابی الحسین الصفار مصری ہے، یہ بھی مجہول الحال والصفت ہے، پھر اِن دونوں راویوں سے روایت کرنے والا ابوالحسین عبدالواحد بن الحسن بن علی الخطیب ہے، یہ بھی مجہول الحال والصفۃ ہے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر) تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد کا صحیح سند سے ثبوت لازم ہے۔

<u>حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رائے</u> : قاضی صاحب لکھتے ہیں: امام ذہبی (م ۷۴۸ھ) رقم طراز ہیں کہ: وقال قبیصة بن جابر قلت لمعاویة من تری للامر بعدك ؟فسمّی رجالا ۔ثم قال واما القاری (لکتاب الله) الفقیه (فی دین الله) الشدید فی حدود الله مروان۔

(سیر اعلام النبلاء، الجزء الثالث ص ۴۷۷، البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ ص ۲۵۷)

حضرت قبیصہ بن جابر نے کہا، میں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اپنے بعد کس کو جانشین نامزد کرنے کا خیال ہے، تو انہوں نے چند آدمیوں کے نام لینے کے بعد حضرت مروان کے متعلق فرمایا یہ کتاب اللہ کے قاری ہیں، اللہ کے دین کے فقیہ اور اللہ کی حدود قائم کرنے میں شدید ہیں۔ (سیدنا مروان ص ۱۳۴)

اس اثر کے راوی ابومحمد الکتانی، ابومحمد بن ابی نصر، ابوالمیمون، ابوزرعۃ، احمد بن شبویہ، سلیمان بن صالح، عبداللہ بن المبارک، جریر بن حازم، عبدالملک بن عمیر عن قبیصہ بن جابر ہیں۔

ان میں راوی (۱) عبدالملک بن عمیر نخعی ثقہ ہیں لیکن حافظہ خراب ہے، تدلیس بھی کرتے ہیں۔ (تقریب) امام احمد سے نقل ہے کہ باوجود قلیل الروایت ہونے کے حدیث میں بہت اضطراب کا شکار ہو جاتا ہے، اس کی پانچ سو روایتیں بھی نہیں ہوں گی اور اُن میں سے زیادہ میں غلطی کی ہے، امام احمد نے اُس کو بہت ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب) (۲) جریر بن حازم بصری ثقہ ہیں لیکن جب حافظہ سے بیان کرتا ہے تو اوہام کا شکار ہو جاتا ہے۔ (تقریب) امام احمد کہتے ہیں بکثرت غلطی کرتا ہے، ابن حبان کہتے ہیں غلطیاں کیا کرتا تھا کیوں کہ اکثر حافظہ سے بیان کرتا (جس سے غلطی کر لیتا) ساجی کہتے ہیں کئی حدیثیں ایسی بیان کیں جن میں وہم کا شکار ہوا، ازدی کہتے ہیں سچا ہے لیکن مصر میں کئی حدیثیں الٹ پلٹ بیان کیں، حدیث یاد رکھنے والا نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی رائے: قاضی صاحب علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں: وقال عروۃ بن زبیر کان مروان لا یتہم فی الحدیث۔ حضرت عروہ بن زبیر نے (تمام تر اختلافات کے باوجود) کہا کہ حضرت مروان صحابہ کرام سے احادیث بیان کرنے میں متہم نہیں ہیں۔

(بحوالہ ہدی الساری، فتح الباری جلد ۱۴، ص ۴۴۳) (سیدنا مروان ص ۱۳۸)

یہ درست ہے کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہاں حضرت عروہ رحمہ اللہ سے اُن کا یہ قول اِن الفاظ میں نقل کیا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ علامہ ابن حجر ناقل ہیں، ہمارے مطالعہ کے مطابق اُن سے نقل میں روایت بالمعنی کرتے ہوئے غلط مفہوم ادا ہو گیا ہے، کیوں کہ یہ الفاظ سند کے ساتھ کہیں منقول نہیں ملتے، صحیح الفاظ یوں نقل ہیں۔

عن ابیہ (عروۃ) قال اخبرنی مروان بن الحکم قال فلا اخالہ یتہم علینا الخ۔ حضرت عروہ کہتے ہیں کہ مجھے مروان نے خبر دی اور میں اُس کے متعلق یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ ہمارے متعلق بات گھڑ لے گا، خبر یہ دی کہ کسی سال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سخت نکسیر جاری ہوئی حتی کہ وہ حج پر نہ جا سکے، تو اُس سال اُنہوں نے وصیت کی، تو ایک قریشی اُس کے پاس حاضر ہوا، اُس نے عرض کیا حضرت! آپ کوئی خلیفہ بنا لیں، پوچھا کہ لوگ یہی کہتے ہیں؟ آدمی نے کہا جی ہاں،

تو حضرت عثمان نے پوچھا پھر کون ہو؟ وہ آدمی خاموش رہا، پھر ایک اور آدمی آیا (میرا خیال ہے کہ وہ مروان بن حکم ہی تھا) عرض کیا خلیفہ مقرر کرلیں، پوچھا لوگ کہتے ہیں؟ کہا جی ہاں، پوچھا کون ہو؟ وہ (مروان) خاموش ہو گئے، پھر پوچھا شاید لوگ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا کہتے ہیں؟ آدمی نے بتایا جی ہاں، فرمایا اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے بیشک وہ (زبیر) جتنا مجھے علم ہے لوگوں میں سے بہتر ہیں اور بے شک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی محبوب تھے۔

(التاریخ الکبیر للبخاری ۷/ ۳۶۸)

اس پر تاریخ کبیر للبخاری کے محقق وشی حاشیہ میں کہتے ہیں: ومعنی هذه العبارة كما لايخفى ان مروان لايتهم بان يكذب فى فضيلة لآل الزبيرمع مابينه و بينهم من الشحناء منذقتل عثمان واتهم الزبيربانه ممن الب عليه .وفى ترجمة مروان من الاصابة ومقدمة الفتح ان عروة قال (كان مروان لايتهم فى الحديث) وفى التهذيب (وقول عروة بن الزبيركان مروان لايتهم فى الحديث هوفى قصة ذكرهاالبخارى فى قصة نقلهاعن مروان عن عثمان فى فضل الزبير)اقول بين العبارتين بون شاسع كما لايخفى والله المستعان۔ جیسا کہ مخفی نہیں اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مروان پر یہ الزام نہیں لگ سکتا کہ وہ آل زبیر کی فضیلت بیان کرنے میں جھوٹ بولے گا باوجودیکہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت سے اِن میں دشمنی پیدا ہوگئی اور زبیر رضی اللہ عنہ پر تہمت لگادی گئی کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارنے والوں میں سے ہیں، جب کہ اصابہ اور فتح الباری کے مقدمہ میں ہے کہ حضرت عروہ نے یہ فرمایا کہ مروان حدیث میں متہم نہیں کیا جاسکتا، اور تہذیب میں ہے کہ عروہ کا قول ہے کہ مروان حدیث میں متہم نہیں کیا جاسکتا، اور یہ اُس قصہ کا حصہ ہے جو بخاری نے مروان سے عن عثمان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ذکر کیا، میں کہتا ہوں (دیکھیں) دونوں عبارتوں میں بہت فرق ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عروہ رحمہ اللہ نے صرف اُس واقعہ سے متعلق فرمایا تھا جس میں راوی مروان ہے اور اُس روایت کا تعلق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی فضیلت سے ہے، حضرت عروہ نے مروان سے منقول سب احادیث سے متعلق نہیں فرمایا تھا، اِس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عروہ اور مروان میں یہ بحث چل پڑی کہ مس ذکر سے وضوء لازم ہو جاتا ہے یا نہ؟ مروان نے کہا کہ وضوء لازم ہو جاتا ہے، حضرت عروہ نے انکار کیا، مروان نے کہا کہ مجھے حضرت بسرہ بنت صفوان رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ اُس نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ویتوضأ من مس الذکر مس ذکر سے وضوء کیا جائے گا۔

عروہ کہتے ہیں کہ میں مسلسل مروان سے تکرار کرتا رہا حتی کہ مروان نے اپنے ایک چوکیدار کو بلا کر حضرت بسرہ سے حدیث کی تحقیق کروائی، تو بسرہ نے واقعی ویسی حدیث بیان کی جیسے مروان نے بیان کی۔ (مسند احمد ح ۲۷۲۹۶)

دیکھیے جب تک عروہ کے سامنے پوری تحقیق نہ آئی تب تک صرف مروان پر پورا اعتماد نہیں کیا، بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تسلی کے لئے حضرت عروہ نے خود بھی بسرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو اُنہوں نے تصدیق کی تب تسلی ہوگئی۔ (ابن حبان ح ۱۱۱۴) علامہ عینی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات اِسی طرز پر لکھی ہے دیکھیں۔

(نخب الافکار ۲/ ۸۴)

بہر حال اس فرمان کے مفہوم کو نقل کرنے میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ سے غلطی ہوگئی ہے، ورنہ عروہ سے یہ لفظ کہیں نقل نہیں ہیں: مروان لا یتہم فی الحدیث۔

ذہن میں رہے کہ مروان سے متعلق جرح وتعدیل کی بحث نہیں ہو رہی صرف یہ کہا جا رہا ہے کہ حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے مروان سے متعلق جو ارشاد فرمایا اُس کے اصل لفظ اور اُن کا مفہوم کیا ہے؟ جرح وتعدیل کی بحث اپنی جگہ ہے ہم اُس کو نہیں چھیڑ رہے، بس یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت عروہ نے اُس کی توثیق عمومی نہیں کی ہے، صرف اُس سے منقول فضیلت زبیر رضی اللہ عنہ کے واقعہ میں اُس کی توثیق کی ہے، قاضی صاحب کو ابن طاہر کی روش چھوڑنی ہوگی، خوامخواہ نہ غصہ کرنا چاہیے نہ غصہ میں

جواب دینا چاہیے، اگر جواب دیں تو اُن کے ذمہ حل طلب بات بس اتنی ہے کہ باحوالہ باسند بتائیں کہ حضرت عروہ نے [لااخاله يتهم علينا] فرمایا، یا [لايتهم فی الحديث] فرمایا؟ فقط۔

مروان بن حکم کی حکومت:

قاضی صاحب نے کتاب کے انتساب کے تذکرہ میں لکھا "راقم الحروف اس ادنی کاوش کو آخری حکمران صحابی بقول سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیّد من شباب قریش، بقول سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ القاری لکتاب اللہ .الفقیہ فی دین اللہ .الشدید فی حدود اللہ .اور بقول قاضی ابوبکر ابن العربی رجل عدل من کبار الامة عند الصحابة والتابعین وفقهاء المسلمین سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہما ---کے نام منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔" (ص ۳)

اور پھر قاضی صاحب نے "سیدنا مروان رضی اللہ عنہ بحیثیت خلیفہ" کا عنوان تو دیا لیکن یہ ذکر کرنا شاید بھول گئے کہ مروان کیسے خلیفہ بنے؟ امام ابن کثیر رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں: ثم هو كان الامام بعد موت معاوية بن يزيد لامحالة وهو ارشد من مروان بن الحكم حيث نازعه بعد ان اجتمعت الكلمة عليه، وقامت البيعة له فی الآفاق وانتظم له الامر۔ پھر معاویہ بن یزید کے بعد لامحالہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ہی امام حق تھے، اور وہ زیادہ درست تھے مروان بن حکم سے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر بات متفق ہو چکنے اور سب جانبوں میں اُس کے لئے بیعت قائم ہو چکنے اور اُن کے لئے حکومت کا انتظام ہو چکنے کے بعد مروان نے اُن سے جھگڑا کر دیا۔
(البدایۃ والنہایۃ ۸/۳۳۹)

ولمّا رأى مروان بن الحكم ما انتظم من البيعة لابن الزبير وما استوثق له من المُلك عزم على الرحيل اليه لمبايعته وليأخذ

منه اما انا لبني اميّة .فسار حتى بلغ اذرعات فلقيه ابن زياد مقبلاً من العراق فصدّهٗ عن ذالك وهجّن رايه واجتمع اليه عمرو بن سعيد بن العاص وحصين بن نمير وابن زياد واهل اليمن وخلق فقالو المروان انت كبير قريش وخالد بن يزيد غلام و عبدالله بن الزبير كهل فانما يقرع الحديد بعضه ببعض فلا تناوئه بهٰذا الغلام وارم بنحرك في نحره ونحن نبايعك ابسط يدك .فبسط يده فبايعوه بالجابية في يوم الاربعاء لثلاث خلون من ذي القعدة سنة اربع وستين۔ جب مروان نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انتظام ہوجانا اور اُس کی بادشاہت مضبوط دیکھی تو ابن زبیر کے پاس بیعت کرنے اور بنوامیہ کے لئے امان لینے کے لئے سفر کا عزم کرلیا، تو چلا یہاں تک کہ اذرعات پہنچا، تو وہاں اُس کو ابن زیاد ملا جو عراق سے واپس آرہا تھا، اُس نے مروان کو اِس سے روکا، اور اُس کی سوچ خراب بتائی، مزید مروان کے پاس عمرو بن سعید، حصین بن نمیر اور اہل یمن اور دیگر لوگ جمع ہوگئے اور مروان کو کہا آپ قریش کے بڑے ہو، خالد بن یزید لڑکا ہے، عبداللہ بن زبیر ادھیڑ عمر ہے، لوہا ایک دوسرے کو بجاتا رہے گا، آپ اس لڑکے کی بیعت نہ کرو۔

(البدایۃ ۸/۲۳۸)

وقد كان معاوية بن يزيد قد عزم على ان يبايع لابن الزبير بدمشق وقد بايع اهلها الضحاك بن قيس على ان يصلح بينهم ويقيم لهم امرهم حتى يجتمع النّاس على امام .والضحاك يريد ان يبايع لابن الزبير وقد بايع لابن الزبير النعمان بن بشير بحمص وبايع له زفر بن عبدالله الكلائي بقنسرين وبايع له نائل بن قيس بفلسطين .واخرج منها روح بن زنباع الجذامي. فلم يزل عبيدالله بن زياد والحصين بن نمير بمروان بن الحكم يحسنون له ان يتولّى حتى ثنوه عن رايه وحذروه من دخول سلطان ابن الزبير وملكه الى الشام وقالوا له انت شيخ قريش وسيّدها فانت احق بهٰذا الامر فرجع عن البيعة

لابن الزبیر۔ حضرت معاویہ بن یزید نے (باوجودیکہ یزید نے حضرت ابن زبیر سے لڑنے اور اُنہیں ختم کرنے کی کوشش کی جس میں ناکام رہا) عزم کرلیا تھا کہ دمشق میں ابن زبیر کے لئے بیعت کرلے، جب کہ دمشق والوں نے کسی امام پر لوگوں کے متفق ہونے تک ضحاک بن قیس کی بیعت کرلی تھی تاکہ وہ اُن میں اصلاح کئے رکھے اور اُن کی حکومت قائم کررکھے، جب کہ خود ضحاک بھی ابن زبیر کی بیعت کا ارادہ کررہے تھے، اور حمص میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے اور قنسرین میں زفر بن عبداللہ کلائی نے اور فلسطین میں نائل بن قیس نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرکے وہاں سے روح بن زنباع جذامی کو نکال دیا تھا، لیکن عبیداللہ بن زیاد اور حصین بن نمیر (جیسے مشیر) مسلسل مروان بن حکم کے سامنے اسی کے حاکم بننے کو اچھا ظاہر کرتے رہے حتی کہ (مروان جس نے ابن زبیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور اُن کو خلیفہ مان لینے کا سوچ لیا تھا) اِن لوگوں نے مروان کو اُس سوچ سے پھیر لیا اور ملک شام میں ابن زبیر کی حکومت و بادشاہی داخل ہونے سے احتیاط کا کہتے رہے اور مروان کو کہا کہ آپ قریش کے بڑے اور سردار ہو تو آپ حکومت کے زیادہ حقدار ہو، چنانچہ اس ترغیب کے نتیجہ میں مروان نے ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کی سوچ سے رجوع کرلیا۔ (البدایۃ ۸/۳۳۸)

دیکھیے جناب! مروان کی خلافت کی بنیاد ابن زیاد اور حصین بن نمیر کے مشوروں اور ترغیب پر ہے جب کہ خود مروان سمجھتا تھا کہ میرے مقابلے میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما خلافت کے زیادہ مستحق ہیں، مروان بن حکم کے یہ اولیں مشیر عبیداللہ بن زیاد اور حصین بن نمیر کون ہیں؟ اِن کا تعارف بھی ضروری لگتا ہے تاکہ مروان کے انتخاب کرنے والوں کی پوزیشن تو سامنے آئے۔

عبیداللہ بن زیاد:

عبیداللہ بن زیاد بن ابیہ ابوحفص عراق کا حاکم رہا ہے، خوب صورت اور بد سیرت تھا، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں اِس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے والی بنایا تھا یہ بے وقوف لڑکا تھا جس نے خوب خون بہایا، تو حضرت عبداللہ بن

مغفل رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر اُس کو فہمائش کی تو کہنے لگا اِن باتوں سے آپ کا کیا تعلق؟ تو حضور ﷺ کے صحابہ میں سے بھوسہ ہے، فرمایا تیری ماں نہ رہے، کیا صحابہ میں بھی کوئی بھوسہ تھا؟ پھر (کچھ عرصہ بعد) حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو عبیداللہ بیمار پرسی کرنے آیا، کہنے لگا ہمیں کوئی حکم ہو تو! فرمایا نہ میرے جنازہ میں شامل ہونا نہ میری قبر پر کھڑے ہونا۔

یہی عبیداللہ بن زیاد ہے جس کی سرکردگی میں اُس کی خواہش پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی شہید کئے گئے، جس پر اُس کی ماں مرجانہ کہا کرتی تھی کہ تو نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے کو شہید کیا تو بہشت نہ دیکھے۔ (سیر اعلام النبلاء)

ایک روایت کے مطابق یزید نے بھی اعتراف کیا تھا کہ اللہ ابن زیاد ابن مرجانہ پر لعنت کرے اِسی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت تک نوبت پہنچائی۔
(تاریخ الطبری ۵/۵۰۶، البدایہ ۸/۲۵۴)

ابن زیاد نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو کہا تھا: انت شیخ قد خرفت۔ تو ایسا بوڑھا ہے کہ تیری عقل جواب دے گئی ہے۔ (مرآۃ الزمان ۸/۴۱۵)

ایک صحابی ہیں قیس بن خرشہ قیسی رضی اللہ عنہ، یہ چوں کہ والیوں کے خلاف سخت تھے، حق بات کہہ دیتے تھے، اس لئے عبیداللہ بن زیاد نے اِس کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا تھا ابھی سزا جاری نہ کر سکا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں پہلے وفات دے دی۔ (الاستیعاب ۳/۱۱۳، ۱۱۲)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ما رئینا رجلاً شرّا من ابن زیاد۔ ابن زیاد سے زیادہ برا آدمی ہم نے نہیں دیکھا۔ (مرآۃ الزمان ۸/۴۱۵)

یہ روایت صحیح ثابت ہے کہ عمارہ بن عمیر کہتے ہیں کہ عبیداللہ بن زیاد اور اُس کے ساتھیوں (کے مارے جانے کے بعد اُن) کے سر لائے گئے، ہم آئے تو لوگ کہہ رہے تھے وہ آیا، وہ آیا، تو اچانک سانپ آیا تو سروں کو دیکھتا دیکھتا عبیداللہ بن زیاد کے ناک کے نتھنے میں سے داخل ہو گیا، تھوڑی دیر ٹھہرا پھر نکلا، اور غائب ہو گیا، پھر دوبارہ آیا لوگوں نے کہا وہ آیا، وہ آیا، اس طرح دو یا تین بار سانپ ظاہر ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/۵۴۸)

حصین بن نمیر:

مروان بن حکم کا دوسرا مشیر ومحرک حصین بن نمیر سکونی ہے، مسلم بن عقبہ نے اپنی موت کے وقت حصین بن نمیر کو کہا: یابرذعة الحمار.....انك اعرابی جلف۔ اے گدھے کے پالان والے کپڑے۔۔۔۔تو اُجڈ دیہاتی آدمی ہے۔

(الوافی بالوفیات ۱۳/ ۵۷)

یہ یزید کا بنایا ہوا امیر تھا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کے لئے اہل مکہ کا محاصرہ کیا اور اِس کی فوج نے منجنیق نصب کر کے بیت اللہ کو کنکر پتھر مارے (تہذیب التہذیب ۲/ ۳۹۲) کعبۃ اللہ کے جلنے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ (مسلم شریف ح ۳۱۲۶، المستخرج من کتب الناس للتذکرۃ ۳/ ۵۳، المعارف لابن قتیبۃ ص ۳۵۱)

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واما الحصین بن نمیر فکان ممن اعان علی عثمان بن عفّان وغزاہ وحصرہ فی دارہ حتی قتل، وشهد صفین مع معاویة وکان رأساً فی الفتنة۔ حصین بن نمیر اُن میں سے ہے جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف مدد کی، اور اُن سے لڑے اور گھر میں بند کیا یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے، پھر یہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی شامل ہو گیا، یہ شخص فتنہ کھڑا کرنے میں سردار تھا۔ (مرآۃ الزمان ۸/ ۴۰۵، ذکر حصین بن نمیر)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد مروان کے لئے حکومت حاصل کرنے کا جواز نہیں تھا:

اوپر امام ابن کثیر کی عبارت میں آیا کہ: نازعه بعدان اجتمعت الکلمة علیه، وقامت البیعة له فی الآفاق وانتظم له الامر۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ پر سب کے متفق ہو جانے اور سب جانبوں میں اُس کے لئے بیعت قائم ہو چکنے اور اُن کے لئے حکومت کا انتظام ہو جانے کے بعد مروان نے اُن سے جھگڑا کر دیا۔ (البدایۃ والنہایۃ ۸/ ۳۳۹)

خود قاضی صاحب بھی مانتے ہیں کہ یزید کی وفات کے بعد صرف مکہ مکرمہ میں نہیں بلکہ اطراف میں بھی حضرت ابن زبیر کی خلافت تسلیم کر لی گئی تھی۔

باقی اطراف میں جس نے بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کی خلافت تسلیم کی ہے تو ایسا یزید کی وفات کے بعد ہی کیا ہے"۔ (سیدنا مروان ص ۴۹۵)

جب حضرت زبیر رضی اللہ کی خلافت اور بیعت قائم ہوگئی تھی، اور اُس پر اتفاق ہو گیا تھا تو پھر مروان بن حکم کو اپنے لئے حکومت کی تحریک چلانے اور اپنے لئے بیعت لینے کا کیا جواز تھا؟

قاضی طاہر علی کا سوال خود قاضی صاحب کے سر:

قاضی صاحب کے الفاظ میں ایک سوال درج ذیل ہے۔

موصوف جب اہل مدینہ کی طرف سے خلع بیعت اور نئے خلیفہ حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت تسلیم کر رہے ہیں، تو وہ اس اشکال کو بھی رفع فرما لیتے جو حسبِ ذیل احادیث سے پیدا ہوتا ہے۔

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ ﷺ قال: من کرہ من امیرہ شیئاً فلیصبر علیہ فانّہ لیس احد من النّاس یخرج من السلطان شبراً فمات علیہ الا مات میتۃ جاھلیۃ۔

(۲) انّہ سیکون ھنات وھنات فمن ارادان یفرّق امر ھٰذہ الامۃ وھی جمیع فاضربوہ بالسیف کائنا من کان۔

(۳) من اتاکم وامرکم جمیع علی رجل واحد یریدان یشقّ عصاکم اویفرّق جماعتکم فاقتلوہ۔

(۴) اذا بولع للخلیفتین فاقتلوا الآخر منھما۔

(۵) ستکون امراء فتعرفون وتنکرون فمن عرف فقد برئ ومن انکر سلم ولکن من رضی وتابع۔ قالوا افلا نقاتلھم؟ قال لا ماصلّوا۔ (صحیح مسلم المجلد الثانی ص ۱۲۸ تحت کتاب الامارۃ۔ باب حکم من فرّق امر

المسلمین وھو مجتمع ،باب اذا بویع لخلیفتین ،باب وجوب الانکار علی الامراء فی مایخالف الشرع وترک قتالھم ماصلّوا ونحو ذالك)

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے حاکم سے بری بات دیکھے وہ صبر کرے کیوں کہ جو کوئی اپنے سلطان سے بالشت بھر جدا ہوا پھر اس حال میں اُسے موت آجائے تو اُس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

(۲) عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: قریب ہیں فتنے اور فساد، پھر جو کوئی چاہے اس امت کے اتفاق کو بگاڑنا تو اُسے تلوار سے قتل کردو چاہے جو کوئی بھی ہو۔

(۳) عرفجہ ہی سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جو شخص تمہارے پاس آئے اور تم سب ایک شخص پر مجتمع ہو اور وہ تم میں پھوٹ اور جدائی ڈالنا چاہے تو اُس کو قتل کردو۔

(۴) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو خلیفوں سے بیعت کی جائے تو جس سے اخیر میں بیعت ہوئی ہو اُسکو قتل کردو (اس لئے کہ اُس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)۔

(۵) ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے کہ تم پر امیر مقرر ہوں، تم اُن سے اچھے کام بھی دیکھوگے اور برے کام بھی، پھر جو کوئی برے کام کو پہچان لے وہ بری ہوگیا، اور جس نے برے کام کو برا جانا وہ بھی بچ گیا (گو دل سے ہی برا جان لے) لیکن جو راضی ہوا برے کام سے اور اُس کی اُس کام میں پیروی کی (تو وہ تباہ ہوا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم ایسے امیروں سے قتال نہ کریں؟ فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں۔''

(سیدنا مروان بن الحکم ص ۴۹۶، ۴۹۵)

جناب قاضی صاحب ان احادیث کے مضمون کو لے کر اہل مدینہ کے یزید کے

خلاف کھڑے ہونے پر سوال اٹھاتے اور یزید کے خلاف کھڑے ہونے کو ناجائز بتاتے ہیں تو قاضی صاحب کے نظریہ کے مخالفین کو یہ سوال کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے خلاف مروان کے کھڑے ہونے کو ناجائز بتانے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

کیا یہ حدیثیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوجانے کے بعد مروان کے اپنی بیعت لینے اور خود خلیفہ بننے کی کوشش کے خلاف نہیں ہیں؟ کیا اُس کو مناسب نہ تھا کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرتا؟ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہونے کے بعد اُس کی حکومت اور اُس کی بیعت کس نص کے تحت مناسب اور جائز تھی؟ عبارت بظاہر یہ ظاہر کرتی ہے کہ یزید اور مروان کے خلاف اٹھنے والے جو بھی تھے قاضی صاحب کے نزدیک باغی تھے، اُن کی موت جاہلیت کی موت تھی، وہ بحکم شرعی واجب القتل تھے، استغفر اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

تو یہی حرکت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف مروان بن حکم نے کی تو وہ بھی اِس حکم کے تحت آتے ہیں، نہیں تو اُن کے اِس حکم سے خارج ہونے کی وجہ؟

جو وجہ مروان کو اِن وعیدوں سے نکال سکے گی یزید کے خلاف کھڑے ہونے والے اہل مدینہ واہل مکہ وغیرہم کو بطریق اولیٰ نکال سکے گی۔ البتہ درج بالا احادیث جن پر اہل مدینہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم نے عمل نہیں کیا اور یزید کے خلاف کھڑے ہوئے تو ایسی احادیث کے ہوتے ہوئے اِن حضرات کے اقدام کی توجیہ کیا ہے؟

جب کوئی حاکم حکومت کے اہل نہ ہو تو ایسے حاکم کی بیعت وطاعت چھوڑنے والے لوگ اِن وعیدوں میں نہیں آتے، وہی لوگ ہی اِن وعیدوں کا مصداق بن سکیں گے جو بلا وجہ شرعی حکومت کے اہل کے خلاف کھڑے ہوں۔

بہرحال مروان بن حکم کے بجائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی خلافت حق تھی، اور مروان کو بلکہ اُن کے بیٹے عبدالملک کو بھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بیعت لینے اور حکومت حاصل کرنے کا حق نہیں تھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ برحق خلیفہ تھے:

علامہ ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں: وبويع بالخلافة عند موت يزيد سنة اربع وستين وحكم على الحجاز واليمن ومصر والعراق وخراسان وبعض الشام ولم يستوثق له الامر ومن ثمّ لم يعده بعض العلماء في امراء المؤمنين وعدّ دولته زمن فرقة فانّ مروان غلب على الشّام ثم مصر۔ یزید کی موت کے بعد سنہ ۶۴ھ کو حضرت عبداللہ بن زبیر کی بیعت خلافت کی گئی، انہوں نے حجاز، یمن، مصر، عراق، خراسان اور ملک شام کے کچھ حصہ پر حکومت سنبھالی، لیکن اُس کی حکومت پوری مضبوط نہ ہوسکی جس کی وجہ سے بعض علماء نے اُن کو امراء مؤمنین میں سے شمار نہیں کیا، اور اُن کی حکومت کو افتراق کا زمانہ قرار دیا، کیوں کہ مروان نے شام اور پھر مصر پر غلبہ پالیا تھا۔ (سیر اعلام النبلاء ۳/ ۳۶۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فبايع معظم الآفاق لعبد الله بن الزبير وانتظم له ملك الحجاز واليمن ومصر والعراق والمشرق كله وجميع بلاد الشام حتى دمشق ولم يتخلف عن بيعته إلا جميع بني أمية ومن يهوى هواهم وكانوا بفلسطين فاجتمعوا على مروان بن الحكم فبايعوه بالخلافة۔ زیادہ تر اہلِ آفاق نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلی، اور حجاز، یمن، مصر، عراق، اور کُل مشرق، اور کل بلادِ شام یہاں تک کہ دمشق تک اس کی حکومت کے زیر انتظام آگئے، اور ان کی بیعت سے صرف بنوامیہ اور ان کے پیرو لوگ جو فلسطین میں تھے یہی لوگ پیچھے رہ گئے، اور ان لوگوں نے مروان بن حکم پر اتفاق کر کے اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی۔ (فتح الباری ۱۳/ ۱۹۵)

ان متغلباً بعد أن اجتمع الناس على عبد الله بن الزبير۔ لوگ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما پر متفق ہو گئے تھے، اس کے بعد مروان نے حکومتی قبضہ حاصل کیا۔ (فتح الباری ۱۳/ ۲۱۲)

اِن عبارتوں سے ظاہر ہوا کہ اوّل حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی

بیعت کی گئی، مگر پھر مروان اُن کے خلاف کھڑے ہوئے، اور اُن کی خلافت کے استحکام میں رکاوٹ بنے، ایسا نہیں کہ اوّل مروان کی بیعت کی گئی ہو پھر ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اُن کی مخالفت کی ہو۔

اور معلوم ہوا کہ علماء کی بڑی تعداد نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو امراء مؤمنین میں سے شمار کیا ہے، ہاں بعض نے (نہ کہ کُل یا اکثر نے) اُن کو خلفاء میں شمار نہیں کیا، اور خلفاء میں شمار نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ غیر شرعی خلیفہ تھے بلکہ اس وجہ سے کہ کُل اسلامی خطوں پر اُن کو حکومت حاصل نہ ہو سکی، لیکن یہ عبارت بتاتی ہے کہ اکثر خطوں میں اُن کو حکومت حاصل ہو گئی تھی اس لئے اکثر کے مطیع ہونے کے سبب وہ خلیفہ برحق تھے۔

ولم یتخلف عنه الا بعض الشام فکان هو الخلیفة۔ صرف بعض اہل شام ہی اُن کی بیعت سے پیچھے رہے اس لئے وہی ہی خلیفہ تھے۔ (تو مروان کی خلافت جائز نہ تھی)۔ (کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری ۳/۴۴۹)

عن مالك قال ابن الزبیر کان افضل من مروان وکان اولیٰ بالامر من مروان ومن ابنه۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما مروان سے افضل تھے اور مروان اور اُس کے بیٹے عبدالملک سے زیادہ خلافت کے حقدار تھے۔ (الاستیعاب ۳/۹۱۰)

قال ابن بطال وابن الزبیر عند علماء اهل السنة اولی بالخلافة من یزید وعبدالملك لانه بویع لابن الزبیر قبل هؤلاء وهو صاحب النبی ﷺ۔ امام ابن بطال کہتے ہیں علماء اہل سنت کے نزدیک ابن زبیر یزید و عبدالملک (وغیرہ) کی بنسبت خلافت کے زیادہ حقدار تھے کیوں کہ اِن لوگوں سے پہلے اُن کی بیعت کر لی گئی تھی اور وہ حضور ﷺ کے صحابی ہیں۔

(التوشیح لشرح الجامع الصحیح لابن الملقن ۳/۵۱۴)

وبقی ابن الزبیر خلیفة الی ان ولی عبدالملك بن مروان بعد ابیه۔ (مروان کے بعد) عبدالملک بن مروان کے حاکم بننے تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خلیفہ رہے۔ (اسد الغابۃ ۳/۲۴۱)

حضرت حسن بن علیؓ کی روضہ مبارکہ میں تدفین اور مروان کی رکاوٹ:

اس بارے میں متعدد سندوں سے روایات ہیں، مثلاً

روایت نمبر(۱): علامہ جمال الدین مزی اور علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ اور دیگر کئی محققین محدثین مؤرخین ذکر کرتے ہیں: وقال ابو عوانة عن حصين عن ابی حازم لما حضر الحسن قال للحسين ادفنونی عند ابی يعنی النبی ﷺ الا ان تخافوا الدماء فان خفتم الدماء فلا تهريقوا فی دما. ادفنونی عند مقابر المسلمين۔ (تہذیب التہذیب ۲/۳۰۱) قال فلما قبض تسلح الحسين وجمع موالیه. فقال له ابو هريرة انشدك الله وصية اخيك. فان القوم لن يدعوك حتی يكون بينكم دماء. قال فلم يزل به حتی رجع. قال ثم دفنوه فی بقيع الغرقد. فقال ابو هريرة ارئيتم لو جیء بابن موسی ليدفن مع ابيه فمنع اكانوا قد ظلموه؟ قال فقالوا نعم. قال فهذا ابن نبی الله قد جیء به ليدفن مع ابيه۔ ابوعوانہ حصین سے وہ ابوحازم سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات قریب ہوئی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا مجھے میرے ابا یعنی نبی کریم ﷺ کے پاس دفن کرنا، مگر یہ کہ قتل وغارت کا خطرہ ہو جائے، تو اگر قتل وغارت کا خطرہ ہو تو میری وجہ سے خون نہ بہنے دینا، مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا، تو جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ مسلح ہو گئے اور اپنے موالی جمع کر لئے، تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اپنے بھائی کی وصیت کا خیال کرو، کیوں کہ لوگ تمہیں نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ تم میں خون ریزی ہو جائے گی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسلسل اُنہیں سمجھاتے رہے یہاں تک کہ اُنہوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بقیع غرقد میں دفن کیا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا یہ بتاؤ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بیٹے کو اُن کے باپ کے ساتھ دفن کے لئے لایا جاتا اور اُن کے ساتھ دفن

ہونے سے روک دیا جاتا تو روکنے والے ظالم بنتے ؟ لوگوں نے کہا واقعی ظالم بنتے، تو فرمایا یہ حضور ﷺ کے بیٹے ہیں حضور ﷺ کے ساتھ دفن کے لئے لائے گئے۔ (تو اُنہیں روک دیا گیا تو روکنے والے بھی ظالم ہوئے)۔ (تہذیب الکمال ۶/ ۲۵۴)

یہ روایت امام ابن سعد نے اپنی سند سے بیان کی ہے، اور اُن سے امام ابن عساکر نے بھی لی ہے، اس سند کے راوی یحیی بن حماد، ابوعوانہ، حصین، ابوحازم ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ ۱/ ۳۴۰، رقم ۲۹۹، تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۳/ ۲۸۸) یہ سب ثقہ راوی ہیں، اِن میں سے کوئی مجروح نہیں ہے۔ (۱) یحیی بن حماد بن ابی زیاد شیبانی بصری ثقہ وحافظ ہیں ابوعوانہ سے بکثرت روایات لینے والے ہیں (۲) ابوعوانہ وضاح بن عبداللہ یشکری واسطی ثقہ وثبت ہیں (۳) حصین بن عبدالرحمن سلمی ثقہ تابعی ہے، اور (۴) ابو حازم سلمہ بن دینار الاعرج مولی بنی لیف مدنی صحاح ستہ کے راوی ثقہ ہیں، کئی مؤرخین محدثین نے اِس روایت پر اعتماد کرتے ہوئے ذکر کیا ہے اور کوئی جرح نہیں کی ہے۔

روایت نمبر (۲): امام ابن عساکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اخبرنا ابو سعد بن البغدادی انا ابو المظفر محمود بن جعفر بن محمد بن احمد بن جعفر المعدل انا عم ابی ابو عبداللہ الحسین بن احمد بن جعفر الکوسج انا ابراھیم بن السندی بن علی انا الزبیر بن بکار بن عبداللہ الزبیری حدثنی یحیی بن مقدام عن عمہ موسی بن یعقوب بن عبداللہ بن وھب بن زمعة حدثنی فائد مولی عبادل ان عبیداللہ بن علی ابن ابی رافع اخبرہ ھو وغیرہ من مشیختھم ان حسن بن علی بن ابی طالب اصابہ بطن فلما عرف بنفسہ الموت ارسل الی عائشة زوج النبی ﷺ ان تأذن لہ ان یدفن مع النبی ﷺ فی بیتھا فقالت نعم بقی موضع قبر واحد قد کنت احب ان ادفن فیہ واناا وثرک بہ .فلما سمعت بنو امیة ذالک لبسوا السلاح فاستلاموا بھا وکان الذین قام بذالک مروان بن الحکم فقال واللہ لایدفن عثمان بن عفان بالبقیع ویدفن حسن مع رسول اللہ ﷺ۔ عبیداللہ بن علی بن ابی رافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن

رضی اللہ عنہ کو پیٹ میں تکلیف ہوئی جب موت قریب سمجھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ اپنے گھر میں اُن کو دفن ہونے کی اجازت دیں، ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا ٹھیک ہے، ایک قبر کی جگہ باقی ہے، میری چاہت تھی کہ میں اُس میں دفن کی جاؤں لیکن اب آپ کو ترجیح دیتی ہوں، جب بنوامیہ نے یہ خبر سنی ہتھیار پہن لئے، اور حضور ﷺ کے حجرے پر تسلط جمالیا، اور اِس کی تحریک مروان بن حکم نے چلائی، اور کہا اللہ کی قسم (ایسا نہیں ہوسکتا) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں دفن نہ ہوسکیں اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن ہوں۔ (ایسا نہ ہوگا، چنانچہ بالآخر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا) (تاریخ دمشق ۱۳/۲۸۹)

اس کی سند میں (۱) عبیداللہ بن علی بن ابی رافع رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ہیں، اُن سے روایت کرنے والے (۲) فائد عبیداللہ کے آزاد کردہ غلام ہیں لاباس بہ، ثقہ ہے۔ (تہذیب التہذیب) اور (۳) موسیٰ بن یعقوب بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ سچا راوی ہے البتہ اس کا حافظہ کمزور ہے۔ (تقریب) (۴) یحییٰ بن مقداد بن یعقوب زمعی موسیٰ بن یعقوب کے بھتیجے اور شاگرد ہیں، محدث زبیر بن بکار زبیری کے استاد ہیں (۵) اور محدث زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب ثقہ ہیں، اُن کی کتاب ہے جمھرۃ نسب قریش، افسوس ہے کہ اِس کتاب کے بارہ جزء مفقود ہیں، اور اندازہ یہ ہے کہ یہی روایت اُس کتاب کے ابتدائی اجزاء میں موجود ہوگی جس کے بعد سند کے مزید راویوں کی چھان بین کی ذرا ضرورت نہ ہوگی مگر اِس مشکل کا حل فی الحال سامنے نہیں ہے، اور راوی (۶) ابراہیم بن السندی بن علی بن بہرام امام طبرانی، ابوالشیخ وغیرہم کے استاذ ہیں، امام ابوالشیخ ثقہ بتاتے ہیں، سنہ ۳۱۳ھ کو فوت ہوئے، اور راوی (۷) ابوعبداللہ الحسین بن احمد بن جعفر الکوسج کا ذکر تاریخ الاسلام للذہبی میں کیا گیا ہے، اس کو المعدل (عادل قرار دیا جانے والا) کہا جاتا ہے (۲۷/۱۴۹) امام ابونعیم اصفہانی کے استاذ ہیں (تاریخ اصبہان ۱/۳۳۸) اور (۸) محمود بن جعفر بن محمد کوسج سے متعلق اسماعیل بن محمد الحافظ فرماتے ہیں عادل

پسندیدہ راوی ہے۔ (تاریخ الاسلام ذہبی) سنہ ۴۷۳ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء) اور ابوسعد بن البغدادی احمد بن محمد بن احمد بن الحسن بغدادی اصبہانی الحافظ ہیں، سنہ ۴۶۳ھ کو اصفہان میں پیدا ہوئے، محدثین نے اِن کی تعریف میں بہت اونچے کلمات بولے ہیں۔ (تاریخ الاسلام للذہبی ۳۶/ ۵۳۰ تا ۵۳۲)

اوپر ابوحازم رحمہ اللہ کی روایت میں یہ آیا تھا کہ کچھ لوگ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حجرہ نبوی میں دفن سے رکاوٹ بنے تھے، اِس روایت میں وضاحت آگئی کہ رکاوٹ بننے والوں کے سرپرست جناب مروان بن حکم تھے۔

روایت نمبر (۳): امام طبرانی رحمہ اللہ نے اپنی سند سے شرحبیل سے روایت کی ہے وہ بیان کرتے ہیں: کنت مع الحسین بن علی رضی الله عنه واخرج بسریر الحسن بن علی رضی الله عنه واراد ان یدفنه مع النبی ﷺ فخاف ان یمنعه بنو امیة .فلما انتهوا به الی المسجد قامت بنو امیة . فقام عبدالله بن جعفر.فقال انی سمعته یقول ان منعو کم فادفنونی مع امی۔ شرحبیل کہتے ہیں کہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، انہوں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی چارپائی نکالی اور حضور ﷺ کے ساتھ دفن کرنے کا ارادہ فرمایا، تو خطرہ ہوا کہ بنوامیہ رکاوٹ بن جائیں گے، تو جب وہ چارپائی مسجد تک لے آئے تو بنوامیہ کھڑے ہوگئے، تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ (حال کو سنبھالنے کے لئے) کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا تھا کہ اگر لوگ تمہارے لئے رکاوٹ بن جائیں تو مجھے میری والدہ کے ساتھ دفن کردینا۔ (المعجم الکبیر ۳/ ۷۱، رقم ۲۶۹۷)

اس روایت کی سند کے راوی (۱) شرحبیل بن سعد تابعی ہے ابن حبان نے اُس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، امام بخاری کی الادب المفرد اور ابوداؤد و ابن ماجہ کا راوی ہے، اکثر محدثین نے اِس کو ضعیف کہا ہے، شرحبیل سے روایت کرنے والا (۲) عبدالرحیم بن عدویہ ہے، اِس راوی کا حال کسی کتاب میں سامنے سے نہیں گذرا، ابن عدویہ سے روایت کرنے والا (۳) محمد بن عبداللہ بن الزبیر بن عمر بن درہم ابو احمد الزبیری (متوفی ۲۰۳ھ) ثقہ وثبت صحاح ستہ کا راوی ہے، ابواحمد الزبیری سے

روایت کرنے والا (۴) محمد بن منصور بن داؤد ابوجعفر طوسی بغدادی (متوفی ۲۵۴ھ) ثقہ ہے عالم وزاہد ہے، الامام الحافظ شیخ الاسلام ہے (سیر اعلام النبلاء وغیرہ) طوسی سے روایت کرنے والا (۵) محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضرمی مطین (م ۲۹۷ھ) الحافظ علم کا ایک خزانہ تھے، ثقہ اور پہاڑ ہیں (تاریخ الاسلام ذہبی ۲۲/ ۲۷۵) اور مطین سے (۶) امام طبرانی روایت کرنے والے ہیں۔

امام ہیثمی رحمہ اللہ اِس روایت کے متعلق فرماتے ہیں: رواہ الطبرانی فی الکبیر وفیہ شرحبیل بن سعد وھو ضعیف۔ اس کو طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور سند میں راوی شرحبیل بن سعد ہے جو ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارکہ میں دفن ہونے سے رکاوٹ ڈالی گئی تھی، اگرچہ اِن روایتوں میں بنوامیہ کا ذکر ہے لیکن سارے بنوامیہ اِس میں ملوث نہیں، صرف مروان بن حکم اور اُن کے ہم خیال کچھ لوگ مراد ہیں، یہ روایت گو سند کے لحاظ سے ضعیف ہے لیکن صحیح روایتیں اِسکی مؤید ہیں۔

روایت نمبر (۴): امام بلاذری احمد بن یحیی بن جابر بن داؤد (م ۲۷۹ھ) رحمہ اللہ اپنی سند سے عروہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ مجھے حضور ﷺ کی قبر کے پاس دفن کرنا، ہاں اگر اِس میں شر کا خطرہ ہو تو میری والدہ کے پاس دفن کر دینا، حضرت حسن فوت ہو گئے تو جب اُن کو روضہ مبارکہ میں دفن کا ارادہ کیا مروان نے اِس سے روک دیا اور کہا یہ حضور ﷺ کے ساتھ دفن نہیں ہوں گے، کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حش کوکب میں دفن ہوں اور حسن یہاں دفن ہو جائیں؟ (انساب الاشراف للبلاذری ۳/ ۶۰)

اس روایت کے راوی (۱) حفص بن عمر الدوری النحوی ہے، ابوحاتم نے اُس کو سچا کہا ہے، ابوعلی اہوازی کہتے ہیں تمام روایات میں ثقہ ہے (تاریخ الاسلام ذہبی) ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا، مسلمہ بن قاسم نے کہا کہ ثقہ ہے، ابوعمرو دانی فرماتے ہیں ثقہ وثبت ہیں، ابوجعفر عقیلی فرماتے ہیں ثقہ وقابل اطمینان ہیں، ابن خلفون نے اُس کو ثقات میں ذکر کیا (التراجم الساقطۃ من کتاب اکمال تہذیب الکمال مغلطائی

۱/۲۴۲)(۲) عباد بن عباد مہلبی بصری صحاح ستہ کا راوی ہے، ثقہ ہے، ابن معین ویعقوب بن شیبہ ثقہ کہتے ہیں (طبقات علماء الحدیث ۱/ ۳۸۲) ذہبی فرماتے ہیں الامام الصدوق ہے (تذکرۃ الحفاظ) بعض نے اُن پر جرح کی جو غیر مقبول ہے، (۳) ہشام بن عروہ ثقہ ثبت ہے البتہ کبھی تدلیس کرتا ہے۔ (تقریب)

یحیی بن سعید قطان نے فرمایا کہ آخر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے، جس پر امام ذہبی فرماتے ہیں یہ قول مردود ہے کیوں کہ وہ بعض اوقات وہم، سہو، نسیان میں مبتلا ہوئے ہیں، مگر اختلاط نہیں ہوا، اور ایسا کونسا بڑا امام ہے جو وہم سے سلامت رہا ہو؟ شعبہ، معمر، اوزاعی، مالک وغیرہم رحمہم اللہ بھی تو کبھی وہم میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/ ۳۶) اور عبدالرحمن بن خراش نے جو کہا کہ مجھ تک یہ پہنچا ہے کہ امام مالک ہشام بن عروہ کی عراقی روایتوں کی وجہ سے اُس کو ناپسند کرتے تھے، تو بات یہ ہے کہ امام مالک سے منقول یہ بات سند سے ثابت نہیں ہے ابن خراش کہہ رہے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی، کن راویوں سے پہنچی؟ اِس کی تحقیق لازمی ہے، بغیر تحقیق ابن خراش کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا، خاص کر جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں ہشام کی بکثرت روایات لی ہیں، تو اگر اُس کو ناپسند کرتے تو روایات کیوں لیتے؟

پھر یہ عبدالرحمن بن یوسف بن خراش کون ہے؟ ابوزرعہ جرجانی کہتے ہیں رافضی ہے حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عیوب تلاش کرتا تھا (تاریخ بغداد ۱۰/ ۲۸۰) بلکہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے عیوب پر اُس نے ایک کتاب (دو جزء) لکھ ڈالی تھی جس پر حضرت ابومسعود احمد بن الفرات رازی اصفہانی نے نکیر کی تھی تو ابن خراش نے اُن کو قتل کی دھمکی دی تھی، جس پر حضرت ابومسعود نے فرمایا تھا کہ میری تو تمنا ہے کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی محبت میں مارا جاؤں (مرآۃ الزمان ۱۵/ ۳۹۹) تشیع کے باب میں مضامین لکھتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ۵/ ۵۱۸) اور روافض کی طرح حدیث لانورث ماترکناہ صدقۃ کو باطل ٹھہراتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۶۰۰) علامہ ابن حجر لکھتے ہیں عبدالرحمن بن یوسف بن خراش غالی شیعوں میں سے ہے بلکہ رفض کی طرف منسوب ہے۔ (لسان المیزان ۱/ ۱۶) متعدد محققین (دکتور محمد مہدی المسلمی،

اشرف منصور عبدالرحمن، عصام عبدالہادی محمود، احمد عبدالرزاق عید، ایمن ابراہیم الزاملی، محمود محمد خلیل) نے مل کر رجال حدیث سے متعلق امام دارقطنی کے اقوال کو جمع کر کے ایک مجموعہ تیار کیا ہے بنام ''موسوعة اقوال ابی الحسن الدارقطنی فی رجال الحدیث وعلله'' اس میں رقم ۲۱۵۲ پر ابن خراش کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ''عبدالرحمن بن یوسف بن سعید بن خراش الشیعی الکافر۔

اور ہشام سے متعلق یہ بھی ابن خراش نے ہی بتایا کہ ہشام اول بار کوفہ آئے تو حدیث یوں بیان کرتے حدثنی ابی قال سمعتُ عائشة، اور دوسری بار آئے تو کہتے اخبرنی ابی عن عائشة، اور تیسری بار آئے تو کہتے ابی عن عائشة، یعنی باپ سے مرسل بیان کرتے، تو ابن خراش کی اس نقل پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، نیز یہی مرض خود ابن خراش میں بھی تھا کہ وہ مرسلات کو موصولات بناتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۶۰۰) اس لئے ابن خراش کی اِس بات کو ذکر کر کے علامہ ذہبی فرماتے ہیں قلت الرجل حجة مطلقاً۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/ ۳۵) میں کہتا ہوں ہشام ہر حال میں حجت ہے، اس لئے سب محدثین نے جس طرح هشام قال سمعت ابی عن عائشة یا اخبرنی ابی عن عائشة کے الفاظ سے مروی ہشام کی روایات لی ہیں ایسے ہی هشام عن ابیہ عن عائشة کے ساتھ مروی روایات بھی بلاتفریق لی ہیں، کتب مسانید میں مسند امام احمد، ومسند اسحاق بن راہویہ، مسند بزار، مسند ابویعلی، میں مرویات ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دیکھ لیں، اور سارے صحاح ستہ اور اُن سے علاوہ دوسری حدیث کی کوئی سی کتاب اٹھالیں، کوئی بھی هشام عن ابیہ عن عائشة کے الفاظ والی سند سے خالی نہیں، ایسی روایات صحیح بخاری میں تقریباً ۸۹ تک ہیں، اور هشام بن عروة عن ابیہ عن عائشة کے الفاظ سے مؤطا امام مالک میں تقریباً ۲۶ روایات ہیں، اور صحیح بخاری میں تقریباً ۸۲ تک ہیں، تو جناب کو جو اُس کی تدلیس اور ارسال سے روایات غلط ہونے کا ڈر لگ رہا ہے دنیا کا کوئی ایک محدث بھی آپ کا ہم خیال نہیں، یہ حضرات ہشام کی تدلیس وارسال کو ذرا بھی مضر نہیں سمجھ رہے ورنہ بلا جھجک اِن روایات سے کتابیں نہ بھر لیتے، بہر حال یہ جرح مردود ہے۔

رہی یہ بات کہ اُس کی احادیث عراقی پر نکیر کی گئی! تو یعقوب بن شیبہ سے منقول یہ بات ذکر کر کے علامہ ذہبی اِس کو بھی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: قلت فی حدیث العراقیین عن ھشامٍ اوھام تحتمل کما وقع فی حدیثھم عن معمر اوھام۔ میں کہتا ہوں کہ عراقیوں کی ہشام سے مروی احادیث میں ایسے اوہام ہیں جو قابل برداشت ہیں جیسے عراقیوں کی معمر سے روایات میں (قابل برداشت) اوہام ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/۴۶)

ہشام سے متعلق بندہ کو اِس تفصیل کی ضرورت اس لئے بھی پڑی کہ ابن خراش وغیرہ کے اِن اقوال کو اور اوہام کی روایتوں کو قاضی طاہر علی صاحب نے لے کر اعتماد کیا ہے۔ (عمر عائشہ رضی اللہ عنہا پر تحقیقی نظر ص ۲۷۵)

(۴) اور ہشام عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں اور عروہ رحمہ اللہ مدینہ طیبہ کے سات بڑے فقہاء میں سے ہیں، تو یہ روایت بھی اگر اونچے درجہ کی صحیح نہ مانی جائے تو حسن ہونے میں شک نہیں ہے، اس سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور ﷺ کے ساتھ دفن کرنا، اور یہ کہ روضہ مبارکہ میں اُن کے دفن ہونے سے مروان رکاوٹ بنا ہے۔

ان روایتوں کے علاوہ امام ابن سعد رحمہ اللہ نے طبقات میں اپنے استاذ امام محمد بن عمر واقدی کی سندوں سے (۱) حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ (۲) منذر بن جہم رحمہ اللہ (۳) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ وغیرہم کی روایات بھی ذکر کی ہیں جن میں ذکر کیا گیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے روضہ مبارکہ میں دفن کئے جانے کی وصیت فرمائی تھی، اور بعض لوگ (مروان وغیرہ) اس میں رکاوٹ بنے تھے، مگر چوں کہ اُن روایتوں کے راوی امام واقدی ہیں اس لئے وہ بطور شاہد ضرور دلیل بن سکتی ہیں گو اصل دلیل کے طور پر پیش نہ کی جاسکیں۔

مگر بات یہ ہے کہ واقدی اتنا گیا گذرا نہیں ہے جتنا قاضی صاحب ظاہر کرتے ہیں، چنانچہ محمد بن اسحاق صغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم اگر میرے نزدیک واقدی ثقہ نہ ہوتا میں اُس سے حدیث روایت نہ کرتا واقدی سے چار ائمہ نے

حدیثیں بیان کی ہیں ابن ابی شیبہ، ابوعبید، ابوخیثمہ اور ایک اور کا ذکر کیا۔ (تہذیب الکمال) مصعب بن عبداللہ فرماتے ہیں واقدی ثقہ وقابل اعتماد ہے، معن بن عیسی فرماتے ہیں کہ مجھ سے واقدی سے متعلق پوچھا جاتا ہے؟ میرے متعلق واقدی سے پوچھا جائے، یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ واقدی ثقہ ہے، ابوعبید قاسم بن سلام کہتے ہیں واقدی ثقہ ہے، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ امام مالک وابن ابی ذئب کے مسائل واقدی سے زیادہ ثقہ راوی سے لئے جاسکتے ہیں تو اُس کی تصدیق نہ کی جائے، ابراہیم حربی کہتے ہیں کہ واقدی اہل اسلام لوگوں میں سے امین ہے، دراوردی کہتے ہیں واقدی تو امیر المؤمنین فی الحدیث ہے، مجاہد بن موسی کہتے ہیں کہ واقدی سے بڑھ کر حدیث کے کسی حافظ سے میں نے حدیث نہیں لکھی، (تاریخ الاسلام للذہبی ۱۴/ ۱۹۸ تا ۲۰۲) امام محمد بن سعد کہتے ہیں واقدی مغازی سیر اور فتوح واحکام اور لوگوں کے اخلاق سے متعلق (خوب) علم رکھنے والے تھے۔ (تاریخ الاسلام ذہبی) محمد بن سلام جمحی کہتے ہیں واقدی اپنے زمانے کا عالم تھا۔ (سیر اعلام النبلاء) مصعب زبیری فرماتے ہیں اللہ کی قسم ہم نے اُس کا مثل نہیں دیکھا۔ (سیر اعلام النبلاء) امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں (گو) اُس کے ضعف پر اجماع ہوگیا (لیکن) اُس کی سب سے عمدہ وہ روایات ہیں جو ابن سعد نے طبقات میں اُس سے لی ہیں کیوں کہ ابن سعد اُس کی روایتوں میں سے بعض کو منتخب کرتے تھے (تاریخ الاسلام ۱۴/ ۱۹۹) اور فرماتے ہیں مع ضعفه یکتب حدیثه و یروی لانی لا اتهمه بالوضع (سیر اعلام النبلاء ۸/ ۱۶۵) باوجودیکہ ضعیف ہے اُس کی حدیث لکھی جائے اور روایت کی جائے کیوں کہ میں اُس کو وضع (گھڑنے) سے متہم نہیں سمجھتا، اور فرماتے ہیں والواقدی وان کان لانزاع فی ضعفه فهو صادق اللسان کبیر القدر۔ اگرچہ واقدی کے ضعیف ہونے میں اختلاف نہیں لیکن وہ زبان کا سچا اور اونچے درجے کا آدمی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء ۷/ ۱۴۲ ترجمہ ابن ابی ذئب)

محمد بن صالح کہتے ہیں کہ جس عورت نے خیبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دی تھی اُس کے متعلق امام مالک سے پوچھا گیا (کہ اُس کا کیا ہوا تھا؟) فرمایا مجھے اُس کا علم

نہیں میں اہل علم سے اُس کے متعلق پوچھوں گا، پھر امام مالک رحمہ اللہ امام واقدی سے ملے اور اُن سے تحقیق کی تو انہوں نے بتایا کہ مجھے جو علم ہے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اُس کو قتل کیا، بعد میں امام مالک رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ میں نے اہل علم (امام واقدی) سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حضور ﷺ نے اُس کو قتل کیا تھا۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۲۱۷) ابوبکر صغانی نے واقدی کی احادیث کو حسن بتایا۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۲۱۸) مسیبی سے پوچھا گیا تو فرمایا واقدی ثقہ وقابل اطمینان ہے، ابو یحیی از ہری (یا زہری) سے پوچھا گیا تو فرمایا ثقہ وقابل اطمینان ہے۔ (تاریخ بغداد ۳/ ۲۲۰)

علامہ شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ حموی (م ۶۲۶ھ) فرماتے ہیں واقدی کو محدثین کی ایک جماعت نے ضعیف ٹھہرایا جیسے یحیی بن معین، ابوحاتم، نسائی، ابن عدی، ابن راہویہ، دارقطنی، امافی اخبار الناس والسیر والفقه وسائر الفنون فهو ثقة باجماع۔ (معجم الادباء ۶/ ۲۵۹۶) لیکن لوگوں کی خبروں اور سیر وفقہ اور سب فنون میں تو واقدی بالاجماع ثقہ ہے، عباس العنبری کہتے ہیں واقدی مجھے عبدالرزاق سے زیادہ پسند ہے۔ (عیون الاثر ۱/ ۲۴) امام ابن کثیر کہتے ہیں واقدی کے پاس بہترین زائد روایات اور زیادہ تر لکھی ہوئی تاریخی باتیں ہیں، وہ اس شان کے بڑے ائمہ میں سے ہے، وهو صدوق فی نفسه مکثار اور وہ اپنی ذات میں سچا ہے بکثرت روایات رکھنے والا ہے (البدایہ 3 / ۲۳۵، ۲۳۴) احمد بن عبداللہ بن صالح کوفی فرماتے ہیں میں نے واقدی سے بکثرت لکھا ہے اور وہ ثقہ ہے، میں نے اُس سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ (جمہرۃ تراجم الفقہاء المالکیۃ ۳/ ۱۱۵۹)

صرف فہرست ابن الندیم میں واقدی کا تشیع ذکر کیا گیا ہے، جب کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ امام واقدی نے بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے ایک ''کتاب السنۃ والجماعۃ'' بھی ہے، جس میں اہل سنت اور اُن کے عقائد اور اور حقانیت بیان ہے، اور ''کتاب سیرۃ ابی بکر ووفاتہ'' اور ''کتاب ازواج النبی ﷺ'' بھی ہے، جو اُس کی سنیت ظاہر کرتی ہے۔ (معجم الادباء ۶/ ۲۵۹۸) امام واقدی کی کتابوں میں سے ایک کتاب ''فتوح الشام'' ہے اُس کے متعدد صفحات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تذکرہ

بہت ہی احترام کے ساتھ ملتا ہے، مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ''ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ'' (ص ۵، ۶، ۷، ۹، ۱۵، ۱۳، ۱۲، ۲۲، ۱۹، ۱۶، ۲۶ تا ۲۸۴) اُن کی دوسری کتاب ہے ''کتاب الردۃ'' اس کے صفحات میں بھی ایسا ہے (ص ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۱ تا آخر ۲۳۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی احترام سے کرتے ہیں ''عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ'' (فتوح الشام ص ۲۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۲۹، ۱۳ الی ۲۹) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی احترام سے کرتے ہیں ''عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ''۔ (فتوح الشام ص ۱۶۶، ۷۰، ۱۵)

ایک واقعہ میں صحابہ کی موجود جماعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وحوله جماعة من الاصحاب منهم عمر وعثمان وعلي رضى الله عنه۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آس پاس صحابہ کی جماعت تھی جن میں سے عمر، عثمان، علی رضی اللہ عنہم ہیں۔ (فتوح الشام ص ۷)

عبارت میں حضرت ابوبکر کو صدیق اور رضی اللہ عنہ کہہ کر ان حضرات کو صحابہ کی جماعت فرمایا، پھر ذکر میں وہی ترتیب رکھی جو اہل سنت کے نزدیک ہے اول (حضرت ابوبکر کے بعد) حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم، تو اُس کی تشیع کیسے تسلیم کی جائے جب کہ علماء اہل سنت میں سے کسی نے اُس پر تشیع کا الزام نہیں لگایا؟

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے جو نقل کیا گیا کہ واقدی احادیث میں تبدیلیاں کرتا ہے، تو اُس کے متعلق ابراہیم حربی فرماتے ہیں مراد اُس سے یہ ہے کہ ایک حدیث جس کا متن ایک ہوتا ہے اور اُس کی سندیں متعدد راویوں سے ہوتی ہیں تو امام واقدی اُن متعدد سندوں کو اس طرح اکٹھا کرتے ہیں کہ مجھے فلاں وفلاں وفلاں نے حدیث بیان کی پھر اُن کا بیان کردہ وہی ایک متن ذکر کر دیتے ہیں، اور یہ کام تو صرف واقدی نہیں کرتے بلکہ حماد بن سلمہ، ابن شہاب زہری، اور محمد بن اسحاق وغیرہم بھی کرتے ہیں اور اس میں حرج نہیں ہے (تاریخ دمشق لابن عساکر وغیرہ)

بہرحال واقدی سے متعلق تصویر کا ایک رخ یہ بھی ہے، جس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہوتا ہے کہ علامہ واقدی بالکل گیا گذرا نہیں ہے، اگر ضعیف بھی ہو جیسا کہ

اکثر محدثین فرماتے ہیں تو بھی اُس کی روایات ضعیف ہوں گی، محض واقدی کی وجہ سے من گھڑت نہیں کہی جاسکتیں، اور ضعیف روایتوں کی تائید صحیح روایات سے ہوجائے تو اُن ضعیف روایتوں کا مضمون بھی صحیح ٹھہرے گا۔

حاصل کلام:

الغرض! ایسی متعدد روایتوں کے سبب بہت سے محققین مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کئے جانے کی وصیت کی تھی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے اجازت لے لی تھی، اور فرمایا تھا کہ اگر روضہ مبارکہ میں دفن ہونے سے لوگ رکاوٹ بن جائیں تو مجھے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کردینا، تو جب رکاوٹ پیش آئی تو اُنہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا، بعض کے نام اور حوالے درج ذیل ہیں۔

(۱) علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان ذہبی (م ۷۴۸ھ)۔ (تاریخ الاسلام ۴/۴۰، سیر اعلام النبلاء ۳/۲۷۵) (۲) امام ابن کثیر اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ) (البدایہ والنہایہ ۸/۴۴) (۳) علامہ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر سیوطی (م ۹۱۱ھ) (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۴) (۴) امام علی بن ابی الکرم محمد بن محمد، ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) (الکامل فی التاریخ لابن اثیر ۳/۵۸، اسد الغابۃ ۲/۱۳) (۵) امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان تمیمی (م ۳۵۴ھ) (الثقات ۳/۶۷) (۶) عبدالملک بن حسین بن عبدالملک لعصامی المکی (م ۱۱۱۱ھ) (سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی 3/۱۰۳) (۷) امام ابوالقاسم علی بن الحسن ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) (تاریخ دمشق ۱۳/۲۸۷، ۲۸۸) (۸) امام ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع ہاشمی بغدادی (م ۲۳۰ھ) (الطبقات الکبری لابن سعد ۱/۳۴۰) (۹) امام ابوالمظفر یوسف، سبط ابن الجوزی (م ۶۵۴ھ) (مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان ۷/۱۲۷) (۱۰) امام ابن خلکان احمد بن محمد بن ابراہیم برمکی (م ۶۸۱ھ) (وفیات الاعیان ۲/۶۷)

باقی رہا یہ اشکال کہ مروان تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ اور تدفین کے انتظامات میں بھی شریک تھے، جنازے کے ساتھ روتے ہوئے جارہے تھے تو جس سے ہمدردی کا اتنا اظہار ہوا وہ روضہ مبارکہ میں دفن سے رکاوٹ کیسے بن سکتے تھے؟ چنانچہ امام ابن سعد اپنی سند سے جویریہ بن اسماء سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے لوگوں نے اُس کا جنازہ نکالا تو مروان نے اُن کی چارپائی اٹھائی، تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اُن کی چارپائی اٹھاتے ہو حالاں کہ آپ اُنہیں غصے کے گھونٹ پلاتے رہتے تھے؟ مروان نے کہا میں یہ معاملہ ایسے شخص سے کرتا تھا جس کا حلم (برداشت) پہاڑوں کے برابر ہوتا تھا۔ (الطبقات الکبریٰ ۱/ ۳۵۴، رقم ۳۱۸)

جواب یہ ہے کہ یہ روایت امام ابن سعد علی بن محمد سے اور وہ جویریہ بن اسماء سے روایت کرتے ہیں، علی بن محمد بن عبداللہ بن ابی سیف مدائنی ثقہ و مستند مؤرخ ہے، سنہ ۲۲۴ھ یا ۲۲۵ھ میں فوت ہوئے، اور راوی جویریہ بن اسماء بن عبید بصری بھی ثقہ ہے، سنہ ۱۷۳ھ میں فوت ہوئے، مگر چوں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سنہ ۴۹ھ یا سنہ ۵۰ھ میں فوت ہوئے، اور اُس وقت جویریہ بن اسماء پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے سند منقطع ہے اِتنی روایات کے مقابلہ میں وزن نہیں رکھتی، اور اگر کسی درجے میں مان لی جائے تو دنیا نے ایسے لوگ دیکھے ہیں جو قاتل بھی خود ہوئے اور مقتول سے ہمدردی کا اظہار بھی کیا ہے، جیسے حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا واقعہ ہے، اور حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور توابین کا واقعہ ہے، اور۔۔۔ اور۔۔۔

مروان بن الحکم کے خطباتِ جمعہ وعیدین اور سبّ:

طارق بن شہاب سے روایت ہے: اوّل من بدأ بالخطبة یوم عید قبل الصلوٰة مروان بن الحکم۔ سب سے پہلا وہ شخص جس نے عید کے دن نمازِ عید سے پہلے خطبہ پڑھنا شروع کیا وہ مروان بن حکم ہے۔

تو ایک صحابی کھڑے ہوئے اُنہوں نے کہا نماز خطبہ سے پہلے ہے، تو مروان

نے کہا اے ابوفلاں! جو کچھ وہاں تھا (یعنی اب سے پہلے ہوتا تھا) اب متروک ہو چکا ہے (اب اُس پر عمل نہیں ہوسکتا) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بس اِس شخص نے اپنی ذمہ داری (امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی) پوری کردی ہے (عمل کریں یا نہ کریں) میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا جو تم میں سے برائی دیکھے اُس کو ہاتھ سے بدلنے کی کوشش کرے، اور اگر ہاتھ سے نہ بدل سکے تو زبان سے کوشش کرے، اور اگر زبان سے بھی نہ کرسکے تو دل میں برا جانے اور یہ سب سے کمزور درجہ ایمان کا ہے۔ (مسلم ح ۷۸ (۴۹) مسند احمد ح ۱۱۵۱۴، ابن حبان ح ۳۰۶)

اِس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز عید سے پہلے خطبہ منکر کام ہے جس کا ارتکاب مروان بن حکم نے کیا، سمجھانے والے صحابی نے سمجھایا کہ سنت تو نماز سے پہلے خطبہ ہونا ہے، مروان نے اُس سنت کو متروک کہہ کر ٹال دیا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سورہ نصر نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے اُس کی تلاوت کی، پھر فرمایا: انا واصحابی حیّز. والناس حیّز. لا ھجرۃ بعد الفتح۔ میں اور میرے صحابہ مستقل جماعت ہیں اور دوسرے لوگ مستقل جماعت ہوں گے، فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں ہے۔

مروان مدینہ طیبہ کا گورنر تھا میں نے اُس کو یہ حدیث سنائی، تو اُس نے کہا تو جھوٹ بولتا ہے، مروان کے ساتھ زید بن ثابت اور رافع بن خدیج رضی اللہ عنہما بھی تخت پر موجود تھے، ابوسعید نے فرمایا اگر یہ دونوں چاہیں تو یہی حدیث بیان کرسکتے ہیں لیکن، اِس ایک (رافع) کو یہ خطرہ ہے کہ آپ اُس کو اپنی قوم کی سرداری سے بر طرف کردیں گے، اور اس دوسرے (زید بن ثابت) کو صدقہ کی ڈیوٹی سے علیحدہ کردیں گے تو مروان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کے خلاف دُرہ اٹھایا، جب اِن دونوں نے یہ حال دیکھا تو مروان سے کہا کہ ابوسعید نے سچ کہا ہے۔ (مسند ابوداؤد طیالسی ح ۲۳۱۹، شرح مشکل الآثار ۷/۴۱، ح ۲۶۲۹، المستدرک ح ۳۰۱۷ حدیث صحیح)

اس حدیث کے مطابق مروان صحابی کو [کذبت] کہتا ہے ،صحابی ذرا مزید گفتگو کرتا ہے تو اُس کو درہ مارنے کا ارادہ کرتا ہے ،معلوم ہوتا ہے کہ مروان کچھ کچھ گستاخ صحابہ تھا،نہیں تو اس میں کم از کم اخلاقی طور پر کمزوری تھی۔

عبیداللہ بن عبداللہ رحمہ اللہ اور متعدد راویوں سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس نماز پڑھ رہے تھے ،اسی دوران مروان بن حکم نکلا ، کہنے لگا کہ تو رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف نماز پڑھتا ہے؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے حضور ﷺ سے محبت ہے،تو مروان نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو کچھ برا بول بولا (کہا تیرا مقصود یہ ہے کہ لوگوں کو تیرے مرتبے کا پتہ چلے ،سو ہم نے تیرا مرتبہ دیکھ لیا،اللہ تیرے ساتھ ایسا ویسا کرے۔ (الاستیعاب ۱/ ۴۰) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا مروان ! تو نے مجھے تکلیف دی ہے،اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ فرماتے سنا: انّ اللہ یبغض الفاحش المتفحش وانك فاحش متفحش۔ اللہ تعالی بدگو بے شرمی کے کام کرنے والے سے نفرت کرتے ہیں ،اور تو بھی بدگو بے شرمی کے کام کرنے والا ہے۔ (ابن حبان ح ۵۶۹۴، الاحادیث المختارۃ للضیاء ح ۱۳۱۷، اسنادہ جید، اتحاف السادۃ المتقین ۷/ ۴۸۰)

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ جیسے عظیم اللہ ورسول ﷺ کے محبوب صحابی کی گواہی کے بعد کیا کسی قاضی اور گواہ کی گواہی کی ضرورت ہے؟

مروان بن الحکم ناصبی:

اسحاق بن ابی حبیبہ مولی رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے ،تو مروان بن الحکم اُن کی بیمار پرسی کے لئے آئے ،تو مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ما وجدتُ علیك فی شیء منذ اصطحبنا الا فی حبك الحسن والحسین۔ جب سے ہم آپ ساتھی ہوئے ہیں مجھے آپ پر بس اسی بات پر غصہ لگتا ہے کہ آپ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں۔

اِس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور حدیث سنائی کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے آپ ﷺ نے حضرت حسن وحسین کے رونے کی آواز سنی تو آپ ﷺ تیز تیز چل کر اُن کے پاس گئے اور اِن بچوں کا حال پوچھا حضرت فاطمہ نے بتایا کہ پیاس لگی ہے، حضور ﷺ نے اُن کو اپنی زبان مبارک چسائی الخ تو جب میں نے اُن سے رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل دیکھا تو میں اُن سے کیوں محبت نہ کروں؟ (المعجم الکبیر ۳/ ۵۰، ح ۲۶۵۶، مختصر تاریخ دمشق ۷/ ۱۶، تہذیب الکمال ۶/ ۲۳۰)

مروان کے یہ صاف الفاظ بتاتے ہیں کہ اُس کو اہل بیت سے پوری طرح محبت نہیں تھی، بلکہ محبت کرنے والوں سے نفرت رکھتا تھا۔

علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمہ اللہ (م ۹۷۴ھ) فرماتے ہیں: ومن اشد الناس بغضاً لاھل البیت مروان بن الحکم۔ سب لوگوں سے بڑھ کر اہل بیت سے بغض رکھنے والا مروان بن حکم تھا۔ (الصواعق المحرقۃ ۲/ ۵۲۷ لبنان)

امام احمد بسند اسماعیل، ابن عون عمیر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ مروان چھ سال ہم (اہل مدینہ) پر امیر تھا وہ ہر جمعہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہتا تھا، پھر وہ معزول کیا گیا اور سعید بن العاص عامل بنائے گئے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا نہیں کہتے تھے، پھر دوبارہ مروان عامل بنایا گیا تو پھر وہ برا کہتا تھا۔

(الجامع لعلوم الامام احمد، الرجال ۱۹/ ۱۲۰)

علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ امام ابن عساکر کا قول نقل کرتے ہیں کہ: کسی زمانے میں کوئی عظیم اور بڑا آدمی ہوا تو اس کا کوئی نادان دشمن بھی ہوا ہے، جیسے آدم علیہ السلام کے لئے ابلیس، ابراہیم علیہ السلام کے لئے نمرود، موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرعون، نبی کریم ﷺ کے لئے ابوجہل۔ قال المصنف: وللحسن مروان بن الحکم۔ امام مناوی فرماتے ہیں ایسے ہی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لئے مروان بن حکم دشمن ہوا ہے۔ (فیض القدیر ۱/ ۴۸۲)

مقدمہ

امام حسین رضی اللہ عنہ

جناب علی طحاوی صاحب

22
2
جلد نمبر 12

مقدمہ امام حسین رضی اللہ عنہ

- واقعہ کربلا صحیح وحسن روایات کی روشنی میں۔
- کردار یزید صحیح روایات کی روشنی میں۔
- نواصب کے دلائل کا محاسبہ۔

تحریر و تحقیق
علی طحاوی

نعمہ نشریات

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱	مقدمہ سیدنا امام حسینؓ	۳۴۲
۲	پیش لفظ	۳۴۳
۳	کیا امام حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا گیا؟	۳۴۶
۴	سند پر اعتراض	۳۵۰
۵	قاتلین امام حسینؓ	۳۵۸
۶	سند کی تحقیق	۳۵۹
۷	۱: محمد بن عثمان بن ابی شیبہ	۳۵۹
۸	۲: فرات بن محبوب کوفی	۳۶۰
۹	۳: ابو بکر ابن عیاش	۳۶۰
۱۰	۴: اسلم المنقری	۳۶۰
۱۱	سند کی تحقیق	۳۶۰
۱۲	۱: عباس الدروی	۳۶۰
۱۳	۲: الاسود بن عامر	۳۶۰
۱۴	۳: شریک بن عبداللہ النخعی	۳۶۱
۱۵	۴: عبدالملک بن عمیر النخعی	۳۶۱
۱۶	عمر بن سعد کا کردار	۳۶۱
۱۷	ابن زیاد کا طرز عمل	۳۶۴
۱۸	رأس حسینؓ اور یزید	۳۶۸
۱۹	سند کی تحقیق	۳۶۹
۲۰	۱: ابن ابی الدنیا	۳۶۹
۲۱	۲: سلمہ بن شبیب	۳۶۹
۲۲	۳: حمیدی	۳۶۹
۲۳	۴: سفیان ثوری	۳۶۹
۲۴	۵: سالم بن ابی حفصہ	۳۷۰
۲۵	عدی بن ثابت کے متعلق علماء کے اقوال	۳۷۲
۲۶	۶: حسن بصری	۳۷۳

۲۷	سند پر اعتراض	۳۷۳
۲۸	متن پر اعتراض	۳۷۵
۲۹	احمد بن عبداللہ بن سالم المعروف ابن البیری	۳۷۷
۳۰	علی بن سہل کا تعین	۳۷۸
۳۱	قاتلین سے عدم قصاص	۳۷۸
۳۲	بیعت یزید کی نوعیت	۳۸۰
۳۳	خلیفہ کی تقرری اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۳۸۵
۳۴	تقرری خلیفہ اور سنت سیدنا ابوبکرؓ	۳۸۵
۳۵	تقرری خلیفہ اور سنت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ	۳۸۷
۳۶	تقرری خلیفہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ	۳۸۹
۳۷	بیعت یزید کے لیے امیر معاویہؓ کے اقدامات	۳۹۰
۳۸	حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف	۴۰۰
۳۹	بیعت یزید سے عبداللہ بن زبیرؓ کا اختلاف	۴۰۴
۴۰	صحابہ کرامؓ کی خاموشی کا مقصد	۴۰۷
۴۱	خلاصہ کلام	۴۰۹
۴۲	خروج امام حسین رضی اللہ عنہ	۴۰۹
۴۳	خلاصہ کلام	۴۱۵
۴۴	کردار یزید دلائل کی روشنی میں	۴۱۶
۴۵	حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں	۴۱۶
۴۶	۱: علی بن مبارک الصعانی	۴۱۹
۴۷	۲: زید بن مبارک الصعانی	۴۲۰
۴۸	۳: ابو ہشام عبدالملک بن عبدالرحمن ذماری	۴۲۰
۴۹	۴: امام ابن حبان:	۴۲۱
۵۰	عبدالرحمن بن عبدالملک الزماری کی توثیق	۴۲۳
۵۱	صحابہ کرامؓ کے اقوال کی روشنی میں	۴۲۷
۵۲	صحابی رسول عبداللہ بن عباسؓ کا موقف	۴۲۷
۵۳	حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا موقف	۴۳۱
۵۴	موقف امام حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ	۴۳۶
۵۵	امام عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا موقف	۴۳۸

۵۶	سند کی تحقیق	۴۴۱
۵۷	۱: احمد بن ولید زرقی	۴۴۱
۵۸	۲: سعید بن سالم مکی	۴۴۱
۵۹	۳: عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج	۴۴۱
۶۰	صحابی رسول معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کا موقف	۴۴۲
۶۱	سند کی تحقیق	۴۴۳
۶۲	۱: أبو غالب الوردی	۴۴۳
۶۳	۲: ابوالحسین الطیوری ،	۴۴۳
۶۴	۳: ابواحسن محمد بن عبدالواحد البزار الحسن	۴۴۳
۶۵	۴: ابوبکر بن شاذان	۴۴۳
۶۶	۵: ابوبکر بن ابی شیبہ البزار	۴۴۳
۶۷	۶: أحمد بن الحارث الخزار	۴۴۳
۶۸	۷: علی بن محمد مدائنی	۴۴۴
۶۹	۸: عوانہ بن الحکم	۴۴۴
۷۰	۹ عکرمہ بن خالد	۴۴۴
۷۱	حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی رائے	۴۴۶
۷۲	سند کی تحقیق	۴۴۸
۷۳	۱: محمد بن احمد المحبوبی	۴۴۸
۷۴	۲: سعید بن منصور المروزی	۴۴۸
۷۵	۳: یزید بن ہارون	۴۴۸
۷۶	۴: عبداللہ بن عون	۴۴۸
۷۷	۵: خالد بن الحویرث مکی	۴۴۹
۷۸	تابعین کرامؒ کا موقف	۴۵۰
۷۹	کیا محمد بن حنفیہؒ سے مدح ثابت ہے؟	۴۵۰
۸۰	یزید کا امام زین العابدینؒ سے حسن سلوک!	۴۵۱
۸۱	اقوال سلف	۴۵۴
۸۲	امام لیث بن سعد (م ۱۷۴ھ) کا موقف	۴۵۴
۸۳	امام احمد بن حنبلؒ کا موقف	۴۵۶
۸۴	خاتمہ	۴۶۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

محمود عباسی کے فتنہ ناصبیت کے احیاء کے آثار ہندوستان میں بھی اثر پذیر ہوئے۔ انڈیا کے ایک اہل حدیث عالم کفایت اللہ سنابلی صاحب نے یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ نامی کتاب لکھی حمایت یزید میں حامیان یزید نے آج تک جو کچھ لکھا تھا سنابلی صاحب نے اسے یزید کی صفائی میں نئی ترتیب کے ساتھ اپنی کتاب میں جمع کر دیا۔ زیادہ تر مفروضے تھے، اس سے ہندوستان کے علماء کے حلقہ میں بعض سطحی معلومات کے لوگوں میں حمایت یزید کی ایک لہر اٹھی۔ اس فتنہ کے زہریلے اثرات کے تریاق کے لئے جناب علی طحاوی صاحب نے مقدمہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام سے یہ مقالہ سپرد قلم کیا اور انتہائی متانت کے ساتھ علمی وقار کا حامل ایسا جواب ہوگیا کہ سنابلی صاحب کے تمام اعتراضات ہباء منثورا ہوگے۔ یہ ستمبر ۲۰۱۸ء کی بات ہے، اس مقالہ کو نیٹ پر ڈال دیا گیا۔ سنابلی مفروضے دم توڑ گئے اور حق لوگوں پر واضح ہوگیا۔ اس مقالہ میں واقعہ کربلا کے حوالہ سے سنابلی صاحب کے دلائل کا محاسبہ کیا گیا ہے اور ضمناً یزید کی شخصیت کی مدح وثناء میں پیش کردہ روایات کا تجزیہ کیا گیا اور جناب علی طحاوی صاحب نے بڑے اعتماد اور علمی اندازہ میں دلائل باہرہ کے ساتھ سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کا مقدمہ لکھا ہے۔

نومبر ۲۰۲۱ء میں انہوں نے اسے شائع کرنے کے لئے فائنل کیا اور بار اوّل شائع کرنے کی پرنٹ لائن بھی لگائی، نامعلوم کتابی شائع ہوا یا نہیں۔ البتہ ہمیں جناب مکرم پیر رضوان نفیس صاحب نے نیٹ سے پی ڈی ایف بھجوایا۔ اللہ رب العزت کی عنایت کردہ توفیق سے ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت'' میں نمبر چون (۵۴) پر شائع کرنے کی سعادت اور خوشیاں سمیٹنے پر انبساط کی کیفیت سے سرفراز ہیں۔

حق تعالیٰ اس ادنیٰ خدمت اہل بیتؓ کے صدقہ میں آخرت میں سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی چاکری کے لئے قبول فرمائیں۔ ان کی قدموں یا صف نعال میں حاضری ہی ہماری عید سعید اور جنت الفردوس ہے۔ اے مولیٰ و مالک! آپ ایسے ہی فرمادیں آپ پر کوئی مشکل نہیں۔ آمین بحرمۃ جدالحسینؓ!

(ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق کا ساتھ دینے اور عدل کرنے کا حکم دیا ہے تو اس تک پہنچنے کے لیے کما حقہ عقل بھی عطا کی کہ مبادا ہم خروش ظلمت میں بھٹک کر نہ رہ جائیں۔ بعض صاحب مصیب اسی ازلی حقیقت کو سمجھ کر تشرف بالمعرفت کی منازل طے کر گئے ... اور بعض عاقبت نا اندیش غافل رہ کر بھٹک گئے۔ فرمانِ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

من أحب لله وأبغض لله، وأعطى لله ومنع لله فقد استكمل الإيمان (سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۶۴)

جس نے اللہ کے لیے محبت رکھی اور اللہ کے لیے بغض رکھا اور اللہ کے لیے دیا اور اللہ کے لیے نہ دیا۔ اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا۔

امام طحاوی ائمہ اہل سنت کا عقیدہ بیان کرتے ہیں:

ونحب أهل العدل والأمانة ونبغض أهل الجور والخيانة

اور ہم اہلِ عدل و امانت سے محبت رکھتے ہیں اور اہل جور و خیانت سے بغض رکھتے ہیں۔ (متن العقیدۃ الطحاویۃ بتعلیق الالبانی ص ۷۴)

یعنی محبت اور نفرت کا معیار خداوند متعال کی ذات ہے اور کسی انسان سے محبت اس وجہ سے ہونی چاہیے کہ وہ خدائے لم یزل اور نبی مکرم علیہ السلام کے ہاں محبوب ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اصحاب رسول و اہل بیت سے محبت کرتے ہیں، اگر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت نہ کرتے تو ہم ان کا تعارف بھی نہیں رکھتے ... اور جب یہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں محبوب ہیں تو ہمارے لیے بھی ان کی تعظیم کرنا، ان سے محبت کرنا مستوجب ہے۔ اسی لیے اہل سنت اوائل سے ہی اصحاب رسول پر ہونے والے ایک ایک اعتراض کا جواب دیتے آئے ہیں۔ یہی ہمارا جذبہ ہے ... اور یہی ہماری متاع زیست ہے۔ اگرچہ ہم اتنی استعداد تو نہیں رکھتے، لیکن اصحاب رسول و اہل بیت سے محبت کا تقاضا ہے کہ عزم صمیم کے ساتھ ان کے دفاع میں قلم اٹھایا جائے۔

گزشتہ کچھ برسوں سے چند کوتاہ فہم اور ناصبیت مائل لوگوں نے واقعہ کربلا کے متعلق شبہات پیدا کرنا شروع کیے اور اپنے مذموم پراپگنڈے کے ذریعے امام حسینؓ کی شہادت کو اتنا متنازعہ بنا دیا کہ ایک عام آدمی جو خود استقراء و تحقیق نہیں کر پاتا... وہ اس معاملے میں بالکل خاموش ہو جاتا ہے یا سرے سے انکار ہی کر دیتا ہے۔ اس حوالے سے چند نامی گرامی شخصیات نے بھی زور قلم کے ذریعے لوگوں کی ذہن سازی کرنے کی کوشش کی ہے۔ مقام حیرت ہے کہ نواسہ رسول کے مقابلے میں ایک غیر صحابی، جابر حکم ران کو لا کھڑا کیا گیا... من چاہی تاویلیں گھڑی گئیں... اور یمین و یسار میں انہیں مختلف ذرائع سے پھیلایا دیا گیا۔

گزشتہ چند برسوں میں کئی ایک کتب واقعہ کربلا کو من گھڑت ثابت کرنے کے لیے لکھی جا چکی ہیں۔ ہر ایک محقق نے اپنے اعتبار سے اس پر طبع آزمائی کی ہے۔ انہی محققین میں ہندوستان کے اہل حدیث عالم مولانا کفایت اللہ سنابلی بھی ہیں۔... موصوف نے ایک تحقیقی شاہکار بنام ''یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ'' پیش کیا، جس کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کے تخلیق کردہ مفروضوں کو درست ماننا شروع کر دیا۔ اس سے پہلے علماے کرام حامیان یزید کا تواتر سے رد کر چکے ہیں، لیکن تادم تحریر اس کتاب کا تفصیلاً رد نہیں لکھا گیا... یہی بنیادی وجہ ہے جس کے باعث راقم الحروف نے کتابچہ لکھنے کا قصد کیا۔ سنابلی صاحب کی کتاب سے پہلے جتنی بھی کتب یزید کے دفاع میں موجود تھیں، ان سب کا مواد انہوں نے ''یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ'' میں جمع کر دیا ہے، اس لیے میں نے اس کتابچے میں تاریخی طرز عمل اپنانے کی بجائے انہیں کی کتاب کو موضوع بحث رکھا ہے اور ایک مقام پر ان کے نظریاتی پیشوا محمود عباسی صاحب اور حکیم فیض عالم صدیقی صاحب کو بھی جواب دیا ہے۔

اس کتابچے میں ''واقعہ کربلا'' کے حوالے سے سنابلی صاحب کے دلائل کا محاسبہ کیا گیا ہے اور ضمناً یزید کی شخصیت کی مدح و ثنا میں وارد روایات کا بھی تفصیلی جواب دے دیا گیا ہے... ممکن ہے یہ کہا جائے کہ اس کتاب کا رد بہت مختصر ہے تو عرض ہے ہم نے صرف امام حسینؓ کے حوالے سے دلائل پر جواب لکھے ہیں اور اس حوالے سے تمام تر دلائل کا

جواب مکمل دیا گیا ہے۔ چوں کہ سنابلی صاحب کی کتاب میں واقعہ حرہ، یزید کے متعلق ضعیف روایات اور حدیث یزید کے حوالے سے خاصی تفصیل ہے جس کا ہماری کتاب کے موضوع سے تعلق نہیں ہے اس لیے اس حصے پر کلام نہیں کیا گیا، ہمارا مقصد امام حسینؓ کے حوالے سے تاریخ کی صحیح تصویر پیش کرنا ہے یزید کی شخصیت سے بہر حال کوئی سروکار نہیں، جس مقام پر ہم نے سنابلی صاحب کے دلائل کا رد بھی کیا تو وہ بھی اسی ضمن میں ہے۔ انصاف کرنے والے قارئین خود فیصلہ کر لیں گے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ راقم کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس سبب میرا شمار محبان اہل بیت میں کرے، آمین!

علی طحاوی

پیر، ۱۸ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ

بمطابق ۲۴ ستمبر ۲۰۱۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

واقعہ کربلا کے حوالے سے اگر روافض نے غلو میں روایات گھڑی ہیں تو ناصبیت مائل حضرات نے اسے سرے سے ہی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کچھ لوگوں نے من چاہی تاویلیں پیش کر کے اصل واقعے کو بدلنے کی کوشش کی ہے۔ جن میں صلاح الدین یوسف، محمود عباسی اور سنابلی صاحب سرفہرست ہیں۔ ان شاء اللہ اس کتاب میں ان کے دلائل کا رد کیا جائے گا اور واقعہ کربلا کی صحیح تفصیل دینے کی کوشش کی جائے گی۔ تحریر ہذا کا مقصد کفایت اللہ سنابلی صاحب کے سیدنا حسینؓ کے متعلق پیش کردہ دلائل کا تجزیہ اور اپنے دلائل کا اظہار اور اثبات ہے۔ ان حضرات نے کافی بڑے دعوے کیے ہیں۔ بعض تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت حسینؓ کو یزید کی شخصیت سے کوئی اختلاف ہی نہیں تھا۔ سنابلی صاحب کہتے ہیں:

حسین نے بھرے مجمع میں یزید کی بیعت کی خواہش اس لیے ظاہر کی تا کہ یہ بات زیادہ سے زیادہ مشہور ہو جائے اور سب کو معلوم ہو جائے کہ حسین یزید کے مخالف نہیں ہیں اور انہوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ (حادثہ کربلا اور سبائی سازش ص ۲۷)

مختصر یہ کہ سنابلی صاحب نے یہاں انتہائی نا انصافی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اوّل تو

جس روایت کو انہوں نے پیش فرمایا ہے یہ سخت ضعیف ہے۔ سنابلی صاحب یزید کی بیعت پر تو ضعیف روایت ملا[1] کر تساہل کا مظاہرہ کرتے ہیں، لیکن یزید کا سختی سے بیعت لینا جن روایت میں ملتا ہے وہاں تساہل کے بجائے سختی سے کام لیتے ہیں۔ سبحان اللہ! علامہ سنابلی نے خود اس روایت سے استدلال کیا ہے... جس میں امام حسینؓ نے ابن زیاد کی فوج کے سامنے چند باتیں رکھی تھیں، جن میں سے یہ بات بھی تھی کہ انہیں یزید کے پاس جانے دیا جائے تاکہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔ (حادثہ کربلا اور سبائی سازش ص ۵۵)

لیکن باقی تفصیل کو عوام کے سامنے پیش نہیں کیا تاکہ اصلیت سامنے نہ آجائے۔ اس تفصیل کو ہم آگے واضح کریں گے۔

کیا امام حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا گیا؟

اس عنوان کے تحت ہم اس قضیے کو حل کریں گے کہ کیا امام حسینؓ کے موقف سے واقعتاً اصحاب رسول کا شدید اختلاف تھا جیسا کہ حامیان یزید تاثر دیتے ہیں تاکہ یزید کا دفاع کر سکیں یا حقیقت اس کے برعکس ہے۔ حامیان یزید کی طرف سے یہ دعوی کیا جاتا ہے کہ سیدنا حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا گیا تھا اور ان کے اس عمل کو صحابہؓ نے شدید ناپسند کیا، یوں یہ باور کرایا گیا کہ سیدنا حسینؓ کا یہ عمل بالکل درست نہ تھا۔ اس سلسلے میں جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن مطیع اور ابن زبیر (ابن مطیع اور ابن زبیر نے بذات خود یزید کے خلاف خروج کیا تھا) وغیرہ سے روایات بیان کی جاتی ہیں، اکثر ہی ابومخنف (کذاب) کے طریق سے ہیں یا کچھ بے سند ہیں تو اس اعتبار سے ان تمام حوالہ جات سے استدلال کرنا باطل ہے۔ میرے علم کے مطابق صرف دو اثر سند کے لحاظ سے ثابت ہیں، واللہ اعلم!

---

[1] سنابلی صاحب کی متدل روایت ہشام بن محمد کلبی اور ابومخنف کی سند سے ہے جو کہ مشہور متروکین ہیں: ودعاه إلى البيعة، فَقَالَ حُسَيْن: إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ورحم الله مُعَاوِيَة، وعظم لك الأجر! أما ما سألتني من البيعة فإن مثلي لا يعطي بيعته سرا، ولا أراك تجتزئ بها مني سرا دون أن تظهرها على رءوس الناس علانية، قَالَ: أجل، قَالَ: فإذا خرجت إلى النَّاس فدعوتهم إلى البيعة دعوتنا مع الناس فكان أمرا واحدا، فَقَالَ لَهُ الْوَلِيدِ وَكَانَ يحب العافية فانصرف على اسم الله حَتَّى تأتينا مع جماعة الناس. (تاریخ الطبری ج ۵، ص ۳۴۰)

امام طبرانی روایت کرتے ہیں:

"حدثنا أبوبكر، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا ابراهيم بن ميسرة قال: سمعت طاؤوساً يقول: سمعت ابن عباس يقول: إستشارني الحسين بن علي في الخروج فقلت: لولا أن يزري ذلك بي أوبك لنشبت يدي في رأسك، فكان الذي ردّ علي ان قال: لئن أقتل بمكان كذا و كذا أحب إلى من أن تنجدني - يعني مكة -. قال ابن عباس: فذلك الذي سلا بنفسي عنه" (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۳ ص ۱۹۹، المعرفۃ والتاریخ ج ۱ ص ۵۴۱، واسنادہ صحیح)

ابن عباس فرماتے ہیں: "حسینؓ نے مجھ سے کوفہ روانگی کی اجازت طلب کی تو میں نے کہا: "اگر میری اور آپ کی شان کے خلاف نہ ہوتا تو میں آپ کو پکڑ کر رکھتا، ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر حسینؓ نے کہا: "میں فلاں فلاں مقام پر قتل کر دیا جاؤں یہ میرے نزدیک اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ میری وجہ سے مکہ کی حرمت پامال ہو، ابن عباس کہتے ہیں یہ بات کہہ کر حسینؓ نے مجھے مطمئن کر دیا۔

اس روایت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ امام حسینؓ دراصل کوفیوں کی سازشوں کو بے نقاب کرنا چاہتے تھے، جس کا جواب اگلے صفحات میں تفصیل سے دیا جائے گا، سردست حامیان یزید کی مضطرب تاریخ پر نظر کر لینی چاہیے۔ یہ حضرات کبھی کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام اہل کوفہ کی سازشوں کو جانتے تھے اور یہی بات یزید کو بتانے جا رہے تھے۔ (واقعہ کربلا اور سبائی سازش ص ۵۴)

اور چند کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ خط لکھنے والے کوفیوں کی چال میں آگئے اور کوفیوں نے آپ کو دھوکہ دے کر قتل کر ڈالا ہے۔ معتدل رائے یہی معلوم ہوتی ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت میں بنیادی کردار یزید کے گورنر ابن زیاد اور اس کی فوج ہی تھی ان میں کچھ وہ بھی تھے جنہوں نے خط بھی لکھے جن کا امام حسینؓ کو بلانے میں کوئی بنیادی کردار نہیں تھا لیکن یہ لوگ بظاہر محب اہل بیت جب کہ دراصل نواصب کے کارندے تھے، امام حسینؓ کا سفر یزیدی حکومت کے خلاف ہی تھا، اس لیے آپ نے یزید کے خلاف بیعت کا سلسلہ شروع کیا اور اپنے مشن کو مکمل کرنے کی کوشش کی۔ سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ امام

حسینؓ کو کوفیوں کی سازش کا علم تھا حقائق کے خلاف ہے، ابن جریر طبری نقل کرتے ہیں:

''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمَّارٍ الرَّازِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ، أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ علی علیه السلام كَتَبَ إِلَيْهِ أَهْلُ الْكُوفَةِ: إِنَّهُ مَعَكَ مِائَةُ أَلْفٍ، فَبَعَثَ إِلَيْهِمْ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ'' (تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۸۲؛ وسندہ صحیح)

کہ حسینؓ بن علی کو اہل کوفہ نے خط لکھا کہ ایک لاکھ آدمی آپ کے ساتھ ہیں، آپ نے مسلم بن عقیلؓ کو ان کی طرف روانہ کیا۔

جب امام حسینؓ یہ جانتے تھے کہ کوفی سازشی ہیں تو ان کی بات مانتے ہوئے مسلم بن عقیل کو کیوں بھیجا؟ اور اگر آپ یزید کے پاس ہی جا رہے تھے تب بھی مسلم بن عقیل کو ادھر بھیجنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ روایت ہذا سے تو معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بن عقیل کوفہ بیعت لینے کے لیے گئے۔ اگر یزید سے کوئی اختلاف سیدنا حسینؓ کو تھا ہی نہیں، تو پھر اس امیر کے خلاف بیعت لینے کی کوشش کیوں کی گئی؟ سنابلی صاحب کا سارا مفروضہ دلیل کے بغیر ہے اور عقل کے منافی ہے، بل کہ فقط اپنے عوام کو دلاسے دیے گئے ہیں۔ امام حسینؓ کا اہل کوفہ کے خطوط کے جواب میں کوفہ کی طرف جانا اور حضرت مسلم بن عقیل کو یزید کے خلاف بیعت لینے کے لیے بھیجنے کا مقصد صرف یہی سمجھ آتا ہے کہ آپ یزید کے خلاف خروج کا ارادہ رکھتے تھے اور یزید کے سیاسی مخالف تھے یا کم سے کم موجودہ حکومت سے متفق نہ تھے اور اس طرز حکومت کو وہ قبول نہ کر سکے، صرف یزید کی شخصیت میں بگاڑ ہی ان کے ہاں قابل اعتراض بات ہوتی تو امت کے عظیم فقیہ ضرور صبر کر جاتے لیکن مقصد بڑا ہو تو سخت فیصلے لینا امت کے سرداروں کی ذمہ داری بن جاتی ہے۔

تو اب ابن عباسؓ کے مذکورہ اثر اور تاریخ طبری کی اس روایت سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؓ کے نزدیک خط لکھنے والے کوفی سازشی نہیں تھے اور نہ ہی وہ انہیں اپنے قتل کا سبب گمان کر رہے تھے۔ کیوں کہ اگر حضرت حسینؓ کے نزدیک خط لکھنے والے ہی ان کو قتل کرنے والے تھے تو ادھر مسلم بن عقیل کو بیعت کے لیے کیوں بھیجا؟ اب اس اثر کا مفہوم یہی ہوگا کہ آپ کے نزدیک یزیدی فوج ہی ان کے قتل کے درپے تھی اور اس بات کا

انہیں اندازہ تھا جس کا ذکر انہوں نے ابن عباسؓ کے سامنے کر دیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ یہ جانتے تھے کہ وہ شہید ہی کیے جائیں گے، ہر صورت میں چاہے حجاز میں قیام کریں یا خروج کریں۔ امام کا یہ قول اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حکومت کی جانب سے حضرت حسینؓ پر بیعت کے حوالے سے سختی کی جارہی تھی اور اس کی نافرمانی پر انہیں سخت نتائج سامنے کی بھی امید تھی۔ بالفرض یہ مان لیا جائے کہ صحابہ کرامؓ نے منع کیا تھا تو اس بات کا جواب بھی امام حسینؓ نے دیا ہے کہ اگر وہ مکہ میں بھی رہیں گے تب بھی انہیں شہید کر دیا جائے گا چوں کہ امام حسینؓ بیعت کرنے کو تیار نہ تھے۔ امام حسینؓ کی بات دلیل کے بغیر نہیں تھی۔ یہ کہنا کہ امام حسینؓ کو صحابہ کرامؓ کی بات مان لینی چاہیے تھی اور آپ سے غلطی ہوئی جس کے باعث یہ سانحہ پیش آیا، غلط ہے۔ اسی موقف کے تردید کے لیے ہم مزید ایک اور روایت پیش کرتے ہیں۔ امام ابن جوزی روایت کرتے ہیں:

"أخبرنا ابن ناصر، قال: أنبأنا أبو محمد ابن السراج أنبأنا أبو طاهر محمد بن علي بن العلاف، أنبأنا أبو الحسين ابن أخي ميمي حدثنا أبو علي ابن صفوان، حدثنا أبو بكر ابن أبي الدنيا، حدثني محمد بن صالح القرشي حدثنا علي بن محمد القرشي عن يونس بن أبي إسحاق قال: لما بلغ أهل الكوفة نزول الحسين بمكة وأنه لم يبايع ليزيد ابن معاوية خرج منهم وفد إليه، وكتب إليه سليمان بن صرد، والمسيب بن نجبة ووجوه أهل الكوفة يدعونه إلى بيعته وخلع يزيد، وقالوا: إنا تركنا الناس متطلعة أنفسهم إليك، وقد رجونا أن يجمعنا الله بك على الحق وأن ينفي عنهم بك ما هم فيه من الجور، فأنتم أولى بالأمر من يزيد الذي غصب الأمة فيأها وقتل خيرها. فدعا مسلم بن عقيل وقال الشخص إلى الكوفة فإن رأيت منهم اجتماعا فاكتب إلي"

(الرد على المتعصب العنيد على المانع من ذم يزيد ص ۴۸-۴۹، اسنادہ صحیح)

یونس بن ابی اسحاقؒ کہتے ہیں: "جب اہل کوفہ کو خبر ملی کہ امام حسینؓ مکہ تشریف لے گئے ہیں اور انہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی ہے تو ان کی طرف سے آپ

کے پاس وفود آئے۔ اور سیدنا سلیمان بن صردؓ اور مسیب بن نخبہ نے آپ کو خط لکھے اور روساء شہر نے یزید کے خلاف کھڑے ہونے اور آپ کو اپنی بیعت لینے کی طرف متوجہ کیا اور کہا: ہم نے لوگوں کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آپ کے منتظر ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے ساتھ حق پر جمع فرمائے گا اور آپ کے سبب سے لوگوں کو ظلم وستم اور جور وجفا سے چھٹکارا دلائے گا جس میں وہ مبتلا ہیں اور آپ یزید کے مقابلے میں امر خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ جس نے خلافت پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے، خیار امت کو قتل کر دیا ہے چناں چہ آپ (امام حسینؓ) نے مسلم بن عقیلؓ کو بلایا اور فرمایا: آپ کوفہ جائے اگر آپ ان کی طرف سے اجتماع دیکھیں تو مجھے لکھ دیجیے۔

سند پر اعتراض

امام یونس بن ابی اسحاق نے اس واقعہ کا ادراک نہیں کیا ہے۔

جواب: حضرت سلیمان بن صردؓ کی نسبت جو اعتراض کیا ہے کہ ان کا خط لکھنا ثابت نہیں ہے تو ہم سند صحیح سے روایت پیش کر چکے ہیں اور یونس بن ابی اسحاق کے متعلق یہ رائے بیان کرنا کہ یونس نے دور نہیں پایا تو یہ اعتراض اس قدر قوی نہیں ہے، چوں کہ یونس بن ابی اسحاق کی تاریخ ولادت پر کوئی نص موجود نہیں ہے، علماء نے ان کے طبقے کا تعین اجتہاداً کیا ہے اس لیے ان کا روایت بیان کرنا ناممکن نہیں ہے البتہ اگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو سلف کا اس پر اعتماد بھی ایک حیثیت رکھتا ہے، مزید سنابلی صاحب کے پاس اس جیسی ایک بھی صحیح روایت موجود نہیں ہے جس کے ذریعے وہ اتنا ہی ثابت کر لیں کہ خط لکھنے والے کوفی ہی قاتل تھے پوری کتاب میں اس پر انہوں نے ایک بھی دلیل نہیں دی ہے جو اس روایت کی ہی سطح کی ہو۔ تو جب ان کے پاس اپنے موقف پر کوئی دلیل نہیں ہے تو خط لکھنے والے کوفیوں کے تعلق سے یہی روایت سب سے قوی معلوم ہوتی ہے۔ اور قرائن اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ امام یونس بن ابی اسحاق نے اس واقعہ کا ادراک کیا ہے۔

امام ابن سعد کہتے ہیں: ”وكانت له سن عالية“

(طبقات الکبری ط العلمیۃ ح ۲۶۱۰)

یعنی یونس بن ابی اسحاق نے دراز عمر پائی تھی مزید آپ کے والد ابی اسحاق سیدنا سلیمان بن صردؓ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ بالفرض یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے اور سیدنا سلیمان بن صردؓ کا خط لکھنا ثابت نہیں ہے، تو پھر الزام لگانے کا جو طریقہ سنابلی صاحب اور حامیان یزید کا ہے اسی طرز پر خط لکھنے والے کوفیوں پر الزام ثابت کیا جائے اور کسی صحیح سند سے اس کی تفصیل پیش کی جائے۔ اس سے آگے امام حسینؓ کا قاتل کوفیوں کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اس پر سنابلی صاحب اور ان کے ہم فکر کے پاس کوئی صریح دلیل نہیں ہے، جب کہ تمام تر دلائل یزید بن معاویہ کی فوج کے خلاف ہی جاتے ہیں۔ یاد رہے اگرچہ قاتلین عراقی کوفی ہی تھے، مگر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ قاتلین وہی سب تھے جنہوں نے خط لکھ کر بلایا تھا تو اس پر سنابلی صاحب کو دلیل دینا ہوگی۔ مزید برآں یہ بات بھی ذہن نشین کر لی جائے کہ امام حسینؓ کو خط لکھنے والوں میں صحابی رسول سلیمان بن صرد بھی تھے اس لیے اعتراض کرنے سے پہلے نظریہ عدالت صحابہؓ کو ضرور ذہن میں رکھا جائے۔

امام طبری نقل کرتے ہیں:

''فَقَدِمَ الْكُوفَةَ، فَنَزَلَ دَارَ هَانِئِ بْنِ عُرْوَةَ، فَاجْتَمَعَ إِلَيْهِ النَّاسُ، فَأُخْبِرَ ابْنُ زِيَادٍ بِذَلِكَ زَادَ الْحُسَيْنُ بْنُ نَصْرٍ فِي حَدِيثِهِ: فَأَرْسَلَ إِلَى هَانِئٍ فَأَتَاهُ، فَقَالَ: أَلَمْ أُوَقِّرْكَ! أَلَمْ أُكْرِمْكَ! أَلَمْ أَفْعَلْ بِكَ! قَالَ: بَلَى، قَالَ: فَمَا جَزَاءُ ذَلِكَ؟ قَالَ: جَزَاؤُهُ أَنْ أَمْنَعَكَ، قَالَ: تَمْنَعُنِي قَالَ: فَأَخَذَ قَضِيبًا مَكَانَهُ فَضَرَبَهُ بِهِ، وَأَمَرَ فَكُتِفَ ثُمَّ ضَرَبَ عُنُقَهُ، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ، فَخَرَجَ وَمَعَهُ نَاسٌ كَثِيرٌ، فَبَلَغَ ابْنَ زِيَادٍ ذَلِكَ، فَأَمَرَ بِبَابِ الْقَصْرِ فَأُغْلِقَ، وَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى: يَا خَيْلَ اللَّهِ ارْكَبِي، فَلَا أَحَدٌ يُجِيبُهُ، فَظَنَّ أَنَّهُ فِي مَلَإٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ حصين: فَحَدَّثَنِي هلال بن يساف قَالَ: لقيتهم تلك الليلة فى الطريق عِنْدَ مسجد الأنصار، فلم يكونوا يمرون فى طريق يمينا ولا شمالا الا وذهبت مِنْهُم طائفة، الثلاثون والأربعون، ونحو ذَلِكَ قَالَ: فلما بلغ السوق، وَهِيَ ليلة مظلمة، ودخلوا المسجد، قيل لابن زياد: والله ما نرى كثير أحد، ولا نسمع أصوات كثير أحد، فأمر بسقف المسجد فقلع، ثم أمر بحرادى فيها

النیران، فجعلوا ینظرون، فإذا قریب خمسین رجلا. قَالَ: فنزل فصعد الْمِنْبَرَ وَقَالَ لِلنَّاسِ: تمیزوا أرباعا أرباعا، فانطلق کل قوم إلی رأس ربعهم. فنهض إلیهم قوم یقاتلونهم. فجل مسلم جراحة ثقیلة، وقتل ناس من أَصْحَابه وانهزموا، فخرج مسلم فدخل دارا من دور کندة، فَجَاءَ رجل إِلَی مُحَمَّد بن الأشعث وَهُوَ جالس إلی ابن زیاد، فساره، فَقَالَ لَهُ: إن مسلما فی دار فلان، فَقَالَ ابن زیاد: مَا قَالَ لك، قَالَ: إن مسلما فی دار فلان قَالَ ابن زیاد لرجلین انطلقا فأتیانی به، فدخلا عَلَیْهِ وَهُوَ عِنْدَ امرأة قَدْ أوقدت له النار، فهو یغسل عنه الدماء، فقالا له: انطلق الأمیر یدعوك، فَقَالَ: اعقدا لی عقدا، فقالا: ما نملك ذاك، فانطلق مَعَهُمَا حَتَّی أتاه فأمر به فکتف ثُمَّ قَالَ: هیه هیه یا ابن خلیه قال الحسین فی حدیثه:

یا بن کذا جئت لتنزع سلطانی! ثم أمر به فضربت عنقه قَالَ حصین: فَحَدَّثَنِی هلال بن یساف أن ابن زیاد أمر بأخذ ما بین واقصة إلی طریق الشام إلی طریق الْبَصْرَة، فلا یدعون أحدا یلج ولا أحدا یخرج، فأقبل الحسین ولا یشعر بشیء حَتَّی لق الأعراب، فسألهم، فَقَالُوا: لا وَاللَّهِ مَا ندری، غیر أنا لا نستطیع أن نلج ولا نخرج، قَالَ: فانطلق یسیر نحو طریق الشام نحو یزید، فلقیته الخیول بکربلاء، فنزل یناشدهم الله والإسلام، قَالَ: وَکَانَ بعث إِلَیْهِ عُمَر بن سَعْدٍ وشمر بن ذی الجوشن وحصین ابن نمیم، فناشدهم الحسین الله والإسلام أن یسیروه إلی أمیر الْمُؤْمِنِینَ، فیضع یده فی یده، فَقَالُوا: لا، إلا علی حکم ابن زیاد، وکَانَ فیمن بعث إِلَیْهِ الحر بن یَزِیدَ الحنظلی ثم النهشلی علی خیل، فلما سمع ما یقول الْحُسَیْن قَالَ لَهُمْ: ألا تقبلون من هَؤُلاءِ ما یعرضون عَلَیْکُمْ وَاللَّهِ لو سألکم هذا الترك والدیلم ما حل لکم أن تردوه! فأبوا إلا علی حکم ابن زیاد، فصرف الحر وجه فرسه، وانطلق إلی الْحُسَیْن وأَصْحَابه، فظنوا أنه إنما جَاءَ لیقاتلهم، فلما دنا مِنْهُمْ قلب ترسه وَسَلَّمَ عَلَیْهِم، ثُمَّ کر عَلَی أَصْحَاب ابن زیاد فقاتلهم، فقتل

مِنْهُم رجلين، ثم قتل رحمة الله عَلَيْهِ وذكر أن زهير بن القين البجلي لقي الحُسَيْنِ وَكَانَ حاجا، فأقبل مَعَهُ، وخرج إِلَيْهِ ابن ابي بحريه المرادي ورجلان آخران وعمرو بن الحجاج ومعن السلمي. قَالَ الحصين: وَقَدْ رأيتهالي"

تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۹۹؛ محقق تاریخ طبری نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

(صحیح تاریخ الطبری ج ۴ ص ۶۶ ـ ۶۸)

سنابلی صاحب کے نزدیک بھی یہ روایت اسنادی اعتبار سے ثابت ہے۔

مسلم کوفہ میں آئے اور ہانی بن عروہ کے گھر اترے۔ مسلم کے پاس لوگ جمع ہونے لگے اور ابن زیاد کو خبر ہوگئی اس نے ہانی کو بلا بھیجا اور کہا: میں نے تم کو انعام نہیں دیا؟ تمہارا اکرام نہیں کیا؟ تمہارا یہ نہیں کیا وہ نہیں کیا؟ ہانی نے کہا: ہاں ایسا کیا! اس پر ابن زیاد نے پوچھا: تو پھر اس کا عوض؟ ہانی نے جواب دیا اس کا عوض یہ ہے کہ میں تم کو بچالوں گا۔ کہنے لگا: تم مجھے بچاؤ گے وہیں عصا اٹھا کر ہانی کو مارنا شروع کر دیا۔ پھر حکم ہوا ان کی مشکیں کس لی جائیں اور پھر گردن ماردی جائے۔ یہ خبر مسلم کو پہنچی تو وہ انبوہ کثیر کو ساتھ لے کر نکلے اس (ابن زیاد) نے سنا، پھر اس نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ بند کر دیا جائے اور حکم دیا اعلان کرنے والے کو پس اعلان ہوا کہ لشکر خدا تیار ہو جاؤ جنگ کے لیے۔ کسی ایک نے بھی جواب نہ دیا، ابن زیاد نے سوچا کہ وہ عوام کے گھیرے میں آ گیا۔

حصین[1] کہتے ہیں کہ ہلال بن یساف نے مجھ سے کہا: اسی رات کو انصار کی مسجد کے قریب میں مسلم اور ان کے ساتھیوں سے ملا۔ جہاں بھی دائیں بائیں کوئی رستہ آتا تو تیس تیس چالیس چالیس ان کو چھوڑ دیتے، جب مسلم بازار تک پہنچے اور یہ تاریک رات تھی اور وہ سب مسجد میں داخل ہو گئے تو ابن زیاد سے کہا گیا: ہم تو نہیں دیکھتے زیادہ عوام ہے، نہ ہی زیادہ عوام کا کوئی شور سنتے ہیں۔ پھر ابن زیاد کے حکم سے مسجد کی چھت اکھیڑ دی گئی اور بانس کی جالیوں کو نظر آتش کر دیا گیا۔

---

[1] امام ابوزرعہ الدمشقی روایت کرتے ہیں: حدثنا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ حُصَيْنٍ قَالَ: أَدْرَكْتُ ذَاكَ - يعني مَقْتَلَ الْحُسَيْنِ. حسینؓ کہتے ہیں: کہ میں نے اس (واقعہ) کا یعنی مقتل حسینؓ کا ادراک کیا ہے۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی ج ۱ ص ۶۲۶، وسندہ صحیح)

پھر آگ کی روشنی میں دیکھا گیا کہ کل پچاس کے قریب آدمی ہیں پھر ابن زیاد اترا اور منبر پر بیٹھا اور لوگوں سے کہا: الگ الگ ہو جاؤ، پس لوگ اپنے سرداروں کے پاس اکٹھے ہو گئے پھر وہ مسلم سے لڑنے لگے، مسلم اچھے بھلے زخمی ہو گئے ان کے ساتھیوں میں سے لوگ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے، پس مسلم وہاں سے نکلے اور بنی کندہ کے محلے آ گئے۔ ایک شخص محمد بن اشعث زیاد کے پاس آیا اور وہ یعنی ابن اشعث ابن زیاد کے پاس بیٹھا تھا، پھر چپکے سے کہا: مسلم فلاں کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے ابن اشعث سے کہا: اس آدمی نے تم سے کیا کہا؟

ابن اشعث نے بتا دیا کہ مسلم فلاں کے گھر میں ہیں۔ ابن زیاد نے مسلم کو لانے کیلئے دو آدمیوں کو بھیجا وہ دونوں مسلم کے پاس گئے، دیکھا وہ ایک ضعیفہ کے پاس ہیں، اس نے ان کے لیے آگ سلگائی ہے تا کہ وہ اپنے بدن سے خون دھوئیں۔ وہ دونوں کہنے لگے چلو تم کو امیر نے بلایا ہے انہوں نے کہا مجھ سے کوئی عہد و پیمان کرو۔ انہوں نے کہا اس کا ان کو اختیار نہیں ہے۔ مسلم ان دونوں کے ساتھ ابن زیاد کے پاس چلے گئے۔ اس نے حکم دیا اور مشکیں کس لی گئیں۔ پھر کہنے لگا: آئے پسر مطلقہ! تو مجھ سے میری حکومت چھیننے آیا تھا؟ اس کے بعد اس نے حکم دیا، ان کی گردن ماردی گئی۔

ہلال بن یساف رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبید اللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ واقصہ، شام اور بصرے کے بیچ پہرہ لگا دیا جائے اور کسی کو بھی آنے جانے سے روک دیا جائے، چنانچہ حسینؓ ان باتوں سے بے خبر آگے بڑھے ... یہاں تک کہ بعض اعرابیوں سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم ہمیں کچھ معلوم نہیں، کیوں کہ ہم نہ وہاں جا سکتے ہیں اور نہ وہاں سے نکل سکتے ہیں۔ پھر حسینؓ شام کے راستے پر یزید بن معاویہ کی طرف چل پڑے، پھر راستے میں گھڑ سواروں نے انہیں کربلا کے مقام پر روک لیا اور وہ رک گئے تو وہ انہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دینے لگے۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمر بن سعد بن ابی وقاص، شمر بن ذی الجوشن اور حصین بن نمیر کو ان کی جانب بھیجا تھا۔ حسینؓ نے ان سے اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر کہا: وہ انہیں امیر المومنین (انساب الاشرف للبلاذری میں اسی روایت میں "امیر المومنین" کی جگہ "یزید" ہے۔ اس

حوالے سے تفصیل آئے گی۔) کے پاس لے چلیں تا کہ وہ یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں سب نے کہا: نہیں۔ صرف ابن زیاد کا حکم چلے گا اور جن لوگوں کو ابن زیاد نے بھیجا تھا ان میں حر بن یزید بھی ایک رسالہ کے رئیس تھے۔ انہوں نے سیدنا حسینؓ کی بات سنی تو حر نے ان گھڑ سواروں سے کہا: تم ان کی بات قبول کیوں نہیں کرتے جو سیدنا حسینؓ نے تم سے بیان کی ہے۔

اللہ کی قسم وہ تم سے جنگ وجدل نہیں چاہتے تو تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے۔ لیکن وہ ابن زیاد کے حکم پر اڑے رہے، پھر حر نے اپنے گھوڑے کا رخ سیدنا حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرف موڑا، ابن زیاد کے لوگ سمجھنے لگے کہ شاید حر سیدنا حسینؓ سے قتال کے لیے جا رہے ہیں، پس جب حر سیدنا حسینؓ کے قریب گئے تو انہوں نے احترام سے ان کو سلام کیا، پھر وہ پلٹے اور ابن زیاد کے لوگوں سے قتال شروع کر دیا اور ان میں سے دو بندوں کو قتل کر دیا، پھر حر شہید ہو گئے، اللہ ان پر رحمت کرے۔

اس روایت کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں عرض ہیں:

امام حسینؓ یزید کے خلاف بیعت لینے نکلے تھے۔ جس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ یزید کو خلافت کا اہل نہیں سمجھتے تھے، چوں کہ اگر یزید اوصاف حمیدہ کا ملک ہوتا تو وہ پھر بھی اس پر توقف کر جاتے۔ لوگ مسلم بن عقیلؓ کے پاس جمع ہوئے تھے، لیکن ابن زیاد کے ظلم کی وجہ سے مغلوب ہو گئے۔ ہانی بن عروہ جو اس وقت ان لوگوں کے امیر تھے، یزید کے خلاف امام حسینؓ کے تحت خروج ہی کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے سنابلی صاحب کا یہ کہنا کہ کوفی سازش کے تحت امام حسینؓ کو قتل کرنا چاہتے تھے، بعید از عقل ہے۔ اور ہانی بن عروہ کے اس موقف کی وجہ سے انہیں بطور سزا قتل کر دیا گیا۔

مسلم بن عقیلؓ کو قتل کرنے کا حکم ابن زیاد نے ہی دیا تھا، جس پر انہیں شہادت نصیب ہوئی۔ سنابلی صاحب پوری کتاب میں کوفیوں کی سازش پر بات تو کرتے رہے ہیں لیکن مسلم بن عقیلؓ جیسے اہم کردار کے متعلق کوئی لب کشائی نہیں کی۔

مسلم بن عقیلؓ کی شہادت سے یہ ثابت ہو گیا کہ واقعی یزیدی تسلط ظلم پر قائم تھا۔ اسی کا تذکرہ خطوط میں کیا گیا تھا اور یہ باتیں درست بھی ثابت ہوئیں۔

روایت کے مطابق ابن زیاد نے کوفہ میں ناکہ بندی کر دی تھی، جس کے سبب اندر یا باہر جانا مشکل تھا۔ اس لیے اگر اہل کوفہ نے سیدنا حسینؓ کی امداد نہ کی، تو اس کی ایک وجہ ابن زیاد کا یہ حکم بھی تھا۔ گو کہ ان کا کم زوری دکھانا بھی غیر مستحسن ہے لیکن گرفتاریوں اور منظم طریقے سے قطع تعلقی اور بربریت بھی ایک حقیقت ہے۔

امام حسینؓ کے لیے راستہ بند کرنا، ان کی کوششوں کو کامیاب نہ ہونے دینے کے قصد سے ہی تھا۔ اس طرح ابن زیاد با آسانی سیدنا حسینؓ پر سختی بھی کر سکتا تھا۔ ابن زیاد نے یہ سب معاملات کو سنجیدہ حد تک خراب کرنے کے لیے ہی کیا تھا۔ اس کا نتیجہ شہادت حسینؓ کی صورت میں نکلا۔

سنابلی صاحب نے امام حسینؓ کے "امیر المومنین" کہنے سے تعدیل مراد لی ہے۔ ہمارے نزدیک یہ لفظ اس روایت میں ثابت نہیں اور نہ ہی یہ کوئی تعدیل ہے ہے۔

امام حسینؓ کی بیعت پر آمادگی سے مراد سنابلی صاحب نے تعدیل لی ہے۔ امام حسینؓ نے آخر میں بیعت کی طرف رضامندی اس لیے دکھائی تا کہ اتمام حجت ہو جائے کہ یزیدی لشکر کے پاس ایک وجہ بھی باقی نہیں رہتی تھی ان سے قتال کرنے کی ... مزید آپ اپنے خاندان کو ظلم سے بچانا چاہتے تھے اور کراہت میں بیعت کرنے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ امام حسینؓ یزید کی تعدیل بھی کرتے تھے؟ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ چوں کہ آپ باغی تھے اس لیے شرعاً قتال کیا، تو یہ روایت ان کے رد کے لیے بھی کافی ہے۔

بطور الزامی جواب عرض ہے کہ کراہت میں بیعت تو حضرت سیدنا طلحہؓ نے بھی حضرت علیؓ کی ... تو اس سے کیا یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ سیدنا علیؓ سے کلی طور پر متفق تھے؟ یہ باتیں سنابلی صاحب اور ان کے ہم خیال ہی پیش کرتے ہیں۔ نعیم بن حمادؒ نقل کرتے ہیں:

"حدثنا ابن المبارك، عن شعبة، عن سعد بن إبراهيم، عن أبيه، قال: لما بلغ عليا رضى الله عنه أن طلحة يقول: إنما بايعت واللج على قفاى، أرسل ابن عباس إلى أهل المدينة فسألهم عما قال، فقال أسامة بن زيد: أما اللج على قفاه فلا، ولكن بايع وهو كاره"

(الفتن لنعیم بن حماد ج ۱ ص ۱۵۹؛ المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۰۷)

جب علیؓ کو یہ بات بتائی گئی کہ کہ طلحہؓ کہتے ہیں: "میں نے اس حال میں بیعت کی کہ تلوار میرے سر پر تھی۔ تو علیؓ نے ابن عباسؓ کو مدینہ بھیجا، انہوں نے اہل مدینہ سے اس بابت دریافت کیا تو اسامہ بن زید نے کہا: "جہاں تک سر پر تلوار ہونے کی بات ہے تو یہ درست نہیں، لیکن انہوں نے کراہت و ناپسندیدگی کے ساتھ بیعت کی ہے۔

اس روایت سے واضح ہوا کہ بیعت کراہت میں ہو سکتی ہے اور بیعت کرنے سے موقف کی تائید ہونا لازم نہیں۔

روایت کے آخری الفاظ میں صراحت سے موجود ہے کہ حر بن یزید نے ابن زیاد کی فوج سے قتال کیا اور ابن زیاد کے حکم کے تحت امام حسینؓ کی بات تسلیم نہ کی گئی، جب کہ اس بات پر حر بن یزید نے التجاء بھی کی۔ سنابلی صاحب کا ابن زیاد کا دفاع کرنا کہ اس نے حکم نہیں دیا تھا، بالکل غلط ہے۔ مزید جب قتال یزیدی فوج سے ہی ہوا تو خط لکھنے والے کوفی کیسے قاتل ہوئے؟ تو دھوکہ دے کر قتل کرنے والی کہانی دلائل کے خلاف ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یزیدی فوج نے امام حسینؓ کو کوفہ جانے سے روکا اور آپ کے ساتھ قتال کیا۔ امام حسینؓ کے بھیجے گئے سفیر کا قتل بھی ابن زیاد نے کروایا تھا۔

اس پر سنابلی صاحب کا استدلال بھی دیکھ لیتے ہیں، جناب کہتے ہیں:

۱..... حسینؓ یزید کی بیعت پر رضا مند تھے اور باقاعدہ اسے عملی شکل دینے پر بھی آمادہ تھے۔

۲..... حسینؓ کا سفر کوفہ جہاد کی نیت سے نہیں تھا، ورنہ وہ کبھی دشمن کے ہاتھ میں ہاتھ دینے پر آمادہ نا ہوتے۔

۳..... حسینؓ کو یزید بن معاویہ سے ہم دردی کی ہی امید تھی، ورنہ وہ اہل کوفہ کی غداری دیکھ کر یزید کی طرف رخ نہ کرتے۔ اس روایت سے قطعا ثابت نہیں ہوتا کہ حسینؓ کے اس مطالبے کو عبید اللہ بن زیاد نے پورا نہیں کیا، کیوں کہ اس روایت میں عبید اللہ ابن زیاد کے جواب کا ذکر نہیں ہے۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۳۴۹)

جواب: اگر امام حسینؓ نے یزید کی بیعت کرنی تھی اور اس لیے ہی نکلے تھے تو یہ بیعت تو مکہ میں بھی ہو سکتی تھی اس کے لیے مسلم بن عقیلؓ کو کوفہ بھیجنے کی بھی ضرورت

نہیں تھی اور اگر مراد کوفہ والوں کی سازش کی خبر دینی تھی۔ تو امام حسینؓ نے پہلے کوفہ کی طرف رخ کیوں کیا؟ اور بیعت کے معاملے میں ایسا کونسا اختلاف ختم ہو گیا تھا جس کی وجہ سے امام حسینؓ نے چھ ماہ بعد بیعت کا ارادہ کیا، ان کی تشفی کے لیے ایسا کیا یزید نے کیا تھا اور اس سے پہلے ایسا کونسا اختلاف تھا جسے حل کر دیا گیا؟ اختلاف کرنے والوں کے ہاں طریقہ کار غلط تھا جس میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی تھی، یزید کو ابھی تک مکمل کنٹرول بھی حاصل نہ تھا تو ایسی صورت میں یہ کہنا کہ امام حسینؓ جو بیعت سے بچنے کے لیے مقام بدلتے رہے ایک دم بیعت کے لیے تیار ہو گئے۔ فیاللعجب!

امام حسینؓ نے صلح کی پیش کش کا فیصلہ قتل و غارت کے بعد کیا اور اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے یہ قدم اٹھایا تھا۔ اگرچہ آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ قتل کر دیں گے، جیسا کہ آپ نے ابن عباس سے ذکر کیا تھا لیکن یزیدی فوج کا اس کے بعد بھی آپ سے قتال کرنا اور شہید کرنا دلیل ہے کہ یہ لوگ نواسہ رسول ﷺ کے قتل کے درپے تھے۔ یزید کی طرف جانے کی منشاء نا معلوم ہے، اس لیے ہم اس پر اپنی طرف سے "ممکنات" کا سلسلہ شروع نہیں کرنا چاہتے۔ اس کے بعد سنابلی صاحب نے ابن عبید اللہ بن زیاد کے دفاع کی ناکام کوشش کی ہے اور اس کی بھی مکمل وکالت کی ہے جس کی وکالت پر آج تک ایک سطر نہیں ملتی اسے بھی اس جرم سے بری کرنے کے درپے ہیں جس کا جواب کسی قدر مکمل ہو چکا ہے۔ اس روایت کے من پسند حصے سے استدلال کر کے سنابلی صاحب نے بھی اپنے بزرگوں (نواصب) کی سنت کو ہی پورا کیا ہے۔ جب کہ ہم نے اس روایت کو قارئین کے سامنے مکمل پیش کر دیا ہے تا کہ سنابلی صاحب کی علمی خیانت بھی واضح ہو سکے۔

قاتلین امام حسینؓ

امام حسینؓ کے قاتلین میں بہت سے لوگوں کے نام دیے گئے ہیں، جن کا تعلق حکومتی فوج سے ہی تھا۔ چوں کہ ماقبل ہم ذکر کر آئے ہیں کہ امام حسینؓ کی جنگ ابن زیاد کے لوگوں سے ہوئی تھی جس کے نتیجے میں حر بن یزید شہید ہوئے تو یہ بات بھی واضح رہے کہ شہید کرنے والا بھی ابن زیاد کی "حکومتی فوج" میں سے تھا۔ امام حسینؓ کے قاتلین میں جن کا قتل کرنا ثابت ہے، تو یہ سنان بن انس کوفی ہے۔ چناں چہ امام طبرانی نقل کرتے ہیں:

''حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة، ثنا فرات بن محبوب، ثنا أبو بكر بن عياش، حدثني أسلم المنقري، قال: دخلت على الحجاج فدخل سنان بن أنس قاتل الحسين، فإذا شيخ آدم فيه حناء، طويل الأنف في وجهه برش، فأوقف بحيال الحجاج فنظر إليه الحجاج فقال: أنت قتلت الحسين؟ قال: نعم. قال: و كيف صنعت به؟ قال: دعمته بالرمح، وهبرته بالسيف هبرا. فقال له الحجاج أما إنكما لن تجتمعا في دار''

(المعجم الكبير للطبراني ح ۲۸۲۸. وسنده حسن السنة الخلال ۷۰۸. قال محقق عطيه بن عتيق الزهراني اسناده حسن لان فيه شريك، صدوق تغير)

اسلم منقری کہتے ہیں: میں حجاج کے ہاں گیا اس کے پاس سنان بن انس، جو حضرت حسینؓ کا قاتل تھا، آیا۔ وہ گندمی رنگ والا بوڑھا، (اس نے) مہندی لگائی ہوئی تھی اس کے چہرے پر برص تھی (اور) ناک لمبی تھی۔ وہ حجاج کے پاس کھڑا ہو گیا، حجاج نے اس کی طرف دیکھا پھر کہا: کیا تو نے حسینؓ کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! حجاج نے پوچھا: تو یہ کام حضرت حسینؓ کے ساتھ کیسے کیا؟

اس نے جواب دیا: میں نے نیزے سے ان کو مارا اور تلوار کا زوردار وار کیا۔

حجاج نے کہا: یقیناً تم (اور وہ) آخرت میں ایک جگہ جمع نہ ہوں گے۔

اس روایت کے بعد امام ہیثمی کہتے ہیں: ''رواه الطبراني، ورجاله ثقات''

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۹۵)

سند کی تحقیق

۱: محمد بن عثمان بن ابی شیبہ

یہ مختلف فیہ راوی ہیں، بعض کے نزدیک حسن درجہ کا راوی ہے، ان کے متعلق سلفیوں کے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی کی تحقیق میں یہ حسن الحدیث راوی ہے۔

(ماہنامہ الحدیث حضرو شمارہ ۴۴ ص ۲۷-۲۰)

چند کے ہاں یہ راوی قابل احتجاج نہیں ہے، لیکن اس سے ہماری روایت پر اثر نہیں پڑتا.. چوں کہ اس کے شواہد بھی موجود ہے۔

۲: فرات بن محبوب کوفی

امام ابن حبانؒ انہیں الثقات میں شمار کیا ہے۔ (الثقات ج ۹ ص ۱۳)

امام ابوزرعہ ان سے روایت بیان کی ہے۔ (الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۲ ح ۸۰)

اور امام ابوزرعہ اپنے نزدیک ثقات سے روایت کرتے ہیں۔ امام دارقطنی کہتے ہیں: ''لا بأس به'' (العلل ج ۱ ص ۱۸٤)

۳: ابوبکر ابن عیاش

یہ بخاری و مسلم کے راوی ہیں اور جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں۔ امام ابن حجر کہتے ہیں: ''ثقة عابد'' (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۶۲۳)

۴: اسلم المنقری

امام ابن حجر عسقلانیؒ انہیں ''ثقہ'' کہتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ۱ ص ۱۰۵)

مزید اس روایت کا شاہد بھی موجود ہے۔ چناں چہ امام خلال کہتے ہیں:

''حدثنا العباس، حدثنا الأسود بن عامر، حدثنا شريك، عن ابن عمير. يعني عبد الملك. قال: قال الحجاج يوماً: من كان له بلاء فليقم، فلنعطه على بلائه فقام رجل فقال: أعطني على بلائي قال: وما بلاؤك؟ قال: قتلت الحسين قال: و كيف قتلته؟ قال: دسرته والله بالرمح دسراً، وهبرته بالسيف هبراً، وما أشركت معي في قتله أحد قال له: أما إنك وإياه لن تجتمعا في مكان واحد وقال له: اخرج. قال: وأحسبه لم يعطه شيئاً. قال: وما بلاؤك'' (السنۃ الخلال ۷۵۸، قال محقق عطیہ بن عتیق الزہرانی اسنادہ حسن لان فیہ شریک، صدوق تغیر، تاریخ ابن معین روایۃ الدوری ح ۲۴۳۶)

سند کی تحقیق

۱: عباس الدوری

یہ مشہور ثقہ امام ہیں۔

۲: الاسود بن عامر

امام ابن حجر انہیں ''ثقہ'' کہتے ہیں۔ (تقریب ح ۵۰۳)

۳: شریک بن عبداللہ النخعی

یہ حسن الحدیث راوی ہیں، لیکن آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

۴: عبدالملک بن عمیر النخعی

امام ابن حجر کہتے ہیں: ''ثقة فصيح عالم'' (تقریب ح ۴۲۰۰)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ و حسن الحدیث ہیں۔ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسینؓ کو شہید کرنے والا شخص سنان بن انس الکوفی (ملعون) تھا، جو بعد میں کھلم کھلا اس بات کا اعتراف بھی کرتا رہا، چونکہ حامیان یزید کے نزدیک یہ قتل سازش کے تحت ہوا اور نامعلوم لوگوں کا عمل تھا، اگر خط لکھنے والوں نے سازش سے ہی قتل کیا تھا تو وہ عوام کے سامنے اس طرح ذکر کرتے؟

امام ابن ابی شیبہ کہتے ہیں:

''حدثنا الفضل بن دكين حدثنا حنش بن الحارث قال .... وقتل الحسين بن علي سنة إحدى وستين في يوم عاشوراء وقتله سنان بن أنس النخعي الموصلي لعنه الله وجاء برأسه إلى عبيد الله بن زياد''

حنش بن حارث (ثقہ بالاتفاق) کہتے ہیں: حضرت حسینؓ بن علیؓ کو سنان بن انس النخعی الموصلی نے ۶۱ ہجری میں قتل کیا۔ اس پر اللہ کی لعنت ہو اور ان کا سر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لے کر آیا۔ (المصنف ابن ابی شیبہ ج ۷ ص ۱۹ حدیث ۳۳۹۳۴، وسندہ صحیح)

امام دارقطنی کہتے ہیں:

''سنان بن أنس الملعون قاتل الحسين بن علي عليه السلام ولعن الله سنانا'' (المؤتلف والمختلف للدارقطنی ج ۳ ص ۱۲۰۴)

سنان بن انس ملعون، امام حسین بن علی علیہ السلام کا قاتل تھا اور اللہ کی سنان پر لعنت ہو۔

عمر بن سعد کا کردار

دوسرا نام عمر بن سعد کا ہے، جس کا یہ قبیح عمل دلائل سے ثابت ہے۔ امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں:

''نا سعید بن سلیمان عن عباد بن العوام عن حصین حدثنی سعد بن عبیدة قال إنا لمستنقعین فی الفرات مع عمر بن سعد إذ أتاه رجل فسارہ فقال قد بعث إلیك ابن زیاد جویرة بن بدر التمیمی وأمرہ إن أنت لم تقاتل أن یضرب عنقك قال فخرج فوثب علی فرسه ثم دعا بسلاحه وهو علی فرسه ثم سار إلیهم فقاتلهم حتی قتلهم قال سعد وإنی لأنظر إلیهم وإنهم لمائة رجل أو قریبا من مائة وفیهم من صلب علی خمسة أو سبعة وعشرة من الهاشمیین ورجل من بنی سلیم حلیف لهم ورجل من بنی کنانة حلیف لهم'' (تاریخ ابوزرعۃ الدمشقی ج ۱ ص ۶۲۷ واسنادہ صحیح)

ہم عمر بن سعد کے ساتھ فرات میں نہا رہے تھے جب اس کے پاس ایک شخص آیا، اس نے سرگوشی کی کہ ابن زیاد نے تمہاری طرف حویزہ بن بدر التمیمی کو بھیجا اور اسے حکم دیا ہے کہ اگر تو نہ لڑے تو تیری گردن مار دے۔ پس وہ دریا سے نکلا، گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ہتھیار منگوائے، ان کی طرف بڑھا اور ان سے جنگ آزما ہوا، یہاں تک کہ ان کو شہید کر دیا۔ سعد بن عبیدہ نے کہا: گویا میں ان کی طرف دیکھ رہا ہوں۔ وہ سو یا سو کے قریب افراد تھے۔ ان میں سے پانچ یا سات سیدنا علیؓ کی اولاد، دس بنو ہاشم میں سے..... جب کہ ایک ایک آدمی بنو سلیم اور بنو کنانہ سے ان کا حلیف تھا۔

اس روایت کے تمام راویان کی توثیق بذات خود سنابلی صاحب نے کر رکھی ہے۔ امام حسینؓ سے قتال کا حکم بھی ابن زیاد کا تھا اور اس سے قبل روایت نقل ہو چکی ہے کہ امام حسینؓ کا راستہ روکنے والوں میں عمر بن سعد بھی تھا، جو ابن زیاد کے حکم سے آیا تھا۔ سنابلی صاحب نے جو ابن زیاد کا دفاع کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ اس نے حکم نہیں دیا تھا... تو یہ روایت اس دعوی کو باطل ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں:

''نا عبد الرحمن أنا أبو بکر بن أبی خیثمة فیما کتب إلی قال: سألت یحیی بن معین، عن عمر بن سعد أثقة هو؟، فقال: کیف یکون من قتل الحسین بن علی ثقة'' (الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۱۱۱، وسندہ صحیح)

ابن ابی خیثمہ نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ میں نے پوچھا: کیا وہ ثقہ ہے؟ انہوں نے کہا: کیسے ثقہ ہوسکتا ہے جب کہ اس نے امام حسینؓ کو شہید کیا۔

امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

لوگ اس سے بغض اس لیے رکھتے ہیں کہ یہ حسینؓ بن علیؓ کو قتل کرنے والے لشکر کا امیر تھا۔ (تقریب التہذیب ح ۴۹۰۳)

امام ذہبی کہتے ہیں: ''هو فی نفسه غیر متهم، لکنه باشر قتال الحسین وفعل الافاعیل'' (میزان الاعتدال ح ۶۱۲۲)

یہ اپنی ذات کے اعتبار سے تہمت یافتہ نہیں ہے، لیکن یہ حضرت امام حسینؓ کے ساتھ جنگ کرنے میں شریک ہوا تھا اور اس نے اس میں بھرپور حصہ لیا تھا۔

یہ ابن زیاد کی طرف سے بھیجا گیا تھا، اس روایت سے سنابلی صاحب اور ان کے ہم خیال لوگوں کی رائے رد ہو جاتی ہے کہ قاتل خط لکھنے والے'' نامعلوم کوفی'' تھے، اگرچہ قاتل کوفی تھے۔ جیسے عمر بن سعد اور سنان بن انس وغیرہ، لیکن یہ یزید کی فوج میں شامل یا یزدی گورنر کے تابع تھے اور کوفہ میں امام حسینؓ سے محبت کرنے والے اور ان سے بغض رکھنے والے دونوں گروہ موجود تھے۔ یہی ہمارا دعویٰ ہے، ہم کوفیوں یا خط لکھنے والوں کا دفاع نہیں کر رہے بل کہ ہماری رائے میں یہ قتل کے اصل ذمہ دار یزیدی گورنر ابن زیاد کے ماتحت لوگ تھے۔

امام ابواحمد حاکم (حاکم الکبیر) کہتے ہیں:

''سمعت أبا الحسین الغازی یقول سمعت أبا حفص عمرو بن علی یقول سمعت یحیی بن سعید یقول حدثنا إسماعیل بن أبی خالد نا العیزار بن حریث عن عمر بن سعد فقال له رجل من بنی ضبیعة یقال له موسی یا أبا سعید هذا قاتل الحسین فسکت فقال عن قاتل الحسین تحدثنا فسکت''

(الاسامی والکنی للحاکم النیسابوری ج ۳ ص ۲۱۸، واسنادہ صحیح اخرجہ ابن عساکر فی تاریخ دمشق ج ۱۳ ص ۲۱۸)

عیزار بن حریث نے عمر بن سعد سے روایت کی، اس پر بنوضبیعہ کے ایک شخص، جس کا نام موسی تھا، نے کہا: ابوسعید یہ قاتل حسینؓ ہے، اس پر ابوسعید خاموش ہو گئے، پھر موسی نے کہا: آپ ہمیں قاتل حسینؓ سے حدیث بیان کر رہے ہیں، اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

سند کے تمام راویان مشہور ثقہ امام ہیں اور عیزار بن حریث تیسرے طبقے کے ثقہ راوی ہیں... آپ نے واقعہ کربلا کا دور پایا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر بن سعد بن ابی وقاص کا قاتل ہونا کس قدر مشہور بات تھی، لیکن تعجب ہے ان حضرات پر جو من چاہی تاویلات کرتے ہیں، واقدی اور ابی مخنف سے زیادہ افسانہ ساز تو یہ لوگ ہیں، جو بے سند ہی وہ مفروضے بناتے ہیں، جن کی کوئی اصل نہیں ہے۔ عیزار بن حریث کا خاموشی اختیار کرنا اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ وہ بھی عمر بن سعد بن ابی وقاص کوفی کو قاتل ہی سمجھتے تھے۔

اس موضوع پر ایک اور روایت پیش خدمت ہے۔ امام مسلم کہتے ہیں:

''حدثنا إسحاق بن إبراهيم. وعباس بن عبد العظيم. واللفظ الإسحاق قال لعباس: حدثنا. إسحاق: اخبرنا ابوبكر الحنفي. حدثنا بكير بن مسمار. حدثني عامر بن سعد. قال: كان سعد بن ابي وقاص في إبلة. فجاءه ابنه عمر. فلما رآه سعد. قال: اعوذ بالله من شر هذا الراكب فنزل فقال له انزلت في إبلك وغنمك وتركت الناس يتنازعون الملك بينهم. فضرب سعد في صدره. فقال اسكت سمعت رسول الله. يقول: إن الله يحب العبد التقي الغني الخفل'' (صحیح مسلم ح ۷۴۳۲)

عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص اپنے اونٹوں میں تھے، اتنے میں ان کا بیٹا عمر آیا، جب سیدنا سعد نے ان کو دیکھا تو کہا: پناہ مانگتا ہوں میں اللہ تعالی کی اس سوار کے شر سے۔ پھر وہ اترا اور بولا: تم اپنے اونٹوں اور بکریوں میں اترے ہو اور لوگوں کو چھوڑ دیا وہ سلطنت کے لیے جھگڑ رہے ہیں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے سینہ پر مارا اور کہا: چپ رہ، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ علیہ السلام فرماتے تھے: اللہ دوست رکھتا ہے اس بندے کو جو پرہیز گار ہے، مالدار ہے۔ چھپا بیٹھا ہے ایک کونے میں۔

ابن زیاد کا طرز عمل

شہادت کے بعد اس سے بھی قبیح عمل کیا گیا کہ امام حسینؓ اور باقی شہدا کے جسم

مبارک سے ان کا سر انور الگ کر کے اسے اپنے سرداروں کے سامنے پیش کیا گیا۔ اگر سازشی کو فی قتل کرتے تو اسے ابن زیاد کے سامنے کیوں کر پیش کیا جاتا؟ یہاں اکثر اعتراض سیدنا علیؓ پر کیا جاتا ہے کہ آپ کے سامنے بھی سیدنا زبیرؓ کا سر پیش کیا گیا تھا، تو اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کے سامنے سر پیش کرنا کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں ہے، اس قسم کی تمام تر روایات ضعیف ہیں۔ اور ان روایات میں بھی سیدنا علیؓ کی طرف سے قاتل کو جہنم کی وعید سنانا ہی ہے۔

امام ابن عساکر نقل کرتے ہیں:

''أخبرنا أبو القاسم بن السمرقندی أنا أبو الحسین بن النقور نا عیسی بن علی إملاء نا أبو عبد اللہ محمد بن مخلد العطار سنة سبع عشرة وثلاثمئة نا أبو حاتم محمد بن إدریس الرازی نا یحیی بن مصعب الکلبی نا أبو بکر بن عیاش عن عبد الملك بن عمیر قال دخلت القصر بالکوفة فإذا رأس الحسین علی ترس بین یدی عبید اللہ بن زیاد وعبید اللہ علی السریر ثم دخلت القصر بعد ذلك بحین فرأیت رأس عبید اللہ بن زیاد علی ترس بین یدی المختار والمختار علی السریر ثم دخلت القصر بعد ذلك بحین فرأیت رأس المختار بین یدی مصعب ومصعب علی السریر''

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۸ ص، ۲۴۵ واسنادہ حسن)

عبدالملک بن عمیر کہتے ہیں: میں کوفہ کے محل میں داخل ہوا جب سیدنا حسینؓ کا سر ابن زیاد کے سامنے ڈھال پر پڑا تھا اور عبید اللہ تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد پھر میں محل میں داخل ہوا میں نے دیکھا: ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے پڑا تھا اور مختار تخت پر بیٹھا تھا اس کے کچھ عرصہ بعد پھر میں محل میں داخل ہوا میں نے دیکھا مختار کا سر مصعب کے سامنے پڑا تھا اور مصعب تخت پر بیٹھا تھا۔

یہاں مختار نے ابن زیاد کا اور مختار کا سر حضرت مصعبؓ نے کاٹا ہے اور یہ سب ایک دوسرے کے مخالف تھے تو پھر امام حسینؓ کے سر مبارک کا ابن زیاد کے پاس ہونے کی وہی تشریح بنتی ہے جو مختار کے پاس ابن زیاد کے سر کی ہے۔ اس کے بعد بھی سارا الزام

خطوط لکھنے والے نامعلوم کوفیوں کے سر ڈالنا کہاں کی دانش مندی ہے؟ قاتلین حسینؓ کے متعلق سنابلی صاحب نے ابن عمر اور ام سلمہ کا قول نقل کیا ہے جس میں امام حسینؓ کی شہادت کا ذمے دار "عراقیوں" کو ٹھہرایا گیا ہے۔ اس سے سنابلی صاحب نے استدلال کیا ہے کہ اس سے مراد خط لکھنے والے نامعلوم کوفی ہیں نہ کہ یزیدی فوج...! حضرت ابن عمر کے قول میں کہیں بھی یہ صراحت موجود نہیں کہ یہ وہی کوفی تھے جنہوں نے خطوط لکھ کر بلایا اور پھر انہیں شہید کیا۔ دراصل کوفہ میں امام حسینؓ کے محبین اور مخالفین دونوں گروہ موجود تھے۔ خطوط لکھنے والی ایک بڑی جماعت مخلص تھی لیکن ان میں منافق صفت لوگ بھی تھے جن کی وفاداری یزید کے ساتھ تھی حضرت ابن عمر کے قول سے مراد وہی لوگ تھے۔ مزید اس قدر تو ہم بات واضح کر آئے ہیں کہ کوفیوں کی طرف سے کمزوری بھی قابل تحسینؓ نہیں ہے لیکن یہ لوگ قاتل نہ تھے جیسا کہ باور کرایا جاتا ہے امام طبری نے واقعہ کربلا کو بسند نقل کیا ہے، جس سے سنابلی صاحب کے استدلال کی ساری عمارت کو خاک میں ملا دیا ہے۔ مکمل روایت ہم نقل کر چکے ہیں، ذیل میں کچھ حصے دوبارہ ملاحظہ کیجیے:

ہانی نے جواب دیا: "اس کا عوض یہ ہے کہ میں تم کو بچالوں گا۔ کہنے لگا: تم مجھے بچاؤ گے؟ وہیں عصا اٹھا کر ہانی کو مارنا شروع کر دیا۔ پھر حکم ہوا: ان کی مشکیں کس لی جائیں اور پھر گردن ماری گئی۔ یہ خبر مسلم کو پہنچی تو وہ انبوہ کثیر کو ساتھ لے کر نکلے۔ اس نے سنا پھر اس نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ ابن زیاد کے حکم سے مسجد کی چھت اکھیڑ دی گئی اور بانس کی جالیوں کو نظر آتش کر دیا گیا پھر آگ کی روشنی میں دیکھا گیا کہ کل پچاس کے قریب آدمی ہیں۔ پھر ابن زیاد اترا اور منبر پر بیٹھا اور لوگوں سے کہا: الگ الگ ہو جاؤ۔ پس لوگ اپنے سرداروں کے پاس اکٹھے ہو گئے۔ پھر وہ مسلم سے لڑنے لگے، مسلم اچھے بھلے زخمی ہو گئے، ان کے ساتھیوں میں سے لوگ قتل ہوئے۔

ابن زیاد نے کہا: اے پسر مطلقہ تو مجھ سے میری حکومت چھیننے آیا تھا؟

اس کے بعد اس نے حکم دیا ان کی گردن ماری گئی۔ عبید اللہ بن زیاد نے حکم دیا کہ واقصہ اور شام و بصرے کے بیچ پہرا لگا دیا جائے اور کسی کو بھی آنے جانے سے روک دیا جائے۔ حر نے ان گھڑ سواروں سے کہا: تم ان کی بات قبول کیوں نہیں کرتے؟ جو سیدنا

حسینؓ نے تم سے بیان کی ہے، اللہ کی قسم! وہ تم سے جنگ وجدل نہیں چاہتے تو تمہارے لیے یہ حلال نہیں ہے۔ لیکن وہ ابن زیاد کے حکم پر اڑے رہے .... ابن زیاد کے لوگوں سے قتال شروع کر دیا اور ان میں سے دو بندوں کو قتل کر دیا، پھر حر شہید ہو گئے۔ اللہ ان پر رحمت کرے۔ (تاریخ طبری ج ۳ ص ۲۹۹)

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ یزید کے ہی ایک گورنر ابن زیاد نے سختی سے کام لیا اور اپنے تمام مخالفین کو قتل کر دیا۔ سنابلی صاحب ہانی بن عروہ اور مسلم بن عقیلؓ کے قتل پر ابن زیاد کے دفاع میں کوئی مفروضہ پیش نہیں کر سکتے تھے۔ لہٰذا موصوف نے کتاب میں اس پر کلام ہی نہ کیا۔ روایت ہذا سے تو اصل مجرموں کے چہرے بے نقاب ہو جاتے ہیں۔

پھر ابن زیاد کے حکم پر دروازے بند کر دیے گئے۔ جس سے ابن زیاد نے کوفیوں کو روکنے کی کوشش کی۔ وہ لوگ خود بھی بزدل تھے لیکن یہ انتظامی چالی تھی جس کی وجہ سے رابطہ منقطع کر دیا گیا تھا وجہ یہی سمجھ آتی ہے کہ امام حسینؓ کو معاملات کی خبر نہ ہو سکے۔ حضرت حر بن یزید نے کہا کہ تمہارے لیے جنگ حلال نہیں۔ یہ گزارش حر بن یزید نے یزیدی کوفی فوج سے کی تھی اور چوں کہ وہ خود اس کا حصہ تھے تو پہچانتے تھے اپنے لوگوں کو... اس لیے یہ شبہ بھی نہیں رہتا کہ کوئی سازشی گھس آئے تھے۔ اس کے بعد حر بن یزید نے ابن زیاد کی فوج سے قتال کیا اور شہید ہو گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی قاتل یزیدی فوج تھی اور جس قاتل کا نام بسند صحیح ثابت ہے۔ وہ سنان بن انس الکوفی ہے، جو لوگوں کے سامنے علی الاعلان اس بات کا اقرار بھی کرتا تھا، کیا کوئی سازشی کسی کے سامنے اقرار کر سکتا ہے؟ مزید یہ کہ خط لکھنے والوں میں صحابی رسول سلیمان بن صرد بھی شامل تھے۔

امام ابن جوزی کہتے ہیں:

"أخبرنا ابن ناصر، قال: أنبأنا أبو محمد ابن السراج، أنبأنا أبو طاهر محمد بن علي بن العلاف، أنبأنا أبو الحسين ابن أخي ميمي حدثنا أبو علي ابن صفوان، حدثنا أبو بكر ابن أبي الدنيا، حدثني محمد بن صالح القرشي حدثنا علي بن محمد القرشي عن يونس بن أبي إسحاق قال: لما بلغ أهل الكوفة نزول الحسين بمكة وأنه لم يبايع ليزيد ابن معاوية خرج منهم

وفد إليه. و كتب إليه سليمان بن صرد والمسيب بن نجبة "

(الرد على المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد ص ٤٧، اسنادہ صحیح)

یونس بن ابی اسحاق کہتے ہیں: جب اہل کوفہ کو خبر ملی کہ امام حسینؓ مکہ تشریف لے گئے ہیں اور انہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی ہے تو ان کی طرف سے آپ کے پاس وفود آئے اور سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ نے آپ کو خط لکھے۔

عدالت صحابہ کو مدنظر رکھتے ہوئے سوچا جائے کہ کیا کسی صحابی کی طرف قتل حسینؓ جیسے سنگین الزام کی نسبت... وہ بھی محض قیاس آرائیوں کے سبب جائز ہے؟ اگر نہیں، تو پھر یزیدی فوج کے ہی، قصور کو مان لینا چاہیے۔ اس کے بعد سنابلی صاحب نے اولاد حسینؓ کا نظریہ "منقطع" سند سے پیش کیا ہے۔ ان کے مطابق امام ذہبی نے روایات امام مدائنی کی کتاب سے نقل کی ہیں، مگر اس پر وہ صرف اپنے من پسند قرائن ہی پیش کر سکے.. کوئی قابل قبول دلیل نہیں دی۔

رأس حسینؓ اور یزید

سنابلی صاحب نے چوں کہ ضعیف سے ضعیف روایات سے بھی یزید کا کردار چھپانے کی کوشش کی ہے تو ہم یزید کا کردار امام حسینؓ کی شہادت پر کیا تھا... صحیح و حسن سند سے واضح کرتے چلیں۔ امام ابن جوزی نقل کرتے ہیں:

"قال ابن أبي الدنيا وحدثني سلمة بن شبيب قال: حدثني الحميدي عن سفيان، قال: سمعت سالم بن أبي حفصة يقول: قال الحسن: جعل يزيد بن معاوية يطعن بالقضيب موضع في رسول الله صلى الله عليه وسلم وأذلاه" (الرد على المتعصب العنيد المانع من ذم يزيد ص ٥٨، واسناد حسن)

امام حسن بصری کہتے ہیں: "یزید بن معاویہ نے (امام حسینؓ) کے چہرہ انور پر، جہاں رسول اکرم مالی اہم اپنا چہرہ مبارک رکھتے تھے، چھڑی سے مارنا شروع کیا اور توہین کرنے لگا۔

اس روایت کے مخالف مفہوم میں مرویات بھی موجود ہیں کہ یزید نے اہل بیت

کا انعام واکرام کیا، اگر ان معاملات کو بھی تسلیم کیا جائے تو اس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حکم عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے تھا، لیکن عورتوں کے ساتھ بے حرمتی ابن زیاد سے بھی ثابت نہیں، اور حالات کو بغور دیکھا جائے تو یہی بات سمجھ آتی ہے کہ یہ انعام واکرام بھی محض دکھاوا تھا چوں کہ عملاً یزید سے ایسا کوئی اقدام نظر نہیں آتا جس کے باعث اسے بری الذمہ قرار دیا جائے بل کہ وہ تو اہل مدینہ کے ساتھ ظلم کرنے سے بھی پیچھے نہ رہا۔ امام ابن صلاح کہتے ہیں:

''لم یصح عندنا أنه أمر بقتله رَضِی اللہ عَنهُ وَالْمَحْفُوظ أَن الأمر بقتاله المفضی إلی قتله کرمه الله إِنَّمَا هُوَ عبید الله بن زیاد والی العراق''

ہمارے نزدیک یہ بات صحیح نہیں کہ یزید نے حضرت حسینؓ کے قتل کا حکم دیا تھا۔ ثابت شدہ بات یہ ہے کہ حسینؓ سے اس جنگ کا حکم جو حضرت حسینؓ کی شہادت کا سبب بنی، عبید اللہ بن زیاد حاکم عراق نے دیا تھا۔ (فتاوی لابن صلاح ج ا ص ۲۱۶)

سند کی تحقیق

۱: ابن ابی الدنیا

یہ اہل سنت کے مشہور ثقہ امام ہیں۔

۲: سلمہ بن شبیب

امام ابن حجرؒ انہیں ثقہ کہتے ہیں۔ (تقریب التہذیب ج ا ص ۲۴۷)

ان پر کسی قسم کی جرح موجود نہیں ہے۔

۳: حمیدی

یہ اہل سنت کے مشہور امام ہیں اور امام بخاری کے شیخ ہیں۔ اور ان پر کسی قسم کی جرح نہیں ہے روایت حدیث کے حوالے سے۔

۴: سفیان ثوری

یہ بھی مشہور امام اہل سنت ہیں۔

۵: سالم بن ابی حفصہ

ان پر اکثر جروحات مذہب کی بنا پر کی گی ہیں جب کہ یہ صدوق راوی ہیں۔

امام ابن معین کہتے ہیں:

''قلت فسالم بن أبي حفصة فقال ثقة''

(تاریخ ابن معین روایہ الدارمی ج ۱ ص ۱۲۱؛ الجرح والتعدیل ج ٤ ص ۱۸۰ واسنادہ صحیح)

امام عجلی کہتے ہیں:

''سالم بن أبي حفصة كوفي ثقة'' (الثقات ط الباز ج ۱ ص ۱۷٤)

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں:

''ما أظن به بأسا في الحديث وهو قليل الحديث''

(الجرح والتعدیل ج ٤ ص ۱۸۰، وسندہ صحیح)

امام ابن عدی کہتے ہیں:

''فأما أحاديثه فأرجو أنه لا بأس به'' (الکامل ابن عدی ج ٤ ص ۳۷٤)

امام حاکم نے ان کی روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے:

''هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه'' (المستدرک ج ٤ ص ۱۸۷)

سلفیوں کے محدث العصر علامہ البانی صاحب کی تحقیق میں بھی یہ راوی ثقہ ہے۔

''سالم بن أبي حفصة المتقدمة وهو صدوق في الحديث - ترفع الحديث إلى مرتبة الصحيح'' (السلسلۃ الصحیحۃ ج ٥ ص ٤٥٦)

سالم بن ابی حفصہ پر زیادہ تر جروحات مذہب کی بنا پر ہیں، جب کہ جمہور محدثین کے نزدیک سالم ثقہ فی الحدیث اور صدوق ہیں۔ سالم پر جروحات مبہم اور جمہور محدثین کی تعدیل کے مخالف ہیں۔

اس حوالے سے علماء کے مختلف مذاہب ہیں:

۱۔ بدعتی راوی کی ہر روایت قبول ہے۔

۲۔ بدعتی راوی کی ہر روایت مردود ہے۔

داعی راوی کی روایت مردود ہے۔

داعی راوی کی وہ روایت جو اس کی بدعت کو تقویت دے مردود ہے۔

ہماری ناقص رائے کے مطابق بدعتی راوی (بدعت مفسقہ کا مرتکب) کی روایت وہی رد ہوگی، جس کے متعلق قرائن ملتے ہوں ورنہ اس کی ہر روایت لی جائے گی جیسا کہ بعض آئمہ کا مذہب ہے۔

چاہے اس کی روایت بدعت کی طرف اشارہ کرے یا نہ کرے مزید چوتھے مسلک میں خاصی تفصیل ہے اور یہ قاعدہ کا اطلاق قرائن کے ساتھ مقبول ہے؛ بعض اوقات روایات بالمعنی ہونے کے باعث صرف معنی کا انکار ہوتا ہے ایسے ہی یہ بھی امکان ہے کہ راوی تاریخی روایت میں تفصیل بھی چھپالے جس کی وجہ سے مضمون واضح نہ ہو سکے یا پھر ادراج کرے۔ الغرض مطلقا روایت رد نہیں کی جاسکتی بل کہ کسی مضبوط دلیل یا قرینہ کی بنیاد پر ہی ثقہ وصدوق بدعتی راوی کی روایت کو رد کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر امام مسلم نے ایک روایت منقبت علیؓ میں نقل کی ہے، جس کا بنیادی راوی عدی بن ثابت ہے اور عدی بن ثابت کے علاوہ اسے کوئی نقل نہیں کرتا تو کیا یہ فضیلت علیؓ ضعیف تسلیم کی جائے گی اسی اصول کے تحت؟ روایت ملاحظہ کیجیے، امام مسلم کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ ح. وحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرٍّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّهُ لَعَهْدُ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيَّ أَنْ لَا يُحِبَّنِي إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضَنِي إِلَّا مُنَافِقٌ'' (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۴ ح ۱۴۸)

ابو بکر بن ابی شیبہ وکیع، ابو معاویہ، اعمش و یحیی بن یحیی، ابو معاویہ، اعمش، عدی بن ثابت، زر فرماتے ہیں: ''حضرت علیؓ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو پھاڑا اور جس نے جان داروں کو پیدا کیا۔۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے مومن ہی محبت کرے گا اور مجھ سے بغض منافق ہی رکھے گا۔

اس روایت کی معتبر متابعت ہمیں نہ مل سکی اور اس روایت کا بنیادی راوی عدی بن ثابت غالی شیعہ ہے۔

عدی بن ثابت کے متعلق علماء کے اقوال

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں:

''قال عبد الله بن أحمد قال أبي : عدي بن ثابت. ثقة. إلا أنه كان يتشيع'' (العلل ح ۳۲۳۳)

امام یعقوب فسوی کہتے ہیں: ''شیعی'' (المعرفۃ والتاریخ ج ۳ ص ۱۳)

امام دارقطنی کہتے ہیں: ''إلا أنه كان رافضيا غاليا فيه''

(سوالات السلمی ح ۲۲۳)

چناں چہ عدی بن ثابت ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ غالی رافضی شیعہ بھی تھا، تو اگر سالم کی روایت اس اصول سے رد کرنی ہے تو پہلے مسلم کی مرفوع روایت کا انکار کرنا ہوگا۔ مزید سالم سے منقبت شیخین پر روایات بھی ثابت ہیں جس سے ان کا صادق اور مامون ہونا ثابت ہوتا ہے۔ امام دارقطنی کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا أَبُو ذَرٍ أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ: نَا عَلِيُّ بْنُ حَرْبٍ، قَالَ: نَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ، عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ. قَالَ: سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ وَجَعْفَرًا، عَنْ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَا لِي: تَوَلَّهُمَا وَابْرَأْ مِنْ عَدُوِّهِمَا. وَإِنَّهُمَا كَانَا إِمَامَيْ هُدًى''

(فضائل الصحابۃ للدارقطنی ۲۸: مکتبۃ الغرباء الأثریۃ، قال محقق محمد بن خلیفۃ الرباح: اسنادہ حسن)

سالم بن ابی حفصہ کا بیان ہے: میں نے سیدنا امام باقر اور امام جعفر بن محمد سے ابو بکر و عمر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا: اے سالم ان سے محبت رکھ اور ان کے دشمن سے کنارہ کش ہو جا، یقیناً وہ دونوں ہدایت کے امام تھے۔

امام ذہبی کہتے ہیں:

''كان سالم فيه تشيع ظاهر . ومع هذا فيبث هذا القول الحق وإنما يعرف الفضل لأهله الفضل ذو الفضل'' (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۴۰۲)

سالم میں واضح شیعیت پائی جاتی تھی، اس کے باوجود وہ اس حق بات کو بیان کرتا تھا، کیوں کہ صاحب فضل ہی اہل فضل کی قدر جانتے ہیں۔

سالم بن حفصہ فی نفسہ صدوق راوی ہے اس کی روایت کو رد کرنے کے لیے کوئی دلیل درکار ہے۔ سالم بن حفصہ سے شیخین کی فضیلت میں وارد روایات نقل کرنا ثابت ہیں۔

۶: حسن بصری

یہ بھی اہل سنت کے مشہور ثقہ امام وفقیہ ہیں۔

سند پر اعتراض

اس روایت پر سنابلی صاحب کے اعتراض درج ذیل ہیں:

۱..... مسلمہ بن شعیب کا بھی کوئی اتا پتا نہیں ہے۔

۲..... سالم بن ابی حفصہ غالی قسم کا رافضی تھا۔

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۴۹۱)

جواب: سنابلی صاحب نے امام ابن کثیر سے یہ روایت نقل کی ہے، اور ابن کثیر سے نام لکھنے میں خطا ہوئی ہے... راوی کا اصل نام سلمہ بن شعیب ہے اور یہ امام ابن ابی الدنیا کے استاد ہیں، مزید یہ کہ ابن الجوزی کی ابن ابی الدنیا تک سند صحیح ہے، اس لیے یہاں یہی راجح ہے۔

سالم کو شیعہ کہنے کے باوجود محدثین نے ثقہ کہا ہے اور امام ابن معین، احمد بن حنبل اور ابن عدی نے اس کے شیعہ ہونے کی گواہی دینے کے بعد ہی ثقہ یا لا بأس بہ کہا ہے، جس سے واضح ہے کہ ان ناقدین کے نزدیک سالم کے شیعہ ہونے سے اس کی روایات پر فرق نہیں پڑتا۔ مزید یہ کہ روایت کسی صحابی کے خلاف نہیں ہے بل کہ یزید کے خلاف ہے جو خود صحابہؓ کا گستاخ تھا، اہل تسنن شروع سے ہی یزید کے متعلق سخت موقف رکھتے تھے۔ اس لیے سالم کی طرف شیعیت کی نسبت کر کے روایت رد کرنا باعث تعجب ہے۔ سالم کے متعلق یہی ملتا ہے کہ وہ سیدنا علیؓ کی فضیلت کا شیدائی تھا، لیکن اس کے باوجود ایک بھی منکر یا شاذ روایت سالم سے فضائل علیؓ میں موجود ہے نہ ہی اصحاب رسول کی تنقیص میں...! جب سالم سے فضائل علیؓ میں منکرات بیان کرنا بھی ثابت نہیں تو پھر یزید کے متعلق روایت گھڑنے کا کوئی قرینہ پیش کرنا ہوگا۔ غلو کہہ کر جواب دینا کافی نہیں

ہے جب کہ سالم سے ایسی روایات ثابت ہیں جس سے شیخین کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، یہ یاد رکھیں کہ جمہور محدثین نے سالم کی شیعت کی طرف مائل ہونے کی گواہی دینے کے بعد ہی کہا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور وہ ثقہ ہے۔ مزید امام ابن جوزیؒ بھی یزید کے سخت خلاف تھے حامیان یزید کو تو سالم کی جگہ ابن جوزی کی روایت ہی یزید سے تعصب کی وجہ سے رد کر دینی چاہیے!

اس سند پر ممکنہ اعتراض یہ ہو سکتا ہے کہ حسن بصری کا شام جانا ثابت نہیں ہے اور اس قسم کے تمام اعتراضات کا یہی جواب ہے کہ محدثین سے اس دعویٰ پر گواہی پیش کی جائے۔ مزید امام حسن بصری اسی دور کے ہیں اور ان کا یہ واقعہ بیان کرنا معتبر ہے، جب تک کہ رد میں قوی دلیل پیش نہ کر دی جائے اور اگر ان کے کثیر ارسال کا اعتراض ہو تو ارسال ایسے واسطے سے ہوتا ہے جس سے زمانہ نہیں ملتا اور اگر ارسال خفی کا دعوی ہے تو اس کے لیے دلیل پیش کرنا مدعی کے ذمے ہے۔ خود سنابلی صاحب ایک روایت پر جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

ابو قلابہ کی انہی روایت پر ارسال کا حکم لگے گا جو اپنے غیر معاصر سے نقل کریں، یا ایسے معاصر سے نقل کریں جن سے ائمہ نے ان کے نہ سننے کی صراحت کر دی ہے۔

(ماہنامہ اہل سنہ شمارہ ۹۶ ص ۲۳)

مزید امام حسن بصریؒ کسی شیخ سے روایت نہیں بیان کر رہے بل کہ اپنے آنکھوں دیکھا واقعہ ذکر کر رہے ہیں اس لیے تدلیس کی غیر متعلق بحث کی بھی کوئی وقعت نہیں۔ نہ ہی امام حسن بصری کثیر التدلیس راوی ہیں نہ ہی انقطاع پر کوئی قرینہ موجود ہے۔ شیخ ابراہیم بن عبداللہ اللحم رقم طراز ہیں:

"والقاعدة في جميع ما تقدم أن كل صيغة تبين أن الراوي قصد بها الرواية عن الشخص. أو من حضر قصة. سواء كان من ظاهر الصيغة أو عرف ذالك بقرينة في المتن فإنه يبحث في الاتصال بينهما. هل يثبت أولا؛ وكل صيغة تبين أن الراوي قصد بها حكاية قصد الشخص وليس الرواية عنه سواء عرف ذالك من ظاهر لفظ الصيغة. أو من متن الحديث.

أو من طريق الأخرى - فإنه لا يبحث فى اتصال الإسناد وانقطاعه بين الراوى وبين صاحب القصة. هل سمع منه أو لا؟ لأنه تبين أنه لم يرد الرواية عنه. وإنما يكون النظر فى حاكى القصة هل زمانها أو لا؟ فإن لم يكن أدرك زمانها فالإسناد منقطع ابتداء، وإن كان أدرك زمانها ويمكن حضورها ومشاهدتها فيبحث فى الإتصال الإسناد"

(الاتصال والانقطاع ص ۴۱-۴۲)

ہر وہ صیغہ جس سے معلوم ہو کہ راوی اس صیغے سے کسی شخص کے واقعے کی حکایت کر رہا ہے اس سے روایت نہیں کر رہا۔ خواہ وہ صیغے کے ظاہری لفظ سے معلوم ہو جائے یا متن حدیث سے یا دوسری اسانید سے۔ تب راوی اور صاحب قصہ کے مابین اتصال سند اور انقطاع سند پر بحث نہیں کی جائے گی کہ اس سے سماع کیا ہے یا نہیں؟ کیوں کہ وہ صیغہ بتلا رہا ہے کہ اس نے اس سے روایت کا ارادہ نہیں کیا۔ صرف واقعہ بیان کرنے والے کو دیکھا جائے گا کہ اس نے اس واقعہ کا زمانہ پایا ہے یا نہیں؟

اگر اس نے واقعہ کا زمانہ نہیں پایا تو سند شروع سے منقطع ہو گی۔ اگر اس نے اس واقعہ کا زمانہ پایا۔ اس کے لیے اس میں حاضر ہونا اور مشاہدہ کرنا ممکن ہو تو (باقی) سند کے اتصال پر بحث کی جائے گی۔

اس روایت سے واضح ہو گیا کہ یہ ابی مخنف اور واقدی کی اختراع نہیں ہے، بل کہ امام حسن بصری نے بھی اس کی گواہی دی ہے اور ہمارے اسلاف کے ہاں یہی تاریخ مسلم ہے، جن لوگوں کو ابن جوزی وطبری سے ناراضی ہے تو انہیں چاہیے کہ ان پر رافضیت کے الزام لگانے کی بجائے ان کے اصل ماخذ بھی ضرور دیکھیں، اور یہ تاریخ واقدی اور ابی مخنف سے پہلے امام حسن بصری نے بیان کر رکھی ہے، اس لیے اپنے موقف کے مخالف تاریخ کا ذمہ داران دونوں کو ٹھہرانا... اپنی بات کو بے وزن کرنے کے مترادف ہے۔

متن پر اعتراض

۱..... ابن تیمیہ نے اس واقعہ کا انکار کیا ہے۔

۲..... یہ روایت صحیح بخاری کے خلاف ہے۔

جواب

۱..... اگرچہ علامہ ابن تیمیہ کا فقط رڈ کر دینا کافی نہیں ہے، مگر ہم پھر بھی علامہ ابن تیمیہ کے رڈ کرنے کی وجہ ان کے اپنے الفاظ میں بیان کر دیتے ہیں۔ عبدالرزاق ملیح آبادی نے علامہ ابن تیمیہ کی کتاب "رأس الحسین" کا ترجمہ کیا ہے جس کا نام حسینؓ و یزیدؒ رکھا ہے۔ اس کتاب میں ابن تیمیہ اس واقعہ کے مردود ہونے کی وجہ ذکر کرتے ہیں:

بعض روایتوں میں دانتوں پر چھڑی مارنے کا واقعہ یزید کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ یہ بالکل غلط ہے کیوں کہ جو صحابی اس واقعے میں موجود تھے، وہ دمشق میں نہیں عراق میں موجود تھے۔ (حسینؓ و یزید ص ۲۱)

در اصل علامہ ابن تیمیہ نے بحیثیت مورخ یہ بات کی ہے، جب کہ ہماری روایت میں کسی صحابی کا ذکر نہیں ہے۔ اس لیے علامہ ابن تیمیہ کی یہ بات نا قابل تردید نہیں ہے۔ اگر صرف امام ابن تیمیہؒ کے رد کر دینے سے روایت قابل رد ہو جاتی ہے تو امام ابن جوزیؒ کے اقرار کا بھی کچھ حل نکالیے۔ پھر اس واقعے کو اہل سنت کے معتبر امام حسن بصریؒ نقل کر رہے ہیں جب تک ان کی مخالفت میں روایت نہیں ملتی تب تک محض قیاس آرائی سے روایات رد نہیں ہو سکتیں۔

امام ابن جوزی کہتے ہیں:

"إنما العجب من خذلان يزيد ..... وقد تغيرت ريحة لبلوغ الغرض الفاسد" (الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید ص ۶۲)

جتنا تعجب مجھے یزید کے افعال قبیحہ سے ہے... کہ اس نے غرض فاسد کے حصول کے لیے سرانور کی توہین کی۔

جو جواب امام ابن جوزی کی رائے کا دیا جائے گا بعینہ وہی قول ابن تیمیہ کا رکھ لیجیے گا۔

۲..... سنابلی صاحب نے جگہ جگہ صحیح بخاری کے خلاف بتا کر اس موضوع کی تمام روایات کو ضعیف بتایا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں تو صرف یہ صراحت ہے کہ ابن زیاد کے سامنے سر مبارک لایا گیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا اس کا کیا یہ مفہوم نکلتا ہے کہ سر مبارک کسی

اور کو پیش نہیں کیا جا سکتا؟ امام ابن جوزی نقل کرتے ہیں:

"أخبرنا الحسين بن علي الطناجيري قال: أخبرنا عمر بن أحمد بن شاهين قَالَ: أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سالم قَالَ: حَدَّثَنَا علي بن سهل قال: حدثنا خالد بن خداس قَالَ: حَدَّثَنَا حماد بن زيد عن حميل بن مرة عن أبي الوصي قال: نحرت الإبل التي حمل عليها رأس الحسين وأصحابه فلم يستطيعوا أكلها كانت لحومها أمر من الصبر"

ابوالوضی کہتے ہیں وہ اونٹ ذبح کیے گئے جن پر حضرت امام حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کے سر لائے گئے تھے تو ان کا گوشت نا کھایا جا سکا کیوں کہ ان کا گوشت ایلوے سے بھی زیادہ کڑوا تھا۔ (المنتظم ج ۵ ص ۳۴۲، وسندہ صحیح)

اعتراض

اس روایت پر سنابلی صاحب کا اعتراض ہے کہ سند میں "احمد بن عبداللہ بن سالم" کے حالات نہیں ملے اور حملی بن سہل کا تعین کے بھی دلائل نہیں ملے۔

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۴۱۰)

جواب

احمد بن عبداللہ بن سالم المعروف ابن النیری

امام خطیب بغدادی اس راوی کا تذکرہ کرتے ہیں:

"أحمد بن عبد الله بن أحمد بن العباس بن سالم بن مهران أبو جعفر البزار المعروف بابن النيري روى عنه وأبو حفص بن شاهين... أخبرنا محمد بن عبد الملك القرشي قال: أخبرنا أحمد بن محمد بن الفضل بن الجراح الخزاز قال: حدثنا أحمد بن عبد الله ابن النيري أبو جعفر البزاز ثقة وحدثني الحسن بن أبي طالب أن يوسف القواس ذكره في جملة شيوخه الثقات" (تاریخ بغداد ج ۴۲۰۰)

امام خطیب بغدادی نے تصریح کی ہے کہ ابن النیری امام ابن شاہین کے استاد ہیں چناں چہ احمد بن عبداللہ بن سالم دراصل ابن النیری ہیں، جو کہ ثقہ راوی ہیں، البتہ

امام ابن شاہین ان کے نام سے روایت ایسے ہی بیان کرتے ہیں جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ راوی غیر معروف ہے۔

علی بن سہل کا تعین

علی بن سہل سے مراد علی بن سہل بن مغیرہ ہیں، جو کہ ثقہ راوی ہیں۔ ان کے تعین کے دلائل درج ذیل ہیں، امام ابن شاہین نے امام احمد کا قول اسی سند سے بیان کیا ہے، جو ہماری پیش کردہ روایت میں ہے۔ بعینہ اسی سند سے امام ابن شاہین روایت کرتے ہیں۔ امام ابن شاہین اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں:

''ثنا احمد بن عبد الله بن سالم قال ثنا علی بن سهل قال سمعت أحمد بن حنبل فی دهلیز عفان..'' (تاریخ اسماء الثقات ح ۱۶۵۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ احمد بن عبداللہ بن سالم (ابن الیعری) کا شیخ علی بن سہل امام احمد کا شاگرد ہے۔ اسی روایت کو جب امام مزی نے اپنی کتاب میں نقل کیا تو تصریح کر دی ہے کہ امام احمد کا شاگرد علی بن سہل دراصل علی بن سھل بن مغیرہ (ثقہ) ہے اور یہی ابن الیعری کا استاد اور ابن الیعری سے ابن شاہین روایت نقل کرتے ہیں۔ امام مزی کہتے ہیں:

''علی بن سهل بن المغیرة البزاز سمعت أحمد بن حنبل..''

(تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ج ۸ ص ۲۹۱)

چناں چہ ثابت ہوا کہ ابن شاہین نے ابن الیعری سے اور وہ علی بن سھل سے اور وہ امام احمد سے سنتے ہیں اور اس سند میں بھی یہی سلسلہ ہے۔ ان صحیح روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسینؓ کے سر انور کی توہین یزید نے کی تھی اور اس کے برعکس منقطع روایات مردود ہیں، جس میں اس کے بھلائی کرنے کے واقعات درج ہیں۔

قاتلین سے عدم قصاص

سنابلی صاحب نے اس بحث میں یزید کی حالت کو حضرت علیؓ کی حالت پر قیاس کیا ہے۔ جب کہ حضرت علیؓ نے قاتلین عثمان پر لعنت کی ہے اور برملا برأت کا اظہار

کیا ہے، بل کہ یہ بھی کہا ہے کہ وہ قاتلین کے متعلق نہیں جانتے کہ کون ہیں، اس جیسا کچھ بھی سنابلی صاحب کے "امیر المومنین" یزید سے دکھا دیا جائے۔

قاتلین عثمان باغی تھے جو کہ کثیر تعداد میں موجود تھے کس نے قتل کیا؟ اس پر گواہی درکار ہوتی ہے اور اس وقت وہ کون شخص تھا، جس نے قاتلین کو دیکھا؟ کنانہ مولی صفیہ (مجہول) کے متعلق ایک روایت ملتی ہے کہ انہوں نے ایک قاتل کا نام لیا ہے۔ اب اس قاتل کو حضرت علیؓ نے کوئی عہدہ دیا ہے تو بتا دیں؟ اس کے علاوہ کچھ بھی ثابت نہیں، مزید اہل جمل و صفین کا مطالبہ یہ بھی تھا کہ وہ باغیان سے بھی قصاص لیا جائے جو محض بغاوت میں شریک تھے اور اس حوالے سے سیدنا علیؓ اپنے اجتہاد کے حوالے سے اس مطالبے کو پورا کرنا نہیں چاہتے تھے۔

جب کہ امام حسینؓ پر حملہ کرنے والی یزیدی فوج تھی جس کا امیر ابن زیاد یزید کا لگایا گورنر تھا۔ اس کی ناک کے نیچے سارا واقعہ وقوع پزیر ہوا... لیکن اس کے باوجود ابن زیاد تک کو برطرف کیا گیا نہ اس سلسلے میں کوئی دیگر قدم اٹھایا گیا...!

پھر امام حسینؓ کا قاتل سنان بن انس کوفی ملعون تو اعلانیہ طور پر قاتل ہونے کا اقرار کرتا ہے تو تب اسے پکڑ کر سزا دینے میں کیا مشکل تھی؟ جب کہ حضرت عثمانؓ کے قاتلین سے قصاص لینے کے لیے گواہی ہونا ضروری تھی، جب کہ حال یہ ہے کہ سیدنا عثمانؓ کے قاتلین کی نشاندہی کے لیے آج بھی مضبوط دلائل موجود نہیں ہیں۔

حضرت علیؓ کی مجبوری یہ تھی کہ خلافت کے آغاز سے ہی قاتلین عثمان سے قصاص لینے کے بارے میں کیا طریقہ کار اپنایا جائے، اس معاملے میں اختلاف ہو گیا تھا اور حالات ابھی سنبھلے ہی نہیں تھے کہ یہ اختلاف مزید بڑھتا گیا۔ مزید قصاص کے لیے شہادت بھی درکار تھی محض بغاوت پر سب سے قصاص نہیں لیا جا سکتا تھا ساتھ ہی میں جو نام قاتلین میں شمار کیے جاتے ہیں ان میں سے کون ہیں جس کو پناہ دی گئی ہو؟ جب کہ سنابلی صاحب کے مطابق بیعت یزید کا قیام ہو چکا تھا اور اس کا غلبہ پوری اسلامی ریاست پر اجماعی طور پر ہو گیا تھا۔ ایسے حالات میں قصاص لینا کیا اس کے لیے مشکل تھا؟

یزید کی حکومت میں امام حسینؓ کی شہادت ہوئی ہے، جب کہ حضرت علیؓ

شہادت سیدنا عثمانؓ کے بعد خلیفہ بنے ہیں وہ بھی سخت مشکل حالات میں، جب وحدت ٹوٹ چکی تھی۔ پھر یزید جیسے کو سیدنا علیؓ کے مقابلے میں لاکھڑا کرنا کہاں کا انصاف ہے، سیدنا عمر فرماتے ہیں:

''أَقْرَؤُنَا أُبَيٌّ. وَأَقْضَانَا عَلِيٌّ'' (صحیح بخاری ح ٤٤٨١)

ہم میں سب سے بہتر قاری قرآن ابی بن کعب ہیں اور ہم میں سب سے زیادہ علیؓ میں قضاء یعنی فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے۔

سیدنا حضرت علیؓ جیسی شخصیت جن کے فیصلے کی صلاحیت کی تعریف سیدنا عمر کرتے ہیں، ان کے مقابلے میں ایک ظالم بادشاہ کا دفاع ہو رہا ہے جس کے متعلق شر کے سوائے کچھ بھی مروی نہیں ہے۔ اور صحابہؓ نے اس پر بعد میں اجماع کیا سیدنا علیؓ کا موقف مضبوط تھا اور فقہاء کا اسی پر فتوی ہے۔

اتنا سب کچھ ہو گیا، یقیناً یزید سے مخفی نہ رہا ہوگا، مگر کہا یہ جاتا ہے کہ اس سے قصاص کا مطالبہ نہ کیا گیا۔ تعجب ہے کہ اس حادثہ کے بعد اسے کس کے مطالبہ کا انتظار تھا؟ کوئی صحابی کی گستاخی کر دے تو سب اس شخص کے خلاف متحد ہو جاتے ہیں، یہ ہمارا حال ہے۔ مگر یزید کے معاملہ میں اصول بدل جاتے ہیں۔ کوئی صحابیؓ کو قتل بھی کر دے تب بھی مطالبہ کا انتظار کیا جائے؟ جب کہ گرفتاری معاملے کی تحقیق حکومت کی ذمہ داری ہے۔ حامیان یزید بتائیں کیا پیش رفت کی گئی اس حوالے سے؟

اس ساری بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ یزید نے امام حسینؓ کی شہادت پر کچھ نہیں کیا، چوں کہ وہ اسی پر خوش تھا۔ اس کا ابن زیاد کو برطرف کرنا ملتا ہے اور نہ ہی اس سلسلے میں کوئی ایسا کام، جسے دیکھ کر رائے بدلی جائے۔ امام ابن جوزی مذمت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اگر وہ سر امام کا احترام کرتا جب وہ اس کے پاس پہنچا تھا اور اس پر نماز پڑھتا، اسے طشت میں نہ رکھواتا۔ (الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید ص ٦٤)

بیعت یزید کی نوعیت

اس بیعت کو بعض لوگ اتفاقی کہتے ہیں۔ اس پر بھی کچھ عرض کر دینا مناسب

معلوم ہوتا ہے۔ یزید کی بیعت باقی خلفاء کی نسبت الگ طرز پر لی گئی تھی۔ حضرت امیر معاویہ نے یزید کی بیعت اپنے ہی دور میں لینا شروع کر دی تھی اس لیے یزید کی بیعت کو خلفائے راشدین کے طرز بیعت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس کی تفصیل آئے گی۔

چناں چہ امام بخاری کہتے ہیں:

''حدثنا موسى بن إسمٰعيل. حدثنا أبو عوانة عن أبي بشر. عن يوسف بن ماهك. قال: كان مروان على الحجاز استعمله معاوية فخطب فجعل يذكر يزيد بن معاوية لكي يبايع له بعد أبيه. فقال له عبد الرحمٰن بن أبي بكر شيئا فقال: خذوه فدخل بيت عائشة فلم يقدروا. فقال مروان: إن هذا الذي أنزل الله فيه. والذي قال لوالديه أف لكما أتعداننني. فقالت عائشة من وراء الحجاب ما أنزل الله فينا شيئا من القرآن إلا أن الله أنزل عذري'' (صحیح البخاری ج ۶ ص ۱۳۳ ح ۴۸۲۷)

یوسف بن ماہک نے بیان کیا کہ مروان کو معاویہ نے حجاز کا امیر بنایا تھا۔ اس نے ایک موقع پر خطبہ دیا اور خطبہ میں یزید بن معاویہ کا بار بار ذکر کیا، تاکہ اس کے والد کے بعد اس سے لوگ بیعت کریں۔ اس پر عبدالرحمن بن ابی بکر نے اعتراضاً کچھ فرمایا۔ مروان نے کہا: اسے پکڑ لو۔ عبدالرحمنؓ اپنی بہن عائشہؓ کے گھر میں چلے گئے تو وہ لوگ پکڑ نہیں سکے۔ اس پر مروان بولا: اسی شخص کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی تھی والذي قال لوالديه أف لكما أتعداننني « اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھے خبر دیتے ہو۔'' اس پر عائشہ نے کہا: ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی آیت نازل نہیں کی، ہاں کہ تہمت سے میری برأت ضرور نازل کی تھی۔

امام ابن ابی خیثمہ نقل کرتے ہیں:

''فقام عبد الرحمن بن أبي بكر فقال: يا معشر بني أمية اختاروا منا ثلاث سنن: سنة رسول الله ﷺ. أو سنة أبي بكر. أو سنة عمر. إن هذا الأمر قد كان وفي أهل بيت رسول الله ﷺ من لو ولاه لكان لذلك أهلا. ثم كان أبو بكر بعده فكان في أهل بيته من لو ولاه لكان لذلك أهلا. فولى عمر.

كان في أهل بيت عمر من لو ولاه لكان لذلك أهلا . فجعلها في نفر من لمسلمين وإنما أردتم أن تجعنوها قيصرية كلما هلك قيصر كان قيصر "

(تاریخ ابن أبي خیثمۃ ج ۲ ص ۷۲)

عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: اے بنوامیہ! آپ ہماری طرف سے پیش کردہ تین طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ منتخب کر لو۔ اللہ کے نبی ﷺ کے طریقہ کو اپناؤ یا ابو بکر کے طریقہ کو اپناؤ یا عمر فاروقؓ کے طریقہ کو اپناؤ۔ یہ معاملہ اللہ کے نبی ﷺ کے سامنے بھی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں ایسے لوگ تھے، جن کو اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ولی عہد بنا دیتے تو وہ اس کے اہل تھے۔ اس کے بعد ابو بکرؓ کا دور آیا ان کے خاندان میں بھی ایسے لوگ تھے جنہیں اگر ابو بکر ولی عہد بنا دیتے تو وہ اس کے اہل تھے۔ اس کے بعد عمرؓ کا دور آیا... ان کے خاندان میں بھی ایسے لوگ تھے جنہیں اگر عمر ولی عہد بنا دیتے تو وہ اس کے اہل تھے، لیکن انہوں نے یہ معاملہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر چھوڑ دیا اور تم لوگ چاہتے ہو کہ اس معاملہ کو قیصریت ورکسرویت بنا ڈالو...! جب ایک قیصر فوت ہو تو دوسرا قیصر اس کی جگہ لے۔

امام نسائی کہتے ہیں:

"أخبرنا علي بن الحسين قال: حدثنا أمية بن خالد، عن شعبة، عن محمد بن زياد. قال لما بايع معاوية لابنه. قال مروان سنة أبي بكر وعمر. فقال عبد الرحمن بن أبي بكر سنة هرقل وقيصر. فقال مروان: هذا الذي نزل الله فيه والذي قال لوالديه أف لكما الأحقاف: ۱۰ الآية. فبلغ ذلك عائشة فقالت: كذب والله ما هو به. وإن شئت أن أسمي الذي أنزلت فيه لسميته. ولكن رسول الله لعن أبا مروان ومروان في صلبه فمروان فضض من لعنة الله" (السنن الکبریٰ النسائی ج ۱، ص ۲۵۷، ح ۱۱۴۲۷، وسندہ صحیح، المستدرک ج ۴، ص ۵۲۸، قال امام الحاکم: ہذا حدیث صحیح الاسناد، السلسلۃ الصحیحۃ ج ۷ ص ۷۲۲ قال الألبانی: واسنادہ صحیح)

جب امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت لی، مروان نے کہا: یہ سیدنا ابو بکرؓ و عمرؓ کی سنت ہے۔ اس پر عبدالرحمن بن ابی بکر بولے: یہ ہرقل اور قیصر کی سنت

ہے۔ مروان نے کہا: یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ''وَالَّذِی قال لوالدیه أف لکما'' (الاحقاف: ۱۷) اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم پر تف ہے۔ یہ بات سیدہ عائشہ کو پہنچی تو آپ نے کہا: اللہ کی قسم مروان جھوٹ کہتا ہے۔ یہ آیت ان کے بارے میں نازل نہیں ہوئی۔ اگر تم چاہو تو میں اس شخص کا نام لے سکتی ہوں، جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ مگر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کے باپ کو لعنت کی تھی جب مروان اس کی پیٹھ میں تھا اس لیے مروان اللہ کی لعنت کا ٹکڑا ہے۔

اس روایت کا حسن سند سے شاھد بھی ہے چناں چہ امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ، أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ المدينی (عبد الله البهی مولی الزبیر (قَالَ: إِنِّي لَفِي الْمَسْجِدِ حِينَ خَطَبَ مَرْوَانُ، فَقَالَ: إِنَّ اللَّهَ أَرَى أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي يَزِيدَ رَأْيًا حَسَنًا. فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ: أَلَسْتَ ابْنُ اللَّعِينِ الَّذِي لَعَنَ رَسُولُ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَبَاكَ. قَالَ: وَسَمِعَتْهُمَا عَائِشَةُ فَقَالَتْ: يَا مَرْوَانُ، أَنْتَ الْقَائِلُ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ كَذَا وَكَذَا، كَذَبْتَ. مَا فِيهِ نَزَلَتْ، وَلَكِنْ نَزَلَتْ فِي فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ. ثُمَّ انْتَحَبَ مَرْوَانُ، ثُمَّ نَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ حَتَّى أَتَى بَابَ حُجْرَتِهَا فَجَعَلَ يُكَلِّمُهَا حَتَّى انْصَرَفَ''

(تفسیر ابن أبی حاتم ج ۱۰ ص ۳۲۹۵؛ المجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۴، وقال الهیثمی: رواه البزار وإسناده حسن، أنیس الساری ج ۱۱ ص ۱۴۴۹، قال شیخ نبیل البصارة: قلت: وإسناد ابن أبی حاتم صحیح)

ان روایات سے درج ذیل نکات ثابت ہوتے ہیں:

حضرت معاویہؓ نے اپنی خلافت میں ہی بیعت کا عمل شروع کر دیا تھا۔

مروان بن حکم کے نزدیک یہ عمل سنت ابو بکر کی پیروی تھی۔

عبد الرحمن بن ابی بکر نے مروان کی تردید کی اور اسے ہرقل اور قیصر کی سنت کہا ہے۔

حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر نے جب اعتراض کیا تو مروان نے اپنے لوگ ان کے پیچھے لگا دیئے۔۔ یہ بات واضح کرتی ہے کہ اس وقت آزادی اظہار رائے کی کس قدر اجازت تھی کہ ایک صحابی نے اختلاف رائے کیا تو اس پر ان کے پیچھے لوگ لگوا دیے گئے۔

جب عبدالرحمن بن ابی بکر کے ساتھ یہ سلوک تھا تو دوسروں کے ساتھ کیا امید کی جاسکتی ہے؟

اس پر سنابلی صاحب کا کہنا ہے کہ "عبدالرحمن بن ابی بکر کے نزدیک بھی یزید اہل تھا خلافت کے لیے ..." کہاں؟ یہ بات سنابلی صاحب کو ہی معلوم ہے، احقر اس قدر نگاہ بسیط نہیں رکھتا۔

سنابلی صاحب کہتے ہیں:

بلکہ تاریخ ابن ابی خیثمہ کی روایت کے سیاق پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ خود عبدالرحمن بن ابی بکر بھی اس بات کے معترف تھے کہ یزید خلافت کا اہل ہے، اسی لئے انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ اللہ کے نبی اکرم ﷺ، ابو بکرؓ اور عمر فاروقؓ کے خاندان میں ایسے لوگ موجود تھے، جو ان کے بعد خلافت سنبھالنے کے اہل تھے۔

اگر عبدالرحمن بن ابی بکر کی نظر میں یزید خلافت کے اہل نہ ہوتے تو آپ یہ تمثیل نہ دیتے یا کم از کم اس کے بعد آپ یزید کو خلافت کے لیے نااہل بتاتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۳۰۶)

کفایت اللہ سنابلی صاحب کی یہ مذکورہ بالا تشریح محض قیاس پر مبنی ہے۔ اس قول کا مفہوم جو ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کے نزدیک سیدنا معاویہؓ یزید کو خلافت کا اہل سمجھیں، تب بھی انہیں اس طریقہ کار کو اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ یہ طریقہ قیصریت و کسرائیت کا ہے اور اس کے نتائج بھی اسی طرز بادشاہت کی طرح نمودار ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ یہی افضل طریقہ ہے لیکن سیدنا معاویہؓ نے حالات کے پیش نظر یہ فیصلہ لیا تھا۔ اگرچہ افضل کی موجودگی میں غیر افضل کو خلیفہ نامزد کرنا جائز ہے عند العلماء[1]

---

[1] شیخ تقی عثمانی حفظہ اللہ کہتے ہیں: "یہ درست ہے کہ افضل کی موجودگی میں غیر افضل کو خلیفہ بنانا شرعاً جائز ہے۔ لیکن افضل یہی ہے کہ خلیفہ ایسے شخص کو بنایا جائے جو تمام امت میں اس منصب کا سب سے زیادہ لائق ہو۔ نیک نیتی کے ساتھ بیٹے کو ولی عہد بنانا شرعاً جائز تو ہے، لیکن ایک طرف موضع تہمت ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا ہی بہتر ہے اور شدید ضرورت کے بغیر ایسا کرنا اپنے آپ کو ایک سخت آزمائش میں ڈالنا ہے۔ اس لیے تمام خلفائے راشدین نے اس سے پرہیز کیا۔" (حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق ص ۱۴-۱۵)

خلیفہ کی تقرری اور سنت رسول صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین کے عمل سے طرز انتخاب اور بیعت کا طریقہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانیہ طور پر کسی کا بھی نام نہیں لیا تھا۔

شیعہ حضرات کا موقف یہ ہے کہ سیدنا علیؓ کی خلافت کا اقرار علی الاعلان کیا گیا تھا، تو اس قسم کے تمام باتیں غلط ہیں اور صحیح بات یہی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی اعلانیہ طور پر خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا۔ بل کہ فیصلہ امت پر چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ مجھے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں فرمایا:

''ادعي لي أبا بكر أباك وأخاك، حتى أكتب كتابا، فإني أخاف أن يتمني متمن ويقول قائل: أنا أولى، ويأبى الله والمؤمنون إلا أبا بكر''

(صحیح مسلم ج ٤ ص ١٨٥٧، ح ٢٣٨٧)

اپنے باپ ابو بکرؓ اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ، تا کہ میں (انہیں) ایک تحریر لکھ دوں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کوئی (خلافت کی) آرزو کرنے والا آرزو نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں، حالاں کہ اللہ تعالیٰ انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی ان کا رکرتے ہیں ابو بکر کے سوا کسی اور (کی خلافت) سے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہتے تو ابو بکر کی بیعت کا حکم بھی دے سکتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت کے معاملے میں انتشار سے بھی ڈرتے تھے، لیکن اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ لوگوں پر چھوڑ دیا۔

تقرری خلیفہ اور سنت سیدنا ابو بکرؓ

امام بخاری نے کہا:

''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: قِيلَ لِعُمَرَ: أَلَا تَسْتَخْلِفُ، قَالَ: إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ، مِنِّي أَبُو بَكْرٍ، وَإِنْ أَتْرُكْ، فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي، رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأُثْنُوا عَلَيْهِ، فَقَالَ:

رَاغِبٌ رَاهِبٌ، وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَلَا مَيِّتًا" (صحیح بخاری ح ۷۲۱۸)

سیدنا عمرؓ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں منتخب کر دیتے؟ تو آپ نے فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں (تو اس کی بھی مثال ہے) اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی ابو بکرؓ، اور اگر میں اسے (مسلمانوں کی رائے پر) چھوڑتا ہوں تو (اس کی بھی مثال موجود ہے) اس ہستی نے چھوڑ دیا تھا، جو مجھ سے بہتر تھے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

چناں چہ اس اثر سے یہ بات معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نے حضرت عمرؓ کو صرف خلیفہ نامزد کیا تھا نہ کہ بیعت لی تھی اور یزید کی بیعت کے طریقہ کار کو حضرت ابو بکر کی سنت کہنا سراسر دجل ہے۔ مزید خلیفہ کی اہلیت کے بارے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نظریہ بھی یہی تھا کہ سب سے بہترین شخص کا ہی تقرر کیا جائے۔

امام ابن سعد نقل کرتے ہیں:

"قال: أخبرنا سعيد بن عامر قال: أخبرنا صالح بن رستم عن ابن أبي مليكة عن عائشة قالت: لما ثقل أبي دخل عليه فلان وفلان فقالوا: يا خليفة رسول الله ماذا تقول لربك إذا قدمت عليه غدا و قد استخلفت علينا ابن الخطاب؛ فقال: أجلسوني أبالله ترهبوني؛ أقولا ستخلفت عليهم خيرهم" (طبقات ابن سعد ط العلمیہ ج ۳ ص ۲۰۷، واسنادہ حسن)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد کی بیماری زیادہ شدید ہو گئی تو فلاں فلاں ان کے پاس آئے اور کہا: "اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! جب کل آپ اپنے رب کے سامنے پیش ہوں گے تو آپ ان سے کیا کہیں گے جب کہ آپ نے ہم پر عمر بن خطاب کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے؟" اس پر حضرت ابو بکر نے کہا: "مجھے بٹھاؤ! انہیں بٹھایا گیا تو فرمایا) تم مجھے اس بارے میں اللہ سے ڈرا رہے ہو؟ میں اس رحیم سے کہوں گا کہ میں نے ان میں سے بہترین کو ان پر خلیفہ مقرر کیا تھا۔

مزید مروان بن الحکم کے کہنے پر حضرت ابو بکر کے بیٹے عبدالرحمن بن ابی بکر نے فوراً

اسے ہرقل (قیصر روم) کی سنت کہا جوں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کا نام دیا تھا۔ جسے وہ موزوں سمجھتے تھے اور سب سے بہترین سمجھتے تھے، لیکن بیعت مشورہ اور آزادی سے ہوئی تھی اور سیدنا عمرؓ سیدنا ابوبکرؓ کے رشتہ دار بھی نہیں تھے۔

تقرری خلیفہ اور سنت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عمرؓ نے بھی طریقہ کار میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عمل کو اپنایا ہے، چناں چہ آپ کے متعلق روایت ہے۔

سیدنا عمرؓ جب زخمی ہوئے تو ان سے کہا گیا کہ آپ کسی کو اپنا خلیفہ کیوں نہیں منتخب کر دیتے؟ تو آپ نے فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں (تو اس کی بھی مثال ہے) اس شخص نے اپنا خلیفہ منتخب کیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی ابوبکر اور اگر میں اسے (مسلمانوں کی رائے پر) چھوڑتا ہوں تو (اس کی بھی مثال موجود ہے) اس ہستی نے چھوڑ دیا تھا جو مجھ سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عمل کو اپنایا ہے، آپ کا طریقہ الگ نہ تھا... صرف فرق اتنا ہے کہ آپ نے ایک کی بجائے چھ لوگوں کے نام دیے، جنہیں آپ سب سے بہترین سمجھتے تھے۔ امام مسلم نے کہا:

''حدثنا محمد بن المثنى، حدثنا يحيى بن سعيد، حدثنا هشام، حدثنا قتادة، عن سالم بن أبي الجعد، عن معدان بن أبي طلحة، أن عمر بن الخطاب، خطب يوم الجمعة، فذكر نبي الله، وذكر أبا بكر قال: إني رأيت كأن ديكا نقرني ثلاث نقرات، وإني لا أراه إلا حضور أجلي، وإن أقواما يأمرونني أن أستخلف، وإن الله لم يكن ليضيع دينه، ولا خلافته، ولا الذي بعث به نبيه، فإن عجل بي أمر، فالخلافة شورى بين هؤلاء الستة الذين توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو عنهم راض، وإني قد علمت أن أقواما يطعنون في هذا الأمر، أنا ضربتهم بيدي هذه على الإسلام، فإن فعلوا ذلك فأولئك أعداء الله، الكفرة الضلال'' (مسلم ج ۱ ص ۳۹۶، ح ۵۶۷)

معدان بن ابی طلحہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے جمعہ کے دن

پنے خطبہ میں اللہ کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے مجھے تین ٹھونگیں ماریں اور میں اس سے یہی خیال کرتا ہوں کہ میری موت قریب ہے۔ کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر دوں اور اللہ تعالیٰ اپنے دین، خلافت اور اس چیز کو جسے دے کر اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے، ضائع نہیں کرے گا۔ اگر میری موت جلد ہی آجائے تو خلافت مشورہ کے بعد ان چھ حضرات کے درمیان رہے گی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی رہے اور میں جانتا ہوں کہ کچھ لوگ جن کو خود میں نے اپنے ہاتھ سے اسلام کے لیے مارا ہے۔ اس معاملہ میں طعن کریں گے اگر انہوں نے ایسا ہی کیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے دشمن اور کافر گمراہ ہیں۔

ان چھ افراد کے نام یہ تھے:

''عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمن بن عوفؓ اور سعد بن ابی وقاصؓ''

(صحیح بخاری ح ۱۳۹۲)

مزید فرماتے ہیں:

''فإن حدث بی حدث فلیصل للناس صهیب مولی بن جدعان ثلاث لیال. ثم اجمعوا فی الیوم الثالث أشراف الناس. وأمراء الأجناد. فأمروا أحدکم. فمن تأمر عن غیر مشورة. فاضربوا عنقه''

اگر میری موت واقع ہو جائے تو بنو جدعان کے غلام صہیب تین دن رات تک لوگوں کی امامت کروائیں گے۔ اس دوران لوگوں میں سے معزز اور لشکروں کے امیر مشورے سے اپنا امیر منتخب کر لیں، اور اگر کوئی بغیر مشورے کے بننے کی کوشش کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔ (السنن الکبری للبیہقی ح ۱۶۰۸۲، وسندہ صحیح)

ایک اور جگہ یوں فرمایا:

اس لیے یاد رکھو! جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کسی شخص کی بیعت کرے گا، اس کی بیعت کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی وہ اس شخص کے ہاتھ پر صحیح ہوگی جس سے بیعت لی گئی ہے، اس اندیشے سے کہ کہیں وہ دونوں قتل نہ ہو جائیں۔ (صحیح بخاری ح ۶۴۴۲)

ان روایات کی روشنی میں حضرت عمرؓ کا طریقہ کار واضح ہو جاتا ہے کہ آپ نے

خلیفہ مقرر کرنے کے لیے مسلمانوں کے مشورے کو ضروری قرار دیا اور جو اس کے بغیر عمل کرے تو عمرؓ کے نزدیک ایسے شخص کی بیعت ہی نہیں قائم ہوگی...!

مزید یہ کہ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کو بھی خلافت کے لیے نامزد نہیں کیا تھا، بل کہ فقط مشورہ دینے والوں میں شمار کیا تھا۔ حضرت عمرؓ اور ابوبکر کے طریقہ کار میں فرق نہیں تھا، کیوں کہ حضرت عمر فاروقؓ سے جب پوچھا گیا تو آپ نے یہی کہا کہ میرے سامنے دو بہترین لوگوں کا طرز عمل ہے۔ حضرت عمرؓ نے صرف ایک کی بجائے چھ لوگوں کے نام دیے کیوں کہ ان کے نزدیک یہ لوگ بہترین تھے اور مرتبے میں یکساں تھے، تو جیسے حضرت عمرؓ نے کسی کی بیعت نہیں لی بالکل ویسے ہی حضرت ابوبکر نے بھی کسی کی بیعت نہیں لی تھی۔

تنبیہ: شیخینؓ کے طریقہ کار کی بھی تائید نبی اکرم ﷺ سے موجود ہے۔ آپ بھی ابوبکر صدیقؓ کا نام دینا چاہتے تھے تاکہ لوگ بعد میں ان پر جمع ہو جائیں، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، اس لیے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کا طریقہ کار بھی قطعاً غلط نہیں تھا... لیکن یہ بات طے ہے کہ امت کے لیے خلیفہ مقرر کرنے کا طریقہ نبی اکرم ص اور خلفائے راشدینؓ سے مروی ہے اور یہی حجت اور قابل اتباع ہے، اور ان سب میں مشاورت بنیادی اور یکساں جزو ہے۔ حضرت عمرؓ کا فتویٰ بھی ہم بیان کر آئے ہیں کہ بنا مشاورت کے بیعت قائم نہیں ہوتی۔

تقرری خلیفہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

سیدنا علیؓ سے کوئی بھی روایت بسند صحیح نہیں مل سکی، لیکن آپ کا عمل نبی اکرم ﷺ کی سنت کی اتباع کرنا تھا، آپ نے کسی کو بھی مقرر نہیں کیا تھا، آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے مشورے سے امام حسن کو منتخب کیا۔ لیکن حضرت معاویہؓ کا عمل کسی کی بھی سنت سے نہیں ملتا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کی بیعت کا نہ صرف حکم دیا تھا، بل کہ اپنی خلافت میں ہی بیعت بھی لی تھی۔ جو ان سے پہلے خلفاء کے طریقہ کے مطابق نہ تھی، اس بحث کا اصل مقصد مروان بن حکم کے قول کا رد تھا اور ساتھ ہی ان لوگوں کا بھی... جو یزید کی بیعت کو حضرت ابوبکر پر قیاس کرتے ہیں اور جنہوں نے کہا کہ اس طریقہ کی بنیاد ڈالنے

والے سیدنا علیؓ تھے تو یہ ان کا دجل وفریب ہے۔۔امام حاکم روایت کرتے ہیں:

"أخبرني أبو بكر محمد بن أحمد المزكي بمرو، ثنا عبد الله بن روح المدائني، ثنا شبابة بن سوار، ثنا شعيب بن ميمون، عن حصين بن عبد الرحمن، عن الشعبي، عن أبي وائل قال: قيل لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه: ألا تستخلف علينا، قال: ما استخلف رسول ﷺ فأستخلف، ولكن إن يرد الله بالناس خيرا، فسيجمعهم 1 بعدي على خيرهم، كما جمعهم بعد نبيهم على خيرهم." (المستدرک للحاکم ح ٤٤٦٧، وسندہ جید)

ابو وائل کہتے ہیں: سیدنا علیؓ سے کہا گیا: کیا آپ کسی کو مقرر نہیں کریں گے؟ آپ نے کہا: جب نبی مکرم ﷺ نے اپنے بعد کسی کو مقرر نہیں کیا تھا تو میں کیسے کسی کو مقرر کر دوں؟ اگر اللہ نے لوگوں کے لیے بھلائی کا ارادہ رکھا ہوا، تو وہ لوگوں کو خیر پر جمع کر دے گا جیسا کہ نبی مکرم ﷺ کے بعد لوگوں کو جمع کیا۔

طبرانیؒ بسند روایت کرتے ہیں: "وذكر أن جندب بن عبد الله دخل على علي رضي الله عنه يسأل به، فقال: يا أمير المؤمنين، إن فقدناك ولا نفقدك فنبايع الحسن؟ قال: ما آمركم، ولا أنهاكم أنتم أبصر" (المعجم الکبیر ج ۱ ص ۹۷، ح ۱۶۸)

حضرت جندب بن عبداللہ حضرت علیؓ کے پاس آکر پوچھنے لگے، کہا: اے امیر المومنین، اگر آپ ہم سے جدا ہو جائیں، اللہ کرے جدا نہ ہوں! تو ہم حضرت حسنؓ کی بیعت کر لیں؟ آپ نے جواب دیا: نہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں، تم زیادہ بصیرت والے ہو۔

بیعت یزید کے لیے امیر معاویہؓ کے اقدامات

امیر معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے لیے جو اقدام کیے... ہم اس کی کچھ تفصیل بیان کریں گے، اس معاملے میں اختلاف ہے کہ امیر معاویہؓ نے یزید کی بیعت کے لیے کب حکم جاری کیا کچھ نے ۵۱ ہجری، ۵۲ ہجری تو کچھ نے ۵۶ ہجری، ۵۷ ہجری کہا ہے۔ اس حکم سے قبل تمہیداً ایک روایت ملاحظہ کریں، امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں:

"وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ شَبُّوَيْهِ قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ صَالِحٍ قَالَ: حَدَّثَنِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ[1] عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ جَابِرٍ قَالَ: قَدِمْتُ عَلَى مُعَاوِيَةَ ..... قال (معاوية): أَمَّا كَرَمَةُ قُرَيْشٍ: فَسَعِيدُ بْنُ الْعَاصِ، وَأَمَّا فَتَاهَا. حَيَاءً وَحِلْمًا وَسَخَاءً فَابْنُ عَامِرٍ. وَأَمَّا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَسَيِّدٌ كريم. وأما القارىء لِكِتَابِ اللّٰهِ الْفَقِيهُ فِي دِينِ اللّٰهِ الشَّدِيدُ فِي حُدُودِ اللّٰهِ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ. وَأَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَرَجُلُ نَفْسِهِ. وَأَمَّا الَّذِي يَرِيدُ وَدَّ كَذَا، وَيَرُوغُ رِوَاغَ الثَّعْلَبِ، فَعَبْدُ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ"

(تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی ج ۱ ص ۵۹۲ - ۵۹۳، واسنادہ حسن)

جب قبیصہ بن جابر نے حضرت معاویہؓ سے ان کے بعد خلیفہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے اس بارے میں بنو عبد المناف کے چار افراد یکے بعد دیگرے گنوائے جنھیں لوگ چن لیں گے، قریش کے شریف النفس آدمی سعید بن العاص کو، یا حیاء و پرہیز گاری اور سخاوت میں قریش کے نوجوان عبد اللہ بن عامر، یا معزز پیشوا حسن بن علیؓ کو، یا قاری قرآن، عالم دین اور حدود شریعہ کے سخت پابند مروان بن حکم[2] کو، یا مرد فقیہ عبد اللہ بن عمرؓ کو یا ذہین و ہوشیار انسان عبد اللہ بن زبیر کو۔

---

[1] عبد الملک بن عمیر پر مختصر اعرض ہے کہ یہ ثقہ، عالم اور محدث ہیں بعض محدثین نے ان پر جرح کی ہے چوں کہ انہیں آخری زندگی میں تغیر لاحق ہوا تھا۔ مزید یہ کہ ان کے حوالے سے یہ کہنا کہ یہ کثیر التدلیس ہیں یہ بات بھی ثابت نہیں ہے۔ عبد الملک بن عمیر صحابہؓ سے ارسال کرتے تھے جس کے باعث امام ابن حبان نے انہیں مدلس قرار دیا ہے۔ اس لیے انہیں اصطلاحی مدلس قرار نہیں دیا جا سکتا۔

[2] مروان بن حکم کے فقیہ ہونے کی تصریح علماء نے کی ہے، اور یہ بھی کہ یہ سچا تھا حدیث بیان کرنے میں لیکن لوگوں کا اس کی شخصیت پر طعن کرنا چند وجوہات کے باعث ہے، جن میں سیدنا طلحہؓ کو شہید کرنا۔ (مصنف لابن شیبۃ ح ۱۲۰۹۶، ۷۷۰۷، ۳، باسناد صحیح)، اہل بیت پر سب وشتم کرنا۔ (العلل الامام احمد بروایۃ عبد اللہ ص ۴۷۸۱، وسندہ حسن، تاریخ الاسلام ج ۳ ص ۴۶۰)، امیر المومنین سیدنا ابن زبیر کے خلاف خروج کرنا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۳ ص ۹۲ ح ۲۳۰، وسندہ حسن) وغیرہ۔ ان وجوہات کے باعث مروان کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا ہے ورنہ قرآن کے بہترین قاری اور عبادت گزار خوارج بھی تھے اور جید حافظ رافضی بھی تھے جیسے ابن عقدہ وغیرہ۔

یہ روایت وضاحت کرتی ہے کہ اوائل میں امیر معاویہؓ بھی اپنے پہلوں کے طرز پر عمل کرنا چاہتے تھے اور اس اعتبار سے چھ لوگوں کو نامزد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے اور فیصلہ مسلمانوں پر چھوڑنا چاہتے تھے، لیکن بعد میں حضرت معاویہؓ نے فیصلہ بدل دیا ضرور ان کے سامنے ایسے حقائق منکشف ہوئے تھے اس میں سیدنا حسن کا سازش کے ذریعے سے شہید کرایا جانا بھی ہے ایسے اور بھی معاملات ان کے سامنے تھے جس کے باعث سیدنا معاویہؓ نے یہ مشکل فیصلہ لیا۔ حالات کے پیش نظر افضل کی موجودگی میں غیر افضل کو نامزد کیا جا سکتا ہے۔ انہیں امور کے باعث سیدنا معاویہؓ نے اپنا سابقہ فیصلہ بدل دیا اور افضل طریقہ کو ترک کر دیا۔ البتہ ان کی تدبیر یزید کے حوالے سے بھی کارآمد ثابت نہ ہو سکی لیکن نیت کے اعتبار سے ان کی ذات پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ابوبکر ابن عربی کہتے ہیں:

''أن نقول، إن معاوية ترك الأفضل في أن يجعلها شورى، وألا يخص بها أحدًا من قرابته فكيف ولدًا'' (العواصم من القواصم ص ۱۱۸، مترجم نسخہ ص ۳۵۶)

ہم صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ امیر معاویہؓ نے افضل بات کو چھوڑ دیا، انہیں چاہیے تھا کہ معاملہ شوریٰ میں رکھ دیتے (معاملہ) اور اپنے قرابت داروں میں سے کسی کو خاص نہ کرتے چہ جائیکہ اپنے بیٹے کو۔

امام ماوردی لکھتے ہیں:

''وَقَالَ الْأَكْثَرُ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَالْمُتَكَلِّمِينَ تَجُوزُ إِمَامَتُهُ وَصَحَّتْ بَيْعَتُهُ، وَلَا يَكُونُ وُجُودُ الْأَفْضَلِ مَانِعًا مِنْ إِمَامَةِ الْمَفْضُولِ إِذَا لَمْ يَكُنْ مُقَصِّرًا عَنْ شُرُوطِ الْإِمَامَةِ'' (الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۸)

اکثر فقہاء اور متکلمین کہتے ہیں کہ زیادہ درجے کے لوگوں کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت اور بیعت جائز ہے، اور افضل کا پایا جانا مفضول کی امامت میں رکاوٹ نہیں بنتا مگر شرط یہ ہے کہ وہ شروط امامت پورا کرنے سے قاصر نہ ہو۔

قاضی ابویعلی الفراء کہتے ہیں:

''ويجوز أن يعهد إلى من ينتسب إليه بأبوة أو بنوة، إذا كان المعهود له على صفات الأئمة، لأن الإمامة لا تنعقد للمعهود إليه بنفس العهد، وإنما تنعقد بعهد المسلمين'' (الاحکام السلطانیہ للفراء ص ۲۵)

اور جائز ہے خلیفہ اسے ولی عہد بنائے جو اس کا باپ یا بیٹا ہو مگر شرط یہ ہے کہ ولی عہد ان شرطوں کو پورا کرے جو ائمہ میں ہونی چاہیے کیونکہ امامت صرف اس نامزدگی سے قائم نہیں ہوتی وہ مسلمانوں کی بیعت عام سے ہوتی ہے۔

امام ابو یعلیٰ نقل کرتے ہیں:

''حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عُمَرَ بْنِ شَقِيقِ بْنِ أَسْمَاءَ الْجُرْجِيُّ، حَدَّثَنَا جَعْفَرٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ: لَمَّا أَرَادَ مُعَاوِيَةُ أَنْ يَسْتَخْلِفَ يَزِيدَ بَعَثَ إِلَى عَامِلِ الْمَدِينَةِ أَنْ أَفِدْ إِلَيَّ مَنْ شَاءَ. قَالَ: فَوَفَدَ إِلَيْهِ عَمْرُو بْنُ حَزْمٍ الْأَنْصَارِيُّ، فَاسْتَأْذَنَ، فَجَاءَ حَاجِبُ مُعَاوِيَةَ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: هَذَا عَمْرُو قَدْ جَاءَ يَسْتَأْذِنُ، فَقَالَ: مَا جَاءَ بِهِمْ إِلَيَّ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ، جَاءَ يَطْلُبُ مَعْرُوفَكَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: إِنْ كُنْتَ صَادِقًا فَلْيَكْتُبْ مَا شَاءَ فَأَعْطِهِ مَا سَأَلَكَ، وَلَا أَرَاهُ. قَالَ: فَخَرَجَ إِلَيْهِ الْحَاجِبُ، فَقَالَ: مَا حَاجَتُكَ؟ أَكْتُبْ مَا شِئْتَ. فَقَالَ: سُبْحَانَ اللهِ أَجِيءُ إِلَى بَابِ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ، فَأُحْجَبُ عَنْهُ؟ أُحِبُّ أَنْ أَلْقَاهُ، فَأُكَلِّمَهُ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْحَاجِبِ: عِدْهُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا إِذَا صَلَّى الْغَدَاةَ فَلْيَجِئْ. قَالَ: فَلَمَّا صَلَّى مُعَاوِيَةُ الْغَدَاةَ أَمَرَ بِسَرِيرِهِ، فَجُعِلَ فِي إِيوَانٍ لَهُ، ثُمَّ أَخْرَجَ النَّاسَ عَنْهُ، فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ أَحَدٌ إِلَّا كُرْسِيٌّ وُضِعَ لِعَمْرٍو. فَجَاءَ عَمْرٌو، فَاسْتَأْذَنَ، فَأُذِنَ لَهُ، فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، ثُمَّ جَلَسَ عَلَى الْكُرْسِيِّ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: حَاجَتُكَ. قَالَ: فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: لَعَمْرِي لَقَدْ أَصْبَحَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ وَاسِطَ الْحَسَبِ فِي قُرَيْشٍ، غَنِيًّا عَنِ الْمَالِ، غَنِيًّا إِلَّا عَنْ كُلِّ خَيْرٍ، وَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: "إِنَّ اللهَ لَمْ يَسْتَرْعِ عَبْدًا رَعِيَّةً إِلَّا وَهُوَ سَائِلُهُ عَنْهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ: كَيْفَ صَنَعَ فِيهَا" وَإِنِّي أُذَكِّرُكَ اللهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِي أُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْ تَسْتَخْلِفُ عَلَيْهَا. قَالَ: فَأَخَذَ مُعَاوِيَةُ رَبْوَةً وَنَفَسٌ فِي غَدَاةٍ قُرٍّ حَتَّى عَرِقَ وَجَعَلَ يَمْسَحُ الْعَرَقَ عَنْ وَجْهِهِ ثَلَاثًا، ثُمَّ أَفَاقَ، فَحَمِدَ اللهَ، وَأَثْنَى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ امْرُؤٌ نَاصِحٌ قُلْتَ بِرَأْيِكَ، بَالِغٌ مَا بَلَغَ وَإِنَّهُ لَمْ يَبْقَ إِلَّا ابْنِي وَأَبْنَاؤُهُمْ، وَابْنِي أَحَقُّ مِنْ

أَبْنَائِهِمْ. حَاجَتَكَ. قَالَ: مَا لِي حَاجَةٌ. قَالَ: ثُمَّ قَالَ لَهُ أَخُوهُ: إِنَّمَا جِئْنَا مِنَ الْمَدِينَةِ نَضْرِبُ أَكْبَادَهَا مِنْ أَجْلِ كَلِمَاتٍ قَالَ: مَا جِئْتُ إِلَّا لِكَلِمَاتٍ. قَالَ: فَأَمَرَ لَهُمْ بِجَوَائِزِهِمْ. قَالَ: وَخَرَجَ لِعَمْرٍو مِثْلُهُ"

(مسند ابی یعلیٰ ح ۷۱۳۸، وسندہ حسن قال الہیثمی: رواہ أبو یعلی، ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد ج ۷ ص ۴۹، قال ابن حجر عسقلانی: بسند رجالہ ثقات، الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۴ ص ۵۱۲)

ابن سیرینؒ کہتے ہیں جب معاویہؓ نے یزید کو اپنا نائب بنانے کا ارادہ کیا تو عامل مدینہ کی طرف اپنا آدمی بھیجا کہ میری طرف اپنی چاہت کے مطابق وفد بنا کر بھیجو، انہوں نے عمرو بن حازم کو وفد دے کر بھیجا، انہوں نے آکر اجازت مانگی۔ پس امیر معاویہؓ کا سیکرٹری ان کے لیے اجازت مانگنے آیا اور کہا: یہ عمرو ہے جو اجازت طلب کرنے آیا ہے۔ حضرت معاویہؓ نے کہا میرے پاس کیا لایا ہے؟ اس نے کہا:

اے امیر المومنین! وہ آپ کے پاس نیک سلوک طلب کرتے ہوئے آیا ہے، پس حضرت معاویہؓ نے کہا: اگر تو سچا ہے تو وہ لکھ دے جو چاہتا ہے، پس میں اسے عطا کر دوں گا جو اس نے مجھ سے مانگا ہے میں اسے دیکھوں گا نہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ حاجب نے آکر آپ سے کہا تیرا کام کیا ہے؟ جو چاہتا ہے لکھ دے تو اس نے کہا:

سبحان اللہ میں امیر المومنین کے دروازے پر آیا ہوں اور وہ پردے میں ہو گئے ہیں؟ میں تو ان سے ملاقات کر کے بالمشافہ گفت گو کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت معاویہؓ نے دربان سے کہا: اس کو فلاں دن کا وعدہ دے دے، جب صبح کی نماز پڑھ کر فارغ ہو تو آجائے۔ راوی کہتا ہے کہ پس جب حضرت معاویہؓ نے صبح کی نماز پڑھائی تو تخت لگانے کا حکم دیا۔ پس ان کے دفتر میں اسے رکھ دیا گیا، پھر آپ نے لوگوں کو نکال دیا، آپ کے پاس کرسی تھی جسے عمرو کے لیے رکھا گیا تھا، پس حضرت عمرو نے آکر اجازت طلب کی آپ کو اجازت دی گئی، پھر وہ اپنی کرسی پر بیٹھ گئے تو حضرت معاویہؓ نے ان سے کہا: اپنی ضرورت بیان کرو۔ انہوں نے حمد و ثنا کے بعد کہا: مجھے میری عمر کی قسم! بے شک یزید بن معاویہؓ اعلیٰ نسب کا قریشی ہے، مال سے غنی ہے، مگر ہر خیر سے خالی ہے۔

میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا ہے: اللہ تعالیٰ جس آدمی کو رعیت دیتا ہے،

قیامت کے دن اس سے ان کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟ اور اے معاویہؓ! میں تمہیں امت محمدیہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی یاد دلاتا ہوں کہ تم ان پر کس کو اپنا نائب بنا رہے ہو۔

راوی کہتا ہے: پس حضرت معاویہؓ کی سانس پھول گئی، پھر افاقہ ہوا تو آپ نے اللہ کی حمد وثنا کی پھر فرمایا: حمد وثنا کے بعد، پس تو خاص نصیحت کرنے والا ہے، تو نے بڑے خوب صورت طریقے سے اپنی رائے کہہ دی ہے، تو نے جو کچھ کہنا تھا، صحیح صحیح کہہ دیا، لیکن صورت حال یہ ہے کہ باقی میرا بیٹا ہے یا ان کے بیٹے ہیں، لیکن ان کے بیٹوں سے میرا بیٹا زیادہ حق رکھتا ہے۔ اور کوئی کام ہے تو بتاؤ؟ انہوں نے کہا: ہم مدینہ سے اپنی سواریوں کو دوڑاتے ہوئے چند کلمات کہنے کی خاطر آئے ہیں۔ راوی کہتا ہے: آپ نے انہیں انعامات دینے کا حکم دیا، راوی کا بیان ہے: اور وہ عمرو کے لیے انہیں کی مثل نکلے۔

اس روایت سے درج ذیل نکات ثابت ہوتے ہیں:

* اہل مدینہ یزید کو نہ تو خلافت کا اہل سمجھتے تھے اور نہ ہی وہ یزید کی بیعت کے لیے رضامند تھے۔ حضرت عمرو بن حازم الانصاری نے یزید کے لیے کہا کہ اس میں کسی قسم کی "خیر" نہیں ہے اور یہ موقف اہل مدینہ کا تھا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ انہیں یزید میں ایسی کوئی بات نظر نہ آئی، جس کی وجہ سے اس کا تقرر کیا جاتا۔
* سیدنا امیر معاویہؓ نے کسی قسم کا رد نہیں کیا، لیکن اس روایت سے یہ بھی وضاحت ہوگئی کہ یزید کی تقرری کا فیصلہ حضرت امیر معاویہؓ کا ذاتی تھا، ورنہ وہ اہل مدینہ کے رد میں دوسرے لوگوں کا مؤقف ضرور ذکر کرتے۔
* امیر معاویہؓ یزید کو حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباس، حضرت حسینؓ بن علیؓ اور ابن زبیر وغیرہ سے انتظامی امور میں بہتر سمجھتے تھے۔ یزید کی بیعت کے متعلق اس بات کی۔
* وضاحت ہوگئی کہ اہل مدینہ نے شروع میں ہی متفقہ طور پر اختلاف کیا تھا۔ جن اصحاب کا اختلاف مشہور ہے ان میں ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ اور سیدنا عبد الرحمنؓ بن ابی بکر شامل ہیں۔ سیدنا حسینؓ نے بھی سیدنا معاویہؓ کی زندگی ہی میں اختلاف کا اظہار کیا تھا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۳۵ ص ۳۵)

اعتراض

سنابلی صاحب کہتے ہیں:

امام ابن عساکر نے اسے غیر صحیح قرار دیا ہے، کما سیاتی امام ابن سیرینؒ نے اسے کسی غیر ثقہ سے ہی سنا ہے، متن بھی دوسری روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے صحیح نہیں ہے۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۹۰۱ تا ۹۰۳)

جواب

امام ابن عساکر کا اسے غیر صحیح کہنا بطور "مؤرخ" ہے۔ مؤرخین جب کسی واقعے کو صحیحا غیر صحیح کہیں تو وہ سند پر کلام نہیں ہوتا ورنہ ایسے بہت سے واقعات جو ایک مؤرخ کے ہاں تو ثابت ہیں، لیکن سند کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔ یوں بھی جرح و تعدیل کا بنیادی اصول ہے کہ روایت فقط حکم محدث سے صحیح نہیں ہو جاتی، اگر اس کی سند ضعیف ہو یا منقطع ہو... بعینہ ایک متصل سند محدث کے حکم سے ضعیف نہیں بن سکتی اگر اس کے راوی ثقہ ہوں۔ امام ابن عساکر کا اسے "ولم یصح" کہنا کوئی ایسا اعتراض نہیں جس کا جواب دینا ضروری ہو اور نہ ہی انہوں نے اپنے نقد کی وجہ بتائی ہے۔ ابن عساکر نقل کرتے ہیں:

"أخبرنا أبو بكر محمد بن شجاع أنبأنا أبو عمرو بن مندة أنبأنا الحسن بن محمد بن أحمد أنبأنا أبو الحسن اللنبانی ثنا أبو بكر بن أبي الدنيا حدثني أبو جعفر العكلي ثنا إسماعيل بن إبراهيم عن ابن عون حدثني عمر بن كثير بن أفلح قال خرج محمد بن عمرو ابن حزم وأخوه عمارة بن حزم فقدما على معاوية فرأهما ذات يوم فقال متى قدمتما قالا منذ كذا و كذا قال أفلا تلقياني بحاجتكما قالا وددنا قال فميعاد كما غدا بالغداة فلما أصبحا جعل محمد يتهيأ للغدو ويقول عمارة اذكر كذا أذكر كذا قال فحضرا الباب فأذن لهما ومعاوية جالس على كرسي فتشهد محمد ثم قال أما بعد فإنه والله من أبنائهم ارتفعا راشدين فلما خرجا أقبل عمارة على أخيه فقال فما ضربنا أكباد الإبل من المدينة إلا لهذا أفي يزيد بن معاوية، ما كنت تستقبله بشيء أشد مما استقبلته به فلما أكثر عليه قال حسبك أكل

هذا ليظنك أنك ستعطى قال فتركنا كذا و كذا لا يلتفت إلينا ثم أرسل إلينا أن ارفعا حوائجكما قال فرفعنا حوائجنا وأعطانا ما شاء لنا وزادنا"

(تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۵ ص ۵-۶؛ یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۹۱۵)

عمر بن کثیر بن افلح کہتے ہیں: کہ محمد بن عمرو بن حزم اور ان کے بھائی عمارہ (بن عمرو بن حزم نکلے اور حضرت امیر معاویہؓ کے ہاں آئے۔ ایک دن جناب امیر معاویہؓ نے انہیں دیکھا تو کہا: تم لوگ اپنی حاجت لے کر مجھ سے کیوں نہیں ملے؟ انہوں نے کہا: ہمارا ارادہ ہے۔ امیر معاویہؓ نے کہا: پھر کل تم لوگ آجاؤ۔ چناں چہ جب صبح ہوئی تو محمد بن عمر جانے کی تیاری میں لگ گئے اور عمارہ سے کہنے لگے: فلاں فلاں بات یاد رکھنا۔ پھر یہ حضرت امیر معاویہؓ کے دروازے پر آئے اور انہیں اجازت مل گئی۔ امیر معاویہؓ ایک کرسی پر بیٹھے تھے۔

محمد بن عمر نے حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا: اللہ کی قسم آج روئے زمین پر آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی نہیں سوائے میرے نفس کے۔ اور رشد وصواب کے اعتبار سے بھی میرے نزدیک آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں سوائے میرے نفس کے۔ بے شک یزید ہر کار خیر کے علاوہ ساری چیزوں سے بے نیاز ہو گیا ہے، وہ قریش میں اچھے خان دان والا بن چکا ہے، اور مال و دولت کی بھی اسے کوئی کمی نہیں۔ اللہ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کرے گا اور آپ سے بھی آپ کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا، لہٰذا غور کرلیں کہ آپ اللہ کے بندوں کے لیے ولی عہد مقرر کرنے جارہے ہیں۔ پھر انہوں نے استغفار کیا۔ راوی کہتے ہیں، میں نے دیکھا: معاویہ ہانپنے لگے جب کہ ہم جاڑے کے دن میں تھے۔ پھر انہوں نے سانس لی اور حمد وصلوٰۃ کے بعد کہا: بے شک تم نصیحت کرنے والے شخص ہو، تم نے اپنی رائے پیش کی ہے۔ اللہ کی قسم تمھیں اس کا پورا حق ہے۔

لیکن اب میرا بیٹا اور دیگر اصحاب کے بیٹے ہی بچے ہیں اور میرا بیٹا ان کے مقابلے میں زیادہ حق دار ہے۔ آپ دونوں آرام سے جاسکتے ہیں۔ پھر جب دونوں نکلے تو عمارہ اپنے بھائی کے پیچھے پڑ گئے اور کہنے لگے: ہم مدینہ سے سفر کی مشقت اسی لیے اٹھا آئے تھے؟ کیا یزید بن معاویہ کے بارے میں بات کرنی مقصود تھی؟ جس سختی کے ساتھ تم نے ان سے

ملاقات کی ہے اس سے زیادہ شدت کا مظاہرہ تم کر بھی نہیں سکتے تھے۔ جب ان کے بھائی بہت زیادہ بولنے لگے تو انہوں کہا: اب رہنے دیں! کیا یہ سب تم اس لیے کہہ رہے ہوتا کہ یہ سمجھا جائے کہ تمھیں کچھ مل جائے گا؟ یہ کہتے ہیں پھر ہمیں چھوڑ دیا گیا اور ہماری طرف کوئی توجہ نہیں ہو رہی تھی۔

اس روایت میں بھی وہی الفاظ ہیں جن سے ہمارا استدلال ہے۔ خیر اس کی سند میں راوی ابو جعفر العقیلی جو کہ محمد بن عباد بن موسیٰ العقیلی کوفی ضعیف ہے امام ابن معین، ابن عقدہ، ذہبی اور ابن حجر عسقلانی نے ان پر اعتماد نہیں کیا ہے۔ (تاریخ بغداد بشار ج ۳ ص ۶۴۹؛ لسان المیزان ج ۷ ص ۳۶۳؛ سلسلۃ الأحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ ج ۲ ص ۱۹۵)

اس لیے اصولاً اس روایت کو ثقات کی سند سے روایت پر فوقیت نہیں دی جاسکتی۔ بالفرض اگر اسی روایت کو بھی صحیح مان لیا جائے تو تب بھی امیر معاویہؓ کا یزید کو فوقیت دینا اور اہل مدینہ کا بیعت سے اختلاف اس کے متن میں بھی واضح ہے۔ صرف یہ ہے کہ حضرت عمرو بن حازم کی جگہ ان کے بیٹے کا شام جانے کا ذکر ہے۔ اگر امام ابن عساکر کے کہنے سے یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے تو امام ابن حجر کے اعتماد کا کیا جواب ہوگا؟ چناں چہ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

"قال أبو نعيم مات في خلافة عمر. كذا قال إبراهيم بن المنذر في الطبقات. ويقال بعد الخمسين. قلت: وهو أشبه بالصواب. ففي مسند أبو يعلى بسند رجاله ثقات - أنه كلم معاوية في أمر بيعته ليزيد بكلام قوي!" (الاصابۃ ج ٤ ص ٥١٢)

ابو نعیم کہتے ہیں: خلافت فاروقی میں فوت ہوئے۔ ایسا ہی ابراہیم بن منذر نے الطبقات میں لکھا ہے۔ بعض نے ۵۰ ہجری کے بعد کی وفات بتائی ہے۔ میں کہتا ہوں: یہی صحیح مناسب ہے، چناں چہ مسند ابی یعلی میں ثقہ رجال سے مروی ہے کہ انہوں نے امیر معاویہؓ سے ان کے بیٹے یزید کی بیعت کے بارے میں دلائل سے گفت گو کی تھی۔

امام ابن حجر نے دراصل وفات عمرو بن حزم پر بحث کی ہے اور اس روایت کو بطور دلیل پیش کیا ہے کہ ان کی وفات ۵۰ ہجری کے بعد کی ہے، چناں چہ امام ابن حجر

عسقلانی اس واقعے کو صحیح سمجھتے تھے۔ امام ابن سیرینؒ کی سماعت پر جو سنابلی صاحب نے اعتراضات کیے ہیں ان کا بھی جائزہ لے لیتے ہیں، جناب فرماتے ہیں:

ایسے صحابہؓ کے حوالے سے یہ روایت بیان کرنے کے عادی تھے، جن سے یہ کبھی ملے نہ تھے گرچہ ان کا دور پایا تھا بلکہ اللہ کے نبی ﷺ کے دور کی بات بھی بیان کر دیتے تھے۔ (یزید پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۹۰۱)

ایسے بہت سے رواۃ موجود ہیں جن کے متعلق محدثین نے صراحت کی ہے کہ اس راوی کا فلاں صحابی سے سماع ثابت نہیں اور اس معاملے میں محدثین کا اختلاف ہو جاتا ہے ،لیکن اس سب کے باوجود یہ رائے کسی نے قائم نہیں کی ہے کہ راوی کا ہر شیخ سے سماع پر تحدیث پیش کیا جائے۔ علماء نے یہاں تک ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی راوی حدثنا بھی کہہ کر روایت کرے اور محدثین سماعت کا انکار کر دیں تو علماء کا اعتبار کیا جائے گا۔ یہاں تمہید کا اصل مقصد یہ ہے کہ سنابلی صاحب مرسل کو تدلیس سے ملا رہے ہیں اور تدلیس کا ہی اصول مراسیل بیان کرنے والے پر لاگو کر رہے ہیں، جب کہ ایسا نقد کسی محدث سے نہیں ملتا۔ اس وجہ سے اگر ابن سیرینؒ کے سماع کا انکار ہے، تو اس پر دلیل مدعی کے ذمے ہے اور جب تک کسی محدث کی صراحت نہیں مل جاتی راوی کی روایت سماع پر ہی محمول ہوگی۔ اصول حدیث میں یہ ایک نئی تخلیق ہے جس کا سہرا سنابلی صاحب کے سر ہے کہ ارسال کرنے والا راوی بھی سماعت کی صراحت پیش کرے جناب سے پہلے یہ نقد ہمیں کہیں پڑھنے کو نہیں ملا۔

دوسرا اعتراض سنابلی صاحب کا یہ ہے کہ ابن سیرینؒ بصرہ کے ہیں اور واقعہ شام کا ہے اور اس معاملے میں امام ابو حاتم کے نقد سے استدلال کیا ہے۔ امام ابن ابی حاتم نے کہا:

''سئل أبي عن ابن سيرين سمع من أبي الدرداء قال قد أدركه ولا أظنه سمع منه ذاك بالشام وهذا بالبصرة'' (المراسیل لابن أبی حاتم ص ۱۸۷)

میرے والد سے پوچھا گیا کہ کیا محمد بن سیرینؒ نے ابو الدرداء سے سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ان کو پایا ہے لیکن مجھے نہیں لگتا کہ ان سے سنا ہے، کیوں کہ وہ شام کے رہنے والے ہیں اور یہ بصرہ کے ہیں۔

امام ابو حاتم نے یہاں پر خیال کا اظہار کیا ہے تو اسے سماع کے انکار پر دلیل بنانا

ہی غلط ہے۔ یہی استدلال جناب نے ایک اور روایت پر کیا ہے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام ابن سیرینؒ بصرہ سے نکلے ہی نہیں تھے، ایک روایت پر نقد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

بالفرض یہ مان لیں کہ اس روایت میں ابن سیرینؒ حضرت نائلہؓ سے روایت کر رہے ہیں تو بھی یہ سند محل نظر ہے، کیوں کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ بہت زیادہ ارسال کرنے والے راوی ہیں۔ اور یہ بصرہ کے رہنے والے تھے جب کہ نائلہ زوجہ عثمان بن عفانؓ کا بصرہ آنا ثابت نہیں ہے، بل کہ مدینہ کے بعد صرف شام آنا ثابت ہے۔

(محدث فورم، موضوع: ایک رات میں ختم قرآن سے متعلق کچھ روایات کی تحقیق)

جب کہ اسی روایت پر محدثین نے "حسن" کا حکم لگایا ہے، چناں چہ امام ابن کثیر اس روایت کے متعلق کہتے ہیں:

"وھذا حسن" (فضائل القرآن لابن کثیر ج ۲ ص ۲۰۷)

اسی طرز پر امام ابن سیرینؒ پر امام ابو حاتم کا نقد بھی غلط معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ حضرت ابو درداء کی وفات ۳۲ھ میں ہوئی اور امام ابن سیرینؒ کی ولادت ۳۳ھ بتائی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے سماع تو درکنار لقاء بھی ممکن نہیں۔ اس قول کی بنا پر سنابلی صاحب ہر روایت کو منقطع بنانے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ اور یہ دلیل کافی نہیں روایت کو ضعیف بنانے کے لیے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف

امام ابونعیم کہتے ہیں:

"حدثنا محمد بن علی، ثنا الحسین بن مودود، ثنا سلیمان بن یوسف، ثنا یعقوب بن إبراھیم بن سعد، ثنا أبی، عن صالح بن کیسان، عن ابن شھاب، قال: أخبرنی القاسم بن محمد بن أبی بکر، أن معاویة أخبر " أن عبد اللہ بن عمر وعبد الرحمن بن أبی بکر وعبد اللہ بن الزبیر خرجوا من المدینة عائذین بالکعبة من بیعة یزید بن معاویة"

(حلیۃ الأولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۱ ص ۳۳۱، وسندہ صحیح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ معاویہؓ کو خبر دی گئی کہ عبداللہ بن عمر، عبد الرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر بیعت یزید سے بچنے کے لئے مدینہ سے نکل کر مکہ آ گئے ہیں۔

امام ابن سعد کہتے ہیں:

''حدثنا وهب قال حدثني أبي عن أيوب عن نافع قال خطب معاوية فذكر ابن عمر فقال والله ليبايعن أو لأقتلنه فخرج عبد الله بن عبد الله بن عمر إلى أبيه فأخبره وسار إلى مكة ثلاثا فلما أخبره بكى ابن عمر فبلغ الخبر عبد الله بن صفوان فدخل على ابن عمر فقال أخطب هذا بكذا قال نعم فقال ما تريد أتريد قتاله فقال يا بن صفوان الصبر خير من ذلك فقال ابن صفوان والله لئن أراد ذلك لأقاتلنه فقدم معاوية مكة فنزل ذا طوى فخرج إليه عبد الله بن صفوان فقال أنت الذي تزعم أنك تقتل ابن عمر إن لم يبايع لابنك فقال أنا أقتل ابن عمر إني والله لا أقتله''

(التاریخ خلیفۃ بن خیاط ص ۲۱۵، رجالہ ثقات)

نافع کہتے ہیں: امیر معاویہؓ نے خطبہ دیا اور عبداللہ بن عمرؓ کا تذکرہ کیا اور کہا: "اللہ کی قسم! یہ بیعت کر لیں ورنہ میں انہیں قتل کر دوں گا۔" یہ سن کر عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد کے پاس گئے، انہیں اس بات سے آگاہ کیا، وہ تین دن کے اندر مکہ پہنچ گئے۔ ان کے والد نے جب یہ بات سنی تو رو پڑے۔ پھر یہ بات عبداللہ بن صفوان کو معلوم ہوئی تو وہ ابن عمرؓ کے پاس آئے اور کہا: کیا انہوں نے اپنے خطاب میں یہ بات کہی ہے؟ کہا: ہاں۔ عبداللہ بن صفوان نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ کیا آپ ان سے لڑنا چاہتے ہیں؟ عبداللہ بن عمرؓ نے جواب دیا: اے ابن صفوان! صبر اس سے بہتر ہے۔ پھر عبداللہ بن صفوان نے کہا: اللہ کی قسم اگر انہوں نے ایسا ارادہ کیا ہے تو میں ان سے لڑوں گا۔ پھر معاویہؓ مکہ آئے اور مقام ذی طوی میں نزول فرمایا تو عبداللہ بن صفوان ان کے پاس گئے اور کہا: کیا آپ کا یہ ارادہ ہے کہ اگر عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کے بیٹے کی بیعت نہ کی تو آپ انہیں قتل کر دیں گے؟ تو معاویہؓ نے کہا: میں انہیں قتل کر دوں گا؟ اللہ کی قسم میں ان کو قتل نہیں کر سکتا۔

امام ابن سعد بیان کرتے ہیں:

''أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْأَسَدِيُّ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ حَلَفَ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيُقْتَلَنَّ ابْنُ عُمَرَ، فَلَمَّا دَنَا مِنْ مَكَّةَ تَلَقَّاهُ النَّاسُ وَتَلَقَّاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ فِيمَنْ تَلَقَّاهُ، فَقَالَ: إِيهِنْ مَا جِئْتَنَا بِهِ جِئْتَنَا لِتَقْتُلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ؟ قَالَ: وَمَنْ يَقُولُ هَذَا؟ وَمَنْ يَقُولُ هَذَا؟ وَمَنْ يَقُولُ هَذَا؟ ثَلَاثَ''

(الطبقات ابن سعد ط دار صادر ج ٤ ص ١٨٣، وسندہ صحیح)

نافع کہتے ہیں: جب امیر معاویہؓ مدینے آئے تو منبر رسول پر حلف لے کر کہا کہ ابن عمرؓ قتل کر دیے جائیں گے۔ اس کے بعد جب امیر معاویہؓ مکے کے قریب پہنچے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا، انہیں لوگوں میں عبد اللہ بن صفوان بھی تھے۔ انہوں نے کہا: یہی سب کرنے کے لیے تم ہمارے پاس آئے ہو؟ کیا تمہارے آنے کا مقصد عبد اللہ بن عمرؓ کا قتل ہے؟ تو امیر معاویہؓ نے کہا: کون یہ بات کہتا ہے؟ کون یہ بات کہتا ہے؟ کون یہ بات کہتا ہے؟ راوی کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے یہ سوال تین دفعہ دہرایا۔

اسی روایت کی متابعت ان الفاظ میں بھی ہے:

''أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ حَلَفَ عَلَى مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم لَيُقْتَلَنَّ ابْنُ عُمَرَ. قَالَ: فَجَعَلَ أَهْلُنَا يَقْدُمُونَ عَلَيْنَا وَجَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ إِلَى ابْنِ عُمَرَ، فَدَخَلَا بَيْتًا، وَكُنْتُ عَلَى بَابِ الْبَيْتِ، فَجَعَلَ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ يَقُولُ: أَفَتَتْرُكُهُ حَتَّى يَقْتُلَكَ. وَاللهِ لَوْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا أَنَا وَأَهْلُ بَيْتِي لَقَاتَلْتُهُ دُونَكَ، قَالَ: فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَفَلَا أَصْبِرُ فِي حَرَمِ اللهِ؟ قَالَ: وَسَمِعْتُ نَجِيَّهُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ مَرَّتَيْنِ، فَلَمَّا دَنَا مُعَاوِيَةُ تَلَقَّاهُ النَّاسُ وَتَلَقَّاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ صَفْوَانَ فَقَالَ: إِيهِنْ مَا جِئْتَنَا بِهِ، جِئْتَ لِتَقْتُلَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ؟ قَالَ: وَاللهِ لَا أَقْتُلُهُ''

(طبقات ابن سعد ج ٤ ص ١٨٣ واسنادہ صحیح)

نافع کہتے ہیں: جب امیر معاویہؓ مدینہ آئے تو منبر رسول پر حلف لے کر کہا کہ

ابن عمرؓ قتل کر دیے جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے اقرباء ہمارے پاس آنے لگے اور عبداللہ بن صفوان عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آئے اور گھر میں داخل ہوئے۔ اس وقت میں دروازے کے پاس تھا۔ تو عبداللہ بن صفوان کہنے لگے: کیا آپ امیر معاویہؓ کو چھوڑ دیں گے تاکہ وہ آپ کو قتل کر دیں؟ اللہ کی قسم! اگر میں اور میرے گھر والوں کے علاوہ کوئی بھی نہ ہوتا تو بھی میں امیر معاویہؓ سے لڑتا۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: کیا میں اللہ کے حرم میں صبر نہ اختیار کروں؟ نافع کہتے ہیں کہ میں نے اس رات دو بار عبداللہ بن عمرؓ کے سسکنے کی آواز سنی۔ پھر جب امیر معاویہؓ (مکہ کے قریب پہنچے تو لوگوں نے انہیں گھیر لیا اور عبداللہ بن صفوان نے بھی انہیں گھیرا اور کہا: یہی سب کرنے کے لئے تم ہمارے پاس آئے ہو؟ کیا تمہارے آنے کا مقصد عبداللہ بن عمرؓ کا قتل ہے؟ امیر معاویہؓ سے بذات خود دھمکی کے الفاظ اوثق راویان نے ذکر نہیں کیے ہیں، اس لیے وہب بن جریر کی روایت میں یہ الفاظ غیر محفوظ ہیں اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ رویہ شام کے متعصبین کا تھا، اس کے راوی وہب بن جریر کے متعلق امام احمد بن حنبل نے کہا ہے:

''فی بعض حدیثه شیء'' (العلل الامام أحمد روایۃ المروذی ص ۷۳)

امام خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا عَبْد الرَّحْمَنِ بْن مهدی قَالَ نَا سُفْيَانَ عَن مُحَمَّد بْن الْمُنْكَدِر قَالَ قَالَ ابْنِ عُمَرَ حِين بويع يَزِيدُ بْن مُعَاوِيَةِ إِن كَانَ خيرا رضِينَا وَإِن كَانَ بِلَاء صَبرنا'' (تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۱۷ وسندہ صحیح الصبر الصواب علیہ لابن ابی الدنیا ح ۱۶۹، وسندہ صحیح، لسان المیزان ج ۶ ص ۲۹۴)

ابن عمرؓ نے اس وقت جب وہ یزید کی بیعت کے لیے آئے تو کہا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم راضی ہیں اور اگر یہ شر ہے تو ہم صبر کرتے ہیں۔

ان تمام روایات کی روشنی میں یہی بات واضح ہوتی ہے کہ ابن عمرؓ نے خوشی سے بیعت نہیں کی تھی، بل کہ وہ یزید کی بیعت کے لیے بھی تیار نہیں تھے اور ان کی بیعت یزید کی تعدیل پر اثبات نہیں بن سکتی۔ جب ابن عمرؓ جیسے صحابی یزید کی بیعت کے وقت اس سے خیر کی امید نہیں کرتے تھے، تو یہ کیسے ممکن ہے کہ باقی اصحاب نے یزید کی بیعت اس کی

تائید میں کی ہو؟ سنابلی صاحب نے یہ تو رونا رویا ہے کہ دو صغار صحابہؓ نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی، لیکن جنہوں نے بیعت کی بھی تو اس کی حقیقی نوعیت بھی قارئین کے سامنے واضح ہوگئی ہے کہ ابن عمرؓ بیعت کے وقت بھی اضطراب کا شکار تھے، مزید آپ کو شام والوں کے سخت رویے سے بھی ڈر تھا۔ اور واضح ہو چکا تھا کہ اگر سختی سے تسلط قائم کیا جائے تو صبر کو ترجیح دی جائے۔ یہی صحابہؓ کی رائے تھی لیکن اس رائے سے ان شخصیات کے اجتہاد پر اثر نہیں پڑتا جن کے ہاں تسلط قائم نہیں ہوا۔

قاضی ابو یعلی الفراء کہتے ہیں:

"لأن الإمامة لا تنعقد للمعهود إليه بنفس العهد، وإنما تنعقد بعهد المسلمين" (الاحکام السلطانیۃ ص ۲۵ ط دار الکتب العلمیۃ)

خلافت ولی عہد بنا دینے سے منعقد نہیں ہو جاتی بل کہ مسلمانوں کے قبول کرنے سے منعقد ہوتی ہے۔

ورنہ یہی اصحاب ہیں جو سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ بناتے ہیں یہی اصحاب سیدنا علیؓ کو بڑھ چڑھ کر خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں، اتنے اہم فریضہ میں امت کے یہ سردار خاموش ہو جاتے ہیں اور یزید کے لیے کوشش بھی نہیں کرتے اور حتی الامکان اس سے بچتے ہیں اور پھر بالآخر مجبوراً قبول کر لیتے ہیں اگر یہ اصحاب اس قدر اہل سمجھتے تھے تو کوئی اثبات میں بھی اثر پیش کیا جائے نفی میں تو ہم نقل کر آئے ہیں۔

امام ابن جوزی کہتے ہیں:

"فبان بما ذكرنا أن ولايته كانت قهراً، وإنما سكت الناس خوفاً" (الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید ص ۸۰)

پس ہمارے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اس کی حکومت جبری تھی اور لوگ خوف و ڈر کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے۔

بیعت یزید سے عبداللہ بن زبیرؓ کا اختلاف

اس سے قبل ہم یہ بحث کر چکے ہیں کہ یزید کی بیعت سے اختلاف اہل مدینہ نے کیا تھا، اس کے علاوہ عبدالرحمن بن ابی بکر، ابن عمرؓ اور ابن زبیر اور حسینؓ بھی یزید کی

بیعت سے اختلاف رکھتے تھے ان کا موقف یہی تھا معاملہ شوریٰ کے تحت ہی حل ہوگا اور نامزدگی بھی اسی اعتبار سے ہوگی۔

امام ابونعیم نے کہا:

''حدثنا محمد بن علی، ثنا الحسین بن مودود ثنا سلیمان بن یوسف، ثنا یعقوب بن إبراهیم بن سعد، ثنا أبی، عن صالح بن کیسان، عن ابن شهاب، قال: أخبرنی القاسم بن محمد بن أبی بکر، أن معاویة أخبر أن عبد الله بن عمر وعبد الرحمن بن أبی بکر وعبد الله بن الزبیر خرجوا من المدینة عائذین بالکعبة من بیعة یزید بن معاویة، قال: فلما قدم معاویة مکة تلقاه عبد الله بن الزبیر بالتنعیم فضاحکه معاویة وسأله عن الأموال، ولم یعرض بشیء من الأمر الذی بلغه ثم لقی عبد الله بن عمر وعبد الرحمن بن أبی بکر فتفاوضا معه فی أمر یزید، ثم دعا معاویة ابن الزبیر فقال له: هذا صنیعك أنت، استزللت هذین الرجلین، وسننت هذا الأمر، وإنما أنت ثعلب رواغ لا تخرج من جحر إلا دخلت فی آخر فقال ابن الزبیر: »لیس بی شقاق، ولکن أکره أن أبایع رجلین، أیکما أطیع بعد أن أعطیکما العهود والمواثیق، فإن کنت مللت الإمارة فبایع لیزید، فنحن نبایعه معك.'' (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۱، واسنادہ صحیح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو خبر دی گئی کہ عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیرؓ بیعت یزید سے بچنے کے لیے مدینہ سے نکل کر مکہ آ گئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر معاویہؓ جب مکہ آئے تو مقام تنعیم پر عبداللہ بن زبیر کا ان سے سامنا ہوا، معاویہؓ خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے ملے اور ان کی خیر وعافیت دریافت کی، لیکن ان کے حوالے سے انہیں جو خبر ملی تھا، اس کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اس کے بعد معاویہؓ نے عبداللہ بن عمرؓ اور عبدالرحمن بن ابی بکرؓ سے بھی ملاقات کی اور ان دونوں حضرات نے یزید کے مسئلہ پر امیر معاویہؓ سے بات چیت کی۔ اس کے بعد امیر معاویہؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کو بلایا اور ان سے کہا: یہ سب آپ ہی کا کیا دھرا ہے، آپ ہی نے

ان دونوں حضرات کو بہکایا ہے اور اس چیز کی شروعات کی ہے۔ آپ کی مثال خود کو چھپانے والی اس لومڑی کی طرح ہے جو ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے سوراخ میں داخل ہو جاتی ہے، تو ابن زبیرؓ نے کہا: میں اختلاف نہیں کرتا لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ دو دو لوگوں سے بیعت کروں، اگر میں نے آپ دونوں کو عہد و میثاق دے دیا تو پھر میں آپ دونوں میں سے کس کی اطاعت کروں گا؟ اگر آپ امارت سے اکتا گئے ہیں تو یزید کی بیعت کر لیں، ہم بھی آپ کے ساتھ یزید کی بیعت کر لیتے ہیں۔

امام طبرانی کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ صَدَقَةَ الْبَغْدَادِيُّ، ثنا الْهَيْثَمُ بْنُ مَرْوَانَ الدِّمَشْقِيُّ، ثنا زَيْدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ، ثنا سَعِيدُ بْنُ بِشْرٍ، عَنْ أَبِي بِشْرٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ فِي الْكَلَامِ الَّذِي جَرَى بَيْنَهُمَا فِي بَيْعَةِ يَزِيدَ: وَأَنْتَ يَا مُعَاوِيَةُ أَخْبَرْتَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِذَا كَانَ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَتَانِ فَاقْتُلُوا أَحَدَهُمَا''

(المعجم الکبیر للطبرانی ح ۷۱۰، وسندہ صحیح سند الشامیین ح ۲۷۹۶، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹۸، قال الہیثمی: رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط، ورجالہ ثقات)

سعید بن جبیرؒ سے روایت ہے کہ عبداللہ بن زبیر حضرت معاویہؓ سے اپنی اس گفت گو میں جو بیعت یزید کے بارے میں ہوئی، کہہ آئے: معاویہؓ تو مجھے یہ خبر تم نے ہی دی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جب زمین میں دو خلیفہ ہوں تو ان میں سے ایک کو قتل کر دو۔

حضرت ابن زبیرؓ نے صرف بات کو ٹال مٹول کیا ہے چوں کہ یہ حضرات نہ صرف طریقہ کار سے اختلاف رکھتے تھے بل کہ شخصیت کے حوالے سے بھی مطمئن نہ تھے ساتھ ہی میں امیر معاویہؓ سے تعلقات کے باعث بھی یہ بات نہ کہہ سکے، سنابلی صاحب نے یہ باور کرایا ہے کہ اصحاب کو اختلاف طریقہ کار سے تھا، اس بات میں کوئی شک نہیں، ابن زبیر صرف یہی اختلاف نہیں رکھتے تھے، بل کہ یزید کو اہل بھی نہیں سمجھتے تھے۔ امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے:

''عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نَافِعِ بْنِ ثَابِتٍ. قَالَ: قَامَ مَرْوَانُ عَلَى الْمِنْبَرِ. فَدَعَا إِلَى بَيْعَةِ يَزِيدَ. فَكَلَّمَهُ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِي. وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ بِكَلَامٍ مَوْضِعُهُ غَيْرُ هَذَا'' (تاریخ دمشق ج ۳۵ ص ۳۵)

عبد اللہ بن نافع بن ثابت نے کہا: مروان منبر پر بیٹھا اور یزید کی بیعت کی دعوت دینے لگا، پس حضرت حسین بن علیؓ نے اس بات پر کلام کیا، اور عبد اللہ بن الزبیر نے بھی (اتنا سخت کلام) کیا کہ وہ اس مقام پر بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اس بحث سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ یزید کی بیعت پر رضامند نہیں تھے، صرف اہل شام ہی کی طرف سے تعاون حاصل تھا اور ان میں بھی کوئی صحابی نہیں دکھایا جا سکتا جس نے بیعت یزید کی تائید کی ہو اور جن اصحاب نے بیعت کی ہے، ان میں سے ابن عمرؓ کا قول بھی نقل ہو چکا ہے اور دیگر اصحاب کی رائے بھی یہی تھی کہ انتشار سے بچا جائے نہ کہ وہ یزید کو خلیفہ اہلیت کی بنا پر مانتے تھے۔ اصحاب کا بنیادی اختلاف طریقہ کار سے تھا لیکن ساتھ میں وہ یزید کی شخصیت پر بھی اعتماد نہیں کرتے تھے اس کے لیے اہل مدینہ کا عمل واقوالات کافی ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی خاموشی کا مقصد

صحابہ کرامؓ کی خاموشی سے مراد کچھ حضرات نے یہ لے لیا ہے کہ وہ سب یزید کی تقرری کے لیے رضامند تھے، یہ دعوی دلیل کے بغیر ہونے کے ساتھ ساتھ حقائق کے بھی خلاف ہے۔ امام ابن سعد نے صحابی رسول اسیر بن عمرؓ کا موقف نقل کیا ہے:

''أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ. عَنْ دَاوُدَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ. عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ: دَخَلْنَا عَلَى أُسَيْرٍ - رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم - حِينَ اسْتُخْلِفَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ. قَالَ: يَقُولُونَ إِنَّ يَزِيدَ لَيْسَ بِخَيْرِ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ. وَلَا أَفْقَهِهَا فِقْهاً. وَلَا أَعْظَمِهَا فِيهَا شَرَفاً. وَأَنَا أَقُولُ ذَلِكَ. وَلَكِنْ وَاللّٰهِ. لَأَنْ تَجْتَمِعَ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَفَرَّقَ أَرَأَيْتَكُمْ بَاباً لَوْ دَخَلَ فِيهِ أُمَّةُ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم وَسِعَهُمْ. أَكَانَ يَعْجِزُ عَنْ رَجُلٍ وَاحِدٍ لَوْ دَخَلَ فِيهِ؟ قَالَ: قُلْنَا: لَا قَالَ: أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَنَّ

أُمَّةَ مُحَمَّدٍ صلى الله عليه وسلم قَالَ كُلُّ رَجُلٍ مِنْهُمْ: لَا أُهْرِيقُ دَمَ أَخِي. وَلَا آخُذُ مَالَهُ. أَكَانَ هَذَا يَسَعُهُمْ، قَالَ: قُلْنَا: نَعَمْ. قَالَ: فَذَلِكَ مَا أَقُولُ لَكُمْ"

(الطبقات الکبری ط دار صادر ج ۷ ص ۶۷، تاریخ خلیفۃ بن خیاط ص ۲۱۸، واسنادہ صحیح)

حمید بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہم اسیر (ایک صحابی رسول) کے پاس اس وقت حاضر ہوئے، جب یزید بن معاویہ خلیفہ بنا... تو انہوں نے کہا: لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمدیہ میں نہ سب سے بہتر ہیں نہ سب سے بڑے عالم وفقیہ نہ ہی سب سے زیادہ عزت وشرف والا ہے اور میں بھی یہی کہتا ہوں... لیکن اللہ کی قسم! مجھے امت محمدیہ کا متحد و متفق رہنا، اس کے متفرق ہونے سے زیادہ محبوب ہے۔ تم بتاؤ کہ اگر کوئی ایسا دروازہ ہو جس میں اگر امت محمدیہ داخل ہو تو، تو وہ اس کو کشادہ ہو جائے تو کیا اگر ایک آدمی اس میں داخل ہو تو اس کو نا کافی ہو جائے گا؟

حمید کہتے ہیں اس پر ہم نے کہا: نہیں! انہوں نے کہا: بتاؤ اگر امت محمدیہ کا ہر آدمی کہے کہ میں اپنے بھائی کا خون نہیں بہاؤں گا اور نہ اس کا مال لوں گا تو کیا یہ اس کو کشادہ ہوگا؟ حمید نے کہا: ہم نے کہا: ہاں! انہوں نے کہا: میں یہی کہتا ہوں۔

حضرت اسیر بن عمرؓ نے بیعت یزید کی اصل وجہ یہی بتائی ہے کہ امت کو اختلاف سے بچنا چاہیے۔ آپ نے کوئی فضائل یزید نہیں سنائے۔ اصحاب رسول کی خاموشی سے یہ استدلال کرنا کہ وہ یزید کو امام، افضل اور اہل وغیرہ تسلیم کرتے تھے تو یہ موقف کسی ایک بھی صحابی سے نہیں دکھایا جا سکتا ہے، جب کہ صحابی رسول کے نزدیک بھی یزید سب سے زیادہ عظمت والا تھا نہ ہی امت کے لیے خیر کا باعث تھا۔ وہ فقط امت میں اختلاف کے ڈر سے خاموش رہے۔ یہ بھی یاد رکھا جائے کہ جن اصحاب نے اختلاف کیا ہے ان کے ساتھ لوگوں کا اجتماع بھی تھا۔ اسی طرح اگر مخالفین کی یہ رائے ہے کہ ایسے ظالم حکمران کے خلاف تمام اصحاب کو نکلنا چاہیے تھا اور چوں کہ ان میں سے بہت سے اصحاب نے خاموشی اختیار کی ہے تو اس سے یہ استدلال کرنا کہ صحابہ کرامؓ یزید کی اہلیت اور اس کی خلافت سے متفق تھے تو پھر یہ حامیان یزید عبداللہ ابن عمرؓ کے اس عمل کا کیا جواب دیں گے کہ جنہوں نے حجاج کے خلاف بھی خروج نہیں کیا تھا، جب کہ حجاج کو باغی کہا۔

خلاصہ کلام

اس بحث کا اصل مقصد امام حسینؓ کا دفاع تھا کہ یزید کی بیعت نہ صرف اختلافی تھی بل کہ اس پر اعتراضات بھی ٹھوس کیے گئے تھے اس لیے اس کے خلاف امام حسینؓ اور امام ابن زبیر کا نکلنا قطعاً غلط نہیں تھا۔ اور نہ ہی اہل حل وعقد کا اس کی بیعت پر متفق ہونا ثابت ہے۔ یاد رہے متقدمین کا ایک گروہ جن میں صحابہؓ کے ساتھ ساتھ کبار تابعین اور فقہاء ظالم حکمران کے خلاف خروج کو جائز سمجھتے تھے، اگر اہل حل وعقد کی سر پرستی میں یہ ممکن ہو اور اسی موقف کے تحت خروج ہوئے جن میں جلیل القدر شخصیات شامل رہیں اور ان میں سے کسی کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ سب ہی دنیا کے خواہش مند تھے۔

خروج امام حسین رضی اللہ عنہ

ایک طبقے کی رائے ہے کہ امام حسینؓ کا خروج کرنا نا صرف غلط تھا بل کہ احادیث کے بھی صریح خلاف تھا۔ ہم اس سے قبل بیعت یزید کی نوعیت بھی واضح کر چکے ہیں، اس عنوان کے تحت امام حسینؓ کے حق پر ہونے کے دلائل ذکر کیے جائیں گے۔ امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

ایک قسم ان حضرات کی ہے جو حکام کے ظلم وستم اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے عمل نہ کرنے پر دینی غیرت وحمیت پر نکلے۔ یہ سب اہل حق ہیں۔ حضرت حسینؓ بن علیؓ اور اور اہل مدینہ جنھوں نے مقام حرہ میں جہاد کیا، اور وہ علماے کرام جو حجاج کے خلاف نکلے تھے سب کا شمار ان ہی اہل حق میں ہوتا ہے۔ (فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۴۰)

حافظ ابن حجر نے موقف اہل سنت واضح کر دیا ہے کہ امام حسینؓ کا خروج حق تھا۔

ایک روایت کے تحت امام ذہبی فرماتے ہیں:

''قلت : هذا يدل على تصويب عبد الله بن عمرو للحسين في مسيره، وهو رأي ابن الزبير وجماعة من الصحابة شهدوا الحرة''

(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۷ مطبوعہ مصر)

میں کہتا ہوں کہ یہ واقعہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت امام حسینؓ کی کوفہ جانے کی مہم کو صحیح سمجھتے تھے اور یہی رائے حضرت ابن

زبیر اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کی تھی، جو واقعہ حرہ میں شریک ہوئے۔ جس روایت کے ضمن میں امام ذہبی نے رائے ذکر کی ہے تو اس کا ایک راوی ضعیف ہے۔ (فرزدق شاعر کی معتبر توثیق نہ مل سکی۔ اس سے پیچھے کی سند کے راویان ثقہ ہیں)

لیکن یہ روایت ان روایات سے بہتر ہے جو سند کے بغیر ہیں۔ اس معاملے میں صحابہؓ نے امام حسینؓ کو جانے سے روکا، بل کہ امام حسینؓ کی شہادت کے باوجود صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حضرت ابن زبیرؓ کی سرکردگی میں نکلی، جن میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص، عبداللہ بن حنظلہ، عبداللہ بن زید بن عاصم، معقل بن سنان اور عبداللہ بن مطیع وغیرہ بھی شامل تھے، دلائل کا یہ موقع نہیں ہے۔

امام ابن کثیر بھی اس موقف کی تائید میں کہتے ہیں:

بل کہ سب لوگوں کا میلان حضرت حسینؓ ہی کی طرف تھا کیوں کہ وہ سید کبیر اور آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے اور ان دنوں روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ان کے مماثل اور مساوی ہو، لیکن یزیدی حکومت سب کے سب آپ کی عداوت پر تلے ہوئے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۱)

امام ابن عماد حنبلی کہتے ہیں:

''والعلماء مجمعون على تصويب قتال على لمخالفيه لأنه الإمام الحق، ونقل الاتفاق أيضا على تحسين خروج الحسين على يزيد، وخروج ابن الزبير'' (شذرات الذہب طبیروت ج ۱ ص ۲۷۵-۲۷۶)

امام حسینؓ کا یزید پر خروج کرنے پر بھی علماء اہل سنت کا اتفاق ہے اور تحسینؓ کرنے میں بھی۔

ظالم بادشاہ کے خلاف کلمہ حق ادا کرنا افضل جہاد ہے۔ چناں چہ امام ابوداؤد فرماتے ہیں:

''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ الْوَاسِطِيُّ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ يَعْنِي ابْنَ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا إِسْرَائِيلُ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جُحَادَةَ، عَنْ عَطِيَّةَ الْعَوْفِيِّ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ

عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ أَوْ أَمِيرٍ جَائِرٍ" (سنن ابی داود ج ٤ ص ١٢٤ ح ٤٣٢٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ یا ظالم حاکم کے پاس انصاف کی بات کہنا ہے۔

ظلم کی مذمت کا حکم نبی اکرم ﷺ نے خود دیا ہے اور اگر طاقت کے بل بوتے پر اسے ختم کیا جا سکتا ہو تو اس کا حکم بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، چناں چہ حدیث نبوی ہے:

"مَنْ رَأَى مِنكُمْ مُنكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ" (مسلم ج ١ ص ٦٩، ح ٧٨)

تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اسے اپنے دل میں برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔

جن احادیث میں ظالم کے خلاف جنگ کرنے کی ممانعت ہے، ان میں اُس خلیفہ کی خلاف ورزی سے منع کیا گیا ہے، جو متفقہ طور پر باقاعدہ خلیفہ بن گیا ہو، پھر اس کے ظلم پر صبر کیا جائے وہ بھی تب تک جب تک وہ نماز قائم کرے اور صریح کفر کا مرتکب نہ ہو اور اس کے اعمال براہ راست اسلامی تشخص پر کوئی منفی اثرات مرتب نہ کریں۔ وہ احادیث جن میں خروج سے منع کرنا موجود ہے اس میں "امام" سے کیا مراد ہے اس کی تشریح امام احمد سے پیش کر دیتے ہیں۔

ابن ہانی کہتے ہیں:

"سألت أبا عبد الله عن حديث النبي - صلى الله عليه وسلم -: من مات وليس له إمام مات ميتة جاهلية. ما معناه؟ قال: تدري ما الإمام؟ الذي يجتمع المسلمون عليه كلهم يقول: هذا إمام. فهذا معناه"

(موسوعۃ اقوال الامام احمد ح ٣٩١٤)

میں نے امام احمد سے حدیث نبی ﷺ کے متعلق سوال کیا: جو اس حالت میں مرے کہ جس کا کوئی امام نہ ہو تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی، اس کا کیا معنی ہے؟"

ابو عبداللہ نے کہا کہ کیا تم جانتے ہو امام کیا ہوتا ہے؟ امام وہ ہوتا ہے کہ جس پر سب لوگ جمع ہو جائیں تو کہتے ہیں یہ ہے امام، یہ اس کا معنی ہے۔

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ ایسی تمام احادیث جن میں حاکم کے خلاف خروج کرنے کی نفی ہے، ان میں امام سے ایسے حاکم مراد ہیں جن کی خلافت پر اتفاق ہو جائے اور اہل حل وعقد فیصلہ کر لیں اس کے بعد وہ ظالم اور فاسق ظاہر ہوں۔ جب کہ یزید کی خلافت پر اتفاق نہیں ہوا تھا، اہل حجاز و کوفہ کو اختلاف تھا پھر ان شخصیات کے ہاں مثالی نظام (شورائی) سے ہٹ کر کوئی اور طرف جانا بالکل درست نہیں ہے اور امت میں جب اس قدر فضیلت والی جماعت موجود ہو تو بالکل نظام کو اس کی اصل پر ہی ہونا چاہیے اور کچھ جہاں سلطہ بھی میسر نہیں تھا اور کچھ اصحاب کے ہاں یزید حرام کاری میں معروف ہو چکا تھا جیسا کہ اہل مدینہ جس کے باعث اہل مدینہ کے اکابر نے مشکل فیصلہ کیا ان کا عمل خود ایک دلیل ہے۔ اس کے علاوہ بھی عوامل ہیں جس کے باعث اس کے خلاف نکلنا جائز تھا، جس کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔ مزید خروج کی ہر حالت میں نفی کرنے والوں کے رد میں امام ابن حزم کی رائے یہ ہے:

''وَيُقَالُ لَهُم مَا تَقُولُونَ فِي سُلْطَان جعل الْيَهُودِ أَصْحَابِ أمره وَالنَّصَارَى جنده. وألزم المسلمين الجزية وحمل السيف على أطفال المسلمين وأباح المسلمات للزنا وحمل السيف على كل من وجد من المسلمين وملك نِسَاءَهُمْ وأطفالهم وأعلن الْعَبَث بهم وَهُوَ فِي كل ذلك مقر بِالْإِسْلَامِ مُعلنا بِهِ لا يدع الصَّلَاةَ فَإِن قَالُوا لَا يجوز القيام عَلَيْهِ بل قيل لهم أنه لا يدع مُسلما إِلَّا قتله جملة وَهَذَا أَن ترك أوجب ضَرُورَة ألا يبقى إِلَّا هُوَ وَحده وأهل الكفر مَعَه فَإِن أَجَازُوا الصَّبْر على هَذَا خالفوا الْإِسْلَام جملة وانسلخوا مِنْهُ وَإِن قَالُوا بَل يُقَام عَلَيْهِ وَيُقَاتل وَهُوَ قَوْلهم قُلْنَا لَهُم فَإِن قتل تِسْعَة أعشار المسلمين أو جميعهم إِلَّا وَاحِد مِنْهُم وَسبى من نِسَائِهِم كَذَلِكَ وَأخذ من أَمْوَالهم كَذَلِكَ فَإِن منعوا من القيام عَلَيْهِ تنَاقضوا وَإِن أوجبوا سألناهم عَن أقل من ذَلِك وَلَا نزال نحيطهم

إلى أن نقف بهم على قتل مسلم وَاحِدًا أَو على امْرَأَة وَاحِدَة أو على أخذ مال أو على انتهاك بشرة بظلم فإن فرقوا بين شَيْء من ذلك تناقضوا وتحكموا بِلا دَلِيل وَهَذَا مَالًا يجوز وَإِن أوجبوا إنكار كل ذلك رجعوا إلى الحق ونسألهم عَمَّن غصب سُلْطَانه الجائر الفاجر زوجته وابنته وابنه ليفسق بهم أو ليفسق بِهِ بِنَفْسِهِ أهو فى سعة من إِسْلَام نَفسه وَامْرَأَته وولده وابنته للفاحشة أم فرض عَلَيْهِ أَن يدفع من أَرَادَ ذَلِك مِنْهُم فَإِن قَالُوا فَرض عَلَيْهِ إِسْلَام نَفسه وأهله أتوا بعظيمة لَا يَقُولها مُسلم وَإِن قَالُوا بل فرض عَلَيْهِ أَن يمتنع من ذلك وَيُقَاتل رجعُوا إِلَى الْحق وَلزِم ذلك كل مسلم فى كل مسلم وفى المَالِ كَذَلِك. قَالَ أَبُو مُحَمَّد وَالْوَاجِب أَن وَقع شَيْء من الجور وإن قل أن يكلم الإمام فى ذلك وَيُمنَع مِنْهُ فَإِن امتنع وراجع الحق وأذعن للقود من البشرة أو من الأعضاء ولإقامة حد الزنا وَالْقَذف والخمر عَلَيْهِ فَلَا سَبِيل إِلَى خلعه وَهُوَ إِمَام كَمَا كَانَ لَا يحل خلعه فَإِن امتنع من إِنْفَاذ شَيْء مِن هَذِهِ الْوَاجِبَات عَلَيْهِ وَلم يُرَاجِع وجب خلعه وَإِقَامَة غيره من يقوم بِالْحَقِّ لِقَوْله تَعَالَى { وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان } وَلَا يجوز تضييع شَيْء من واجبات الشرائع وَبِاللَّهِ تَعَالَى التوفيق.'' (الفصل فی الملل ج ٤ ص ١٣٤)

ابن حزم کہتے ہیں: "ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم اس حکم ران کے بارے میں کیا کہو گے جس نے اپنے اختیارات نصاری کے حوالے کر دیے ہیں، نصاری ہی اس کے ساتھی اور فوج ہیں اور مسلمانوں پر جزیہ لگا دیا ہے۔ مسلمان بچوں پر تلواریں نکال لی ہیں۔ مسلم عورتوں سے زنا کو جائز کر دیا ہے۔ جو بھی مسلمان مرد، اور بچہ انہیں نظر آتا ہے اس کو مارتے ہیں جب کہ یہ حکم ران خاموش تماشائی ہے اس کے باوجود خود کو مسلمان کہتا ہے نماز پڑھتا ہے؟ اگر یہ کہتے ہیں کہ اس حکم ران کے خلاف خروج پھر بھی جائز نہیں ہے تو ان سے کہا جائے گا کہ اس طرح تو یہ تمام مسلمانوں کو ختم کر دے گا اور اکیلا ہی رہ جائے گا اور اس کے ساتھی کافر رہ جائیں گے؟ اگر یہ لوگ اس صورت میں بھی صبر کو جائز کہتے ہیں تو یہ اسلام

کی مخالفت کرتے ہیں اس سے خارج ہوتے ہیں اور اگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس حکم ران کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہیے تو ہم کہیں گے کہ اگر نوے فی صد مسلمان مارے جاتے ہیں ان کی عورتیں پکڑ لی جاتی ہیں ان کا مال لوٹا جاتا ہے تو؟ اگر یہ خروج سے پھر بھی منع کرتے ہیں تو اپنی بات کی مخالفت کرتے ہیں اور اگر خروج کو واجب کرتے ہیں تو ہم ان سے مزید کم کے بارے میں سوال کریں گے یہاں تک کہ ہم ان سے پوچھیں گے کہ ایک مسلمان مارا جائے اور ایک مسلمان عورت پکڑ لی جائے یا ایک آدمی کا مال زبردستی لیا جائے تو؟ یہ فرق کرتے ہیں تو ان کی بات میں تضاد ہے اور یہ بات ان کی بلا دلیل ہے جو جائز نہیں اور اگر یہ خروج کو لازم قرار دیتے ہیں تو تب یہ حق کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ اگر ایک ظالم حکم ران کسی شخص کی بیوی بیٹی اور بیٹے کو زبردستی اپنے قبضے میں لے کر ان سے غلط اور فسق کے کام کروانا چاہے تو کیا ایسے آدمی کو صرف اپنی جان بچانی چاہیے تو یہ ایسی بات ہے جو کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور اگر یہ کہتے ہیں کہ بیوی بچوں کو بچانے کے لیے لڑنا چاہیے تو یہ ہے حق اور صحیح بات ہے۔ اس طرز پر دیگر مسلمانوں کے مال وجان کے تحفظ کے لیے بھی حکم رانوں کے مقابلے پر آنا چاہیے۔ ابو محمد کہتے ہیں:

اگر معمولی سا بھی ظلم ہو تو امام سے اس بارے میں بات کرنا واجب ہے اور اسے روکنا چاہیے اگر وہ رک جاتا ہے اور حق کی طرف رجوع کرتا ہے اور زنا چوری وغیرہ کے حدود کے لیے تیار ہوتا ہے تو اس کی اطاعت سے نہیں نکلنا چاہیے اور اگر ان واجبات کے نفاذ سے انکار کرتا ہے تو اس کو ہٹا کر کسی اور کو اس کی جگہ امام مقرر کرنا چاہیے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور تعاون کرو نیکی اور تقوی پر اور گناہ وزیادتی پر تعاون مت کرو۔ شریعت کے واجبات میں سے کسی کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

امام ابن حزم نے ان تمام احادیث پر بہت جامع کلام کیا ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب ظلم وبربریت بڑھ جائے اور عوام مجموعی اعتبار سے محفوظ نا ہوں تو ایسی صورت میں طاقت رکھنے والے اہل علم کو آگے آنا چاہیے، چوں کہ امام حسینؓ مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ سرداری کی تمام خصوصیات سے بھی متصف تھے اور آپ کے حق میں لوگ بھی نکلنا چاہتے تھے تو آپ کا یزید کی امارت کے خلاف نکلنا کسی بھی شرعی دلیل کے

خلاف نہیں تھا۔ مزید براں امام حسینؓ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے شرائط بھی رکھیں ... جس کے بعد یزیدی فوج کے پاس کسی قسم کا عذر بھی باقی نہیں رہا چوں کہ باغی بھی صلح کی طرف آئیں تو ان سے جنگ جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ متشدد نظریات رکھنے والے لوگ جیسا کہ محدث ابن العربی اور ان کے پیروکار، تو ہم اللہ تعالی سے اس معاملے میں ان کے باطل نظریات سے پناہ مانگتے ہیں۔ اسلاف میں ایسا ایک بھی دکھایا نہیں جا سکتا جس نے امام حسینؓ کو دنیا کا طالب یا ان کو قتل کرنے پر یزیدی فوج کی تحسینؓ کی ہو، یہ باطل نظریات خلف میں چند کے ہیں جن کا اپنا اتنا قد نہیں ہے کہ ان کی ہر بات کا جواب بھی دیا جائے۔ البتہ سنابلی صاحب کے "محدث" کے اس نظریے کو خود سنابلی صاحب نے کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر کے گزار دیا اور کوئی تبصرہ کرنا پسند نہیں کیا ہے اور ابن العربی کے عقائد پر بھی ہم یہاں وضاحت کریں تو ضرور سنابلی صاحب ابن عربی صوفی سے اس وجہ سے تفریق نہیں کریں گے چوں کہ یہ ان کے ہم مسلک نہیں ہیں۔ ہمارا مقصد اگر صرف سنابلی صاحب کا رد ہوتا تو ضرور اس حوالے سے تشفی کرائی جاتی لیکن مقصد صرف ناصبیت مائل جمع شدہ مواد کا جواب دینا ہے۔

مزید امام حسینؓ مجتہد تھے ان کے ہاں خلافت قائم نہیں ہوئی تھی اس لیے بھی ان کی یہ کوشش قابل گرفت نہیں ہے اور اہل حل وعقد کی غالب جماعت کے بغیر خلیفہ مقرر نہیں ہوتا[1]، پھر کوفہ میں افرادی قوت دیکھتے ہوئے انہوں نے غلبے کی امید کی۔

خلاصہ کلام

یزید کی امارت خلافت کے اصولوں پر قائم نہیں ہوئی تھی۔ یزید متفقہ امام نہیں تھا، جب کہ خروج کی نفی میں وارد ہونے والی احادیث میں امام سے مراد ایسا خلیفہ ہے جس کی خلافت پر اتفاق ہو یا اہل حل وعقد اس کی بیعت پر اتفاق کر چکے ہوں، یزید ظالم وجابر بادشاہ بھی تھا جب اس کا ظلم مجموعی اعتبار سے ظاہر ہوا تو لوگوں نے اس کے خلاف خروج کیا۔

---

[1] قاضی ابو یعلی الفراء کہتے ہیں: "لأن الإمامة لا تنعقد للمعهود إليه بنفس العهد وإنما تنعقد بعهد المسلمين" (الاحکام السلطانیۃ ص ۲۵)

کردار یزید دلائل کی روشنی میں

حامیان یزید دفاع کے لیے حدیث، اقوال صحابہؓ اور اقوال محدثین کا سہارا لے کر یزید کو خلیفہ عادل ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ذیل میں یزید کے کردار کو دیگر دلائل کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

حامیان یزید نے بہت کوشش کی ہے کہ اُس کے سیاہ کارناموں سے اُس کا نام صاف کر دیا جائے، لیکن وہ ناکام رہے۔ خصوصاً واقعہ حرہ، جس کا ذمہ دار یہی یزید تھا۔ مولانا کفایت اللہ سنابلی ہندی نے یزید کو بے گناہ ثابت کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا رڈ کیا ہے... اس مقصد کے لیے انہوں نے اپنی کتاب کے کافی صفحات کالے کیے ہیں، اور واقعہ حرہ کا اصل ذمہ دار عبداللہ ابن زبیر کو ٹھہرایا ہے۔

قارئین کرام! سب سے پہلے ہم اس معاملے کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں دیکھیں گے کہ واقعہ حرہ کے دوران برپا کیے جانے والے مظالم کی مثل پر کس قدر سخت وعید بزبانِ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے، پھر یہ جائزہ لیا جائے گا کہ اس کا حقیقی ذمے دار کون تھا۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں:

''حدثنا هاشم حدثنا إسحاق يعني ابن سعيد حدثنا سعيد بن عمرو قال: أتى عبد الله بن عمرو ابن الزبير وهو جالس في الحجر فقال: يا ابن الزبير إياك والإلحاد في حرم الله فإني أشهد لسمعت رسول الله ﷺ يقول: يحلها ويحل به رجل من قريش لو وزنت ذنوبه بذنوب الثقلين لوزنتها. قال: فانظر أن لا تكون هو يا ابن عمرو فإنك قد قرأت الكتب وصحبت الرسول. قال: فإني أشهدك أن هذا وجهي إلى الشأم مجاهدا الى''

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۹ واسنادہ صحیح)

حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس آئے تو اس وقت وہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے کہا: "اے ابن زبیر آپ

حرم میں فساد اور الحاد سے بچیں، کیوں کہ میں گواہی دے رہا ہوں، میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ قریش کا ایک شخص مکہ کو حلال کرلے گا اور اس کے حلال کیے جانے کا سبب بنے گا، اگر اس کے گناہ جن وانس کے گناہ کے بالمقابل وزن کیے جائیں تو اس کے گناہ بھاری پڑ جائیں گے۔ پھر عبداللہ ابن زبیرؓ نے کہا: اے عبداللہ بن عمرؓ! آپ وہ آدمی نا بننا، کیوں کہ آپ نے صحیفے پڑھے ہیں اور اللہ کے رسول کی صحبت اختیار کی ہے۔ اس پر عبداللہ بن عمرؓ نے کہا: میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں جہاد کے لیے شام جا رہا ہوں۔

اس روایت کو سنابلی صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۵۵۲ پر نقل کیا ہے اور استدلال کیا ہے کہ وہ فساد پھیلانے والے شخص صحابی رسول عبداللہ بن زبیرؓ تھے۔ مزید براں ایسے شخص کے گناہوں کے متعلق جو وعید نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی تو اس کے حقیقی مصداق بھی صحابی رسول عبداللہ ابن زبیرؓ تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو روافض کا رد کرتے ہیں اور سکوت کے موقف پر دلائل دیتے ہیں، یا للعجب...! اگر اس روایت کے متن پر نظر ڈالی جائے تو اس میں ایسی کوئی تصریح نہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس حدیث کا مصداق حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ٹھہرا رہے ہیں۔ یہ استدلال جناب سنابلی صاحب کا ہی ہے، روایت کے الفاظ سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے تنبیہ کی ہے جناب عبداللہ بن زبیرؓ کو، اور یہی بات تو حضرت ابن زبیرؓ نے بھی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو کہی ہے.... تو کیا یہ مراد لے لیا جائے کہ ابن زبیرؓ نے اس حدیث کو عبداللہ ابن عمرؓ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے؟ جو جواب آپ کی طرف سے اس کا دیا جائے گا، بعینہ وہی ہماری طرف سے بھی رکھ لیجیے۔ مزید اس روایت کا مخفی پہلو یہ بھی ہے کہ امام ابن زبیرؓ نے حدیث رسول کی صریح مخالفت کی... کہ جب ان کے سامنے حضرت ابن عمرؓ نے حدیث رکھ کر اعتراض کیا تو اس کے باوجود امام ابن زبیرؓ دنیا کے لالچ کے لیے فساد پھیلانے کے مرتکب ہوئے۔ یہ وہ اصل الفاظ ہیں جو سنابلی صاحب اور دیگر حامیان یزید کہنا چاہتے ہیں... لیکن کہہ نہیں پاتے۔ اس روایت سے وہی استدلال قائم ہوتا ہے، اگر اس کے وہی معانی لیے جائیں جو سنابلی صاحب نے لیے ہیں۔ علاوہ ازیں اس روایت کے آخری الفاظ کو علامہ سنابلی صاحب نے بڑی ہوشیاری سے ہضم کرلیا... گو کہ ہمیں یقین ہے وہ اس کی

بھی کوئی من چاہی تاویل رکھتے ہوں گے، لیکن پھر بھی اس حصے کی تشریح کئے بنا آگے بڑھ گئے۔ حضرت ابن عمرؓ نے جب حضرت ابن زبیرؓ کے کہنے پر فرمایا:

''فإني أشهدك أن هذا وجهي إلى الشام مجاهد'' (نفس مصدر)

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں: کہ میں شام کی طرف جہاد کرنے جا رہا ہوں۔

ہمارے نزدیک اس دور میں کوئی جہاد شام کی جانب نہیں ہو رہا تھا۔ جہاں ابن عمرؓ شامل ہوتے، یہاں ابن عمرؓ کی مراد امام ابن زبیرؓ کے ساتھ مل کر یزید کے خلاف جہاد کرنے کی تھی۔ سنابلی صاحب نے اس روایت سے قبل جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں بھی یہی الفاظ موجود ہیں:

ابو عمران عبد الملک بن حبیب کہتے ہیں کہ میں نے جندب بن عبد اللہ سے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت کر لی ہے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ شام جاؤں۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا جائزہ ص ۵۵۱)

علامہ سنابلی صاحب نے اس روایت کی تصحیح کی ہے، اس روایت میں بھی یہی الفاظ ہیں کہ ابو عمران کہتے ہیں کہ مجھے شام جا کر لڑنے کا کہا جا رہا ہے اور صحابی رسول عبد اللہ بن عمرؓ بھی فرماتے ہیں کہ میں شام جہاد کے لیے جا رہا ہوں، اس سے یہی معانی مراد لیے جا سکتے ہیں کہ حضرت ابن عمر و حضرت ابن زبیرؓ کی طرف سے جہاد پر گئے۔ اگرچہ یہ ثانوی بحث ہے اور اصل مدعا یہ ہے کہ ہمارے نزدیک فساد برپا کرنے والا شخص یزید ہی تھا، جس نے اہل مدینہ پر مختلف مظالم ڈھائے اور احراق کعبہ کا بھی مرتکب ہوا۔

چناں چہ امام طبرانی بسند حضرت عروہ بن زبیرؓ سے نقل کرتے ہیں:

یزید نے حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف حصین بن نمیر الکندی کو لڑنے کے لیے بھیجا اور اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا: "اے ابن بزعۃ الحمار! (گدھے کے بچے) قریش کی دھوکہ بازیوں سے بچ کر رہنا اور ان کے ساتھ نیزوں اور گھوڑوں سے معاملہ کرنا، چناں چہ حصین حملہ آور ہوا اور امام ابن زبیرؓ نے اس کے ساتھ بھرپور جنگ کی، لیکن حصین کی فوجوں نے کعبہ کو جلا ڈالا۔ پھر حصین کو یزید کی موت کی خبر پہنچی تو وہ خبر سنتے ہی وہاں سے بھاگ نکلا۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۳ ص ۱۹۶ اسنادہ حسن)

پس معلوم ہوا کہ حرم میں فساد برپا کرنے والا شخص یزید بن معاویہ تھا، جو لوگ اس کا ذمہ دار حضرت ابن زبیرؓ کو ٹھہراتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ "صحابی" کے اس عمل کو کھل کر بیان کریں۔ مزید اس روایت میں یزید کا موقف اصحاب رسول کے متعلق بھی کھل کر واضح ہو گیا کہ وہ انہیں دھوکے باز اور مکار لوگوں کی صف میں کھڑا کرتا تھا۔ اسی لیے تو حصین بن نمیر کو کسی قسم کی رحم دلی سے منع کیا گیا یا یوں کہیں کہ یزید کا صاف حکم تھا کہ اگر یہ لوگ صلح کی طرف بھی آئیں تو ان کے ساتھ جنگ کا معاملہ جاری رکھو۔ اس کے بعد بھی جو لوگ یزید کو محسن اور مجبور سمجھیں تو ان کے لیے یہ روایت کافی ہے۔

مذکورہ روایت کے تمام راوی ثقہ و صدوق اور "غیر شیعہ" ہیں۔ ان کے مختصر حالات درج ذیل ہیں:

۱: علی بن مبارک الصعانی

علی بن محمد بن عبداللہ ابن مبارک ابوالحسن الصعانی امام طبرانی کے شیخ ہیں، امام طبرانی نے بکثرت علی بن مبارک سے روایت کیا ہے۔ ان کی ایک روایت کے متعلق امام الناقد زین الدین عراقی کہتے ہیں:

"هذا حديث حسن، ورجاله كلهم ثقات، أخرجه الطبراني في الكبير هكذا الى" (تحبہ القرب ص ۲۲۸)

ثابت ہوا کہ امام عراقی کے نزدیک علی بن مبارک ثقہ ہیں۔

امام حاکم نے ان کی ایک روایت کی تحسینؒ کی ہے:

"صحيح الإسناد ولم يخرجاه" (المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص ۱۵۶)

امام ضیاء الدین مقدسی نے المختارہ میں ان سے روایت کی ہے۔ اور مقدسی اپنے نزدیک صحیح و حسن روایات کو کتاب میں لکھتے ہیں تو یوں علی بن مبارک صنعانی کی بھی توثیق ہو گئی کیوں کہ روایت کی تصحیح و تحسینؒ، رواۃ کی توثیق کو مستلزم ہے تھی۔ (المختار المقدسی ج ۸ ص ۶۵)

امام ابوعوانہ نے بھی ان سے روایت کیا ہے۔ (المستخرج ج ۱ ص ۲۴ ح ۲۲)

ان تمام توثیقات کی موجودگی میں راوی حسن درجہ سے نہیں گرتا۔ ان کے متعلق امام ہیثمی کہتے ہیں:

''لم اعرفه'' (المجمع الزوائد ج ۶ ص ۲۹۳)

امام ہیثمی کی رائے جمہور کے خلاف ہونے کے باعث قابل استدلال نہیں ہے، کیوں کہ دیگر علماء سے اس راوی کی تعدیل مروی ہے۔

۲: زید بن مبارک الصعانی

امام بن حبان نے کتاب الثقات میں شمار کیا ہے۔ (الثقات، ج ۸ ص ۲۵۱)

امام ابو حاتم انہیں صدوق کہتے ہیں۔ (الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۵۷۳)

امام ابن حجر کہتے ہیں:

''صدوق عابد'' (تقریب ج ۱ ص ۲۲۴)

زید بن مبارک صدوق راوی ہے اور اس پر کسی قسم کی جرح موجود نہیں ہے۔ امام ابو نعیم الاصفہانی نے یزید بن مبارک جو نقل کیا ہے تو یہ ان کا سہو ہے یا کتابت کی غلطی ہے، چوں کہ خود سنابلی صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہیں اس لیے ہم نے اس پر بحث نہیں کی ہے۔

۳: ابو ہشام عبد الملک بن عبد الرحمن ذماری

عبد الملک الزماری کے تعین میں سنابلی صاحب سے خطاء ہوئی ہے، وہ اسے ابو العباس عبد الملک الشامی سمجھ بیٹھے... جب کہ یہ دو الگ الگ راوی ہیں۔

اس راوی کا تعین مندرجہ ذیل دلائل سے کیا گیا ہے:

۱..... امام بخاری نے اپنی کتاب ''تاریخ الکبیر'' میں تفریق کی ہے۔

''عبد الملك بن عبد الرحمن أبو هشام الذماري. وذمار قرية باليمن على مرحلتين من صنعاء. وقال إسحاق عبد الملك بن محمد سمع الثوري. قال أحمد: هو عبد الملك بن عبد الرحمن الأبناوي''

یہ اس روایت کا راوی ہے۔ جب کہ دوسرا راوی ضعیف اور منکر الحدیث ہے، جسے سنابلی صاحب اول الذکر راوی سے ملا رہے ہیں، امام بخاری نے امام احمد بن حنبل کا قول بھی بطور دلیل پیش کیا ہے۔ امام بخاری نے عبد الملک شامی کا ترجمہ الگ سے لکھا ہے:

''عبد الملك بن عبد الرحمن أبو العباس أصله شامي، نزل البصرة

عن الأوزاعی، وابن أبی عبلة ضعفه عمرو بن علی جدا منکر الحدیث"
(التاریخ الکبیر ح ۱۳۷۲)

۲..... امام مسلم نے بھی ان دونوں راویان میں تفریق کی ہے، وہ اپنی کتاب "الکنی والصفات" میں رقم طراز ہیں:

"أبو العباس عبد الملك بن عبد الرحمن الشامی سکن البصرة عن الأوزاعی." (الکنی والاسماء ح ۲۴۵۹)

ایک جگہ کہتے ہیں:

"أبو هشام عبد الملك بن عبد الرحمن الذماری سمع الثوری روی عنه إسحاق وبشر بن الحکم ومحمد بن رافع" (الکنی والاسماء ح ۳۹۹۴)

۳..... ثابت ہوا امام مسلم کے ہاں بھی تفریق ہی راجح ہے۔

۴..... امام عمرو بن علی الصیرفی الفلاس کی تفریق

عبد الملک بن عبد الرحمن الزماری کے متعلق ثقہ کہتے ہیں، جب کہ شامی راوی پر کذاب کی جرح کرتے ہیں۔

۴: امام ابن حبان:

سنابلی صاحب نے امام ابن حبان کی طرف یہ نسبت کی ہے کہ چوں کہ انہوں نے الگ سے بیان نہیں کیا، اس لیے ان کے نزدیک بھی ایک ہی راوی ہے، امام ابن حبان کی طرف یہ نسبت کر کے سنابلی صاحب نے عوام کو بے وقوف بنایا ہے۔

ابن حبان کہتے ہیں:

"عبد الملك بن عبد الرحمن الذماری من أهل الیمن کنیته أبو هشام وذمار قریة علی مرحلة من صنعاء یروی عن الثوری روی عنه إبراهیم بن محمد بن عرعرة ونوح بن حبیب البزشی" (الثقات ح ۱۳، ۱۴)

ابن حبان اسے شامی کہتے ہیں نہ ہی ابو العباس....! لیکن سنابلی صاحب نے

بلا دلیل امام ابن حبان کی طرف یہ بات منسوب کر دی۔ جب کہ امام ابن حبان نے بھی تفریق کر رکھی ہے۔

امام ابن حجر کہتے ہیں:

"قال ابن حبان ویقال ابن عبداللہ نزل البصرۃ. قال ابن حبان کان ممن یسرق الحدیث روی عنہ إبراھیم بن محمد بن عرعرۃ"

(لسان المیزان ت ابی غدۃ ح ۴۹۲۰)

عبدالملک بن عبدالرحمن جو کہ ابن عبدالعزیز بھی ہیں، اس پر امام ابن حبان نے جرح کی ہے، اس سے تفریق ثابت ہوگئی۔ "الجروحین میں ابن حبان نے اس راوی کا ترجمہ الگ سے نقل کیا ہے۔

۵..... امام ابن ابی حاتم نے بھی تفریق کی ہے، لیکن سنابلی صاحب نے ان کی کتاب سے حوالے نقل کرنے کے بعد کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لیں ہیں۔

۶..... امام ابن حجر عسقلانی نے "تہذیب التہذیب" میں نہ صرف تفریق کی ہے بل کہ تفصیلاً ذکر کیا ہے کہ جس راوی پر ائمہ نے جرح کی وہ الگ ہے۔

(دیکھیے تہذیب التہذیب تحت ترجمہ عبدالملک بن عبدالرحمن الذماری)

سنابلی صاحب نے امام ابن عدی اور امام عقیلی کی طرف یہ نسبت بھی غلط کی ہے کہ یہ محدثین انہیں ایک ہی راوی سمجھتے تھے، جب کہ دونوں محدثین نے اپنی ضعفاء پر لکھی گئی کتب میں محض ضعیف راوی ابو العباس عبدالملک بن عبدالرحمن الشامی کا ذکر کیا ہے، لیکن سنابلی صاحب نجانے کس وجہ سے انہیں اپنی دلیل میں شمار کر رہے ہیں۔ چناں چہ ثابت ہوا کہ متقدمین و متاخرین کے ہاں تفریق ہی راجح ہے اور دلائل بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

سنابلی صاحب نے امام ذہبی کی تحقیق پر اعتماد کیا ہے۔ عرض ہے کہ امام ذہبی تذبذب کا شکار رہے ہیں اور بعد میں وہ خود بھی تفریق کرتے ہیں، جیسا کہ سنابلی صاحب نے کہا کہ جب محدث الگ الگ نام نہ لکھے تو مراد یہی ہے کہ اس کے نزدیک یہ ایک ہی راوی ہے۔ جیسے امام ابن حبان، امام ابن عدی اور امام عقیلی کی طرف غلط نسبت کی ہے تو آیئے اسی اصول کی روشنی میں امام ذہبی کے قول کو دیکھا جائے:

''عبد الملك بن عبد الرحمن، وقيل: ابن محمد الأنباوي، سمع الثوري'' (المغنی فی سرد الکنی ح ۶۳۸۷)

دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

''عبد الملك بن عبد الرحمن الشامي، بالبصرة، لين''

(المغنی فی سرد الکنی ح ۳۴۸۰)

امام ذہبی کی تحقیق پر اعتبار کرنے والے خود بتادیں کہ ان کے اصول کے تحت تو امام ذہبی نے دونوں راویان کی تفریق کر دی ہے، امام ذہبی کی تحقیق امام ابن حجر عسقلانی کے سامنے بھی تھی اس لیے انہوں نے دلائل کے ساتھ تھذیب التھذیب میں اس سہو پر متنبہ کیا ہے۔ اور ان ہی کے دلائل کو ہم ذکر کر آئے ہیں۔

عبد الرحمن بن عبد الملک الزماری کی توثیق

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں:

''نا عبد الرحمن حدثني أبي نا عمرو بن علي الصيرفي نا عبد الملك بن عبد الرحمن الذماري وكان ثقة'' (الجرح والتعدیل ج ۵ ص ۳۶۵)

عمرو بن علی الصیرفی نے کہا کہ ہم نے عبد الملک بن عبد الرحمن الزماری سے سنا ہے اور وہ ثقہ تھے۔

امام ابن حبان کہتے ہیں: ''عبد الملك بن عَبْد الرَّحْمَنِ الذماري من أهل اليمن كنيته أبو هشام'' (الثقات ج ۸ ص ۳۸۶)

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الذِّمَارِيُّ....''

(مسند الامام احمد ط الرسالہ ج ۱۶ ص ۲۷۶-۲۷۷ ح ۱۰۴۴۸)

عبد الملک بن عبد الرحمن الذماری امام احمد بن حنبل کے روایت میں شیخ ہیں اور سنابلی صاحب فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل صرف ثقہ سے ہی روایات لیتے ہیں اور ان کے تمام شیوخ ثقہ ہیں۔ (اثبات الدلیل علی التوثیق مؤمل بن اسماعیل ص ۱۳)

امام ابن حجر عسقلانی ان کی ایک روایت پر کہتے ہیں:

''هٰذَا إِسْنَادٌ حَسَن'' (المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیۃ ج ۱۲ ص ۳۳۴)

امام ابن حجر نے ان کو ایک جگہ صدوق کہا ہے۔ (التقریب التھذیب ح ۴۲۱۹)
امام حاکم نے ان کی روایت کی تصحیح کی ہے۔ (المستدرک علی الصحیحین، ج ۲ ص ۸۳)
امام ابوعوانہ نے ان سے روایات اپنی صحیح میں لی ہے۔ (مستخرج اومسند ابوعوانہ ج ۳ ص ۸۱)
علامہ ہیثمی ان کی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

''رَوَاهُ الطَّبَرَانِي فِي الْأَوْسَطِ. وَإِسْنَادُهُ جَيِّد''

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۱۰ ص ۲۵۰)

اس روایت پر جو تمام تر اعتراضات تھے، ان کے ہم نے مدلل جواب دے دیے ہیں۔ الحمد للہ!

نوٹ: سنابلی صاحب نے یہ اعتراضات میرے جوابات کے جواب الجواب لکھتے ہوئے اپنی آفیشل آئی ڈی سے کیے تھے، جن کا جواب اُدھر ہی دے دیا گیا تھا لیکن ان کی طرف سے پھر جواب نہ آسکا امید ہے کہ وہ ہمارے اعتراضات کا جواب اپنی کتاب کے اگلے ایڈیشن میں دے دیں گے۔

مدینہ میں ظلم برپا کرنے پر اور بھی شواہد موجود ہیں جن سے واضح ہو جاتا ہے کہ مذکورہ حدیث کا مصداق یزید ہی ہے، امام بخاری کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ. حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ. حَدَّثَنَا شُعْبَةُ. عَنْ مُحَارِبٍ. سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. يَقُولُ: بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعِيرًا فِي سَفَرٍ. فَلَمَّا أَتَيْنَا الْمَدِينَةَ. قَالَ: ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ فَوَزَنَ قَالَ شُعْبَةُ: أَرَاهُ فَوَزَنَ لِي فَأَرْجَحَ. فَمَا زَالَ مَعِي مِنْهَا شَيْءٌ حَتَّى أَصَابَهَا أَهْلُ الشَّأْمِ يَوْمَ الْحَرَّةِ'' (صحیح بخاری ح ۲۶۰۴)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں ایک اونٹ بیچا تھا۔ جب ہم مدینہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وزن کیا۔ شعبہ نے بیان کیا، میرا خیال ہے کہ (جابر نے کہا) میرے لیے وزن کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے بلال نے) اور (اس پلڑے کو جس میں سکہ تھا) جھکا دیا۔ (تاکہ مجھے زیادہ ملے) اس میں سے کچھ تھوڑا سا میرے پاس جب سے محفوظ تھا۔ لیکن شام والے (یزیدی فوج) یوم حرہ کے موقع پر مجھ سے چھین کر لے گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ جو کہ عمر رسیدہ تھے اور جنہوں نے خروج میں بھی حصہ نہیں لیا تھا ان کا بھی مال لوٹ لیا گیا، بالفرض یہ مان لیا جائے کہ میدان جنگ میں بغاوت کو کچلنے کی کوشش کی گئی، تو اس عمل کی کیا توجیح ہو گی؟ کیا اسلامی لشکر ایسا ہوتا ہے؟ کیا باغیان کے ساتھ یہ سلوک اس سے پہلے رکھا گیا؟ اور وہ لوگ جو خروج میں بھی شامل نہیں تھے ان کو بھی معاف نہیں کیا گیا تو جنہوں نے عملا حصہ لیا ان پر کیا ظلم کیے گئے ہوں گے۔

امام احمد کہتے ہیں:

''حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُطَرِّفٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ أَمِيرًا مِنْ أُمَرَاءِ الْفِتْنَةِ قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَكَانَ قَدْ ذَهَبَ بَصَرُ جَابِرٍ فَقِيلَ لِجَابِرٍ لَوْ تَنَحَّيْتَ عَنْهُ فَخَرَجَ يَمْشِي بَيْنَ ابْنَيْهِ فَنُكِبَ فَقَالَ تَعِسَ مَنْ أَخَافَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ابْنَاهُ أَوْ أَحَدُهُمَا يَا أَبَتِ وَكَيْفَ أَخَافَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ مَاتَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ أَخَافَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ فَقَدْ أَخَافَ مَا بَيْنَ جَنْبَيَّ'' (مسند احمد ح ۱۴۸۱۸، وسندہ صحیح)

زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ایام فتنہ میں کوئی گورنر مدینہ منورہ آیا اس وقت تک حضرت جابرؓ کی بینائی ختم ہو چکی تھی کسی نے حضرت جابرؓ سے کہا کہ اگر آپ ایک طرف کو ہو جائیں تو اچھا ہے اس پر وہ اپنے دو بیٹوں کے سہارے چلتے ہوئے باہر آئے اور فرمایا وہ شخص تباہ ہو جائے جو نبی ﷺ کو خوفزدہ کرتا ہے ان کے کسی بیٹے نے پوچھا ابا جان نبی ﷺ تو وصال فرما چکے اب انہیں کوئی کیسے ڈرا سکتا ہے انہوں نے فرمایا میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو اہل مدینہ کو خوفزدہ کرتا ہے وہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان کی چیز کو خوفزدہ کرتا ہے۔

امام مسلم کہتے ہیں:

''وحدثنا قتيبة بن سعيد، حدثنا ليث، عن سعيد بن ابي سعيد، عن ابي سعيد مولى المهري انه جاء اباسعيد الخدري ليالي الحرة، فاستشاره

فی الجلاء من المدینة، وشکا إلیه اسعارها، و کثرة عیاله، واخبره ان لا صبر له علی جهد المدینة ولاوائها، فقال له: ویحك لا آمرك بذلك إنی سمعت رسول الله، یقول: لا یصبر احد علی لاوائها فیموت إلا کنت له شفیعا، أو شهیدا یوم القیامة إذا کان مسلما" (صحیح مسلم ح ۳۰۳۳)

ابو سعید مولی مہری سے روایت ہے کہ وہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حرہ کی راتوں میں (یعنی جن دنوں مدینہ طیبہ میں ظالموں نے مدینہ طیبہ کو لوٹا ہے) اور مشورہ کیا ان سے کہ مدینہ سے کہیں اور چلے جائیں اور شکایت کی ان سے وہاں کی گرانی نرخ کی اور کثرت عیال کی اور خبر دی ان کو کہ مجھے صبر نہیں آسکتا مدینہ کی محنت اور بھوک پر، تو سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ خرابی ہو تیری میں تجھے تھوڑے یہاں رہنے کا حکم کرتا ہوں بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: کہ صبر نہیں کرتا ہے کوئی یہاں کی تکلیفوں پر اور پھر مرجاتا ہے مگر اس کا شفیع یا گواہ ہوں قیامت کے دن جب وہ مسلمان ہو۔

اہل مدینہ پر ظلم کے حوالے سے اور بھی پیش کیا جا سکتا ہے لیکن یہ سمجھنے والوں کے لیے کافی ہے کہ کس طرح یزیدی فوج نے ظلم کیے یہاں تک کہ پناہ حاصل کرنے والوں کا بھی پیچھا کیا جیسے سیدنا ابو سعید خدری کا واقعہ ہے[1] اور اصحاب کا مال لوٹنا یہ سب یزید کے حکم کے بغیر ہوتا رہا تو یہ ناممکن ہے چوں کہ واقعہ کربلا کے بعد پھر سے انتظامی غفلت کی تاویل پیش نہیں کی جاسکتی۔

---

[1] "حَدَّثَنَا وهب بن جریر قَالَ نَا أَبو عقیل الدَّوْرَقِی قَالَ سمعت أبا نضرة یحدث قال دخل أبو سعید الخدری یَوْم الحَرَّة غارا فدخل عَلَیْهِ رجل ثم خرج فَقَالَ لرجل من أهل الشام أدلك علی رجل تقتلها فلما انتهی الشامی إِلَی بَاب الْغَارِ وَقَالَ لأبی سعید وفی عنق أبی سعید السَّیْف الخرج إلی قَالَ لا وَإِن تدخل علی أقتلك فدخل الشامی فوضع أبو سعید السیف وَقَالَ بوء بِإِثْمِی وإثمك و کن من أَصْحَابِ النَّارِ وَذَلِكَ جَزَاء الظَّالِمِینَ فَقَالَ أَبو سعید الْخُدْرِی أَنْت قَالَ نعم قَالَ فَاسْتَغْفر لی قَالَ غفر الله لك"

(تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۳۹، وسندہ جید)

صحابہ کرامؓ کے اقوال کی روشنی میں

ماقبل ہم صحابہ کرامؓ کے موقف ذکر کر آئے ہیں، اب اس عنوان کے تحت سنابلی صاحب کے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا، سنابلی صاحب نے بعنوان یزید کے اخلاق و کردار کے تحت احادیث رسول، اقوال صحابہؓ اور اقوال تابعین سے استدلال کیا... احادیث رسول ﷺ میں چوں کہ دلائل کمزور ہیں اور کھینچ تان کر فضائل بنائے گئے اور غیر متعلق مبحث جس کا ہماری بحث سے تعلق نہیں جیسے بارہ خلفا والی حدیث میں اپنے مرضی کی شرح جو کسی پر حجت نہیں اسی طرح حدیث قسطنطنیہ کے تحت ایک طویل بحث کی گئی جس سے ہماری بحث کا کوئی تعلق نہیں، نہ ہی یزید کی شخصیت سے ہمیں کوئی سروکار ہے چوں کہ جتنے بھی جرائم ہیں وہ اس کے بعد کے ہیں اگر واقعی یزید اس معرکہ میں موجود تھا، اس لیے اس بحث کی بجائے حامیان یزید کے اصل دلائل کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اصحاب رسول کے تعلق سے سنابلی صاحب نے حضرت ابن عباسؓ کے اثر سے استدلال کیا ہے۔ ذیل میں اس اثر کی سند کی فنی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

صحابی رسول عبداللہ بن عباسؓ کا موقف

حضرت ابن عباس سے یزید کی مدح میں ایک اثر بہت نقل کیا جاتا ہے، کفایت اللہ سنابلی نے اس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یزید صحابہ کرامؓ کے ہاں صالح تھا۔ اس اثر کے باعث بہت سے لوگوں نے کف لسانی بھی کی... حالاں کہ یہ سیدنا ابن عباسؓ سے ثابت نہیں ہے۔ سنابلی صاحب کہتے ہیں:

امام أحمد بن يحيى، البلاذری (المتوفی ۲۷۹) اپنے استاد امام مدائنی سے نقل کرتے ہیں:

''الْمَدَائِنِي عَنْ عبد الرحمن بن مُعَاوِيَة قَالَ، قَالَ عامر بن مسعود الجمحي إنا لبمكة إذ مر بنا بريد ينعى معاوية، فنهضنا إلى ابن عباس وهو بمكة وعنده جماعة وقد وضعت المائدة ولم يؤت بالطعام فقلنا له: يا أبا العباس، جاء البريد بموت معاوية فوجم طويلا ثم قَالَ: اللهم أوسع

لِمُعَاوِيَةَ. أما والله ما كان مثل من قبله ولا يأتي بعده مثله وإن ابنه يزيد لمن صالحي أهله فالزموا مجالسكم وأعطوا طاعتكم وبيعتكم هات طعامك يا غلام. قَالَ: فبينا نحن كذلك إذ جاء رسول خالد بن العاص وهو على مكة يدعوه للبيعة فَقَالَ: قل له اقض حاجتك فيما بينك وبين من حضرك فإذا أمسينا جئتك، فرجع الرسول فَقَالَ: لا بد من حضورك فمضى فبايع" (انساب الاشراف للبلاذری: ۵/ ۲۹۰، واسنادہ حسن لذاتہ)

عامر بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم مکہ میں تھے کہ امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر دینے والا ہمارے پاس سے گزرا تو ہم عبداللہ بن عباسؓ کے پاس پہنچے۔ وہ بھی مکہ ہی میں تھے۔ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور دسترخوان لگایا جا چکا تھا، لیکن ابھی کھانا نہیں آیا تھا، تو ہم نے ان سے کہا: "اے ابوالعباس! ایک قاصد امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر لایا ہے۔" یہ سن کر عبداللہ بن عباسؓ کچھ دیر تک خاموش رہے۔ پھر فرمایا: "اے اللہ! معاویہؓ پر اپنی رحمت وسیع فرما۔ یقیناً آپ ان لوگوں کے مثل تو نہ تھے جو آپ سے پہلے گزر چکے، لیکن آپ کے بعد بھی آپ جیسا کوئی نہ دیکھنے کو ملے گا، اور آپ کے صاحبزادے یزید بن معاویہ آپ کے خاندان کے نیک و صالح ترین شخص ہیں، اس لیے اے لوگو! اپنی اپنی جگہوں پر رہو اور ان کی مکمل اطاعت کر کے ان کی بیعت کر لو۔" (اس کے بعد غلام سے کہا) "اے غلام! کھانا لے کر آؤ۔" عامر بن مسعود کہتے ہیں کہ ہم اسی حالت میں تھے کہ خالد بن العاص المخزومی کا قاصد آیا، وہ اس وقت مکہ کے عامل تھے، اس نے عبداللہ بن عباسؓ کو بیعت کے لیے بلایا، عبداللہ بن عباسؓ نے کہا: "اس سے کہہ دو کہ پہلے دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنا کام ختم کر لے اور شام ہوگی تو ہم اس کے پاس آ جائیں گے۔" (یہ سن کر قاصد چلا گیا) اور پھر واپس آیا اور کہا: "آپ کا حاضر ہونا ضروری ہے۔" پھر آپ گئے اور (یزید کی) بیعت کر لی۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۶۲۷)

جیسا کہ سنابلی صاحب نے باور کرایا ہے کہ سند میں راوی عبدالرحمن بن معاویہ دراصل عبدالرحمن بن معاویہ ابوالحویرث المدنی ہیں۔ اس پر دلیل قائم کرتے ہوئے ایک اصول وضع کرتے ہیں کہ:

اس طبقے میں کیوں کہ عبدالرحمن بن معاویہ کے نام سے یہی مشہور ہیں اور کسی طبقے میں جب کسی راوی کا نام مطلق ذکر ہو تو اس نام سے جو مشہور راوی ہوتا ہے، وہی مراد ہوتا ہے۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۶۳۲)

قارئین کرام! اس اصول کو ضرور یاد رکھئے گا، البتہ سنابلی صاحب نے کوئی بھی صریح دلائل نقل نہیں کیے کہ مدائنی کے استاد یہی عبدالرحمن بن معاویہ ابی الحویرث ہیں یا عامر بن مسعود کے شاگرد ہیں، جب کہ اس کے برعکس ظنی باتیں کی ہیں، خیر ہم ان کے مقابلے میں صریح دلیل رکھتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنابلی صاحب کا تعین غلط ہے۔

چناں چہ احمد بن یحیی بلاذری کہتے ہیں:

''اَلْمَدَائِنِی عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُعَاوِیَةَ الزِیَادِی....''

(انساب الاشراف للبلاذری ج ۷ ص ۲۴۶)

اس سند سے معلوم ہو گیا کہ مدائنی کے شیخ عبدالرحمن بن معاویہ الزیادی ہیں نہ کہ عبدالرحمن بن معاویہ المدنی الزرقی... عبدالرحمن بن معاویہ الزیادی کے حالات ہمیں نہیں مل سکے، اس لیے یہ راوی مجہول العین ہے اور اثر ابن عباسؓ بالکل ضعیف و مردود ہے۔

اس روایت پر دوسرا اعتراض یہ ہے کہ سند کے راوی عامر بن مسعود کی بھی صریح توثیق موجود نہیں ہے۔ سنابلی صاحب نے امام ابن حبان، امام ابن خزیمہ اور امام مقدسی سے تعدیل نقل کی ہیں۔ جب کہ اس راوی کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، لیکن ایسے راوی کے تعلق سے محدثین کا کوئی کلام نہیں ملتا... مزید امام ابن حبان متساہل ہیں، اس لیے محدثین کے ہاں ان کی منفرد توثیق معتبر نہیں ہوتی اور امام مقدسی اور امام ابن خزیمہ کے متعلق معلوم نہیں کہ اُنہوں نے صحت کے باعث اُن کی روایت اپنی کتاب میں لی ہے یا تعدیل مراد ہے۔ یہاں معاملہ غیر واضح ہے، اور صرف گمان کے باعث راوی کی توثیق معتبر نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ امام مقدسی کہتے ہیں:

''عامر بن مسعود بن عامر خلف بن وهب القرشی الجمحی رضی الله عنه وقد اختلف فی صحبته قال الإمام أحمد أری له صحبة وقال یحیی بن معین لیست له صحبة والله أعلم'' (الاحادیث المختارۃ ج ۸ ص ۲۰۸)

اس عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام ضیاء الدین مقدسی عامر بن مسعود کو صحابی مانتے ہیں۔ جب کہ دلائل اسی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ صحابی نہیں ہیں۔ خود سنابلی صاحب کی بھی یہی رائے ہے، تو ظاہر ہے کہ تابعی کی توثیق درکار ہے اور یہی معاملہ امام ابن خزیمہ کا ہے، چوں کہ وہ اس روایت کو اپنی "صحیح" میں لے کر آئے ہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ ایک مرسل کو "صحیح" میں لے کر آئیں اور اسے صحیح بھی سمجھیں۔

تیسرا اعتراض یہ ہے کہ مدائنی کے عبدالرحمن بن معاویہ ابی الحویرث سے سماع پر صریح دلائل موجود نہیں اور ظنی دلائل بھی کمزور ہیں۔ محض ظن کے باعث روایت کی تصحیح کیسے کی جاسکتی ہے؟ جب کہ سنابلی صاحب مدائنی کو عبدالرحمن بن معاویہ المدنی کا ہم عصر تک بھی ثابت نہیں کر سکتے.. اور روایت کو اسنادہ صحیح وحسن لذاتہ کہتے ہیں۔ فیا للعجب!

سنابلی صاحب نے جتنی بھی تواریخ وفات نقل کی ہیں، ان میں سے کسی سے بھی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مدائنی ہم عصر ہیں، بل کہ ان کا اس دور میں پیدا ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔ سوائے قول حسین بن [illegible]م کے... جو کہ خود سنابلی صاحب تسلیم کر چکے ہیں، کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ ذرا ان کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"ان میں سے کوئی قول بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔"

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۶۵۶)

یہاں سنابلی صاحب نے دو باتوں کو ملا دیا ہے، ایک ہے حسین بن [illegible]م تک قول کا ثابت ہونا اور ایک ہے مدائنی کے ہم عصر کے قول کا ہونا، بعد والے علماء کا قول ان کے اپنے علم کے مطابق ہی ہے، لیکن حسین بن [illegible]م تک تو قول ہی سنداً ثابت نہیں ہے تو جو قول ثابت ہی نہیں... اس کا مقابلہ ایسے قول سے کیسے کیا جا سکتا ہے جو ثابت ہے؟ اور تاریخ وفات جیسے مسئلے میں ہم عصر کے قول کا ہونا بھی کوئی ضروری نہیں اور ان علماء کے کسی قول سے سنابلی صاحب استدلال نہیں کر سکتے۔ رہی بات قول حسین بن فہم کی تو اسے بھی سنابلی صاحب مکمل تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

ابن ندیم کہتے ہیں: "ما رواہ محمد بن یحیی عن الحسین بن فہم عنہ انہ قال ولدت سنة خمس وثلاثین ومائة ومات سنة خمس عشرة ومائتین"

اس غیر ثابت قول کے تحت بھی ولادت ۱۳۵ھ بنتی ہے، لیکن سنابلی صاحب آدھے قول کو مانتے ہیں اور آدھے کا انکار کرتے ہیں، جب کہ یہ کہنا کہ ۹۲ سال کی عمر کے تحت ہی چلنا ہے، تو حضرت! قول حسینؒ بن کلثومؒ کو کیوں لیتے ہیں، ان کے تحت یہی ولادت و وفات بنتی ہے یا مکمل رائے لے لیں یا مکمل رد کر دیں۔ (الفہرست لابن الندیم ص ۱۳۰)

الغرض سنابلی صاحب مکمل مشکل میں گرفتار ہو چکے ہیں اور یہ روایت ایک سے زائد وجوہات کے باعث ضعیف ہے۔ مدائنی کی تواریخ وفات جو علماء نے نقل کی ہیں، وہ ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۸، اور ۲۳۱ ہجری ہیں۔ (تاریخ الطبری ج ۹ ص ۱۲۴، المنتظم لابن الجوزی ج ۱۱ ص ۹۵، ارشاد الاریب ج ۴ ص ۱۸۵۲ النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۲۵۹)

ان تواریخ وفات کے مطابق ابو الحسن مدائنی کی ولادت عبدالرحمن بن معاویہ ابو الحویرث کی وفات کے بعد کی بنتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہاں انقطاع ہو سکتا ہے، یا پھر سنابلی صاحب کا تعین ہی غلط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا موقف

سنابلی صاحب نے یزید کے دفاع کرنے والوں میں صحابی رسول سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ کا نام بھی ذکر کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ کا صحیح موقف سمجھ لینا چاہیے۔ عبداللہ ابن عمرؓ کے ہاں اگر بیعت قائم ہو جائے تو اسے توڑا نہیں جا سکتا ... بے شک وہ اس پر شرعی دلائل رکھتے ہیں، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ حالات کے اعتبار سے فیصلہ کرنے میں مجتہد ہیں اور ان کے اجتہاد سے باقی صحابہ کرامؓ اور تابعین نے اختلاف بھی کیا ہے اور ممکن ہے بعض نے اتفاق بھی کیا ہو، اس لیے ان کے اجتہاد کو ہر ایک پر حجت نہیں قرار دیا جا سکتا مزید یہ کہ اس سے یزید کا دفاع لازم نہیں آتا، بلکہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی لازم آتی ہے۔ جب کہ ان کا موقف یزید کے متعلق کیا تھا یہ بھی دیکھ لیجیے۔

امام ابو نعیم کہتے ہیں:

"حدثنا محمد بن علی، ثنا الحسین بن مودود ثنا سلیمان بن یوسف ثنا یعقوب بن إبراهیم بن سعد، ثنا أبی، عن صالح بن کیسان، عن ابن شهاب، قال: أخبرنی القاسم بن محمد بن أبی بکر، أن معاویة أخبر أن عبد الله

بن عمر وعبد الرحمن بن أبي بكر وعبد الله بن الزبير خرجوا من المدينة عائذين بالكعبة من بيعة يزيد بن معاوية."

(حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء ج ۱ ص ۳۳۱، وسندہ صحیح)

قاسم بن محمد بن ابی بکر کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ کو خبر دی گئی کہ عبداللہ بن عمر، عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ ابن زبیرؓ بیعت یزید سے بچنے کے لئے مدینہ سے نکل کر مکہ آ گئے ہیں۔

امام خلیفہ بن خیاط کہتے ہیں: "حَدَّثَنَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْن مَهْدِي قَالَ نَا سُفْيَانَ عَن مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ قَالَ ابْن عُمر حِين بويع يَزِيد بن مُعَاوِيَة إِن كَانَ خيرا رضينَا وَإِن كَانَ بَلَاء صبرنا" (تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۱۷، وسندہ صحیح: العبر الصواب علیہ ابن ابی الدنیا رقم ۱۶۹، وسندہ صحیح لسان المیزان ج ۶ ص ۲۹۴)

ابن عمرؓ نے اس وقت جب وہ یزید کی بیعت کے لیے آئے تو کہا کہ اگر یہ خیر ہے تو ہم راضی ہیں اور اگر یہ شر ہے تو ہم صبر کرتے ہیں۔

پہلے تو آپ بیعت کرنے کو بھی تیار نہ تھے اور بیعت کرنے سے بچتے رہے، لیکن سختی کے باعث بیعت کے لیے راضی ہوئے۔ تب بھی ان کا موقف واضح تھا کہ وہ اس معاملے میں صبر کریں گے، اہل مدینہ واہل مکہ کے لوگوں کا موقف الگ تھا اور ماقبل ہم یہ بحث کر آئے ہیں کہ یزید کی امارت اس درجے کی نہ تھی کہ جہاں خروج ناجائز ہو، البتہ سیدنا ابن عمر اقوال نبی اکرم ﷺ کے تحت ہی اپنا موقف رکھتے تھے اور ان کا غصہ کرنا بھی احادیث رسول ﷺ کے باعث ہی ہے۔ اس کا تعلق یزید کے دفاع سے بالکل نہیں ہے۔ آج بھی خلافت قائم ہو جائے اور وقت کے خلیفہ میں خیر سے زیادہ شر بھی ہو تب بھی علماء خروج کرنے کا حکم نہیں دیں گے تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائے کہ علماء اس خلیفہ کا دفاع کر رہے ہیں؟ یقیناً نہیں... تو ادھر بھی مقصد یزید کا دفاع نہیں تھا یہ حضرت ابن عمرؓ کا اجتہاد تھا جیسے دوسرے اصحاب نے اجتہاد کیا۔ مجھے تعجب ہے کہ سنابلی صاحب نے اتنی سیدھی سی بات کو کیسے عوام کے سامنے الگ طریقے سے پیش کیا ہے، جب کہ وہ ان باتوں سے بے خبر نہیں ہیں۔

ساتھ ہی سنابلی صاحب نے حضرت ابن زبیرؓ کو باغی ثابت کرنے میں بھی کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے، اس روایت کے ساتھ وہ ایک اور روایت بھی لے آتے ہیں، البتہ موضوع کے تحت تو اس کا جواب دینے کی ہمیں ضرورت نہیں تھی، لیکن چوں کہ یہ روایت آگئی ہے، تو اس کی بھی وضاحت کئے دیتے ہیں۔

امام بیہقی کہتے ہیں:

''حدثنا أبو عبد الله الحافظ، إملاء، ثنا أبو عبد الله محمد بن عبد الله الزاهد، ثنا أحمد بن محمد بن مهدي بن رستم، ثنا بشر بن شعيب بن أبي حمزة القرشي، حدثني أبي ح، وأخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان، ببغداد أنبأ عبد الله بن جعفر بن درستويه، ثنا يعقوب بن سفيان ثنا الحجاج بن أبي منيع، ثنا جدي، وثنا يعقوب حدثني محمد بن يحيى بن إسماعيل، عن ابن وهب عن يونس، جميعا عن الزهري، وهذا لفظ حديث شعيب بن أبي حمزة، عن الزهري، أخبرني حمزة بن عبد الله بن عمر، أنه بينما هو جالس مع عبد الله بن عمر إذ جاءه رجل من أهل العراق فقال: يا أبا عبد الرحمن إني والله لقد حرصت أن اتسمت بسمتك، وأقتدي بك في أمر فرقة الناس، وأعتزل الشر ما استطعت، وإني أقرأ آية من كتاب الله محكمة قد أخذت بقلبي، فأخبرني عنها أرأيت قول الله تبارك وتعالى: " وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا بينهما، فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي حتى تفيء إلى أمر الله، فإن فاءت فأصلحوا بينهما بالعدل، وأقسطوا إن الله يحب المقسطين} [الحجرات 9] أخبرني عن هذه الآية، فقال عبد الله ومالك ولذلك انصرف عني، فانطلق حتى توارى عنا سواده، أقبل علينا عبد الله بن عمر فقال: ما وجدت في نفسي من شيء من أمر هذه الأمة ما وجدت في نفسي أني لم أقاتل هذه الفئة الباغية كما أمرني الله عز وجل زاد القطان في روايته قال حمزة فقلنا له: ومن ترى الفئة الباغية؟ قال ابن عمر ابن الزبير بغي على هؤلاء القوم، فأخرجهم من ديارهم، ونكث عهدهم. ففي

قول عبد الله بن عمر هذا دلالة على "جواز استعمال الآية فى قتال الفئة الباغية" (السنن الکبری للبیہقی ج ۸ ص ۲۹۸، ح ۱۶۷۰۶)

سنابلی صاحب نے اس روایت کے آخری حصے سے استدلال کیا ہے، جو کہ یہ ہے:

"قال حمزة فقلنا له ومن ترى الفئة الباغية؟ قال ابن عمر ابن الزبير بغى على هؤلاء القوم, فأخرجهم من ديارهم, ونكث عهدهم. ففى قول عبد الله بن عمر هذا دلالة على جواز استعمال الآية فى قتال الفئة الباغية"

یعنی حضرت ابن عمر حضرت ابن زبیرؓ کو باغی قرار دیتے ہیں اور فتنے کی وجہ قرار دیتے ہیں۔ یہ الفاظ امام بیہقی نے اس سند سے نقل کیے ہیں:

"وأخبرنا أبو الحسين بن الفضل القطان ببغداد, أنبأ عبد الله بن جعفر بن درستويه, ثنا يعقوب بن سفيان ثنا الحجاج بن أبى منيع ثنا جدى وثنا يعقوب حدثنى محمد بن يحيى بن إسماعيل, عن ابن وهب, عن يونس عن الزهرى..."

اس روایت کے آخری حصے کو امام زہری کے شاگرد شعیب بن ابی حمزہ نے نقل نہیں کیا ہے، جب کہ یہ الفاظ یونس بن یزید الایلی کے نقل کردہ ہیں۔ شعیب بن ابی حمزہ ثقہ ثبت راوی ہیں اور یونس سے اوثق راوی ہیں، اس لیے ان کی ہی روایت راجح قرار دی جائے گی، جیسا کہ امام احمد نے کہا۔ امام ابوزرعہ دمشقی کہتے ہیں:

"حدثنى أحمد بن حنبل قال: رأيت كتب شعيب, فرأيت كتبا مضبوطة مقيّدة ورفع أحمد من ذكره. قلت: فأين هو من يونس؟ قال: فوقه. قلت: فأين هو من عقيل؟ قال: فوقه. قلت: فأين هو من الزبيدى؟ قال: مثله" (تاریخ أبی زرعۃ الدمشقی ج ۱ ص ۴۳۳)

امام احمدؒ سے جب یہ پوچھا گیا کہ شعیب بن ابی حمزہ کا درجہ یونس کی نسبت کیسا ہے، تو انہوں نے یہی فرمایا کہ شعیب ان کی نسبت مرتبے کے اعتبار سے بلند ہیں۔ معلوم ہوا کہ شعیب بن ابی حمزہ روایت حدیث کے اعتبار سے مجموعی طور پر یونس بن یزید سے اوثق ہیں، کما قال الامام احمد!

امام مزی کہتے ہیں: ''قال أبو عبد الله يونس كثير الخطأ عن الزهري، وعقيل أقل خطأ منه'' (تہذیب الکمال فی أسماء الرجال ج ۳۲ ص ۵۵۵)

اسی طرح امام احمد سے یہ قول بھی مروی ہے:

''وقال أبو زرعة الدمشقي: سمعت أبا عبد الله أحمد بن حنبل يقول: في حديث يونس بن يزيد منكرات عن الزهري، منها عن سالم عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم: فيما سقت السماء العشر'' (ایضاً)

مزید یہ اضافہ ایک صحیح اثر کے بھی خلاف ہے۔ چناں چہ امام ابن ابی الدنیا کہتے ہیں:

''قال: حدثنا محمد بن عبيد الله ابن المنادي، حدثنا روح بن عبادة حدثنا العوام بن حوشب عن عياش العامري عن سعيد بن جبير قال: لما حضرت ابن عمر الوفاة قال: ما آسى على شيء إلا على ظمأ الهواجر، ومكابدة الليل، وأني لم أقاتل الفئة الباغية التي نزلت بنا. يعني الحجاج''

(المحتضرین لابن ابی الدنیا ح ۲۱۳، و إسنادہ صحیح)

جب حضرت ابن عمرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے کہا: مجھے کسی چیز کا افسوس نہیں ہے سوائے ان چیزوں کے دوپہر کی گرمیوں میں پیاسا رہنا اور رات کو مشقت اٹھانے میں اور مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں اس باغی جماعت سے قتال نہیں کر سکا جو ہمارے بیچ آیا تھا۔ ان کی مراد حجاج تھا۔

اس سند میں امام سعید بن جبیرؒ ثقہ تابعی نے حضرت ابن عمرؓ کا موقف ذکر کر دیا ہے، جو کہ یونس بن یزید کی روایت کے خلاف ہے۔ چناں چہ راجح یہی ہے کہ سیدنا ابن عمرؓ نے یہ الفاظ حجاج کے لیے کہے فتدبر... خلاصتاً یونس امام زہری سے بیان کرنے میں خطا کرتے تھے، امام زہری سے ان کی منکرات بھی ہیں اور یہ روایت بھی وہ امام زہری سے ہی بیان کر رہے ہیں تو ایک اوثق راوی کی مخالفت اور ایک صحیح اثر کی موجودگی میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ یونس نے یہاں زہری سے جو زیادتی بیان کی ہے وہ محفوظ نہیں ہے، اس لیے یہ حوالہ بھی قابل استدلال نہیں ہے۔

موقف امام حسینؓ بن علی رضی اللہ عنہ

سنابلی صاحب نے یزید کے دفاع کے لیے سیدنا حسینؓ سے بھی تعدیل ڈھونڈ لی ہے، گویا موصوف بہت دور کی کوڑی لائے ہیں۔ آپ مضمون کا عنوان لکھتے ہیں:

نواسہ رسول حسینؓ کا یزید کو امیر المومنین کہنا

(یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۶۸۷)

پھر اگلے صفحے پر استدلال کرتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ حسینؓ کی نظر میں یزید خلافت کے اہل تھے اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے ان کے اندر کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی، ورنہ حسینؓ انہیں امیر المومنین جیسے مقدس لفظ سے متصف نا کرتے تھے۔ (ایضاً ص ۶۸۳)

سوال پیدا یہ ہوتا ہے: کیا لفظ امیر المومنین سے تعدیل ہوتی ہے؟ اور اس سے قطع نظر کہ یہ الفاظ تعدیل ہیں یا نہیں، یہ الفاظ ثابت بھی ہیں؟ اس پر بھی نظر کیجیے، کیونکہ یہی روایت جب بلاذری نقل کرتے ہیں، تو اس روایت میں امیر المومنین کے الفاظ نقل نہیں ہوئے۔

بلاذری بسند نقل کرتے ہیں:

"والله ما ندري غير أنا لا نقدر على أن نخرج أو نلج. فانطلق يسير نحو الشام إلى يزيد فلقيته جنود بكربلاء فناشدهم الله. وكان بعث إليه عمر بن سعد وشمر بن ذي الجوشن وحصين بن تميم فناشدهم الله أن يسيروا إلى يزيد في وضع يده في يده" (الانساب ج ۳ ص ۱۷۳)

اس سند کے راوی سعید بن سلیمان السعدیہ الحافظ کے متعلق امام العلل احمد بن حنبل کہتے ہیں:

"قال عبد الله بن أحمد: سمعت أبي وذكر سعيد بن سليمان. قال: كان صاحب تصحيف ما شئت" (العلل ح ۹۴۴)

یہ راوی ثقہ ہے، لیکن محدثین نے اس پر کلام کیا ہے، اس تعلق سے کہ یہ راوی تصحیف کر دیتا تھا۔ جیسا امام احمد نے کہا اور ممکن ہے کہ راوی نے امیر المومنین کا اضافہ خود کر دیا ہو یا اس لفظ کو حذف کر دیا ہو یا اسے بالمعنی روایت کیا ہو، خیر چوں کہ اس روایت کی متابعت

نہیں ہے، اس لیے یہ حصہ قابل استدلال نہیں ہے۔ یہ الفاظ روایت میں موجود ہیں یا نہیں، لیکن بذات خود اس لفظ سے کوئی تعدیل ثابت نہیں ہوتی اور اگر ایسا کہا بھی تو یہ کوئی تعدیل نہیں یزید کی حکومتی فوج کے سامنے ان کے امیر کو اسی عہدے سے ذکر کرنا کوئی ایسی بات نہیں جس سے تعدیل کشید کر لی جائے، قاضی ابو یعلی امام احمد بن حنبل سے نقل کرتے ہیں:

''ومن غلبهم بالسيف حتى صار خليفة وسمي أمير المؤمنين لا يحل لأحد يؤمن بالله واليوم الآخر أن يبيت ولا يراه إماماً عليه، براً كان أو فاجراً، فهو أمير المؤمنين'' (الاحکام السلطانیہ ص ۲۰)

جو تلوار کے زور پر غالب ہو یہاں تک کہ وہ خلیفہ بن جائے اور وہ امیر المومنین کہلائے تو اللہ پر ایمان رکھنے والے کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ رات اس حال میں گزارے کہ وہ اسے امام نہ سمجھے، خواہ وہ نیک ہو یا فاجر وہ "امیر المومنین" ہیں۔

امام احمد معتزلی خلیفہ معتصم باللہ کو بھی امیر المومنین کہا کرتے تھے، اس کے لیے ان کے مناظرے دیکھے جا سکتے ہیں۔

امام ابن کثیر کہتے ہیں: ''يزيد بن معاوية هو يزيد بن معاوية بن أبي سفيان بن صخر بن حرب بن أمية بن عبد شمس، أمير المؤمنين أبو خالد الأموي، ولد سنة خمس أو ست أو سبع وعشرين، وبويع له بالخلافة في حياة أبي'' (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۴۸)

امام ابن کثیر "امیر المومنین" یزید کے متعلق کہتے ہیں:

''وكان فيه أيضا إقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات في بعض الأوقات، وإماتتها في غالب الأوقات''

اور یہ بھی تھا کہ شہوتوں کی طرف اس کی توجہ تھی اور بعض اوقات نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر اوقات میں نماز گزار کر پڑھتا تھا۔

پھر ایک جگہ کہتے ہیں: ''قلت: يزيد بن معاوية أكثر ما نقم عليه في عمله شرب الخمر وإتيان بعض الفواحش، فأما قتل الحسين فإنه كما قال جده أبو سفيان يوم أحد لم يأمر بذلك ولم يسؤه'' (البدایۃ والنہایۃ، ج ۸ ص ۲۵۴)

میں کہتا ہوں کہ یزید پر جن اعمال کی وجہ سے زیادہ تنقید ہوئی، وہ شراب پینا ہے اور بعض بے حیائیوں کا ارتکاب کرنا ہے، اور رہی سیدنا حسینؓ کو قتل کرنا تو وہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ان کے دادا حضرت ابوسفیان نے احد کے دن کہا تھا: "نہ تو انہوں نے اس کا حکم دیا تھا اور نہ ہی انہیں اس کا کوئی دکھ ہے۔

اس کے بعد ہم پھر سے سنابلی صاحب کے الفاظ بیان کرتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ حسینؓ کی نظر میں یزید خلافت کے اہل تھے اور اخلاق و کردار کے اعتبار سے ان کے اندر کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی، ورنہ حسینؓ انہیں امیر المومنین جیسے مقدس لفظ سے متصف نا کرتے۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ)

یہ لیجیے! امام ابن کثیر بھی یزید کے ترجمہ میں اسے امیر المومنین کہتے ہیں کیا وہ بھی اسے عادل اور اہل خلیفہ سمجھتے تھے، اور اخلاق و کردار میں کوئی اعتراض نہیں رکھتے تھے؟

الغرض یہ ایک انتظامی لقب تھا، اس کے مقدس ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے، نہ ہی سیدنا حسینؓ کے متعلق معلوم ہے کہ انہوں نے تعظیماً ایسا کہا... مزید ہم ماقبل دلائل سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ امام حسینؓ نے نہ صرف یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا، بل کہ وہ یزید کے خلاف حکومت بھی قائم کرنا چاہتے تھے یا خروج کا ارادہ رکھتے تھے، اگر اس قول سے یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یزید کو وہ واقعی ہی امیر المومنین سمجھتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی؟

امام عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا موقف

امام ابن زبیرؓ نے تو یزید کے خلاف خروج تک کیا اور اپنی خلافت قائم کر دی تھی، اس کے باوجود بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابن زبیرؓ یا کسی اور صحابی نے یزید کے متعلق کوئی کلام نہیں کیا، فیا للعجب .... یعنی تلوار تو اٹھالی، لیکن کلام نہیں کیا! البتہ امام ابن زبیرؓ سے تو یزید کے متعلق اقوال بھی موجود ہیں، جسے ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ امام سلیمان بن احمد طبرانی کہتے ہیں:

"حدثنا علی بن المبارك، قال: ثنا زید بن المبارك، قال: ثنا عبدالملك بن عبد الرحمن الذماری، قال: ثنا القاسم بن معن، عن هشام

بن عروة، عن أبيه، قال: لما مات معاوية، تثاقل عبدالله بن الزبير عن طاعة يزيد بن معاوية، وأظهر شتمه، فبلغ ذالك يزيد فأقسم لا يؤتى به إلا مغلولا، وإلا أرسل إليه فقيل) لابن الزبير: ألا نصنع لك أغلالا من فضة تلبس عليها الثوب، وتبر قسمه؛ فالصلح أجمل بك؟! قال: فلا أبر - والله قسمه، ثم قال ولا ألين لغير الحق أسأله..... حتى يلين لضرس الماضغ الحجر ثم قال: والله لضربة بسيف في عز أحب إلي من ضربة في ذل. ثم دعا إلى نفسه، وأظهر الخلاف ليزيد بن معاوية"

(المعجم الکبیر للطبرانی ج ۱۳ ص ۹۲ ح ۲۳۰ واسنادہ حسن لذاتہ، ط: مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ)

عروہ کہتے ہیں: جب معاویہؓ بن سفیان کی وفات ہوئی تو عبداللہ بن زبیرؓ جان بوجھ کر یزید کی بیعت سے پہلوتہی کرنے لگے، اور اعلانیہ طور پر اسے برا بھلا کہنے لگے۔ یزید بن معاویہؓ کو جب اس کی خبر ملی تو کہنے لگا: "بخدا ابن زبیرؓ کو بیڑیوں اور طوقوں میں گرفتار کر کے لایا جائے، ورنہ میں اس پر لشکر کشی کروں گا۔

ابن زبیرؓ سے کہا گیا: ہم آپ کے لیے چاندی کا طوق نا بنا دیں؟ آپ اسے کپڑوں کے نیچے پہن لیں، یوں یزید کی قسم پوری ہو جائے گی اور آپ صلح کر لیں۔ آپ نے فرمایا: "اللہ پاک اس کی قسم کو پورا نہ کرے۔"

پھر مندرجہ ذیل شعر پڑھنے لگے:

جس ناحق کا مجھ سے مطالبہ کیا گیا ہے، میں اس کے لیے نرمی نہیں دکھلاؤں گا یہاں تک کہ چبانے والی داڑھوں کے لیے پتھر نرم نہ ہو جائے۔" پھر فرمایا: بخدا عزت کی تلوار ذلت کے کوڑے سے بدرجہا بہتر ہے۔" پھر لوگوں کو اپنے ہاتھ پر بیعت کرنے کی دعوت دی اور یزید کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔

اس روایت کو جب ہم نے سنابلی صاحب کے سامنے پیش کیا... تو انہوں نے درج ذیل اعتراض کیے:

۱..... عبدالملک الزماری ضعیف ہے۔

۲..... علی بن مبارک کی توثیق درکار ہے۔

۳..... روایت میں اضطراب ہے۔

۴..... روایت میں یزید بن المبارک نہیں بل کہ زید بن مبارک ہے۔

موخر الذکر اعتراض پر موصوف ہم سے بحث بھی کر چکے ہیں۔ علی بن مبارک کی توثیق اور عبد الملک الزماری کا تعین اور توثیق پر بھی ہم ماقبل بحث کر آئے ہیں اور روایت میں زید بن المبارک ہی ہے اور زید ثقہ راوی ہیں۔ اس اعتراض سے روایت پر کسی قسم کا فرق نہیں پڑتا۔ بس سنابلی صاحب نے محض اپنا محدثانہ رعب دکھانے کے لیے یہ اعتراض کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس روایت پر کوئی اور اعتراض باقی نہیں رہتا۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یزید نے بادشاہوں والی خواہش کی تھی کہ امام ابن زبیرؓ اس کے سامنے سونے کا طوق پہن کر حاضر ہوں اور بیعت کریں، لیکن ابن زبیرؓ کا جواب واضح تھا کہ وہ یزید پر جرح کرتے تھے۔ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی کی جرح دکھاؤ تو ان کا مطالبہ ہم نے پورا کر دیا ہے، الحمد للہ!

امام زرقی کہتے ہیں:

''حدثنا أبو الوليد قال: حدثني جدي أحمد بن محمد عن سعيد بن سالم، عن ابن جريج، قال: سمعت غير واحد من أهل العلم ممن حضر ابن الزبير حين هدم الكعبة وبناها قالوا: لما أبطأ عبد الله بن الزبير عن بيعة يزيد بن معاوية، وتخلف وخشي منهم، لحق بمكة ليمتنع بالحرم وجمع مواليه، وجعل يظهر عيب يزيد بن معاوية ويشتمه ويذكر شربه الخمر وغير ذلك، ويثبط الناس عنه ويجتمع الناس إليه''

(أخبار المکہ للزرقی ج ۱ ص ۲۰۱، اسنادہ لا باس بہ)

ابن جریج کہتے ہیں میں نے سنا متعدد اہل علم سے ابن زبیرؓ جو کہ کعبہ کو منہدم کر کے دوبارہ تعمیر کرتے وقت موجود تھے۔ جب عبد اللہ ابن زبیرؓ یزید کی بیعت سے پس و پیش رہے اور اس سے پیچھے رہے تو انہیں یزیدیوں کے ظلم کا خوف ہوا، چنانچہ وہ مکہ آ گئے، تاکہ حرم میں پناہ لیں۔ یہاں انہوں نے اپنے خادموں کو جمع کیا اور یزید بن معاویہؓ کے عیوب کھلے عام ظاہر کرنے لگے، اس کی برائیاں کرنے لگے اور یزید کا شراب پینا وغیرہ ذکر کیا اور لوگوں کو اس سے باز کرنے لگ پڑے اور لوگ ان کے گرد جمع ہونے لگ گئے۔

سند کی تحقیق

۱: احمد بن ولید زرقی:

امام دارقطنی کہتے ہیں: ثقہ (الموسوعۃ أقوال أبي الحسن الدارقطني ح ۳۶۲)

امام مغلطائی حنفی کہتے ہیں: ''وقال ابن سعد: هو ثقة كثير الحديث''

(اکمال تہذیب الکمال ج ۱ ص ۱۴۱)

۲: سعید بن سالم مکی:

امام ابن معین کہتے ہیں: ''سعيد بن سالم المكي فقال ليس به بأس''

(استاریخ ابن معین روایۃ ابن محرز ج ۱ ص ۹۰)

امام علی بن مدینی کہتے ہیں:

''وسألت عليا عن سعيد بن سالم القداح فقال كان ثقة ولم يكن بالقوي'' (سوالات ابن أبي شيبة لابن مدینی ج ۱۳۳)

امام ابن ابی حاتم کہتے ہیں:

''سمعت أبي يقول سعيد بن سالم محله الصدق. حدثنا عبد الرحمن قال سمعت أبا زرعة يقول: سعيد بن سالم القداح هو عندي إلى الصدق ما هو'' (الجرح والتعدیل ج ۴ ص ۳۱)

امام ابن عدی کہتے ہیں: ''وهو حسن الحديث وأحاديثه مستقيمة''

(الکامل لابن عدی ج ۴ ص ۴۵۴)

ان پر ارجاء کے باعث جرح ہوئی ورنہ یہ حسن الحدیث ہیں۔

۳: عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج

یہ مشہور ثقہ امام ہیں۔ امام ذہبی کہتے ہیں: ''الإمام. العلامة. الحافظ شيخ الحرم'' (سیر أعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۶۷)

اس سند پر ممکنہ اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ امام ابن جریج نے یہ روایت غیر واحد اہل علم سے سنی ہے جن کے نام معلوم نہیں ہیں، لیکن اس سے پہلے ہم ایک حسن سند سے

روایت نقل کر آئے ہیں، ابن زبیرؓ نے یزید پر جرح کی تھی تو یہ روایت اس متابعت میں ہے، مزید تاریخی روایات میں اس قدر سختی نہیں ہے، جب ابن جریج نے اہل علم کہہ کر تعدیل کی ہے تو یہ بات کافی ہے، الا یہ کہ اس روایت کے الفاظ کسی صحیح روایت کے خلاف آجائیں تو راجح وہی روایت ہوگی۔

صحابی رسول معقل بن سنان رضی اللہ عنہ کا موقف

صحابی رسول معقل بن سنان کا موقف یزید کے متعلق خاصا شدید تھا، وہ یزید کو فاسق اور شرابی تک کہتے تھے۔ امام ابن عساکر کہتے ہیں:

''فقال سقاك الله أيها الأمير من شراب الجنة قال لا جرم والله لا تشرب بعدها لا أم لك شرابا حتى تشرب من حميم جهنم قال أنشدك الله والرحم قال ألست القائل ليلة لقيتك بطبرية وأنت منصرف من عند أمير المؤمنين وقد أحسن جائزتك سرنا شهرا وحسرنا ظهرا ورجعنا صفرا نرجع إلى المدينة فنخلع الفاسق شارب الخمر ونبايع رجلا من المهاجرين أو أبناء المهاجرين ياتيس أشجع فيم غطفان وأشجع من الخلع والتأمير إني والله عاهدت الله لا ألقاك في حرب فيها على قتلك إلا قتلتك وأمر به فقتل'' (تاریخ دمشق لابن عساکر ط دار الفکر، ج ٥٩ ص ١٨٠، ١٨١، بإسنادہ لا بأس بہ)

انہوں (معقل) نے جواب دیا: ''اے امیر! اللہ تعالیٰ تجھے جنت کا مشروب پلائے۔'' تو اس نے جواب میں کہا: ''یقیناً اس کے بعد تم جہنم کے کھولتے ہوئے پانی کے سوا کچھ نہیں پیو گے، تو اپنی ماں کی اولاد نہیں۔'' تو انہوں نے کہا: ''میں تجھے اللہ تعالیٰ اور رشتے داری کا واسطہ دیتا ہوں۔ تو مسلم نے کہا: ''کیا تم نے اس رات یہ بات نہیں کہی تھی جس رات طبریہ میں، میں تجھے ملا تھا۔ جب تم امیر المومنین کے ہاں سے واپس آرہے تھے، حالاں کہ نے انہوں نے تجھے اچھا خاصا عطیہ عطا کر دیا تھا، ہم نے مہینے کا سفر کیا اور اپنے سواری تھکا دی۔ لیکن خالی ہاتھ لوٹ آئے۔ ہم مدینہ واپس جا کر اس فاسق شراب خور کی بیعت سے نکلیں گے اور مہاجرین یا ان کی اولاد میں سے کسی کی بیعت کریں گے۔ پھر کہا: ''میں نے

اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ تو مجھے کسی بھی جنگ میں ملے گا تو میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ پھر ان کے قتل کا حکم دیا، اور وہ قتل کر دیے گئے۔

سند کی تحقیق

۱: أبو غالب الوردی

امام ذہبی کہتے ہیں: ''الشیخ الإمام، المحدث الصدوق''

(سیر أعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۵۸۹)

۲: ابوالحسین الطیوری

امام ذہبی کہتے ہیں:

''الشیخ الإمام، المحدث العالم المفید، بقیة النقلة المکثرین أبو الحسین المبارك بن عبد الجبار'' (سیر أعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۲۱٤)

۳: ابواحسن محمد بن عبدالواحد البزار الحسن

امام خطیب بغدادی کہتے ہیں: ''ثقة'' (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳٦۱)

۴: ابوبکر بن شاذان

امام ذہبی کہتے ہیں: ''الشیخ الإمام، المحدث الثقة المتقن أبو بکر أحمد بن إبراهیم بن الحسن بن محمد بن شاذان... قال الأزهری: کان حجة ثبتا'' (سیر أعلام النبلاء ج ۱٦ ص ٤۲۹)

۵: ابوبکر بن ابی شیبہ البزار

امام خطیب بغدادی کہتے ہیں:

''قال لنا أبو الحسن الدار قطنی أبو بکر بن أبی شیبة جار ابن منیع ثقة ثقة'' (تاریخ بغداد ت بشار ج ص ۲ ۱۷، وسندہ صحیح)

٦: أحمد بن الحارث الخزار

امام خطیب بغدادی کہتے ہیں:

''وکان صدوقا من أهل الفهم والمعرفة'' (تاریخ بغداد ج ٤ ص ۲۱۲)

۷: علی بن محمد مدائنی

امام ذہبی کہتے ہیں:

''العلامة الحافظ الصادق أبو الحسن علی بن محمد بن عبدالله بن أبی سیف المدائنی الأخباریة'' (سیر أعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۰۰)

یہ ثقہ راوی ہیں اور تاریخ میں معتبر ہیں۔

۸: عوانہ بن الحکم

امام ذہبی کہتے ہیں: ''العلامة الأخباری أبو الحکم الکوفی الضریر، أحد الفصحاء. له کتاب التاریخ، و کتاب سیر معاویة وبنی أمیة"... وکان صدوقا فی نقله..'' (سیر اعلام النبلاء ط الحدیث ج ۶ ص ۱۰۲ سیر أعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۰۰)

امام ذہبی صاحب استقراء ہیں، امام ذہبی اپنی دوسری کتاب میں کہتے ہیں:

''عالم بالشعر وأیام الناس، وقل أن روی حدیثا مسندا، ولهذا لم یذکر بجرح ولا تعدیل، والظاهر أنه صدوق'' (تاریخ الاسلام للذہبی ج ۴ ص ۱۷۴)

امام عجلی کتاب "الثقات" میں اس راوی کو لے کر آئے ہیں۔

''کان عوانة بن الحکم الکلبی صاحب أدب''

(قدم الثقات للعجلی ط البازج ۱۳۲۰)

یاقوت حموی کہتے ہیں:

''کان عالما بالأخبار والآثار ثقة'' (معجم الادباء ج ۵ ص ۲۱۳۴)

ان اقوالات کا ماحاصل یہ ہے کہ عوانہ بن حکم تاریخی روایات میں صدوق اور معتبر ہیں۔

۹ عکرمہ بن خالد

امام عزی کہتے ہیں: ''قال إسحاق بن منصور عن یحیی بن معین، وأبو زرعة، والنسائی ثقة'' (تہذیب الکمال فی أسماء الرجال ج ۲۰ ص ۲۵۰)

یہ ثقہ راوی ہیں اور ان پر کسی قسم کی جرح ثابت نہیں ہے۔ ممکنہ اعتراض یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں عکرمہ بن خالد بن سلمۃ المخزومی ہے جو کہ ضعیف ہے، لیکن ہم اپنے قارئین کو بتاتے چلیں کہ امام مزی نے تصریح کی ہے کہ اس کا صرف ایک شاگرد اور ایک استاد ہیں، یعنی یہ ایک غیر مشہور راوی ہے۔ امام مزی کہتے ہیں:

''عکرمة بن خالد المخزومی یروی عن أبیه ویروی عنه: مسلم بنابراهیم..'' (تہذیب الکمال ج ۲۰ ص ۲۵۱ ح ۴۰۰۵)

مزید اس طبقے میں عکرمہ بن خالد المکی ہی مشہور ہے، علامہ سنابلی صاحب کا موقف دیکھیے:

کسی طبقے میں جب کسی راوی کا نام مطلق ذکر ہو تو اس نام سے جو مشہور راوی ہوتا ہے وہی مراد ہوتا ہے۔ (یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ ص ۶۳۲)

عکرمہ بن خالد بن سلمۃ المخزومی المدنی ابن عمرؓ سے روایت اپنے والد کے ذریعے سے کرتے ہیں۔ جب کہ عکرمہ بن خالد المکی ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سند میں راوی عکرمہ بن خالد المکی ہیں۔ ان کا تاریخ وفات کا قریب ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ایک ہی طبقہ کے راوی ہیں۔ چنانچہ یہ روایت عکرمہ تک صحیح ہے۔

عکرمہ بن خالد نے اس روایت کو بیان کرنے کے دوران دو جگہ کہا ہے کہ ''کہا جاتا ہے'' جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عکرمہ بن خالد اس واقعہ میں موجود نہیں تھے، البتہ انہوں نے زمانہ پایا ہے۔ اور ایک ثقہ راوی اپنے دور کی تاریخ ذکر کرے تو وہ معتبر ہے، اگر اس کی مخالفت میں صحیح روایت موجود ہو یا کوئی اور قرینہ موجود ہو تو روایت کو رد کیا جاسکتا ہے۔ تاریخ بیانی میں ہر کسی سے موجودگی پر دلیل مانگی جائے تو آدھی تاریخ اسلام مسخ ہو جائے گی۔

تنبیہ: اس قسم کی روایات پر دو عینی گواہ لانے کا مطالبہ بھی غلط ہے چوں کہ یہ معاملہ عدالتی نہیں بل کہ تاریخی ہے اور ایسی صورت میں تو خبر واحد بھی معتبر ہوتی ہے اور تاریخ کی کئی ایک شخصیات ہیں جن کے متعلق ہمارے پاس خبر واحد سے زیادہ کچھ نہیں ہے البتہ اگر کسی ایسی جلیل القدر شخصیت جس کی عدالت مشہور ہو اس پر نقد کے متعلق روایات کی تحقیق کی جائے گی، جب کہ یزید کا ایسا معاملہ نہیں ہے صحابہؓ کی جماعت کا امیر المومنین

ہونے کے باوجود نہ تو ہمیں اس کی تعدیل کسی صحابی سے مل سکی نہ کسی تابعی ہے۔ البتہ یہ اس اعتراض کا جواب ہو گیا کہ اصحاب کو یزید کی شخصیت سے مسئلہ نہیں تھا... بل کہ بیعت کے طریقہ کار سے تھا۔ نیز اس بات کا بھی ضمناً جواب آ گیا کہ واقعہ حرہ میں کوئی صحابی شہید نہیں ہوئے، یا امام ابن زبیرؓ کے علاوہ کوئی صحابی نہیں تھے جس نے مخالفت کی ہو، ان کے علاوہ بھی ایک اصحاب کی جماعت ہے، جو یزید کے خلاف سیدنا ابن زبیرؓ کے ساتھ نکلے تھے، ہم اس کی ایک فہرست ضرور رکھتے ہیں، لیکن طوالت کے خوف سے اسے پیش نہیں کیا۔ دفاع امام ابن زبیرؓ میں سنابلی صاحب کے دلائل کا محاسبہ بھی کیا جائے گا، ان شاء اللہ!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کی رائے

امام حاکم کہتے ہیں:

''أَخْبَرَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ الْمَحْبُوبِيُّ ثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْعُودٍ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَنْبَأَ ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: الْآيَاتُ خَرَزَاتٌ مَنْظُومَاتٌ فِي سِلْكٍ، يُقْطَعُ السِّلْكُ فَيَتْبَعُ بَعْضُهَا بَعْضًا. قَالَ خَالِدُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ: كُنَّا نَادِينِ بِالصَّبَاحِ، وَهُنَاكَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو، وَكَانَ هُنَاكَ امْرَأَةٌ مِنْ بَنِي الْمُغِيرَةِ يُقَالُ لَهَا: فَاطِمَةُ. فسمعت عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو يَقُولُ: ذَاكَ يَزِيدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ. فَقَالَتْ: أَكَذَاكَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو تَجِدُهُ مَكْتُوبًا فِي الْكِتَابِ؟ قَالَ: لَا أَجِدُهُ بِاسْمِهِ وَلَكِنْ أَجِدُ رَجُلًا مِنْ شَجَرَةِ مُعَاوِيَةَ يَسْفِكُ الدِّمَاءَ، وَيُسْتَحَلُّ الْأَمْوَالَ، وَيَنْقُضُ هَذَا الْبَيْتَ حَجَرًا حَجَرًا. فَإِنْ كَانَ ذَلِكَ وَأَنَا حَيٌّ وَإِلَّا فَاذْكُرِينِي. قَالَ: وَكَانَ مَنْزِلُهَا عَلَى أَبِي قُبَيْسٍ. فَلَمَّا كَانَ زَمَنُ الحجاج وَابْنِ الزُّبَيْرِ وَرَأَتِ الْبَيْتَ يُنْقَضُ. قَالَتْ: رَحِمَ اللَّهُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمْرٍو قَدْ كَانَ حَدَّثَنَا بِهَذَا''

(المستدرک علی الصحیحین ج ۴ ص نمبر ۵۲۰، ح ۸۴۶۱، اسنادہ حسن، اتحاف الخیرج ۷ ص ۱۱۲، ح ۷۲۱۱، قال البوصیری: اسنادہ جید، صحاح الاحادیث فیما اتفق علیہ اہل الحدیث للمقدسی ح ۴، ص ۳ ج ۱۸۰۶۶)

ہمیں خبر دی ابو العباس محمد بن احمد الحبوبی نے، انہوں نے سنا سعید بن مسعود سے، انہوں نے سنا یزید بن ہارون سے، ان کو خبر دی ابن عون نے، انہوں نے بیان کیا خالد بن الحویرث سے، اور انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فتنے تو موتیوں کی مانند ہیں جو دھاگے میں باندھ دیئے جائیں، جیسے ہی دھاگا ٹوٹے وہ سارے ٹوٹ کر بکھر جائیں۔

خالد بن الحویرث کہتے ہیں: مقام صباح پر اذان دی جارہی تھی، اور وہاں عبداللہ بن عمرؓ موجود تھے، اور ایک عورت جو بنی مغیرہ سے تھی موجود تھی جس کو فاطمہ کہا جاتا تھا، پس میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا: وہ یزید بن معاویہ ہے۔ پس اُس عورت نے کہا: اے عبداللہ بن عمرؓ! کیا آپ نے یہ کسی کتاب میں دیکھا ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: میں نے نام کے ساتھ تو نہیں دیکھا مگر یہ دیکھا ہے ہے کہ ایک شخص معاویہؓ کی صلب میں سے عوام کا بری طرح قتل عام کرے گا، عوام کا مال وہ غیر شرعی طور پر ضبط کرے گا، اور کعبہ کی تباہی کی کوشش میں وہ گھر (بیت اللہ) کے ٹکرے ٹکرے کر دے گا، اگر یہ میری حیات میں ہو جائے تو ٹھیک ورنہ مجھے یاد رکھنا۔

خالد بن الحویرث کہتے ہیں: اس عورت کا گھر جبل ابوقبیس پر تھا، جب ابن زبیرؓ اور حجاج کا وقت آیا، تو کعبہ کا یہی حال تھا کہ وہ ٹوٹ چکا تھا، اس عورت نے کہا: اللہ کی رحمت ہو عبداللہ بن عمرؓ پر، جنہوں نے پہلے ہی ہمیں اس کے بارے میں بتا دیا تھا۔

یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اجتہاد تھا کہ حضرت امیر معاویہؓ کی آل سے یہ تباہی مچانے والا شخص یزید ہی ہوگا اور فتنے کی بنیاد بھی یزید کو ہی قرار دیا گیا۔ اور اس روایت کے مطابق جو معاملات بتائے گئے ہیں وہ تمام تر قبیح افعال یزید نے سرانجام دیے۔ اس لیے ایک روایت کے مطابق سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے امام حسینؓ کے خروج میں بھی ساتھ دینے کو کہا۔ اور اس قدر یقین کے ساتھ یزید کا تعین یزید کی شخصیت کے باعث بھی ہو سکتا ہے۔

سند کی تحقیق

۱: محمد بن احمد المحبوبی

امام ذہبی کہتے ہیں: ''الإمَامُ، المُحَدِّثُ، مُفيد.... قَالَ الْحَاكِمُ: سَمَاعُه صَحِيحٌ'' (سیر اعلام النبلاء ج ۱۵ ص ۵۳۷)

۲: سعید بن منصور المروزی

ذہبی کہتے ہیں: ''المحدث المسند . أبو عثمان، المروزي، أحد الثقات'' (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۰۵)

۳: یزید بن ہارون

اہل سنت کے مشہور ثقہ حافظ امام ہیں۔

۴: عبداللہ بن عون

ذہبی کہتے ہیں: ''الإمَامُ الْقُدْوَةُ عَالِمُ الْبَصْرَةِ . أَبُو عَوْنٍ الْمُزَنِيُّ مَوْلَاهُمُ الْبَصْرِيُّ الحافظ'' (سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۳۶۵)

عبداللہ بن عون خالد بن حویرث کے شاگرد ہیں حافظ ابن مندہ کہتے ہیں:

''روى عنه عبدالله بن عون'' (فتح الباب فی الکنی والالقاب ص ۲۱۳ ح ۲۵۱)

اس خاص روایت کے متعلق امام ابن سیرینؒ نے امام ابن عون کو حکم دیا تھا کہ وہ یہ خالد بن حویرث سے پوچھیں۔

امام بخاری کہتے ہیں:

''وقال أشهل: حدثنا ابن عون أمر محمد سل خالد بن الحويرث ما قَالَ عبدالله بن عمر رضی اللہ عنہ في الملك'' (تاریخ الکبیر ج ۳ ص ۱۴۴ ح ۴۸۷؛ فتح الباب فی الکنی والالقاب ح ۲۱۳۶؛ کتاب الاسامی والکنی لابی أحمد الحاکم الکبیر ج ۳ ص ۵۲)

اشہل کہتے ہیں، ہم نے سنا ابن عون سے، مجھے محمد بن سرینؒ نے حکم دیا کہ میں پوچھوں خالد بن الحویرث سے اس بارے میں کہ عبداللہ بن عمرؓ نے بادشاہ کے بارے میں کیا کہا ہے؟

بادشاہ سے مراد یہاں یزید ہے اور کسی نے بھی خالد بن حویرث پر رد نہیں کیا اس روایت کو بیان کرنے پر۔

۵: خالد بن الحویرث مکی

امام ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

(کتاب الثقات ج ۴ ص ۱۹۸)

علامہ ہیثمی کہتے ہیں: ''والظاهر أنه خالد بن الحويرث وهو ثقة''

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج ۲ ص ۱۴۲)

امام ذہبی کہتے ہیں: ''خالد بن الحويرث قال ابن معين: لا أعرفه، صدوق، وذكره ابن حبان في ثقات'' (المغنی ج ۱ ص ۲۹۵، ح ۱۸۴۰)

کچھ کے ہاں خالد بن الحویرث مجہول ہے امام ابن معین کے قول کی وجہ سے لیکن دیگر علماء کی تعدیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ راوی کم سے کم صدوق درجہ کا ہے، اسی وجہ سے ذہبی نے امام ابن معین کے قول کی تردید کی ہے اور قرائن بھی اسی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

امام ابن سیرینؒ نے ان سے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ سے بیان کرتے ہیں یہ بھی ایک دلیل ہے جس کے تحت اس راوی کو قابل اعتماد سمجھا جا سکتا ہے، امام ابو احمد الحاکم کہتے ہیں:

''روى عنه أبو بكر محمد بن سيرين الانصاري''

(الاسامی والکنی لابی أحمد الحاکم الکبیر ج ۳ ص ۵۲)

حافظ ابن عبد البر کہتے ہیں: ''أجمع أهل العلم بالحديث أن ابن سيرين أصح التابعين مراسل وأنه كان لا يروي ولا يأخذ إلا عن ثقة وأن مراسله صحاح كلها'' (التمہید ج ۸ ص ۳۰۱)

وہ لوگ جو حدیث کے بارے میں علم رکھنے والے ہیں، وہ اس بات پر متفق ہو چکے ہیں کہ ابن سرینؒ کی مراسیل تابعین میں صحیح ترین ہیں، اور وہ نہیں روایت کرتے تھے اور نہ ہی اخذ کرتے تھے سوائے کسی ثقہ سے، اور ان کی تمام مراسیل صحیح ہیں۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں:

''صح ابن عبد البر مراسيل محمد بن سيرين قال: لأنه كان يتشدد في الأخذ ولا يسمع الا من ثقة'' (النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۲ ص ۵۵۷)

امام علائی کہتے ہیں:

''وذكر ابن أبي خيثمة عن يحيى بن معين أنه قال: إذا روى الحسن و محمد يعني ابن سيرين عن رجل وسمياه فهو ثقة'' (جامع التحصیل ص ۹۰)

اس کے علاوہ بھی جید محدثین نے ان کی روایت کی تصحیح کی ہے جن میں حاکم، امام ضیاء مقدسی، بوصیری اور حافظ یوسف صالح شامل ہیں۔

(سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱۰ ص ۸۹، حافظ صالح نے سند کو جید کہا ہے۔)

تابعین کرامؒ کا موقف

تابعینؒ کے حوالے سے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ کسی بھی معتبر تابعی سے یزید کی تعدیل مروی نہیں ہے، جب کہ اس کے برعکس تابعین کی ایک جماعت یزید کے خلاف نکلی، جن کی ایک لمبی فہرست تیار کی جا سکتی ہے۔

کیا محمد بن حنفیہؒ سے مدح ثابت ہے؟

سنابلی صاحب نے ابن حنفیہ کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے۔ امام ذہبی بسند نقل کرتے ہیں:

محمد بن حنفیہ نے کہا: ''اسے مجھ سے کیا خوف تھا یا مجھ سے کیا چاہتا تھا کہ اسے میرے سامنے نیکی ظاہر کرنے کی ضرورت پیش آتی؟ کیا تم لوگ شراب پینے کی جو بات کرتے ہو اس بات سے خود یزید نے تمہیں آگاہ کیا؟ اگر ایسا ہے تو تم سب بھی اس کے گناہ میں شریک ہو، اور اگر خود یزید نے تمہیں یہ سب نہیں بتایا ہے تو تمہارے لئے جائز نہیں کو ایسی بات کی گواہی دو جس کا تمہیں علم ہی نہیں ہے۔'' (تاریخ الاسلام للذہبی حیات تدمیری ج ٤ ص ٢٧٤)

اس کی سند میں انقطاع ہے۔ اس روایت پر سنابلی صاحب نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ روایت مدائنی کی کتاب سے نقل کی گئی ہے اور مدائنی کثیر کتب کے مصنف تھے۔

جواب: ایسی کتب سے نقل کرنا جو مفقود ہو چکی ہیں اس کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم کتاب معتبر علماء میں مشہور رہی ہو یا تصریح مل جائے کہ ناقل کے پاس وہ کتاب موجود ہے۔ یہ روایت کتاب سے ہی منقول ہے اس کا علم نہ ہو سکا چوں کہ امام ذہبی نے بھی کتاب الحرہ کا تذکرہ مدائنی کے ترجمہ میں نہیں کیا اور نہ ہی نقل کرتے ہوئے کتاب کا نام ذکر کرتے ہیں۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبی کے پاس ان کی یہ کتاب تو بالکل بھی موجود نہیں تھی۔ اس لیے ضروری ہے کہ مدائنی تک متصل سند ہو یا پھر کتاب کا مشہور ہونا ثابت ہو... اس وقت تک یہ روایت قابل استدلال نہیں ہے۔

بالفرض! یہ روایت ثابت بھی ہو تو یہ کہنا کہ مدینہ کے اکابر صحابہؓ و تابعین جن میں معقل بن سنان، عبداللہ بن حنظلہ، عبداللہ بن مطیع، عبداللہ بن عمر بن حزم، منذر بن زبیر، عباس بن سہل (رضوان اللہ علیہم) وغیرہ جو جلیل قدر علما تھے سب کے سب بلا وجہ خروج کے لیے تیار ہو گئے تھے تو یہ ماورائے عقل بات ہے، خود اکابر صحابہؓ کا عمل دلیل ہے کہ ان کے سامنے حقائق بالکل واضح تھے اور انہیں یقین تھا جس کے باعث ہی وہ یزید سے سخت متنفر ہو گئے تھے۔ ابن حنفیہ کا انکار کافی نہ تھا ان حضرات کے یقین کو رد کرنے کے لیے، اور عمل اہل مدینہ خود ایک مضبوط دلیل ہے یزید کے فسق کو ثابت کرنے کے لیے اس کے خلاف ظنی باتیں پیش کرنا کہ یہ لوگ باتوں میں آ گئے تھے اور غلط فہمی ہو گئی تھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ ایک اکیلی روایت بھی کچھ فرق نہیں ڈال سکتی اگر ثابت بھی ہو جائے چوں کہ محمد بن حنفیہ کچھ عرصہ یزید کے پاس رہے انہیں دھوکے میں لانا اور اپنی ساخت بحال کرنا کوئی مشکل نہیں تھا جب کہ اس کے مخالف وفد مدینہ کے متعلق خیال کرنا کہ یہ سب نامعلوم افراد کی باتوں میں آ گئے سطحی بات سے کم نہیں ہے بعض روایات میں آتا ہے کہ یزید نے وفد مدینہ کو انعام واکرام سے بھی نوازا تھا یہ سیاسی حربے اکابر صحابہؓ پر نہ چل سکے۔

یزید کا امام زین العابدینؒ سے حسن سلوک!

سنابلی صاحب نے امام زین العابدین کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے کہ ان کے ساتھ جب یزید کا رویہ شفیق تھا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اہل بیت کو ایذاء پہنچائے۔

امام ذہبی کہتے ہیں:

"وقال المدائني عن إبراهيم بن محمد عن عمرو بن دينار: حدثني محمد بن علي بن الحسين عن أبيه قال: لما قتل الحسين دخلنا الكوفة فلقينا رجل فدخلنا منزله فألحفنا فنمت فلم أستيقظ إلا بحس الخيل في الأزقة فحملنا إلى يزيد فدمعت عينه حين رآنا وأعطانا ما شئنا وقال لي: إنه سيكون في قومك أمور فلا تدخل معهم في شيء فلما كان من أهل المدينة ما كان كتب مع مسلم بن عقبة كتابا فيه أماني فلما فرغ مسلم من الحرة بعث إلي فجئته وقد كتبت وصيتي فرمى إلي بالكتاب فإذا فيه استوص بعلي بن الحسين خيرا وإن دخل معهم في أمرهم فأمنه واعف عنه وإن لم يكن معهم فقد أصاب وأحسن"

(تاریخ الاسلام للذہبی ط بشار ج ۲ ص ۵۷۸)

امام زین العابدین کے ساتھ یزید کے حسن سلوک پر جو روایت سنابلی صاحب نے پیش کی ہے اس میں بھی وہی علتیں ہیں، جو محمد بن حنفیہ والی روایت میں ہے، مزید یہ روایت ایک صحیح روایت کے بھی خلاف ہے، جس میں واضح ہے کہ یزید خبیث نے امام حسینؓ کے سر انور کی توہین کی، جو کہ ذکر ہو چکی ہے اس لیے ایک متصل صحیح روایت کی روشنی میں یہ روایت مردود ہے۔ پھر اس روایت کی سند میں مدائنی کے استاد محمد بن ابراہیم کے تعین پر ہمیں کوئی واضح دلائل نہیں مل سکے۔ ایک محقق کی کتاب کے حوالے کے علاوہ کوئی معقول دلیل سنابلی صاحب نے نہیں دی تو اس پر یہی مطالبہ ہے کہ اس روایت میں راوی ابراہیم بن محمد کا تعین دلائل سے کریں۔ چوں کہ اس دور میں دو "ابراہیم بن محمد" تھے۔ امام ذہبی کہتے ہیں:

"إبراهيم بن محمد بن علي بن عبد الله بن جعفر بن أبي طالب الهاشمي الجعفري. روى عن أبيه وعنه: سعد بن زياد، و يعقوب بن عبد الرحمن الإسكندري، وسفيان بن عيينة، وغيرهم"

(تاریخ الاسلام للذہبی ط بشار ج ۳ ص ۶۰۸)

اور دوسرے راوی یہ ہیں:

''إبراهيم بن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس بن عبد المطلب المعروف به إبراهيم الإمام أخو السفاح والمنصور. يكنى أبا إسحاق. روى عن أبيه، وجده، وعن عبد الله بن محمد ابن الحنفية روى عنه أخواه. وأبو مسلم صاحب الدولة'' (ایضاً)

اسی دور میں تیسرے راوی جن سے سماع ممکن ہوسکتا ہے، امام ذہبی کہتے ہیں:

''إبراهيم بن محمد بن المنتشر بن الأجدع ثقة زاهد جليل روى عن أبيه. وعنه شعبة، وسفيان، وأبو عوانة، وآخرون''

(تاریخ الاسلام للذہبی مطبوعہ بشار ج ص ۸۱۱)

یہ تینوں راویان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، سنابلی صاحب نے صرف ایک راوی کا تعین کیسے کرلیا ہے؟ ان کے پاس کیا دلیل ہے کہ سند میں ابراہیم بن محمد الھاشمی العنصری ہیں؟ جب کہ ان کے دور کے ایک راوی ابراہیم بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباسؓ ابو اسحاقؒ بھی ہیں مزید یہ بھی معلوم نہیں کہ مدائنی کا ان سے سماع بھی ہے یا نہیں کیوں کہ مدائنی کی ولادت ۱۳۵ھ کے قریب ہے جب کہ ان دونوں روایان کی وفات ۱۳۰ ہجری سے ۱۴۰ ہجری کے درمیان ہے، تو سنابلی صاحب ابراہیم بن محمد کا تعین دلیل سے کریں۔ اس وقت تک یہ روایت قابل احتجاج نہیں ہے۔ اس روایت سے ایک بات اور بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر مسلم بن عقبہ کو امام زین العابدین کے ساتھ رعایت کا حکم تھا تو اس کے علاوہ باقی تمام صحابہؓ کے بارے میں یہ بھی حکم تھا کہ انہیں شہید کر دیا جائے...!

امام زین العابدین کہتے ہیں:

''انهم حين قدموا المدينة من عند يزيد بن معاوية مقتل حسين بن علي رحمة الله عليه لقيه المسور بن مخرمة. فقال له: هل لك إلى من حاجة تأمرني بها. فقلت له: لا. فقال له: فهل انت معطي سيف رسول الله ﷺ فإني اخاف ان يغلبك القوم عليه وايم الله لئن اعطيتنيه، لا يخلص إليهم ابدا حتى تبلغ نفسي!'' (صحیح بخاری ح ۳۱۱۰)

جب ہم سب حضرات حسینؓ بن علی کی شہادت کے بعد یزید بن معاویہ کے یہاں سے مدینہ منورہ تشریف لائے تو مسور بن مخرمہ نے آپ سے ملاقات کی، اور کہا اگر آپ کو کوئی ضرورت ہو تو مجھے حکم فرما دیجیے۔ میں نے کہا، مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر مسور نے کہا تو کیا آپ مجھے رسول اللہ علیہم کی تلوار عنایت فرمائیں گے؟ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کچھ لوگ (بنوامیہ) اسے آپ سے نہ چھین لیں اور اللہ کی قسم! اگر وہ تلوار آپ مجھے عنایت فرمادیں تو کوئی شخص بھی جب تک میری جان باقی ہے اسے چھین نہیں سکے گا۔

یہ روایت اس ماحول کی عکاسی کرتی ہے کہ اہل بیت کے محبین بنوامیہ کے رویے سے مطمئن نہیں تھے۔ اور جب سیدنا حسینؓ کو شہید کر دیا گیا تو اس کے بعد حسن سلوک پر کیا بحث کی جائے۔

اقوال سلف

سلف کے اقوال تو واضح ہیں کہ یزید کسی بھی اعتبار سے لائق تحسینؓ نہیں ہے۔ اگر محدثین وفقہائے اہل سنت کے اقوال جمع کرنا شروع کیے جائیں، تو یہی الگ سے ایک کتابچہ بن جائے گا، اس لیے ہم انہی اقوال تک رہیں گے، جہاں تک سنابلی صاحب نے استدلال کیا ہے۔

امام لیث بن سعد (م ۱۷۴ھ) کا موقف

سنابلی صاحب نے لیث بن سعد سے تعدیل ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اور ایک روایت نقل کی ہے جس میں لیث بن سعد نے یزید کو امیر المومنین کہا ہے۔ ہم ماقبل دلائل دے چکے ہیں کہ لیث تو کیا امام ابن کثیر بھی امیر المومنین کہتے ہیں اور پھر جرح کرتے ہیں۔ اس روایت سے ابو بکر بن العربی نے استدلال کیا ہے، لیکن ان کا استدلال کوئی مضبوط نہیں ہے۔ خیر لیث بن سعد واقعہ کربلا کو کیسے دیکھتے ہیں، اس کا جائزہ لے لینا چاہیے، امام طبرانی کہتے ہیں:

''حدثنا أبو الزنباع روح بن الفرج المصري، ثنا يحيى بن بكير، حدثني الليث، قال: أبي الحسين بن علي رضي الله عنهما أن يستأسر فقاتلوه

فقتلوه، وقتلوا ابنيه وأصحابه الذين قاتلوا منه بمكان يقال له الطف. وانطلق بعلي بن حسين، وفاطمة بنت حسين، وسكينة بنت حسين إلى عبيد الله بن زياد، وعلي يومئذ غلام قد بلغ، فبعث بهم إلى يزيد بن معاوية، فأمر بسكينة فجعلها خلف سريره لئلا ترى رأس أبيها وذوي قرابتها، وعلي بن الحسين رضي الله عنهما في غل، فوضع رأسه، فضرب على ثنيتي الحسين له. فقال نفلق هاما من رجال أحبة إلينا وهم كانوا أعق وأظلما فقال علي بن الحسين: ما أصاب من مصيبة في الأرض ولا في أنفسكم إلا في كتاب من قبل أن نبرأها إن ذلك على الله يسير. فثقل على يزيد أن يتمثل ببيت شعر، وتلا على آية من كتاب الله عز وجل. فقال يزيد: بل بما كسبت أيديكم ويعفوا عن كثير. فقال علي: " أما والله لو رانا رسول الله ﷺ مغلولين لأحب أن يخلينا من الغل". قال: صدقت. فخلوهم من الغل. قال: " ولو وقفنا بين يدي رسول الله على بعد لأحب أن يقربنا ". قال: صدقت. فقربوهم فجعلت فاطمة وسكينة يتطاولان لتريا رأس أبيهما. وجعل يزيد يتطاول في مجلسه ليستر عنهما رأس أبيهما. ثم أمر بهم فجهزوا. فأصلح إليهم، وأخرجوا إلى المدينة " (المعجم الکبیر الطبرانی ص ۱۰۴-۱۰۶-۲۸ اسنادہ صحیح إلی الیف)

حضرت لیف فرماتے ہیں: کہ حضرت حسینؓ ابن علیؓ نے لڑنے سے انکار کیا تھا، آپ لڑے اور شہید ہو گئے، آپ کے بیٹے اور ساتھی جس جگہ شہید ہوئے اُسے عطف کہا جاتا تھا۔ حضرت علی بن حسینؓ، فاطمہ بنت حسینؓ اور سکینہ بنت حسینؓ کو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس بھیجا گیا۔ حضرت علی بن حسینؓ بلوغت کے قریب تھے، ان کو عبید نے یزید بن معاویہ کے پاس بھیجا... سکینہ کے متعلق حکم دیا کہ ان کو پردہ کے پیچھے کروں گا کہ اپنے والد کا سر نا دیکھیں اور اپنے قریبیوں کو۔ حضرت علی بن حسینؓ کو زنجیریں پہنائی گئیں تھیں۔ یزید نے آپ کا سر رکھا اور آپ کے ہونٹوں پر مارا اور کہا: ہم ان لوگوں کے سر پھوڑتے ہیں جو ہمیں پیارے ہیں، لیکن وہ نافرمان اور ظالم ہیں۔ حضرت علی بن حسینؓ نے فرمایا: نہیں پہنچتی کوئی مصیبت زمین میں اور نا تمہاری جانوں میں مگر وہ کتاب میں قبل اس کے کہ ہم اس کو

پیدا کریں، بے شک اللہ پر یہ آسان ہے۔" یہ یزید پر یہ آیت بھاری گزری۔ شعر پڑھنے سے پہلے علی بن حسینؒ نے قرآن کی آیت تلاوت کی۔ یزید نے کہا: "بل کہ جو تمھارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت زیادہ معاف کرتا ہے۔ حضرت حسینؓ بن علی نے فرمایا: "اگر نبی ﷺ ہمیں زنجیروں کی حالت میں دیکھتے تو زنجیریں کھولتے۔" یزید نے کہا: "سچ کہا!" آپ کی زنجیریں کھول دی گئیں۔ حضرت علی بن حسینؒ نے فرمایا: "اگر نبی مکرم ﷺ کے آگے کھڑے ہوتے تو ہمیں قریب کرنا پسند کرتے۔" یزید نے کہا: "آپ نے سچ کہا...!" ان کو قریب کیا گیا، حضرت فاطمہ اور سکینہ امام حسینؓ کے سر کو دیکھنے کے لیے آگے بڑھنے لگیں، یزید مجلس میں آگے ہونے لگا، تاکہ آپ کے سر کو ان سے چھپائے۔ پھر اس نے حکم دیا کہ ان کا سامان تیار کیا جائے اور ضروری انتظامات کیے اور انہیں واپس بھیج دیا۔

یہ روایت منقطع کہہ کر تو رد کی جاسکتی ہے، لیکن یہ تاریخ اسلاف کے ہاں معتبر ہے اور ایسے ہی ہے جیسے لیث نے بیان کیا اور لیث کے ہاں یزید اگر "امیر المومنین" ہے تو گستاخ اہل بیت بھی ہے۔ اگر ابو بکر بن العربی تک یہ دلائل پہنچتے تو وہ کبھی نا کہتے جو انہوں نے لیث کے تعلق سے رائے قائم کی ہے فتدبر۔

امام احمد بن حنبلؒ کا موقف

سنابلی صاحب نے اسلاف میں سے امام احمد کے موقف کی بھی غلط ترجمانی کی ہے، ان کے واضح قول کے معنی اپنی مرضی سے "تخلیق" کیے ہیں۔ اور ایک واضح قول کو ایک مبہم قول سے مرجوح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، امام خلال کہتے ہیں:

"أخبرني محمد بن علي قال ثنا مهنى قال سألت أحمد عن يزيد بن معاوية بن أبي سفيان قال هو فعل بالمدينة ما فعل قلت وما فعل قال قتل بالمدينة من أصحاب النبي وفعل قلت وما فعل قال نهبها قلت فيذكر عنه الحديث قال لا يذكر عنه الحديث ولا ينبغي لأحد أن يكتب عنه حديثا قلت لأحمد ومن كان معه بالمدينة حين فعل ما فعل قال أهل الشام قلت له وأهل مصر قال لا إنما كان أهل مصر معهم في أمر عثمان رحمه الله" (السنۃ للخلال ح ۸۴۵، وسندہ صحیح)

مہنی بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے یزید بن معاویہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: "وہ وہی ہے جس نے مدینہ میں وہ کیا جو کیا۔" میں نے پوچھا: "کیا کیا؟" تو انہوں نے کہا: "مدینہ میں متعدد صحابہؓ کو قتل کیا... اور بھی کیا۔" میں نے کہا: "اور کیا کیا؟ تو انہوں نے کہا: "مدینہ میں لوٹا۔" میں نے کہا: تو کیا اس سے حدیث بیان کی جائے؟ انہوں نے کہا: اس سے حدیث بیان نہ کی جائے اور کسی کے لیے مناسب نہیں کہ اس سے حدیث لکھے۔ میں نے امام موصوف سے کہا: "اس وقت مدینہ میں اس کے ساتھ کون لوگ تھے، جب اس نے مدینہ میں وہ کیا جو کیا؟" انہوں نے کہا: "اہل شام تھے۔ میں نے کہا: "اور اہل مصر؟" انہوں نے کہا: نہیں، مصر والے تو عثمانؓ کے معاملے میں ان کے ساتھ تھے۔

اس واضح قول کو تشریح کی حاجت نہیں ہے، امام احمد نے یزید کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے صحابہ کرامؓ کے قتل کا اور ظلم و بربریت کا...! جب کہ اس کے برعکس حامیان یزید دوسرے قول سے استدلال کرتے ہیں، جو اس قول کے مقابلے میں ایک غیر واضح ہے، جس کی تشریح فریقین اپنے لحاظ سے کرتے ہیں۔ البتہ اس قول کو سامنے رکھ کر دوسرے قول کی تشریح کی جائے تو یہ بھی یزید کی مدح پر بالکل نہیں ہے۔ خلال کہتے ہیں:

"أخبرني أحمد بن محمد بن مطر. وزكريا بن يحيى، أن أبا طالب حدثهم قال: سألت أبا عبد الله: من قال: لعن الله يزيد بن معاوية؛ قال: لا أتكلم في هذا ". قلت: ما تقول؛ فإن الذي تكلم به رجل لا بأس به. وأنا صائر إلى قولك. قال أبو عبد الله: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لعن المؤمن كقتله وقال: خير الناس قرني، ثم الذين يلونهم. وقد صار يزيد فيهم. وقال: من لعنته أو سببته فاجعلها له رحمة. فأرى الإمساك أحب لي" (السنۃ للخلال ح ۸۴۶)

مجھے احمد بن محمد بن مطر اور زکریا بن یحییٰ نے خبر دی کہ ابو طالب نے انہیں بیان کیا کہ میں نے ابو عبداللہ سے پوچھا کہ "اگر کوئی شخص کہے کہ یزید بن معاویہ پر اللہ تعالیٰ

کی لعنت ہو۔" تو انہوں نے فرمایا: "میں اس بارے میں کلام نہیں کرتا۔" تو میں نے پوچھا: "آپ کا قول کیا ہے؟ کیوں کہ اس بارے میں جس نے کلام کیا ہے وہ ایسا شخص ہے جس میں کوئی خرابی نہیں لیکن میں آپ کا قول اپنانا چاہتا ہوں۔

تو ابو عبداللہ نے فرمایا: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مومن پر لعنت اس کو قتل کرنے کی طرح ہے" اور فرمایا: "بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو اس کے نزدیک زمانے کے ہیں، اور یزید بھی انہیں میں سے ہے۔" اور فرمایا: (اے اللہ) جس کو میں بد دعاؤں یا برا بھلا کہوں تو وہ اس کے لئے رحمت بنادے، میں اس معاملے میں اپنے آپ کو روکنا پسند کرتا ہوں۔

ابو طالب عکبری نے جب یہ پوچھا کہ ایک معتبر شخصیت تو لعنت کے جواز کے قائل ہے تو آپ کیا کہتے ہیں؟ تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں نہ برہمی کا اظہار کیا نہ ہی فضائل یزید سنائے اور نہ ہی رد کرنے کی طرف گئے۔ کیوں جناب! ایک صالح اور عادل خلیفہ کے متعلق اتنا غیر ذمہ دارانہ رویہ کیوں رکھا امام ابن حنبلؒ نے؟ آپ تو جواب دیتے ہیں لیکن ابن حنبل نہیں دیتے! جو امام ابن معین کو جواب دیتے تھے، جب امام ابن معین امام شافعی کے متعلق کوئی سخت رائے پیش کرتے، لیکن یہاں امام احمد بالکل خاموش ہو گئے!

امام احمد بن حنبل نے مکمل خاموشی اختیار کی، لیکن جب ان سے خصوصاً لعنت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے احادیث رسول بیان کر دیں اور آخر میں یوں فرما دیا کہ میں اس سے اپنے آپ کو روکتا ہوں یعنی واضح ہے امام احمد بن حنبل لعنت ملامت کے قائل نہیں تھے، بل کہ احتیاط کرتے تھے اور اپنے آپ کو اس معاملے میں روکتے تھے۔ پھر سنابلی صاحب نے بلاوجہ ہی رجوع بنا ڈالا ہے اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز بات کیا ہو گی؟ یعنی امام احمد نے پہلے یزید پر اعتراض کیا اور رجوع کرتے ہوئے یہ رائے بنائی کہ وہ تو تابعین کے دور کا ہے، اس لیے ہمیں خاموش رہنا چاہیے یعنی امام احمد کی تحقیق میں پہلے یزید تابعی نہ تھا؟ بالکل ہی عجیب وغریب قسم کا استدلال ہے، اس پر حنابلہ کے امام ابن جوزی کی رائے بھی دیکھ لینی چاہیے۔

امام ابن جوزی کہتے ہیں:

''یہ روایت پہلی روایت کے خلاف نہیں اس لیے کہ یہ روایت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ انسان ذکر غیر سے غافل ہو کر اپنے آپ میں مشغول رہے اور پہلی روایت جواز لعنت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم نے تسبیح کے متعلق کہا کہ ابلیس پر لعنت کرنے کے بجائے اللہ کی تسبیح کرنا بہتر ہے۔ اور معلوم ہونا چاہیے کہ امام ابو بکر خلال اور ان کے صاحب عبد العزیز، قاضی ابو یعلی اور ان کے بیٹے ابو الحسین مسلک امام احمد بن حنبل کو تم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ ہم ان کی روایات و اخبار کو بیان کر چکے ہیں۔ اگر تو ان کو نہیں سنتا تو خود ان کی کتابوں کو دیکھ، اور وہاں ان کی روایات دیکھ۔ سن لے تجھے وہاں جواز لعنت کا مسئلہ مل جائے گا۔'' (الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید ص ۷۳)

سنابلی صاحب نے رجوع ثابت کرنے کے لیے جو دلائل نقل کیے ہیں ذرا ان کی طرف بھی نظر کر لینی چاہیے۔

سب سے پہلے محقق صاحب نے روایتی بغض نکالا ہے اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ پر امام احمد بن حنبل سے جرح نقل کی ہے، جس کی کوئی معقول وجہ ہمیں معلوم نہ ہو سکی۔ البتہ ہم تو امام ابو حنیفہ کی تعدیل امام احمد بن حنبل کے مقابلے میں ان سے بہتر علماء سے نقل کر دیں گے، لیکن یہ چیز خارج از بحث ہے۔ دوسری طرف سنابلی صاحب یزید کے متعلق ایک بھی تعدیلی قول پیش کرنے سے قاصر رہے۔ پھر اس کے بعد سنابلی صاحب نے دکتور محمد بن عبد الہادی کا قول نقل کیا ہے، جو کہ معاصر علماء میں سے ہیں چناں چہ حجت نہیں ہیں اور سنابلی صاحب جیسے نظریات بھی رکھتے ہیں تو ایسی صورت میں ان کے قول کی کیا اہمیت ہو گی؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ الغرض! امام احمد کی جرح اپنی جگہ قائم ہے، اور ان کا لعنت سے رکے رہنا ان کے کمال احتیاط کی نشانی ہے۔

اس کے علاوہ دکتور محمد بن عبد الہادی نے جو عبارت نقل کی ہے، وہ معروف نسخوں میں موجود نہیں ہے... لیکن جس کا حوالہ انہوں نے دیا ہے اس کے تحت یہ امام احمد کے عقائد نقل کرنے والے ابو محمد رزق اللہ بن عبد الوہاب التمیمی ہیں۔ جن کی ولادت ۴۰۱ھ ہے، پس یہ بسند تو امام احمد سے ثابت نہیں ہے البتہ اس میں بھی بس اتنا ملتا ہے کہ امام احمد اس بارے میں سکوت کرتے تھے اس سے آگے لکھتے ہیں:

''وأختلف اصحابنا فيه من جوز ذمه لإن أخاف المدينة، و قد لعن النبي من أخاف المدينة ومنهم من توقف عن ذلك..''

(طبقات الحنابلة والسنة المحمدیہ ج ۲ ص ۲۷۳)

اس میں ہمارے اصحاب میں اختلاف ہو گیا، ایک گروہ اس کی مذمت کرتا ہے کیوں کہ اس نے اہل مدینہ کو ڈرایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ڈرانے والوں پر لعنت کی ہے۔ جب کہ ایک طبقہ اس سے سکوت کرتا ہے۔

یعنی اصحاب امام احمد کے ہاں بھی دو گروہ تھے ایک لعنت کرنے والا اور ایک اس سے رکنے والا... لیکن مدح کرنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ اس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ سنابلی صاحب کو امام احمد کے قول کو سمجھے میں غلطی ہوئی ہے، چوں کہ ان کی تشریح کے مطابق ایک گروہ حنابلہ میں تعریف کرنے والا بھی ہونا چاہیے تھا۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ یہ امام احمد بن حنبل کا آخری قول نہیں تھا تو پھر ایسا کوئی میزان نہیں ہے جس کے تحت ایک قول کو قدیم اور ایک کو جدید ٹھہرایا جائے۔ اگر یہ مخالف ہیں تو ایک قول شاذ قرار دیا جائے گا اور مثنی بن یحییٰ، ابو طالب سے اوثق راوی ہیں ان کی توثیق میں آئمہ کی ایک جماعت ہے جب کہ ابو طالب کے متعلق صرف صالح ہونے کی تعدیل ملتی ہے اور اگر ان میں تطبیق دی جاسکتی ہے تو ہمارے ذکر کردہ قول کے تحت ہی اس قول کی منشا سمجھی جائے گی۔ چونکہ مہنی بن یحییٰ کا نقل کردہ قول زیادہ واضح ہے۔ ان اقوالات کے علاوہ متاخر علماء کے اقوال نقل کیے گئے ہیں جو کہ غیر مسموع ہیں۔

خاتمہ

اس کتاب میں ہمارا مقصد ''واقعہ کربلا'' کے حوالے سے اوّل مصادر سے استدلال کر کے علما کے موقف کو دلائل سے ثابت کرنا تھا چوں کہ ایک عرصہ سے ایک گروہ کی جانب سے یہی اعتراض تھا کہ اہل تسنن کا موقف مضبوط بنیادوں پر نہیں اسی لیے ہم نے صرف مضبوط اسناد سے ہی اس واقعے کا اثبات کیا ہے۔ اور ان حضرات کے کمزور موقف کو واضح کیا ہے۔ اللہ ہمیں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت و کرام رضی اللہ عنہم کی غلامی میں زندہ رکھے اور بروز قیامت انہیں ہستیوں کا ساتھ نصیب ہو۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مشمولہ ''مجموعہ کتب احتساب ناصبیت''

شمار	نام کتاب	نام مصنف	جلد نمبر	صفحہ نمبر
۱	الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید یزید کی شخصیت علامہ ابن جوزی کی نظر میں	الامام ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد ابن جوزیؒ	۱	۱۳
۲	احیاء المیت فضائل اہل بیتؓ	حضرت علامہ جلال الدین سیوطیؒ	۱	۱۸۹
۳	شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ و کردار یزید	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	۱	۲۱۵
۴	امہات المومنینؓ و بناتؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ	۱	۲۶۹
۵	اسوہ حسینی یعنی شہیدؓ کربلا	حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	۱	۲۷۹
۶	خلافت معاویہؓ و یزید ایک جائزہ	حضرت مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ	۱	۳۵۳
۷	فتنہ خارجیت	حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ	۱	۳۷۳
۸	حدیث غزوہ قسطنطنیہ اور مغفرت یزید	〃 〃 〃	۱	۳۷۷
۹	ایک سوال اور اس کا جواب المعروف بہ حقیقت یزید	حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہ جہان پوریؒ	۱	۳۹۹
۱۰	شہید کربلاء اور یزید	حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ	۲	۳
۱۱	کتاب ''خلافت معاویہ و یزید'' پر ایک طائرانہ نظر	حضرت مولانا عزیز احمدؒ	۲	۱۵۳
۱۲	''خلافت معاویہ و یزید'' پر تبصرہ	حضرت مولانا ابوالمنظور شیخ احمدؒ	۲	۱۷۱

۱۳	سیدنا علیؓ و سیدنا حسینؓ	حضرت سید نفیس الحسینیؒ	۲	۱۷۷
۱۴	فتنہ ناصبیت سے ''متعلق آپ کے مسائل اور ان کا حل'' سے منتخب کردہ چند مسائل	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ	۲	۳۹۷
۱۵	یزید کے بارہ میں مسلک اعتدال بجواب ''شرح حدیث مغفور''	// // //	۲	۴۷۳
۱۶	ناصبیت اور خارجیت	// // //	۲	۴۸۷
۱۷	ناصبیت کی تردید یا دعوت	// // //	۲	۵۱۵
۱۸	ناصبیت تحقیق کے بھیس میں	حضرت مولانا عبدالرشید نعمانیؒ	۳	۳
۱۹	حضرت علیؓ اور قصاص عثمانؓ	// // //	۳	۳۶۷
۲۰	اکابر صحابہؓ	// // //	۳	۴۷۱
۲۱	شہید کربلاؓ پر افتراء (شہادت حسینؓ کے بارے میں ایک خود ساختہ داستان کا علمی جائزہ)	// // //	۴	۵
۲۲	یزید کی شخصیت اہل سنت کی نظر میں (ناصبیوں کے ۱۲ شبہات کے جوابات)	// // //	۴	۹۵
۲۳	حضرت علیؓ اور علوم نبویؐ	// // //	۴	۲۹۹
۲۴	محمود احمد عباسی کے نظریات کا تحقیقی جائزہ	حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ	۴	۳۲۳
۲۵	یزید کے متعلق مسلک اعتدال	// // //	۴	۴۳۳
۲۶	مسئلہ فسق یزید اور اکابر علماء امت	// // //	۴	۴۴۱

۲۷	عباسی صاحب حقیقتاً کیا تھے؟	جناب حکیم سید محمود احمد برکاتیؒ	۴	۴۶۵
۲۸	فاطمہؓ بنت رسول ﷺ کی توہین	مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ	۴	۴۷۳
۲۹	عباسی صاحب حضرت عثمان غنیؓ کو خلیفہ ثالث بھی نہیں مانتے تھے	جناب موسیٰ حسن صاحب	۴	۴۷۷
۳۰	دیباچہ مکتوب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ	حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ	۵	۳
۳۱	مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ کا مسلک اور خارجی فتنہ (جلد اوّل)	〃 〃 〃	۵	۳۳
۳۲	مولانا محمد اسحاق سندیلویؒ کا مسلک اور خارجی فتنہ (جلد دوم) بحث فسق یزید	〃 〃 〃	۶	۳
۳۳	(مولانا محمد علی سعید آبادی کے کتابچہ "اصل حقیقت کا جواب" کشف خارجیت	〃 〃 〃	۷	۳
۳۴	مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی کی کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" کا ناقدانہ جائزہ	〃 〃 〃	۷	۴۰۷
۳۵	سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت	حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ	۸	۳
۳۶	سیدنا حسین رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ	۸	۱۷
۳۷	یزید کے بارے کھلا خط بنام مولانا ضیاء الرحمان صدیقی	〃 〃 〃	۸	۳۱
۳۸	یزید کے بارے میں خط بنام مولانا محمد امین اورکزئی ہنگو	〃 〃 〃	۸	۴۹

۳۹	مسئلہ فسق یزید	حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑویؒ	۸	۶۷
۴۰	حب آل محمد ﷺ	جناب سید ابوبکر غزنویؒ	۸	۱۱۷
۴۱	سیدنا حسین رضی اللہ عنہ و یزید	مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ (توبہ)	۸	۱۲۷
۴۲	مقام اہل بیت کرامؓ	جناب علامہ ڈاکٹر خالد محمودؒ	۸	۳۹۳
۴۳	اہل بیتؓ کے شخصی فضائل ومناقب	مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحدؒ	۸	۴۹۱
۴۴	الدر الثمین فی دفاع مولانا محمد امینؒ	حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ	۹	۳
۴۵	یزید، شخصیت وکردار	حضرت مولانا نعیم الدین	۹	۱۹۳
۴۶	سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا محمد الیاس گھمن	۹	۲۲۵
۴۷	حادثہ کربلاء کا پس منظر	جناب ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی	۹	۴۳۱
۴۸	التمہید فی بیان فسق یزید	حضرت مولانا مفتی شیر محمد علوی	۱۰	۳
۴۹	کردار مروان بن الحکم تحقیق کے آئینے میں	حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان	۱۰	۱۷
۵۰	خلافت علیؓ احادیث نبویہ ﷺ کی روشنی میں	حضرت مولانا مفتی محمد زاہد	۱۱	۳
۵۱	دفاع حضرت حسین رضی اللہ عنہ	حضرت مولانا عبدالجبار سلفی	۱۱	۲۳۷
۵۲	یزید اکابر علماء اہل سنت دیوبند کی نظر میں	مولانا قاری محمد ضیاء الحق/میاں رضوان نفیس	۱۲	۳
۵۳	مروان بن حکم اور اس کے کارنامے	مولانا مجیب الرحمٰن ڈیروی	۱۲	۲۵۹
۵۴	مقدمہ امام حسین رضی اللہ عنہ	جناب علی طحاوی صاحب	۱۲	۳۳۷
	مکمل فہرست مجموعہ کتب	ادارہ	۱۲	۴۶۱

فتنۂ قادیانیت
سے متعلق تیس سوالات کے جوابات

آئینہ قادیانیت

جدید طرزِ بیان اور عملی مشقوں کے ساتھ

تالیف
مناظر ختم نبوت
حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

طرز جدید تحریر و عملی مشقیں
خادم القرآن الکریم
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب دامت برکاتہم
رئیس مرکز الافتاء والارشاد کراچی

ناشر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ